محدثِ اعظم پاکستان
مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد چشتی قادری علیہ الرحمۃ
احوال و آثار دینی علمی تعلیمی اور سیاسی خدمات
جلد ۱
مولانا محمد جلال الدین
مکتبہ قادریہ ○ لاہور

مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد چشتی قادری رحمہ اللہ تعالیٰ

احوال و آثار ، دینی ، علمی ، تبلیغی اور سیاسی خدمات

جلد ۱

مولانا محمد جلال الدین قادری
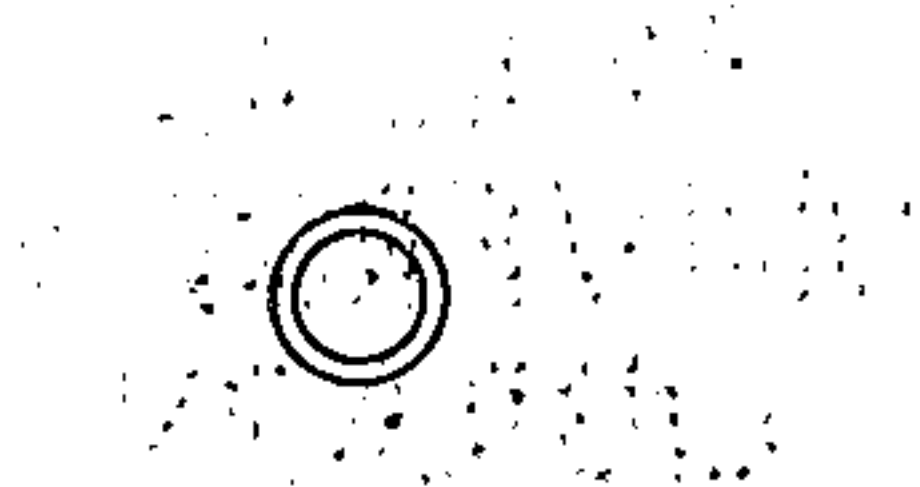
مکتبہ قادریہ ○ لاہور ۸

کتاب (جلد اوّل) ——— محدثِ اعظم پاکستان مولانا ابو الفضل محمد سردار احمد چشتی قادری قدس سرہ

تالیف ——— مولانا محمد جلال الدین قادری (کھاریاں)

دُعائیہ کلمات ——— حضرت شیخ الحدیث مولانا علامہ غلام رسول رضوی شارح بخاری مدظلہ

تصدیق و توثیق ——— حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی مدظلہ

اہتمام ——— حضرت مولانا مفتی محمد عبد القیوم قادری ہزاروی مدظلہ

تقدیم ——— مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری نقشبندی

تکمیلِ آرزو ——— مولانا محمد منشا تابش قصوری

کتابت ——— محمد عاشق حسین ہاشمی قادری (چنیوٹ)

صفحات ——— ۴۱۲

تاریخِ اشاعت ——— ۱۴۰۹ھ / ۱۹۸۹ء

مطبع ——— احمد سجاد آرٹ پریس ہسپتال روڈ لاہور

ناشر ——— مکتبہ قادریہ، لاہور ۸

ہدیہ مکمل سیٹ (دو جلد) ——— ۲۴۰/-

ملنے کا پتا

مکتبہ ضیاء الاسلام، مسجد رضا محبوب روڈ چاہ میراں، لاہور نمبر ۳۹ پوسٹ کوڈ نمبر

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، ۲۲۴/۷ نشیمن بلڈنگ اسٹریچن روڈ۔ کراچی

مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ، لاہور نمبر ۸ پاکستان پوسٹ کوڈ نمبر ۱۲۲۵۰

رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور نمبر ۸

فہرست
(جلد اوّل)

بابِ ۳ : تعلیمی خدمات :

دُعائیہ کلمات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

فقیر پُرتقصیر نے "تذکرہ محدّثِ اعظم پاکستان" مختلف مقام سے دیکھا، جسے مولانا محمد جلال الدین صاحب نے بڑی خوش اسلوبی سے مرتب فرمایا ہے۔ موصوف کی مساعیٔ جمیلہ قابلِ قدر اور لائقِ تحسین ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے احسن سے نوازے۔

حضرت محدّثِ اعظم علیہ الرحمہ یکتائے زماں اور محورِ اتقیائے دوراں تھے۔ نیز علم و عمل میں شریعتِ مطہرہ کی زندہ تصویر، آپ کی شخصیت بڑی پُرکشش تھی، جو دیکھتا گرویدہ ہو جاتا، اور جسے آپ کی محفل میں رہنے کی سعادت حاصل ہوئی، اسے عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دولتِ ابدی نصیب ہوئی۔ آپ کا جمال سُنّیوں کے لیے راحتِ قلب و نظر اور آپ کا جلال وہابیہ کے لیے سمِ قاتل۔

بندہ نے زندگی کے ہر شعبہ میں حضرت محدّثِ اعظم علیہ الرحمہ کو متبع سنّت پایا۔ آپ کو تصنّع اور تکلّف سے نفرت، تواضع و انکساری سے محبّت تھی۔

حقیقت ہے کہ محدّثِ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ کو فیضانِ نبوّت سے حظِ وافر عطا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے فیوض و برکات کو ہمیشہ جاری رکھے اور مولانا الموصوف نے جو یہ تاریخی کارنامہ انجام دیا ہے، اسے شرفِ قبولیت سے نوازے۔ آمین!

غلام رسول قادری رضوی

شیخ الحدیث جامعہ رضویہ ـــــ فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدا ہوتی ہے تیرے نام سے

دیال گڑھ ضلع گورداسپور کا ایک ہونہار اور سعادت مند نوجوان میٹرک پاس کرنے کے بعد مزید علم حاصل کرنے کے لیے داتا کی نگری لاہور آتا ہے اور ایف۔اے میں داخلہ لے لیتا ہے۔ وہ قدرت کے سانچے میں ڈھلا ہوا شرافت کا دل نواز پیکر تھا۔ اِس کی گفتگو اور چال ڈھال میں قیامت کا بانکپن تھا۔ اِسے گود میں کھلانے والے اور اس کے سکول کے ساتھی ہی نہیں، بلکہ اس کے اساتذہ بھی اس کی نیک نفسی، پاکیزہ نگاہی اور ملکوتی کردار کے گواہ تھے۔ سب ہی اسے محبت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ وہ سب کی آنکھوں کا تارا تھا۔ اُس نے پٹوار کا امتحان بھی دیا تھا۔ اُس کی بے مثال ذہانت اور محنت کو دیکھتے ہوئے اس کے رشتہ دار یہ آس لگائے بیٹھے تھے کہ ہمارا یہ عزیز نوجوان پٹواری بنے گا، تحصیل دار بنے گا اور ترقی کرتے کرتے بہت بڑا افسر بنے گا، لیکن انسان کے سوچنے سے کیا ہوتا ہے؟ وہی ہوتا ہے جو سب سے بڑی قوت و طاقت والے کو منظور ہوتا ہے۔ اچانک اس نوجوان کو کسی کی نظر لگ گئی اور نہ جانے وہ کیسی نظر تھی کہ رشتہ داروں کے سب منصوبے فیل ہو گئے اور تمام پروگرام دھرے رہ گئے۔

جامع مسجد وزیر خاں، لاہور، قیامِ پاکستان سے پہلے متحدہ پاک و ہند کا عظیم ترین سٹیج تھی، جہاں پورے ملک کے جلیل القدر علماء اور مشائخ رونق افروز ہوتے۔ ان کی

زیارت سے ایمان تازہ ہوجاتا اور ان کے ارشاداتِ عالیہ سُن کر دلوں کی ویران بستیاں آباد ہوجاتیں۔ ان دنوں بھی جامع مسجد وزیر خاں میں عظیم الشان اجلاس ہو رہا تھا۔ سامعین جوق در جوق حاضر ہو رہے تھے۔ اتنے میں اسٹیج سے اعلان کیا گیا کہ آج فلاں وقت، فلاں گاڑی سے ملک کے عظیم المرتبت عالمِ شریعت اور شیخ طریقت، جگر گوشۂ امام احمد رضا حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی تشریف لا رہے ہیں، جو حضرات ان کی زیارت سے مشرف ہونا چاہیں، وہ مقررہ وقت پر ریلوے اسٹیشن پہنچ جائیں۔

مشتاقانِ دید کا ایک ہجوم ریلوے اسٹیشن پر جمع ہوگیا۔ اسی ہجوم میں وہ خوش بخت نوجوان طالب علم بھی تھا۔ جب گاڑی پلیٹ فارم پر پہنچی اور حضرت حجۃ الاسلام اپنے ڈبے سے باہر تشریف لائے تو تکبیر و رسالت کے پُرجوش نعروں سے ان کا استقبال کیا گیا اور ہر شخص بے تابی سے ایک نظرِ زیارت کرنے اور مصافحہ کے لیے آگے بڑھنے لگا۔ اسی دھکم پیل میں وہ طالب علم بھی آگے بڑھا اور مصافحہ کرنے کے بعد سر اٹھا کر جو دیکھا، تو اُن کا نورانی چہرہ دیکھتا ہی رہ گیا۔ چہرہ کیا تھا حُسن کی کھُلی ہوئی کتاب تھی، جس پر جمالِ تقویٰ اور جلالِ علم کا نور برس رہا تھا۔ جسے دیکھ کر کئی غیر مسلم اسلام لے آئے تھے۔ ایک نظر انہوں نے بھی اس طالب علم کو دیکھا، یہی وہ لمحہ تھا جب اس طالب علم کو نظر لگ گئی۔ اس کی رُوح کی گہرائی تک ایک برقی رو دوڑ گئی اور دل ایک انجانی اضطرابی کیفیت سے دوچار ہوگیا۔

جلسہ بڑی شان و شوکت سے ہوا اور جلسہ کے بعد حضرت حجۃ الاسلام، حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزارِ اقدس کے قریب اپنی قیام گاہ پر تشریف لے گئے۔ وہ طالب علم جلسے کے دوران بڑی محویت کے ساتھ ٹکٹکی باندھے انہیں ہی دیکھتا رہا اور جلسے کے بعد کشاں کشاں ان کی قیام گاہ پر پہنچ گیا۔ حضرت حجۃ الاسلام نے دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ وہی کشتۂ تیرِ نظر ہے۔ بڑی محبت و شفقت کے ساتھ اپنے پاس بلایا اور

خیریت دریافت کرنے کے بعد پوچھا کہاں کے رہنے والے ہو؟ اور کیا کرتے ہو؟ طالب علم نے جواب دیا، تو انہوں نے اس کے چہرے کی اضطرابی تحریر پڑھتے ہوئے پوچھا کہ آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟ نوجوان نے کہا جی ہاں! فرمایا: کہو بغیر کسی تکلف کے کہو۔ کہنے لگے: مجھے اپنے ساتھ لے جائیں، مجھے ایف۔ اے کرنے اور پٹوار کا امتحان پاس کرنے کا کوئی شوق نہیں رہا۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنی پیاسی نگاہیں آپ کے دیدار سے سیراب کرتا رہوں، آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کروں اور وہ نورانی علم حاصل کروں جس کے آپ نمائندے ہیں۔ حضرت حجۃ الاسلام نے بڑی خوشی سے اپنے ساتھ چلنے کی اجازت دے دی، اور وہ اپنی جگہ اس شاہین کے زیرِ دام آنے پر بے حد مسرور تھے۔

مرکزِ علم و عرفان بریلی شریف جا کر اس طالب علم نے پوری تندہی اور یکسوئی کے ساتھ علومِ دینیہ حاصل کرنے شروع کیے۔ منظرِ اسلام بریلی میں حضرت حجۃ الاسلام مفتیِ اعظم ہند مولانا محمد مصطفےٰ رضا خاں بریلوی اور صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی مصنف بہارِ شریعت ایسے نادرِ روزگار اربابِ علم و نظر کے فیوض سے خوشہ چینی کی۔ آٹھ سال تک جامعہ معینیہ، اجمیر شریف میں صدر الشریعہ کے دریائے علم سے فیض یاب ہونے کے بعد سندِ فراغت حاصل کی۔

آپ جانتے ہیں کہ وہ نوجوان طالب علم کون تھا؟ جی ہاں ——— اسے کون نہیں جانتا؟ اسے اپنے اور بیگانے سب ہی جانتے ہیں ——— وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایسی بلندیوں پر پہنچا کہ بڑے بڑے آفیسر اس کے قدموں میں بیٹھنے کو سعادت سمجھتے تھے ——— بڑے بڑے علماء اس کی دست بوسی کو اپنا شرف تصور کرتے ——— بقول شیخ القرآن علامہ محمد عبد الغفور ہزاروی قدس سرہ، وہ جس کے سر پر ہاتھ پھیر دیتے (دستار بندی کر دیتے) تھے، وہ راسخ العقیدہ سنی عالم دین بن جاتا تھا ——— انہوں نے تمام زندگی علومِ دینیہ کا درس دیا ——— دلوں کی دنیا

میں محبتِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جوت جگائی ——— علماء اور محدثین کی اتنی بڑی جماعت تیار کی کہ اکابر علماء نے انہیں محدثِ اعظم پاکستان تسلیم کیا ——— یہ تھے:

"محدثِ اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالفضل محمد سردار احمد چشتی قادری قدس سرہٗ"

وہ آسمانِ سُنیت کے چاند تھے، جن کی ضیاء پاشیوں نے پاک و ہند کے خطے کو بقعۂ نور بنا دیا ——— وہ شیخ التفسیر والحدیث تھے ——— وہ جامع معقولات و منقولات تھے ——— وہ رہبرِ شریعت اور مرشدِ طریقت تھے ——— وہ پیکرِ رشد و ہدایت تھے ——— وہ سحرِ بیان خطیب تھے ——— کئی کئی گھنٹے خطاب فرماتے، اس دوران زورِ بیان اور دلائل کے تسلسل میں فرق آتا اور نہ ہی سامعین کی محویت ختم ہوتی ——— وہ کوہِ استقامت تھے ——— جو کہتے تھے، وہی کر دکھاتے تھے، اور جو کرتے تھے، اس پر قائم رہنا جانتے تھے ۔ وہ عقیدۂ ختمِ نبوت کے پرجوش مبلغ اور پاسبان تھے ۔ وہ تحریکِ پاکستان کے عظیم رہنما تھے ۔

مولانا غلام محی الدین قادری، فیصل آباد کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حکومت نے چاند کا اعلان کر دیا ——— حضرت کا موقف یہ تھا کہ چونکہ شرعی گواہی موجود نہیں، اس لیے چاند نہیں ہوا ——— رات کے وقت ضلع کے حکام سے گفت و شنید کے لیے آپ کے پاس آئے، تو آپ نے فرمایا: کیا حکومت یہ سمجھتی ہے کہ سردار احمد موم کی ناک ہے جسے جدھر چاہا موڑ لیا؟ اور اپنا فیصلہ واپس لینے سے صاف انکار کر دیا ۔

وہ اقبال کے مردِ مومن کی سچی تصویر تھے اور اقبال کے اس شعر کا صحیح مصداق تھے ۔

جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو، وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفاں

حضور سیدِ عالم، نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت تو جانِ ایمان ہے اور ذکرِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مومن کی رُوح کی غذا ہے، لیکن اُن پر حدیث پڑھاتے وقت عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جس کیفیت کا

بیان ہوتا، ویسی کیفیت ان پر طاری ہوتی۔ مسرت و شادمانی کا ذکر ہوتا، تو آپ بھی مسرور دکھائی دیتے ـــــــ کسی صدمے یا تکلیف کا ذکر ہوتا، تو آپ کے چہرے پر حزن و ملال کے آثار واضح دکھائی دیتے ـــــــ فرائض اور واجبات تو اپنی جگہ رہے، سُنن اور مستحبات پر بھی بالالتزام عمل کرتے۔

اساتذہ کرام کا ذکر محبت و عقیدت میں ڈوب کر کرتے ـــــــ دوستوں اور معاصرین سے ملتے، تو مسرت و شادمانی کا پیکر نظر آتے ـــــــ ساداتِ کرام کا خصوصی احترام کرتے، تبرک تقسیم کیا جاتا، تو انہیں دو حصے دیئے جاتے ـــــــ شاگردوں اور مریدوں کی اس قدر عزت افزائی فرماتے کہ حاضر ہونے والا باغ باغ ہو جاتا اور یہ محسوس کرتا کہ حضرت سب سے زیادہ مجھ پر مہربان ہیں۔

ایک دفعہ سلطان الواعظین مولانا ابوالنور محمد بشیر مدظلہ کوٹلی لوہاراں نے تقریر میں حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث بیان کرتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت پر خوش ہو کر فرمایا: سَلْ مَاشِئْتَ جو چاہو مانگو، جلسے کے بعد حضرت محدثِ اعظم نے تخلیے میں انہیں فرمایا: مولانا! حدیث شریف کا مطلب اگرچہ یہی ہے جو آپ نے بیان کیا ہے، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مطلقاً فرمایا ہے کہ مانگو، یہ نہیں فرمایا کہ فلاں چیز مانگو ـــــ اس اطلاق سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے تمام نعمتیں آپ کے دستِ اقدس میں ہیں، جسے چاہیں اور جو چاہیں عطا فرمائیں۔ لیکن حدیث شریف میں مَاشِئْتَ کے الفاظ نہیں ہیں۔ اگر کوئی مخالف مطالبہ کر بیٹھے کہ حدیث کے یہ الفاظ دکھاؤ، تو پریشانی ہو گی۔ اس لیے احتیاط سے کام لینا چاہیئے۔ حضرت سلطان الواعظین اس قوتِ استحضار اور فہمائش کے اس حکیمانہ انداز سے بہت متاثر ہوئے۔

ایک نعت خواں نے جنابِ محمد اعظم چشتی مدظلہ کی نعت شریف پڑھتے ہوئے یہ شعر پڑھا ؎

تساں سانوں مکھ وکھاوناں نئیں، اساں ڈیہہ بناں ایتھوں جاوناں نئیں

اساں مڑ مڑ در تے آوناں نئیں، ساڈا جوگیاں والا پھیرا اسے

حضرت محدث اعظم نے فوراً ٹوک دیا اور فرمایا: سرکار بلائیں، تو ہم بار بار حاضر ہوں گے، ہمیں کیا عذر ہو سکتا ہے؟ پڑھنا ہے تو دوسرا مصرع اس طرح پڑھو:

اسیں مڑ مڑ جگ تے آوناں نئیں، ساڈا جوگیاں والا پھیرا اے

غور کیجیے! کہ شعر و سخن کا بڑے سے بڑا استاد اس سے بہتر کیا اصلاح کر سکتا تھا؟ ایک لفظ کی تبدیلی سے شعر کو زمین سے اٹھا کر آسمان پر پہنچا دیا۔

دوسری طرف بد عقیدہ افراد کے لیے ان کے دل میں کوئی نرم گوشہ نہیں تھا۔ حضرت سلطان الواعظین مولانا ابو النور محمد بشیر کوٹلی لوہاراں نے بجا فرمایا تھا:

حضرتِ فاروقِ اعظم کی تو اک شمشیر ہے

بدیہی بات ہے کہ صلح کلیت اور ہر کسی کو سینے سے لگا کر شمعِ سرِ محفل بننا بڑا آسان ہے۔ اگر وہ یہ رویہ اختیار کرتے، تو ہر فرقہ اور ہر طبقہ انہیں سر آنکھوں پر جگہ دیتا، لیکن انہوں نے دعائے قنوت کے ان کلماتِ طیبات پر عمل کر کے دکھایا: وَنَخْلَعُ وَ نَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ۔ بارِ الٰہا! جو تیرا نہیں، وہ ہمارا نہیں ہے۔ وہ اَلْحُبُّ لِلّٰهِ وَالْبُغْضُ لِلّٰهِ پر عمل پیرا تھے اور زندگی بھر عمل پیرا رہے۔

وادیٔ نجد کے متشددین عامۃ المسلمین کو اس لیے مشرک اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں کہ وہ سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بارگاہِ الٰہی میں مقبول ترین وسیلہ مانتے ہیں۔ حضرت محدثِ اعظم، حرمینِ طیبین کی حاضری کے لیے گئے، تو نجدی اماموں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے کہ جب ہم ان کے نزدیک مشرک ہیں، تو ہماری نماز کیسی؟ اور ان کے پیچھے اقتداء کا کیا مطلب ہے؟ ——— پیچھے نماز پڑھنا تو بڑی بات ہے، وہ ایسے لوگوں سے مصافحہ تک کے روادار نہ تھے۔ ایک شیعہ افسر آپ سے ملاقات کے لیے آیا، تو

آپ نے یہ کہتے ہوئے ہاتھ کھینچ لیے کہ میرے دل میں حضرات خلفاء راشدین اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی محبت کی شمع روشن ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ اس شمع کی لو ماند نہ پڑ جائے ____ اسی طرح احرار کے مشہور خطیب قاضی احسان احمد شجاع آبادی سے ایک سفرِ حج کے دوران آمنا سامنا ہو گیا، وہ مصافحہ کرنے کے لیے آگے بڑھے، تو آپ نے فرمایا، تحذیر الناس، براہین قاطعہ، اور حفظ الایمان کی ایمان سوز عبارات کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں مناظرہ کرنے نہیں آیا، صرف ملاقات کرنے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا: جب تک ان عبارات کا تصفیہ نہیں ہو جاتا، فقیر آپ سے ملاقات نہیں کر سکتا۔

مولانا محمد علی جوہر نے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کہا تھا:

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ، دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی بلند نگاہی اور عالی ظرفی کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنے مقصد اور مشن کو کبھی نظر انداز نہیں فرماتے تھے۔ اپنوں کے جور و جفا کو ہمتِ مردانہ سے برداشت کر جاتے اور اپنی ذات کے لیے کبھی انتقام نہیں لیتے تھے۔ مولانا محمد عبد الغفار ظفر صابری، فیصل آباد کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت شیخ القرآن علامہ محمد عبد الغفور ہزاروی نے فرمایا کہ فلاں صاحب نے آپ کے خلاف ایک رسالہ لکھا ہے، جس میں ہلکی زبان استعمال کی گئی ہے، اس کا جواب دینا چاہیے۔ حضرت شیخ الحدیث نے فرمایا:

"مولانا! میں اپنوں سے الجھ کر اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا، جو وقت ان کے خلاف صرف کرنا ہے، وہ بد مذہبوں کے رد میں کیوں نہ صرف کروں؟"

یہ ارشاد بجا طور پر آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے اور علماء اہل سنت کو چاہیے کہ

اسے اپنے دل پر نقش کرلیں اور باہمی مناقشات میں الجھ کر اپنا قیمتی وقت ضائع نہ کریں۔
علامہ اقبال نے ایسے ہی لائق قیادت حضرات کے بارے میں کہا تھا ؎

نگہ بلند، سخن دل نواز، جاں پر سوز
یہی ہے رختِ سفر، میرِ کارواں کے لیے

لٹریچر کی اہمیت کا احساس

لٹریچر کسی بھی قوم کی ترقی اور بقا کا ضامن ہوتا ہے، لٹریچر ہی ذہنی انقلاب لاتا ہے اور لٹریچر ہی صالح اور جاں فروش افراد تیار کرتا ہے۔ ہمیں تقریر اور خطابات کی اثر آفرینی سے انکار نہیں ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ آج کتنے لوگ علماء کے خطابات سنتے ہیں؟ ان سے کیا حاصل کرتے ہیں؟ اور کیا یاد رکھتے ہیں؟ جبکہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہو تو کتاب کے اثرات نہ صرف دیرپا ہوتے ہیں، بلکہ دُور تک پہنچتے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث کو اس حقیقت کا گہرا احساس اور شعور تھا۔ اس دور میں اہل سنّت کا لٹریچر بہت کم دستیاب ہوتا تھا۔ حضرت مفتی اعظم پاکستان علامہ سید ابوالبرکات سید احمد قادری کچھ رسائل شائع فرمایا کرتے تھے یا پھر حضرت پیر سیّد محمد معصوم شاہ قادری، نوری کتب خانہ داتا دربار، لاہور سے امام احمد رضا بریلوی کے رسائل شائع فرمایا کرتے تھے۔ حضرت شیخ الحدیث ان سے خصوصی تعاون فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے جامعہ رضویہ میں سُنّی رضوی کتب خانہ قائم کیا اور ہر ماہ جب حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ کے مزار پُر انوار پر حاضری دیتے، تو کچھ نہ کچھ کتابیں ضرور لے جاتے، بلکہ بعض اوقات تو کئی کئی بوریاں کتابوں سے بھر کر لے جاتے اور باوجودیکہ کتب خانہ عموماً خسارے میں رہتا، پھر بھی آپ نے اسے تاحیات جاری رکھا۔

پیر محمد حسن شاہ نوری، مالک نوری کتب خانہ، لاہور کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں مکان بنانے میں مصروف تھا کہ حضرت شیخ الحدیث تشریف لے آئے اور مجھے ایک طرف بلا کر فرمانے لگے، مکان بنانے پر بڑا خرچ ہوتا ہے، اس لیے میں نے سوچا کہ اس وجہ سے کہیں اشاعتِ دین کا کام متاثر نہ ہو، میرے پاس پانچ سو روپے رکھے ہوئے تھے، یہ لے لیجئے اور اشاعتِ کتب کا سلسلہ جاری رکھیے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ آپ دُعا فرمائیں۔ آپ کی دُعائیں ہی ہمارے لیے کافی ہیں۔

اللہ اللہ! ایسی ہستیاں اب کہاں ملیں گی؟ جنہیں احساس تھا کہ دین کی اشاعت کا کام کرنے والے بڑی مشکلات سے گزر کر یہ کام جاری رکھتے ہیں۔ آج اگر برادرانِ اہلِ سنت وجماعت اس احساس سے آشنا ہو جائیں تو یہ حالت برقرار نہ رہے کہ

ع مکتبے مرثیہ خواں ہیں کہ قاری نہ رہے

عاشق کا جنازہ

یکم شعبان المعظم/۲۹ دسمبر جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی شب (۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) اپنے دور کا عظیم محدث، ملتِ اسلامیہ کا محسن، حبیبِ کبریا علیہ التحیۃ والثناء کا سچا محب، سُنّیت کا قافلہ سالار، لاکھوں افراد کو اشکبار چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو گیا۔ کراچی سے آپ کا جسدِ مقدس بذریعہ ٹرین، لائل پور (فیصل آباد) لایا گیا۔ ملک بھر کے علماء، مشائخ اور عوامِ اہلِ سنت کے تا حدِ نظر پھیلے ہوئے مجمع نے آپ کی نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔ بہت سے مخالفین بھی حسرت و یاس کی تصویر بنے ہوئے جنازہ میں شریک ہوئے اور سُنّی رضوی جامع مسجد کے پہلو میں آپ کی آخری آرام گاہ بنائی گئی۔

اس موقع پر ہزارہا افراد نے ایک حیرت انگیز منظر کھلی آنکھوں سے دیکھا ——— اور جس نے بھی دیکھا عش عش کر اٹھا۔ ریلوے اسٹیشن سے جامعہ رضویہ تک آپ کے جنازہ پر ایک نورانی پھوار پڑ رہی تھی، جوں جوں جنازہ آگے بڑھتا۔ انوار کی بارش بھی آگے بڑھتی چلی گئی۔ اس سے بڑھ کر کرامت اور آپ کے مسلک کی صداقت کی دلیل کیا ہو سکتی ہے ؟ رب العزت کی طرف سے یہ انعام تھا اُن کے تقویٰ و تقدس کا، خدمتِ دین کا، پرچمِ سُنیت کے بُلند کرنے کا، حُبِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دلوں میں بسانے کا اور عظمتِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پھریرے لہرانے کا

رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ

پیشِ نظر کتاب

محدّثِ اعظم پاکستان مفکر بھی تھے اور مدبّر بھی تھے ——— ان کی زندگی عملِ مسلسل اور جدوجہدِ پیہم سے عبارت تھی ——— وہ ہمہ گیر شخصیت تھے ——— بے عملی ان کے نزدیک بہت بڑا جرم تھی ——— جو شخص اُن سے وابستہ ہو جاتا، اُسے شعلۂ جوّالہ بنا دیتے ——— اہلِ سُنّت وجماعت اور خصوصًا اُن کے اصحابِ علم تلامذہ اور مُریدین کی ذمہ داری تھی کہ ان کے احوال و آثار کو کتابی صورت میں جمع کرتے ——— ان کی دینی و ملی خدمات کو قلم بند کرتے ——— تاکہ بعد میں آنے والے لوگ ان کی شمعِ حیات سے اکتسابِ ضیا کرتے ——— مگر ہمارے ہاں تو تقریر اور خطابت ہی کو سب کچھ سمجھا جاتا ہے ——— قرطاس و قلم کے ساتھ ہمیں دلچسپی ہی نہیں ہے ——— ماہنامہ نوری کرن، بریلی، رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ اور ہفت روزہ محبوبِ حق فیصل آباد نے ان کے بارے میں اپنی بساط کے مطابق نمبر نکالے ——— کئی حضرات نے کتابچے

اور مضامین لکھ کر ان کی بارگاہ میں خراجِ عقیدت پیش کیا ــــــ تاہم ایک مبسوط کتاب کی ضرورت ہر ذی شعور محسوس کر رہا تھا ــــــ جس میں اُن کی زندگی کے ہر پہلو پر معلومات فراہم کیے گئے ہوں ــــــ کئی دفعہ کوشش بھی کی گئی، لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔

قدرت نے اس اہم کام کا انتظام کرنے کی سعادت، حضرت محدثِ اعظم قدس سرہ کے مخلص ترین شاگرد اور مرید، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور/شیخوپورہ اور تنظیم المدارس اہل سُنّت، پاکستان، کے ناظمِ اعلیٰ، حضرت مولانا مفتی محمد عبد القیوم قادری ہزاروی مدظلہ کے نام ودیعت فرمائی ہوئی تھی۔ ان کا اخلاص، دین کے لیے سوزِ دروں اور مذہب کے لیے شب و روز کی کاوشِ پیہم، شک و شبہ سے بالا ہے۔ بلاشبہ وہ ملت کا قیمتی سرمایہ ہیں۔ کئی سال سے وہ حیاتِ محدثِ اعظم کی ترتیب و تدوین کے بارے میں سوچا کرتے تھے۔ بالآخر وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس کارِ خیر کا انتظام انہیں ہی کرنا چاہیے۔ حُسنِ اتفاق کہ مؤرخِ لاہور جناب محمد دین کلیم نے فیصل آباد میں چار سال قیام کے دوران جو مواد جمع کیا تھا، وہ لاکر اُن کی خدمت میں پیش کر دیا۔ مولانا محمد منشا تابش قصوری مدظلہ اور راقم الحروف کے پاس جو متعلقہ مواد تھا، وہ بھی پیش کر دیا۔ اب یہ فکر ہوئی کہ ہزاروں صفحات پر پھیلے ہوئے اس مواد کو کون ترتیب دے؟ اس کام کے لیے مفتی صاحب مدظلہ نے حضرت محدثِ اعظم کے شاگردِ رشید اور متعدد کتابوں کے مصنف حضرت مولانا محمد جلال الدین قادری مدظلہ کو منتخب فرمایا، اور واقعی یہ صحیح ترین انتخاب تھا۔ ۴/ محرم الحرام ۱۴۰۴ھ / ۱۹۸۳ء کو ان سے درخواست کی گئی کہ یہ کام آپ کریں اور آپ ہی کو کرنا چاہیے۔ انہوں نے ناسازیٔ طبیعت اور کثیر مشاغل کے باوجود تقریباً چار سال کے عرصے میں یہ کام مکمل کر لیا۔ مولانا محمد جلال الدین قادری مدظلہ نے اس تذکرے کی ترتیب میں جاں گسل محنت سے

کام لیا، دُور دراز کے کئی سفر کیے۔ علماء کو سینکڑوں خطوط لکھے اور نہ جانے کتنی راتیں بیدار رہ کر اس عظیم الشان کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

حضرت محدّثِ اعظم قدس سرہ کے فرزندِ اکبر اور جانشین حضرت صاحبزادہ قاضی محمّد فضلِ رسول حیدر رضوی مدظلہ نے نہ صرف خاندانی حالات فراہم کیے اور حضرت کی ذاتی یادداشتوں کے مطالعہ کی اجازت عطا فرمائی، بلکہ ازراہِ کمالِ مہربانی تمام کتاب، مؤلّف کی زبانی سماعت بھی فرمائی ـــــ اس طرح اس تذکرے پر مہرِ تصدیق ثبت فرمادی۔ علاوہ ازیں تقریظ لکھ کر بھی حوصلہ افزائی فرمائی ـــــ محدّثِ جلیل، شارحِ بخاری حضرت مولانا علامہ غلام رسول رضوی دام ظلہٗ نے بھی دُعائیہ کلمات تحریر فرمائے۔

کتابت کے لیے حضرت محدّثِ اعظم قدس سرہ کے مخلص نیازمند اور مکتبہ قادریہ کے دیرینہ رفیقِ کار جنابِ محمّد عاشق حُسین ہاشمی، زیدمجدہٗ (چنیوٹ) ایسے خوشنویس کو منتخب کیا گیا۔ انھوں نے بڑی محبّت اور محنت کے ساتھ پیشِ نظر تذکرے کی کتابت فرمائی ـــــ مفتی محمّد علیم الدین مجدّدی نے مفید مشوروں سے نوازا اور حضرت مولانا محمّد منشا تابش قصوری نے اس کتاب پر نظرِ ثانی کی ـــــ اس طرح یہ کتاب پایۂ تکمیل کو پہنچی اور زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ رہی ہے ـــــ جن جن حضرات نے اس کارِ خیر میں حصّہ لیا ہے، وہ سب دُنیائے سُنّیت کے شکریے کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں دنیا و آخرت میں جزائے خیر عطا فرمائے۔

حضرتِ مؤلّف مدظلہ

حضرت مولانا محمّد جلال الدین قادری، تحصیل کھاریاں، ضلع گجرات

کے ایک گاؤں چوہدو میں یکم جمادی الاخری، ۲۹ر جولائی ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء کو پیدا ہوئے۔
ان کے والد ماجد مولانا خواجہ دین مجددی رحمہ اللہ تعالیٰ درویش منش اور متقی شخصیت تھے۔
ناظرہ قرآن مجید اور فارسی کی ابتدائی کتابیں اپنے نانا مولانا فضل دین رحمہ اللہ تعالیٰ
سے پڑھیں ـــــ شعبان المعظم / مارچ ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۸ء میں میٹرک پاس
کرنے کے بعد درسِ نظامی پڑھنے کے لیے پہلے جامعہ غوثیہ، لالہ موسیٰ، پھر دار العلوم
نقشبندیہ، علی پور سیداں میں داخل ہوئے ـــــ مولانا غلام رسول گجراتی،
مولانا غلام یوسف گجراتی اور مولانا غلام رسول قادری نوشاہی سے درسِ نظامی کی
کتابیں پڑھیں اور دار العلوم غوثیہ نظامیہ، وزیر آباد میں شیخ الجامعہ علامہ محب النبی
اور شیخ القرآن علامہ عبد الغفور ہزاروی رحمہما اللہ تعالیٰ سے دورۂ قرآن پڑھا ـــــ
حضرت محدثِ اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے دورہ حدیث پڑھ کر شعبان المعظم / فروری
۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء کو سندِ فراغت حاصل کی۔

۸ر محرم الحرام / ۲۲ر جون ۱۹۶۱ء کو حضرت محدثِ اعظم کے دستِ مبارک پر
سلسلۂ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ رمضان المبارک ۴ر اپریل ۱۳۸۴ھ/ ۱۹۶۵ء
میں حضرت مفتیٔ اعظم ہند مولانا محمد مصطفےٰ رضا خاں بریلوی قدس سرہ نے اوراد و اشغال
تمام سلاسل اور حدیث کی سند عطا فرمائی۔

شوال / اپریل ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء سے رجب المرجب / نومبر ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۵ء
تک جامعہ حنفیہ، قصور، دار العلوم اہل سنت، کشمین محلہ جہلم، جامعہ حنفیہ گلزارِ مدینہ
ساہیوال اور جامعہ محمودیہ رضویہ، لالہ موسیٰ میں درسِ نظامی پڑھاتے رہے ـــــ
صفر المظفر / جون ۱۳۸۶ھ / ۱۹۶۶ء سے اب تک گورنمنٹ ہائی سکول سرائے عالمگیر
اور کھاریاں میں خدمتِ تدریس انجام دے رہے ہیں اسی دوران فاضلِ عربی اور ایف اے
کے امتحان پاس کیے۔

مولانا محمد جلال الدین قادری بڑے ذہین اور انتھک محنت کرنے کے عادی ہیں۔ ان کی ذہانت اور محنت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے صرف اڑھائی سال میں درسِ نظامی پڑھ لیا، جبکہ دوسرے طلباء عموماً سات آٹھ سال میں پڑھتے ہیں ۔۔۔ علاوہ ازیں وہ متعدد کتابوں کے مصنف ہیں، جن میں سے:

(۱) امام احمد رضا اکابر کی نظر میں (۱۹۷۴ء)

(۲) اسلامی تعلیمی پالیسی پر ایک نظر (۱۹۷۷ء)

(۳) خطبات آل انڈیا سُنّی کانفرنس (۱۹۷۸ء) ۔۔۔ یہ کتاب تحریکِ پاکستان میں علماء اور مشائخ اہلِ سنّت کی خدماتِ جلیلہ کا دستاویزی ثبوت ہے۔

(۴) ابوالکلام آزاد کی تاریخی شکست

(۵) امام احمد رضا کا نظریۂ تعلیم ۔۔۔۔۔۔ چھپ چکی ہیں اور متعدد تصانیف منتظرِ اشاعت ہے۔

(۶) سب سے بڑا کارنامہ پیشِ نظر کتاب ہے، جس میں انہوں نے حضرت محدثِ اعظم کی حیات کے ہر پہلو پر معلومات فراہم کیے ہیں اور آخر میں انتہائی اہم خطوط اور تحریرات کا عکس دے کر کتاب کی اہمیت کئی گنا بڑھا دی ہے۔ مستقبل میں حضرت محدثِ اعظم قدس سرہ پر لکھنے والا مؤرخ اس کتاب کو نظر انداز نہیں کر سکے گا۔ حضرت مؤلف نے حضرت محدثِ اعظم کے اساتذہ اور تلامذہ کے حالات لکھ کر اس کتاب کی افادیت کا حلقہ بہت وسیع کر دیا ہے۔

پیشِ نظر کتاب کی تالیف ان کا قابلِ داد کارنامہ ہے جس پر وہ تمام قوم کی طرف سے ہدیۂ تبریک کے مستحق ہیں ۔۔۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل اور عمر میں برکتیں عطا فرمائے اور علم و تحقیق کے میدان میں ملتِ اسلامیہ کی مزید خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین!

۲۲ شوال المکرم ۱۴۰۸ھ
۳۰ مئی ۱۹۸۸ء

محمد عبدالحکیم شرف قادری

عرضِ مؤلّف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین الیٰ یوم الدین

سیّد العرفاء سند الاتقیاء حضرت شیخ الحدیث قدسنا اللہ اسرارنا بسرہ العزیز کی ذات مجمع صفات کا ایک ایک پہلو اور آپ کی سیرت کا ایک ایک ورق ہمارا راہنما ہے آپ کے ارشادات و ہدایات پر عمل پیرا ہو کر ہم فلاح و صلاح سے ہم کنار ہو سکتے ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ العزیز کے وصال کو آج رُبع صدی گزر رہی ہے۔ اس عرصہ میں آپ کی حیاتِ طیبہ اور سیرتِ مبارکہ پر جامع اور قابلِ قدر کتاب منظرِ عام پر نہ آسکی حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے یومِ وصال (۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۲ء) سے ہی اس حقیر کی یہ خواہش رہی (اور یہی خواہش آپ کے ہر متوسّل کی رہی) کہ کاش کوئی کتاب آپ کی سیرت و سوانح پر ایسی منظرِ عام پر آئے جو جامع اور مکمّل ہو، مگر یہ آرزو تشنۂ تکمیل رہی۔ جب کبھی اس طرف توجہ کی، اپنی بے بضاعتی، ناقص العلمی اور مواد کی عدمِ فراہمی حائل رہی، مگر یہ آرزو و دردِ دل بن کر ہمیشہ دل میں جاگزیں رہی ؎

مہلتے باید کہ تا خون شیر شد

۴ محرم الحرام ۱۴۰۴ھ / ۱۱ اکتوبر ۱۹۸۳ء کو یہ فقیر حقیر دربارِ گہر بار حضور داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ العزیز میں حاضر ہوا۔ فراغت کے بعد جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں وارد ہوا۔ مولانا مفتی محمد عبد القیوم قادری، ہزاروی مہتمم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، اور مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری نے گھیر لیا۔ فرمانے لگے کہ ایک عرصے سے ہم نے فیصلہ کر رکھا ہے کہ آپ کو (مجھ حقیر کو) حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا مکمّل تذکرہ لکھنے پر مجبور کریں یہ فقیر

ان دنوں باوجود علالت کے چند دیگر مقالات کی ترتیب میں مصروف تھا، اپنا عذر پیش کیا، مگر اُن کا اصرار میرے انکار پر غالب آیا۔ انہوں نے مجھے تذکرہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ پر مجبور کر دیا، وہ جیتے اور میں ہارا۔ لیکن میری یہ ہار درحقیقت میری سعادت کا باعث بنی اور آج یہ تذکرہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

مذکورہ بالا تاریخ کے بعد مواد کی فراہمی کا سلسلہ شروع ہو گیا اور ساتھ ساتھ ترتیب کا کام بھی۔ خاندانی مواد کی فراہمی میں سب سے زیادہ اعانت حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی مدظلہ خلفِ اکبر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ العزیز نے فرمائی۔ حضرت مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی اور ان کے رفقاء نے بھی مواد کی فراہمی میں بھرپور مدد کی۔ نیز حکیم اہلِ سنت الحاج حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ، برادرِ عزیز محمد علیم الدین مجددی نے بھی مفید مشوروں سے نوازا، جن کا شکریہ ادا کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

استدعا:

آخر میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے اجلہ تلامذہ اور خلفاء بالخصوص اور تمام متوسلین سے بالعموم استدعا ہے کہ حضرت کے احوال و آثار پر مزید مواد ارسال فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں شاملِ اشاعت ہو سکے۔ دُعا ہے کہ یہ کتاب ان حضرات کے لیے تحریک کا کام دے۔ ربِ کریم اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور میرے لیے توشۂ آخرت بنائے آمین!

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ نور عرشہٖ وزینۃ فرشہٖ حبیبہٖ ومحبوبہٖ وآلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم، والحمد للہ علیٰ ربّ العالمین

فقیر محمد جلال الدین قادری عفی عنہ — کھاریاں

۱۷ رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ / ۱۵ مئی ۱۹۸۷ء — بروز جمعۃ المبارک (یوم بدر)

87/57

تصدیق وتوثیق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین

ربِ کائنات نے حضرات علمار کرام کو اپنی مخلوق کی ہدایت کے لیے منتخب فرمایا اور انہیں انبیار کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نیابت کا منصب عطا فرمایا۔ یہ حضرات علمار کرام روشنی کے ایسے مینار ہیں، جن سے رشد وہدایت کی راہیں روشن ہوئیں۔ مخلوقِ خدا نے ان سے تزکیہ وتصفیہ حاصل کیا اور وصلِ حقیقی کی راہ پر گامزن ہوئی۔

محدّثِ اعظم مخدوم اہل سنّت رہبرِ شریعت و طریقت منبعِ علم وفضل سیّدی سندی مرشدی و والدی حضرت مولانا الحاج ابوالفضل محمد سردار احمد صاحب رضی اللہ عنہ ان علمار عارفین سے ہیں، جنہوں نے مسلکِ اہل سنّت وجماعت کی تبلیغ واشاعت میں اپنی ساری زندگی وقف کر رکھی تھی۔ آپ کے درس وتدریس وعظ وتبلیغ اور دعوت وارشاد کا محور ومرکز عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دولتِ بے کراں کو عام کرنا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی مساعی جمیلہ کو شرفِ قبولیت عطا فرمایا۔ حتّٰی کہ ممتاز فضلار نے آپ سے علمی وروحانی استفادہ علمار عرب وعجم نے آپ سے علوم وفنون اور سلاسلِ طریقت کی سندات حاصل کیں۔ آپ کی علمی وجاہت اور روحانی بسالت افقِ عالم تک پھیلی اور آپ کی ذات فی الواقع منبعِ فیض اور سرچشمۂ علم وعرفان بنی۔

حضرت سیدی و مرشدی قبلہ والد ماجد رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد خواہش ہوئی کہ آپ کی سیرت و سوانح کا کوئی جامع تذکرہ مرتب ہو۔ بعض حضرات نے اس سلسلہ میں چند مقالات لکھے اور شائع کیے، مگر جامع تذکرہ کی انتظار تا ہنوز رہی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا محمد جلال الدین صاحب قادری کو اس اہم اور نازک کام کے لیے منتخب فرما لیا۔ مولانا نے بڑی مشقت، محنت اور محبت سے حضرت سیدی والدی المکرم رضی اللہ عنہ کی سیرت و سوانح کے واقعات کو جمع فرمایا اور انہیں حسین اور جدید انداز میں اس طرح ترتیب دیا کہ زیرِ نظر کتاب سوانح محدثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی جامع تذکرہ ہے، بلکہ یہ کتاب خزینۂ علم و عرفان بنی۔

میں نے اس کتاب کو اوّل سے آخر تک بغور سُنا اور پڑھا ہے۔ بحمدہٖ تعالیٰ حالات اور واقعات کو بالکل صحیح اور درست پایا۔

مولا کریم اپنے حبیبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل مصنف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس تذکرہ کو عوام و خواص کے لیے مشعلِ راہ بنائے۔ آمین!

قاضی محمد فضلِ رسول غفرلہٗ
آستانۂ عالیہ محدثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
گلستانِ محدثِ اعظم ــــــ فیصل آباد

۲۰ رشوال المکرم ۱۴۰۷ھ

باب ۱

۱۔ خاندان

۲۔ ولادتِ باسعادت

۳۔ تحصیلِ علم

خاندان

حضرت شیخ الحدیث مولانا ابو الفضل محمد سردار احمد قدس سرہ دیال گڑھ ضلع گورداسپور (مشرقی پنجاب، بھارت) میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا اسم گرامی چوہدری میراں بخش تھا۔

دیال گڑھ، ضلع گورداسپور کا ایک مشہور قصبہ ہے جو بٹالہ سے چار میل دُور ہے۔ لوگوں کا پیشہ کاشت کاری اور ملازمت تھا۔ اکثر آبادی کا تعلق برٹ جٹ قوم سے تھا، جبکہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا تعلق سیہول جٹ خاندان سے ہے۔ تقسیم ہند سے پہلے گاؤں میں تین نمبردار اور چار مساجد تھیں۔

آپ کے والد ماجد کاشت کاری کرتے تھے۔ ان کی زمین گاؤں کے قریب ہی تھی پچیس بیگھے چاہی اور اتنی ہی بارانی زمین تھی۔ یہ زمین انتہائی زرخیز تھی۔ فصل اچھی ہوتی تھی دیہاتی ماحول کے اعتبار سے آپ کے خاندان کو خوشحال کہا جا سکتا ہے۔

آپ کا خاندان کیا، پورے علاقہ کی توجہ تعلیم کی طرف بہت کم تھی، تاہم آپ کا خاندان شرافت، دیانت، پاکبازی اور مہمان نوازی میں علاقہ بھر میں شہرت رکھتا تھا۔ آپ کے والدین مذہبی امور میں خاص دلچسپی رکھتے تھے۔ پابند صوم و صلوٰۃ تھے۔ پورا خاندان مشائخ کرام کا مُرید اور عقیدت مند تھا۔ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کمال درجہ کی محبت تھی۔

آپ کے دادا، اپنے آبائی گاؤں ننگل، نزد رنداس ضلع امرتسر سے ترکِ سکونت کر کے دیال گڑھ اپنے ننہال کے ہاں آباد ہو گئے تھے۔

آپ کے والد ماجد دیہاتی ماحول کی بُرائیوں سے الگ تھلگ رہتے، کسی کی غیبت نہ کرتے۔ کسی کے نقصان میں راضی نہ ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی دشمنی کسی سے نہ پیدا ہوئی۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا ننہالی گاؤں دھڑاں ضلع گورداسپور رہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ نہایت پاک سیرت عفیفہ تھیں۔ پابند صوم وصلوٰۃ اور حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فدائی و شیدائی تھیں۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے والدین کریمین کی سیرت سمجھنے کے لیے ایک واقعہ کافی ہوگا جس کے راوی مولانا محمد بشیر احمد قادری ساکن رڈیالہ ضلع گوجرانوالہ ہیں۔ مولانا موصوف فرماتے ہیں کہ جناب سید غلام مرتضیٰ شاہ اور جناب سید فضل احمد شاہ، گلاں والہ ضلع گورداسپور سے ہجرت کر کے رڈیالہ میں مقیم ہیں تقسیم ہند سے قبل کا اپنی سرگزشت کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ گلاں والا سے دس میل دُور ایک گاؤں میں جانا پڑا۔ ہم علی الصبح ہی چل پڑے۔ سفر پیدل تھا۔ وہاں ہمیں کھانے کا پوچھا گیا، مگر سہواً ہم نے انکار کر دیا۔ گرمی کا موسم تھا۔ دوپہر کو ہم واپس ہوئے۔ راستہ میں بھوک اور پیاس خوب محسوس ہوئی۔ واپسی پر جب ہم دیال گڑھ سے گزرنے لگے، تو ہمیں یاد آیا کہ یہاں چوہدری میراں بخش کے ہاں چلتے ہیں — وہ بڑے فراخ دل اور مہمان نواز ہیں، یقیناً ہمیں ان کے دسترخوان سے کھانے پینے کو مل جائے گا۔ اس فیصلہ کے بعد ہم چوہدری میراں بخش (والد ماجد حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ) کے گھر آئے۔ آپ اس وقت دوپہر کی روٹی کھا کر آرام فرما رہے تھے۔ علیک سلیک کے بعد ہم نے اپنا تعارف سید ہونے کی حیثیت سے کرایا۔ چوہدری میراں بخش نے نہایت خوش اخلاقی سے بیٹھک میں بٹھایا اور کھانے کی پیشکش فرمائی جسے ہم نے قبول کر لیا۔ چوہدری میراں بخش اندر تشریف لے گئے۔ صحن میں کھڑی اپنی زوجہ محترمہ (والدہ ماجدہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ) سے فرمایا کہ "اللہ کی نیک بندی! آج ہمارے گھر دو سید مہمان آئے ہیں۔ ان کا کھانا لاؤ اور پینے کے لیے لسی بھی۔" زوجہ محترمہ نے چوہدری میراں بخش سے کہا کہ مہمانوں کے لیے لسی لیجاؤ۔ اور ان سے دریافت کرو کہ وہ نمازی ہیں یا نہیں۔ اگر وہ نمازی ہیں، تو ان کے لیے تازہ کھانا تیار کرتی ہوں اور اگر نمازی نہیں، تو وہی کھانا پیش کرتی ہوں جو تھوڑی دیر پہلے تیار کیا تھا۔

شاہ صاحبان فرماتے ہیں کہ بیٹھک کے قریب صحن میں ہونے والی میاں بیوی کی گفتگو ہم نے سُنی۔ جناب چوہدری میراں بخش تشریف لائے۔ ہمیں لسّی پیش کی اور ساتھ ہی نہایت محبت و شفقت سے دریافت فرمایا کہ کیا آپ نماز پڑھتے ہیں؟ اگر آپ نمازی ہیں، تو آپ کے لیے تازہ کھانا تیار کروایا جائے، ورنہ جو کھانا تیار ہے، وہی حاضر کر دیا جائے گا۔"

شاہ صاحبان نے فرمایا بحمدہٖ تعالیٰ ہم باقاعدہ نمازی ہیں۔ چنانچہ آپ نے تازہ کھانا تیار کروایا اور نہایت محبت سے ہمیں کھلایا۔[1]

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی والدہ ماجدہ کو زہد و تقویٰ، عفت و عصمت اور عبادت و ریاضت کی بناء پر بارگاہِ خداوندی میں خاص قرب حاصل تھا، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ اور آپ کے برادرِ بزرگ جناب حیات محمد عرف سائیں جی کے درمیان والدہ مرحومہ کے متعلق گفتگو ہوئی۔ جناب حیات محمد کا خیال تھا کہ ہماری والدہ مرحومہ عام نیک خاتون تھیں اور حضرت شیخ الحدیث ارشاد فرما رہے تھے کہ والدہ مرحومہ کو بارگاہِ خداوندی میں خاص قرب حاصل تھا۔ اس گفتگو کے بعد جناب حیات محمد صاحب سوئے۔ رات کو خواب میں انہیں ایک قبر نظر آئی، جس سے ایک ضعیف العمر خاتون سفید لباس میں ملبوس باہر تشریف لائیں اور جناب سائیں مرحوم سے فرمایا،

"بیٹا! میں تمہاری والدہ ہوں، تیرا چھوٹا بھائی محمد سردار احمد جو کچھ میرے متعلق کہتا ہے، وہ بالکل ٹھیک ہے۔"

صبح اُٹھ کر برادرِ بزرگ اپنا رات کا خواب بیان کرنے حضرت شیخ الحدیث کے پاس آئے۔ آپ نے انہیں دیکھ کر مسکرا کر فرمایا:

"کیوں سائیں صاحب! ہم نے ٹھیک کہا تھا نا، اب تو انکار نہ کرو گے"[2]

---

[1] قلمی یادداشت مولانا محمد بشیر احمد، رڈیالہ، گوجرانوالہ۔ محررہ ۲۹ رجب ۱۴۰۶ھ

[2] ہفت روزہ محبوبِ حق، لائل پور۔ مجریہ ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء، ص ۵

چوہدری میراں بخش کے ہاں سات لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ لڑکے یہ ہیں،

۱۔ جناب شیر محمد ۲۔ جناب علی محمد

۳۔ جناب دین محمد ۴۔ جناب فتح محمد

۵۔ جناب حیات محمد ۶۔ جناب سردار محمد (حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ)

۷۔ جناب محمد اسمٰعیل (برادرِ خورد)

دونوں لڑکیاں صاحبِ اولاد ہوئیں، لیکن جلد ہی وصال فرما گئیں۔

جناب چوہدری میراں بخش کے تمام صاحبزادے ماسوا حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے زمینداری کرتے تھے۔ سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ والدین کی تربیت کا اثر تھا کہ ان کا رجحانِ طبع نیکی کی طرف تھا۔ درویشانہ زندگی کے باعث لوگ ان کا احترام کرتے تھے۔ جناب حیات محمد صاحب درد بزرگ تھے۔ لوگ انہیں سائیں جی یا باباجی کے نام سے پکارتے تھے۔ [۱]

---

[۱] حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے خاندان کے حالات درج ذیل حضرات نے بیان کیے:

(ا) جناب چوہدری محمد اسمٰعیل برادرِ خورد حضرت شیخ الحدیث، مقیم چک ۔۔۔ فیصل آباد
۱۰ ربیع النور ۱۴۰۵ھ کو آستانہ عالیہ رضویہ، فیصل آباد پر ایک طویل ملاقات میں انہوں نے حالات بیان کیے۔

(ب) صوفی اللہ رکھا سراجی دیال گڑھی، حال مقیم جامعہ قادریہ رضویہ، فیصل آباد
۲۲ صفر المظفر ۱۴۰۷ھ کو ان سے ملاقات ہوئی بعد ازاں متعدد مکتوب بھی ان کی طرف سے موصول ہوئے

(ج) چوہدری بشیر احمد پھوپھی زاد حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ، حال مقیم، فیصل آباد
۹ ربیع النور ۱۴۰۵ھ/ ۲۹ رجب ۱۴۰۶ھ کو ان سے ملاقات کے دوران معلومات دستیاب ہوئیں۔

(د) جناب چوہدری محمد حسین ریٹائرڈ ہیڈ کانسٹیبل (دیال گڑھی) حال مقیم، مغل پورہ، لاہور
ان کی قلمی یادداشتیں مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی، لاہور کی معرفت موصول ہوئیں۔

فقیر قادری عفی عنہ

ولادتِ باسعادت، ابتدائی حالات

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سردار احمد قدس سرہ قصبہ دیال گڑھ ضلع گورداسپور (مشرقی پنجاب، بھارت) میں پیدا ہوئے۔

قرائن اور روایات کے مطابق سالِ ولادت ۱۳۲۱ھ / ۱۹۰۳ء سے ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۶ء کے درمیان ہے۔

تاریخِ ولادت کے بارے میں چند روایات پیشِ خدمت ہیں:

پنجاب یونیورسٹی گزٹ، لاہور ۱۹۲۲ء میں آپ کے کوائف یہ ہیں:

رول نمبر: ۱۲۰۲ نام چوہدری سردار محمد

مرکزِ امتحان: بٹالہ تاریخِ ولادت: ۲۲ ستمبر ۱۹۰۳ء [1]

اس حساب سے تقویمِ ہجری کے مطابق آپ کی تاریخِ ولادت ۲۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۱ھ بنتی ہے۔

اشرف العلماء مولانا محمد شریف الحق امجدی، مفتی دارالافتاء بریلی لکھتے ہیں:

"میرے اندازہ کے مطابق سنِ ولادت ۱۳۲۳ھ (۱۹۰۵ء) ہے۔" [2]

جناب اُمید رضوی، مدیر ماہنامہ نوری کرن، بریلی لکھتے ہیں:

---

[1] پنجاب یونیورسٹی گزٹ امتحانات ۱۹۲۲ء، امتحان میٹرک ۱۹۲۲ء، ص ۴۴

مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور

نوٹ: ۱۹۲۲ء میں امتحان میٹرک میں ۴۹۰۰ امیدوار شامل ہوئے۔

[2] (ا) ماہنامہ نوری کرن، بریلی (محدثِ اعظم پاکستان نمبر) مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء۔ ص ۵

(ب) ہفت روزہ محبوبِ حق، لائل پور (محدثِ اعظم نمبر) ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء، ص ۱۲

"مجھے سن یاد نہیں، لیکن پھر بھی قیاس سے اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ غالباً ۱۹۲۲ء یا ۱۹۲۳ء تھا۔ یہ میری اوائلِ عمری کا زمانہ تھا۔ زمانۂ طفلی رخصت ہو کر سنِ شعور کا آغاز ہونے والا تھا کہ اس زمانہ میں، میں نے ایک صبح کو ایک باوجاہت و عظمتِ انسان کو دیکھا، جس کی پیشانی صبحِ سعادت کی آئینہ دار تھی۔ بڑی بڑی غلافی آنکھیں، جن میں جاذبیت اور شرم و حیا کے ساتھ ساتھ سمندر کا سا گہرا سکوت تھا۔ ایک سبزہ آغاز نوجوان متانت و تہذیب کی مکمل تصویر، گھٹنوں سے نیچے کرتا، تہبند، سر پر پنجابی وضع کی پگڑی، لبوں کا انداز جیسے ہر وقت متبسم رہتے ہوں ——— یہ تھے اُس وقت کے سردار احمد اور آج کے محدثِ پاکستان۔" [1]

فقیہ العصر مولانا مفتی اعجاز ولی رضوی بریلوی دم ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ سے اپنے تعلقات کا ذکر یوں کرتے ہیں:

"آہ! جبکہ حضرت شیخ الحدیث ابدی نیند سو رہے ہیں۔ (بریلی کی) ۱۹۲۴ء والی صحبتیں یاد آتی ہیں، تو کلیجہ منہ کو آتا ہے . . . ." [2]

مولانا محمود احمد قادری، احسن المدارس، کانپور (انڈیا) اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"حضرت صاحب (شیخ الحدیث علیہ الرحمہ) اور والدی الماجد (مولانا شاہ رفاقت حسین) آٹھ برس اجمیر شریف اور دو برس بریلی شریف میں ہم درس رہے۔ یہ زمانہ ۱۳۴۵ھ تا ۱۳۵۱ھ (۱۹۲۶ء تا ۱۹۳۳ء) کا ہے۔" [3]

---

[1] ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء ۔ ص ۴۵

[2] ہفت روزہ محبوبِ حق، لائل پور ۱۳/ دسمبر ۱۹۶۳ء ۔ ص ۲۵

[3] مکتوب مولانا محمود احمد قادری کانپوری بنام مولانا محمد منشا تابش قصوری، محررہ ۲۵/ اپریل ۱۹۷۷ء

چنانچہ ایک سو چالیس روپے چار آنے کی رقم مذکورہ کے تین برابر برابر حصے کر دیئے گئے اور حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی زیرِ نگرانی اس کے مطابق اخراجات ہونے لگے مگر آپ نے حسبِ عادت حساب اپنے ہاتھ میں نہ رکھا۔

۱۲ رجب ۱۳۶۵ھ / ۲۱ جون ۱۹۴۶ء کو ہونے والے اجلاس کی کارروائی اور اُس کی قرارداد کے مطابق اخراجات کی نقل ملاحظہ ہو:

(عکس کارروائی و اخراجات) [۱]

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی شخصیت اتنی عظیم اور موثر تھی کہ ان کا کسی موقف کی حمایت کا اعلان ہی سوادِ اعظم اہلِ سنت کے لیے عظیم تحریک کا باعث تھا۔ حصولِ پاکستان کی تحریک کے دوران جمعیت علماء اسلام کی بنیاد ۱۹۴۵ء میں رکھی گئی۔ ابتدا میں اس میں چند سنی علماء بھی شامل ہوئے تھے۔ حسبِ دستور، جمعیت علماء اسلام کے رُکن مولانا منظور حسین قادری، (شہر ہزاری باغ، بہار) نے اکتوبر ۱۹۴۵ء میں علماء اہلِ سنت سے استدعا کی کہ وہ حصولِ پاکستان کی مساعی کو موثر اور تیز سے تیز تر کر دیں۔ اس استدعا میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کا نام نامی سرِ فہرست تھا۔ [۲]

عکس اخبار الفقیہ امرتسر ۱۴-۷ اکتوبر ۱۹۴۵ء ص ۸-۷

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے اگرچہ کسی سیاسی جماعت کی باقاعدہ رکنیت اختیار نہ کی تاہم عالمانہ وقار سے تحریک آزادیٔ ہند، اسلامی ریاست کے قیام (حصولِ پاکستان) میں آپ نے قائدانہ حیثیت سے کام کیا۔ اس امر کا اقرار خود مسلم لیگ کے ذمہ دار اراکین نے کیا

[۱] رجسٹر کارروائی دار العلوم مظہر اسلام بریلی، مخزونہ کتب خانہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ، فیصل آباد

(نوٹ) کارروائی کا عکس حضرت مولانا قاضی محمد فضل رسول صاحب کی اجازت اور شکریہ کے ساتھ شامل کتاب کر دیا گیا ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

[۲] ہفت روزہ الفقیہ امرتسر، ۱۴-۷ اکتوبر ۱۹۴۵ء ص ۷-۸

ہے۔ ہفت روزہ لاور (اب) روزنامہ سعادت فیصل آباد کے مدیر جناب ناسخ سیفی (م ۱۹۸۴ء) تحریکِ پاکستان کے سرگرم رُکن تھے، انہوں نے بارہا حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی تحریکِ پاکستان میں خدمات کا اعتراف کیا۔ اپنے اخبار سعادت میں متعدد مضامین میں اس کا اعادہ کیا۔ ایک بیان ملاحظہ ہو:

"حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے ساتھ میں نے متعدد مقامات پر سفر کیا۔ آپ کا شمار تحریکِ پاکستان کے ہراول دستہ میں ہوتا ہے۔" [1]

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے دیرینہ شناسا اور آپ کے آبائی گاؤں دیال گڑھ کے باشی جناب الحاج صوفی اللہ رکھا (حال مقیم جامعہ قادریہ رضویہ، فیصل آباد) اپنے ایک بیان میں کہتے ہیں:

"۱۹۴۷ء میں قیامِ پاکستان کے دوران مدرسہ میں رمضان المبارک کی تعطیلات کی وجہ سے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ اپنے آبائی قصبہ دیال گڑھ تشریف فرما تھے۔ جمعۃ الوداع (۲۷ر رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ / ۱۵ر اگست ۱۹۴۷ء) کا خطبہ آپ نے اپنے آبائی قصبہ میں دیا۔ اس موقعہ پر آپ نے قیامِ پاکستان پر اظہارِ مسرت فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ نیز پنجاب کے اضلاع گورداسپور، امرتسر کے پاکستان میں شامل ہونے پر بھی اظہارِ مسرت فرمایا، مگر بعد کے حالات نے واضح کر دیا کہ گورداسپور اور امرتسر پاکستان کی حدود میں شامل نہیں کیے گئے جس سے آپ کو صدمہ ہوا۔" [2]

---

[1] قلمی یادداشت جناب ناسخ سیفی، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

[2] صوفی اللہ رکھا نے یہ روایت ۲۴ر صفر ۱۴۰۴ھ کو اس احقر سے بیان کی۔ فقیر قادری عفی عنہ

ہجرت

رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ / جولائی، اگست ۱۹۴۷ء کے موقعہ پر دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے شیخ الحدیث (حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ) اپنے وطن مالوف، دیال گڑھ ضلع گورداسپور تشریف فرما تھے۔ آپ نے حسبِ عادتِ سابقہ رمضان المبارک دیال گڑھ میں ذکر و تبلیغ، عبادت و ریاضت میں گزارا۔ رمضان المبارک کی آمد سے پہلے آپ نے نمازِ تراویح میں قرآن مجید کی تلاوت کے لیے مولانا سید محمد جلال الدین، بھکھی ضلع گجرات کو خط لکھ کر دیال گڑھ بُلا بھیجا، لیکن اِن دنوں فسادات کی آگ بھڑک اٹھی تھی۔ حضرت شاہ صاحب قرآن سنانے کے لیے دیال گڑھ نہ جا سکے۔ [1]

دیال گڑھ میں آپ ہر سال رمضان المبارک کے عشرۂ اخیرہ میں سنتِ اعتکاف ادا فرماتے۔ اس سال بھی آپ نے اعتکاف ادا فرمایا۔ [2]

برِصغیر کی تقسیم کے اعلان (۱۴ اگست ۱۹۴۷ء) سے پہلے عام طور پر مشہور ہو گیا تھا کہ متحدہ پنجاب کے اضلاع امرتسر اور گورداسپور وغیرہ علاقے پاکستان کی حدود میں شامل ہوں گے۔ اس لیے ان اضلاع کے باشندے اپنے آپ کو ہجرت کے پُرخطر مصائب سے محفوظ سمجھتے تھے۔ وہ مطمئن تھے کہ بغیر کسی پریشانی کے ہم پاکستان کے باسی شمار ہوں گے۔

رمضان المبارک کے جمعہ کے خطبات میں آپ نے قیامِ پاکستان پر اطمینان کا اظہار فرمایا اور لوگوں کو نئے اسلامی ملک کے قیام پر مبارک باد دی۔ [3]

---

[1] قلمی یادداشت مولانا سید جلال الدین بھکھی، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

[2] روایت مولانا مفتی محمد مختار احمد دیال گڑھی، حال مقیم جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد۔ ۹ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ

[3] قلمی یادداشت صوفی اللہ رکھا، مقیم فیصل آباد۔ مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

اعلانِ تقسیمِ برصغیر سے قبل ہی سکھوں کی طرف سے قتل و غارت کے واقعات اتنے بڑھ چکے تھے کہ پورا متحدہ پنجاب اور دیگر علاقے ان کی لپیٹ میں تھے۔ کوئی بستی بھی ان کے حملہ سے محفوظ نہ تھی۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے اپنے قصبہ کی حفاظت کے لیے اذانیں دلوائیں۔ خود گھوڑی پر سوار ہو کر قصبہ کے گرد گشت فرماتے اور قصبہ کو کلامِ الٰہی سے حصار کر دیا، جس کے نتیجے میں آپ کا قصبہ ہر قسم کے فسادات اور حملوں سے محفوظ رہا۔ سکھ اگر حملہ آور ہوتے، تو ہنسنی والی نہر کے پار آتے ہی اندھے ہو جاتے، پُل پار نہ کر سکتے۔ سکھوں نے دیال گڑھ پیغام بھیجا کہ حضرت پیر صاحب (شیخ الحدیث صاحب) نے قصبہ کو دَم کر رکھا ہے، اس لیے ہمارے حملے ناکام ہو جاتے ہیں۔ آپ کی برکت و کرامت سے اہلِ قصبہ ہر قسم کے فسادات و خطرات سے حفاظتِ الٰہی میں رہے۔ لہ

قیامِ پاکستان کے اعلان کے ساتھ ہی فسادات کا خطرہ بھی کھُل کر سامنے آگیا۔ گورداسپور اور امرتسر کے اضلاع کے بھارت میں شامل ہو جانے سے فسادات کے پیشِ نظر، ہجرت کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہ رہا۔ چنانچہ ۲؍شوال المکرم ۱۳۶۶ھ / ۲۰؍اگست ۱۹۴۷ء کو آپ نے اپنے وطن مالوف کو ہمیشہ کے لیے خیرباد کہہ دیا اور پاکستان میں نامعلوم منزل کی طرف سفر اختیار فرمایا۔ آپ کے ہمراہ آپ کے اہلِ خانہ، آپ کے بھائی کے خاندان والے اور دیگر اہلِ قصبہ تھے۔ دیال گڑھ سے قلعہ گلاں والی ہوتے ہوئے بٹالہ میں غازی شمشیر خاں کے مزار کے قریب انار کلی تالاب کے کنارے کیمپ میں آپ نے قیام فرمایا۔ اس وقت آپ کے ہمراہ ایک سو دس افراد تھے۔

اگلے روز ۴؍شوال المکرم ۱۳۶۶ھ / ۲۲؍اگست ۱۹۴۷ء کو جمعۃ المبارک کا خطبہ کیمپ میں دیا۔ اس جمعہ کے اجتماع میں علاوہ مہاجرین کے فوجی محافظ دستہ کے سپاہی اور افسر بھی تھے۔ آپ نے کیمپ میں جمع شدہ مہاجرین، سپاہیوں اور بلوچیوں کو اخوتِ اسلامیہ کا درس یاد دلا کر صبر و تحمل اور اجتماعی شکل میں آنے والی مشکلات سے نبٹنے کے لیے آمادہ کیا۔ تمام حاضرین آپ کے وعظ سے

لہ روایت مولانا قاری غلام نبی دیال گڑھی، مقیم غلام محمد آباد، فیصل آباد ۷؍رجب ۱۴۰۵ھ

متاثر ہوئے۔ ہجرت کے اس قیامت نما ماحول میں آپ نے جس صبر و تحمل اور ایثار کا مظاہرہ فرمایا، وہ تاریخ عالم میں ایک مثال ہے۔ [۱]

جمعہ کے بعد قافلوں کو نوزائیدہ اسلامی ملک، پاکستان روانہ کرنے کے لیے آپ نے فوجی افسروں سے مل کر پروگرام بنایا۔ طے پایا کہ کل ہفتہ ۵ شوال المکرم ۱۳۶۶ھ / ۲۳ اگست ۱۹۴۷ء کو علی الصبح قافلے براستہ ڈیرہ بابا نانک، جسڑ، نارووال روانہ ہوں۔ دوسرے روز آپ نے قافلوں کو نہایت محبت آمیز انداز میں روانہ فرمایا۔ یہ قافلے آپ کے نام سے موسوم ہوئے۔ کیمپ میں آپ کی ملاقات ایک مدنی سے ہوئی۔ انہوں نے اس پُرخطر سفر کے بخیر و عافیت مکمل کرنے کے لیے دُعا فرمائی۔ روانہ ہونے والے قافلوں میں آپ کے بھائی، اُن کی اولاد اور دیگر اہلِ قصبہ شامل تھے۔

فوجی حفاظتی دستہ میں حُسنِ اتفاق سے آپ کا ایک ہم وطن اور ہم نام سردار محمد ڈرائیور آپ کا مرید بھی تھا۔ جب اُسے اس کیمپ میں آپ کی موجودگی کا علم ہوا، تو حاضر ہوا اور ایک فوجی ٹرک آپ کے اہل و عیال کو پاکستان پہنچانے کے لیے پیش کیا، چنانچہ آپ اپنے اہل و عیال سمیت اس فوجی ٹرک میں سوار ہو کر بحفاظت پاکستان کی سرحد پار کر کے لاہور تشریف لے آئے ــــ مولانا عبدالقادر احمد آبادی (م ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ / ۲ فروری ۱۹۶۴ء) کو جو اُس وقت جامعہ رضویہ مظہر اسلام بریلی میں آپ کے پاس زیرِ تعلیم تھے اور رمضان المبارک کی تعطیلات میں دیال گڑھ میں آپ کے ہاں مقیم تھے، آپ نے انہیں بھی اپنے ٹرک میں سوار کر لیا۔

لاہور پہنچ کر آپ نے بھکھی، ضلع گجرات میں مولانا سید محمد جلال الدین کو پیغام بھیجا کہ میں مع اہل و عیال لاہور پہنچ چکا ہوں۔ حضرت شاہ صاحب نے اپنے چند آدمیوں کو لاہور روانہ کیا، تاکہ وہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کو بھکھی لے آئیں۔ شاہ صاحب نے علاقہ کے معززین کے ہمراہ آپ کا استقبال کیا۔ تمام افراد کو نہایت عقیدت و محبت سے بھکھی ٹھہرایا۔ رہائش کے لیے

---

[۱] روایت مولانا قاری غلام نبی دیال گڑھی، مقیم فیصل آباد ــ ، رجب ۱۴۰۵ھ

مکانات پیش کیے اور خورد و نوش کی جملہ ضروریات مہیا کیں۔ [1]

ہجرت کے بعد عارضی قیام کے لیے آپ نے بھکھی کا انتخاب اس لیے کیا کہ قیامِ بریلی کے زمانہ میں آپ اس علاقہ میں ہر سال دعوت و ارشاد کے لیے یہاں تشریف لاتے۔ مزید برآں اسی سال بھکھی کے مولانا سید محمد جلال الدین، مولانا محمد نواز اور کیراں والا سیداں کے مولانا سید محمد یعقوب نے دار العلوم منظرِ اسلام بریلی میں آپ سے دورۂ حدیث مکمل کیا۔ اس سے پہلے اسی علاقہ کے موضع مانگٹ کے مولانا محمد سعید اور مولانا غلام قادر نے آپ سے دورۂ حدیث مکمل کیا تھا اور اُن کی دعوت پر آپ متعدد بار اس علاقہ میں وعظ کے لیے تشریف لاتے تھے۔ اس اعتبار سے بھکھی آپ کے لیے مانوس جگہ تھی۔

بھکھی، ضلع گجرات پہنچ کر آپ نے اپنے دیگر اعزا و اقارب کی خیریت معلوم کرنے کے لیے مولانا عبدالقادر احمد آبادی اور بھکھی کے جناب بہادر خاں کو ضلع سیالکوٹ کے علاقہ نارووال روانہ کیا تاکہ وہ انہیں تلاش کر کے اپنے ساتھ بھکھی لے آئیں یا علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ میں مولانا عبدالرشید رضوی صدر المدرسین جامعہ نقشبندیہ کے سپرد کر آئیں۔ چنانچہ آپ کے بھائی جناب دین محمد، اُن کے اہل خانہ اور دیگر چند خاندانوں کو مولانا عبدالرشید رضوی کے سپرد کیا گیا۔ دوسرے بھائیوں اور ان کے اہلِ خانہ کو لے کر بھکھی آ گئے۔ یہ حضرات سیالکوٹ سے بذریعہ ریل بھکھی کے قریب آہلہ اسٹیشن پر پہنچے۔ وہاں اسٹیشن پر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ موجود تھے۔ [2]

چونکہ درس و تدریس آپ کی روحانی غذا تھی، اس لیے بھکھی پہنچ کر ہجرت سے پیدا شدہ صورتحال کا مقابلہ کرنے کی بجائے آپ نے دار العلوم محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی کے طلبا کو پڑھانا شروع کر دیا۔ تقریباً چار ماہ آپ نے فوقانی درجہ کی متعدد کتابیں (توضیح تلویح، میر زاہد، مختصر معانی) کے اسباق پڑھائے۔ [3]

---

[1] قلمی یادداشت مولانا سید محمد جلال الدین، بھکھی، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

[2] روایت جناب محمد اسمٰعیل، برادرِ خورد حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ، مقیم فیصل آباد۔ ۱۰ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ

[3] روایت مولانا سید محمد جلال الدین بھکھی، ۲۲ صفر المظفر ۱۴۰۵ھ

ہجرت کے بعد پاکستان کے متعدد مقتدر علماء و مشائخ نے خواہش ظاہر کی کہ آپ مستقل طور پر اُن کے ہاں قیام فرمائیں اور درس و تدریس اُن کی سرپرستی میں جاری فرمائیں۔ اسی سلسلہ میں مولانا محمد عبد الغفور ہزاروی خطیب جامع مسجد وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ (م ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء) نے آپ کو وزیر آباد آنے کی دعوت دی کہ ایک جمعہ کے موقعہ پر آپ خطبہ ارشاد فرمائیں۔ ساتھ ہی مولانا موصوف نے وزیر آباد کے تحصیل دار کو جو اُن کا عقیدت مند تھا، جمعہ میں بُلا بھیجا۔ آپ نے وعظ فرمایا۔ تحصیل دار وعظ ہی سنتے ہی آپ کا گرویدہ بن گیا۔ مولانا محمد عبد الغفور ہزاروی نے تحصیل دار مذکور کو فرمایا کہ حضرت مولانا کا وزیر آباد کے قریب قیام، اسی صورت میں ممکن ہے کہ انہیں اور اُن کے خاندان کے لیے یہاں مکان اور زمین الاٹ کر دی جائے۔ تحصیل دار مذکور نے نہایت عقیدت و محبت سے سارو کی، نزد وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ میں آپ اور آپ کے خاندان کے لیے مکان اور زمین الاٹ کر دی۔ اس طرح سارو کی میں آپ کے قیام کی صورت پیدا ہوئی۔ [1]

۱۷ محرم الحرام ۱۳۶۷ھ / یکم دسمبر ۱۹۴۷ء سے پہلے آپ سارو کی میں تشریف لا چکے تھے [2] چونکہ آپ کے خاندان کے کچھ افراد ابھی تک بھکھی میں مقیم تھے۔ اس لیے آپ اس دوران بھکھی بھی آتے جاتے رہے۔ ۱۲ صفر المظفر ۱۳۶۷ھ / ۲۶ دسمبر ۱۹۴۷ء کو آپ نے منڈی بہاؤالدین، ضلع گجرات میں الجمہوریۃ الاسلامیۃ (سُنّی کانفرنس) کے ایک اجلاس سے خطاب فرمایا۔ [3]

۶ ربیع الاوّل ۱۳۶۷ھ / ۱۹ جنوری ۱۹۴۸ء بروز شنبہ اور ۵ ربیع الآخر ۱۳۶۷ھ

[1] روایت صوفی اللہ رکھا، دیال گڑھی، مقیم جامعہ قادریہ رضویہ، فیصل آباد

[2] صدر الشریعہ حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی نے ۱۷ محرم الحرام ۱۳۶۷ھ کو آپ کے نام خیریت معلوم کرنے کے لیے ایک مکتوب روانہ کیا تھا۔ اس مکتوب گرامی پر "سارو کی" کا پتہ درج ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

[3] روایت مولانا سید محمد جلال الدین بھکھی، ۲۲ صفر المظفر ۱۴۰۵ھ

۱۶ر فروری ۱۹۴۸ء کو بھی آپ بھکھی آئے۔ [1]

ہجرت کے چند دنوں بعد آپ نے صوفی اللہ رکھا دیال گڑھی کو بلا بھیجا جو اس وقت سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ میں آکر مقیم ہو گئے تھے۔ انہیں ایک قرآن مجید مترجم (کنزالایمان) دے کر فرمایا کہ ہجرت سے قبل، مجھے قصبہ یوسف والا کے برکت علی نے اس کا ہدیہ دیا تھا کہ میرے لیے خرید لینا، چنانچہ میں نے اس کے لیے قرآن مجید اس وقت خرید لیا تھا۔ اب اس کی امانت اس کے حوالہ کرکے سبکدوش ہو جانا چاہتا ہوں۔ آپ اس قرآن مجید کو جناب برکت علی مذکور تک پہنچا آئیں۔ صوفی اللہ رکھا نے یہ امانت برکت علی تک پہنچائی۔ [2]

آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے مقاصد میں سے ایک مقصد استخلاصِ وطن اور قیامِ پاکستان کا مطالبہ تھا۔ بنارس میں آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے عظیم الشان اجلاس میں علماء اہلِ سنت نے متفقہ طور پر کانگرس کی مخالفت کی تھی اور قیامِ پاکستان کے مطالبہ کی پُرجوش حمایت کی تھی۔ اب قیامِ پاکستان اور ہندوستان میں کانگرس کی حکومت بن جانے کے بعد ہندوستان میں آل انڈیا سُنّی کانفرنس کی بقا ممکن نہ رہی تھی۔ آل انڈیا سُنّی کانفرنس کی پاکستان میں اس کی تشکیلِ جدید، نئے انتظامات اور نئے حالات سے مقابلہ کرنے کے لیے نئے لائحہ عمل مرتب کرنے کے لیے ۱۵-۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۷ھ / ۲۵-۲۷ مارچ ۱۹۴۸ء کو انوار العلوم ملتان کے سالانہ جلسہ کو بہترین موقعہ سمجھا گیا۔ علماء و مشائخ اہلِ سنت کی کثیر تعداد اس اجلاس میں شریک ہوئی اور سُنّی کانفرنس کو نئے لائحہ عمل کے تحت جمعیت علماء پاکستان کے نئے نام سے منظور کیا گیا۔ جمعیت کے اس تاسیسی اجلاس میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ

---

[1] ملاحظہ ہو: بیاض حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ، مخزونہ کتب خانہ حضرت شیخ الحدیث، فیصل آباد

[2] روایت صوفی اللہ رکھا دیال گڑھی، مقیم جامعہ قادریہ رضویہ، فیصل آباد۔ ۹ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ

(نوٹ، صوفی اللہ رکھا بیان کرتے ہیں کہ ہجرت کے وقت آپ کے پاس آپ کا مجموعۂ وظائف اور دو قرآن مجید تھے۔ ایک اپنی تلاوت کے لیے اور دوسرا جناب برکت کے لیے۔ فقیر قادری عفی عنہ

بھی شریک تھے۔ [1]

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ اپنی علمی ثقاہت اور روحانی عظمت کے باعث ایسی پرکشش شخصیت تھی کہ جس نے بھی آپ کو دیکھا، وہ آپ کا گرویدہ ہو گیا۔ سارو کی پہنچ کر اس نئے ماحول میں بھی لوگ آپ کے گرد پروانہ وار جمع ہونے لگے۔ سارو کی کے نمبردار چوہدری غلام حیدر، اس علاقہ کے پیر بھلے شاہ اور نادر شاہ وغیرہ معززین نے خوب چاہت کا مظاہرہ کیا۔ ان لوگوں نے آپ کے آرام و سکون کے لیے ممکنہ حد تک کوشش کی۔ آپ نے مولانا عبدالقادر احمد آبادی، نمبردار غلام حیدر اور چند سربرآوردہ حضرات پر مشتمل مہاجرین کی فلاح و بہبود کے لیے ایک اصلاحی کمیٹی بنادی جس کے ذمے علاقہ بھر میں ٹھہرے ہوئے مہاجرین کی دیکھ بھال خورد ونوش اور رہائش وغیرہ ضروریات کو حتی الامکان پورا کرنا تھا اور جن معاملات میں حکام کا عمل دخل ہوتا، وہ معاملات حکام تک پہنچا کر مناسب حل کرواتے۔ اس اصلاحی کمیٹی کا فائدہ یہ ہوا کہ علاقہ بھر کے مہاجرین کی مشکلات بہت، حد تک کم ہو گئیں۔ انہیں مناسب مکان اور زمینیں الاٹ ہو گئیں۔ اس طرح یہ لوگ معاشی طور پر جلد ہی اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل ہو گئے۔ [2]

سارو کی کے قیام کے ساتھ ہی آپ نے درس و تبلیغ کا سلسلہ شروع کر دیا، لیکن بریلی شریف کی یاد نے آپ کو بے چین کر رکھا تھا۔ ان دنوں بغیر پاسپورٹ کے پاکستان اور ہندوستان کی سرحد پار کرنا ممکن تھا۔ چنانچہ آپ جمادی الاخریٰ ۱۳۶۷ھ کے اواخر میں براستہ سندھ بونی جنکشن ہوتے ہوئے عازم بریلی شریف ہوئے۔ چونکہ ان دنوں میں اجمیر مقدس کا سالانہ عرس مبارک (۱-۶ رجب) بھی قریب تھا، اس لیے آپ نے پہلے اجمیر مقدس حاضری دی اور عرس میں شرکت فرمائی۔ آپ کے استاذ مکرم حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی نے اپنے ایک مکتوب میں مفتی اعظم مولانا محمد مصطفٰے رضا خاں بریلوی کو لکھا،

---

[1] روایت مولانا مفتی عبداللطیف، سابق مدرس دارالعلوم انوار العلوم ملتان

[2] روایت مولانا معین الدین شافعی، مہتمم جامعہ قادریہ رضویہ، فیصل آباد، ۹ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ

"عزیزم مولوی سردار احمد صاحب سلمہٗ کا بھی کل ہی ایک خط آیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ وہ غالباً کل ہی بریلی کے ارادہ سے روانہ ہوگئے ہوں گے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ سندھ کے راستے سے یونی جنکشن ہوتا ہوا آؤں گا۔ میرا خیال ہے کہ وُہ اجمیر شریف ضرور اُتریں گے اور عُرس کر کے وہاں سے بریلی آئیں گے۔ میرا یہ خط محفوظ رکھیے، جب وہ آجائیں، تو انہیں دکھایا جائے۔ . . . . ." [1]

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے دارالخیر اجمیر پہنچ کر اپنے استاذ گرامی حضرت صدر الشریعہ کو خط لکھا جس میں اپنے آئندہ بریلی آنے کے پروگرام کا لکھا۔ اس کے جواب میں حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی نے (غالباً) ۱۳ رجب ۱۳۶۷ھ / ۲۲ مئی ۱۹۴۸ء) کو بریلی شریف کے پتہ پر آپ کو خط لکھا جس میں تحریر تھا:

"عزیزم سلمہٗ دُعا۔ تمہارا ایک خط پنجاب سے آیا تھا جس میں تم نے بریلی کی روانگی کا قصد ظاہر کیا تھا۔ اب یہ دوسرا خط اجمیر شریف سے آیا۔ خیریت معلوم ہوئی۔ غالباً اب تم بریلی پہنچ گئے ہوگے۔ پہلے خط آنے کے بعد میں نے ایک خط چھوٹے مولانا صاحب (مفتئ اعظم محمد مصطفےٰ رضا بریلوی) کے نام روانہ کیا۔ جس میں تمہیں بھی کچھ لکھ دیا تھا۔ غالباً انہوں نے وہ خط تمہیں دکھایا ہوگا ___ میں نے ایک سخت غلطی کی کہ اپنا پُرانا مکان گروا کر ازسرِ نو تعمیر کرانا شروع کر دیا ___ نہ عمارتی سامان دستیاب ہوتا ہے اور نہ معمار و مزدور آسانی سے ملتے ہیں۔ اس غلطی پر سخت نادم ہوں اور نہایت درجہ پریشان۔ دیواریں آج کل مکمل ہوگئی ہیں۔ اب ڈاٹ لگنا اور اوپر کا کام باقی ہے۔ دُعا کرو کہ جلد اس سے فرصت ملے اور میں کہیں آنے جانے کے قابل ہو جاؤں۔ اگر یہ دشواری نہ ہوتی، تو اجمیر شریف حاضر ہوا ہوتا، اور "پالی" بھی جاتا اور ممکن تھا کہ بریلی آتا۔ تمہارے دیکھنے کو بہت جی چاہتا ہے اور

---

[1] مکتوب صدر الشریعہ بنام مفتئ اعظم محمد مصطفےٰ رضا بریلوی۔ محررہ ۲۲ جمادی الاخرٰی ۱۳۶۷ھ

یہاں کے سب لوگ تمہارے مشتاق ہیں۔ یہ تحریر کرو کہ تم کب یہاں آؤ گے۔
نہایت خلوص کے ساتھ دُعا کرو کہ مولیٰ تعالیٰ افکارِ حاضرہ سے مجھے جلد اطمینان
دے کر نجات بخشے۔ چھوٹے حضرت صاحب کو میرا سلام کہہ دو۔ فقط" [1]

متحدہ ہندوستان کی تقسیم کے وقت جو فسادات شروع ہوئے، انہوں نے پورے برِصغیر کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ بالخصوص وہ علاقے فسادیوں کے زیرِ عتاب تھے جن کے رہنے والوں نے قیامِ پاکستان کی کھُل کر حمایت کی تھی، چنانچہ بریلی بھی ان فساد زدہ علاقوں میں سرِفہرست تھا۔ ان خونی فسادات کے نتیجے میں یہاں دینی درس گاہوں کے طلباء اور مدرسین اپنے اپنے وطن کو تشریف لے جا چکے تھے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے بریلی پہنچ کر دارالعلوم مظہرِ اسلام میں تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ چند ہی دنوں میں آپ کی تدریس کی خبر ملک بھر میں پھیل گئی۔ طلباء دوبارہ جمع ہونے شروع ہو گئے۔

مولانا تحسین رضا خاں بریلوی اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

"ابتدائی دور میں دونوں ملکوں کے درمیان پاسپورٹ کی پابندی نہ تھی۔ اہل و عیال کو (پاکستان) چھوڑ کر پھر ایک مرتبہ بریلی آئے۔ آپ کے آتے ہی طلبہ بھی جمع ہو گئے اور تعلیم شروع ہو گئی۔ اسی زمانہ میں میں نے آپ سے "شرح عقائد" کے کچھ اسباق بھی پڑھے تھے، مگر یہ سلسلہ زیادہ دن نہ چل سکا۔ جلد ہی آپ کو واپس پاکستان جانا پڑا۔ آپ کو گئے ہوئے کچھ عرصہ گزرا ہو گا کہ حکومت نے پرمٹ کی پابندی لگا دی جو بعد میں پاسپورٹ کی شکل میں باقی رکھی گئی۔ آپ نے جب بریلی آنے میں دشواریاں دیکھیں، تو وہیں تدریس کا سلسلہ

---

[1] مکتوب صدر الشریعہ بنام حضرت شیخ الحدیث، بریلی۔ محررہ ۱۳ رجب ۱۳۶۷ھ/ ۲۲ مئی ۱۹۴۸ء

(نوٹ) صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا یہ مکتوب مولانا سبحان اللہ امجدی کے قلم سے لکھا ہوا ہے۔

شروع کر دیا۔" [1]

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے بریلی پہنچ کر اپنے استاذِ مکرم حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی کو یہاں پہنچنے، تدریس شروع کرنے اور اپنے آئندہ کے پروگرام سے متعلق ایک عریضہ لکھا۔ اس کا جواب استاذِ محترم نے یوں لکھا:

"عزیزم سلمہ۔ ادعیہ وافرہ کے بعد واضح ہو کہ تمہارا خط بریلی کا بھیجا ہوا وصول ہوا۔ خیریت معلوم ہوئی کہ تم مع الخیر بریلی پہنچ گئے۔ تمہارے ہر خط کا جواب میں نے روانہ کیا ہے۔ پاکستان سے جو خط تم نے بھیجا تھا۔ اس کا جواب چھوٹے مولانا صاحب کے خط میں لکھ دیا تھا۔ اجمیر شریف سے جو خط بھیجا، اُس کا جواب بریلی محلہ سوداگراں کے پتہ سے تمہارے نام روانہ کیا۔ پچھلے خط کا جواب آج روانہ کرتا ہوں۔ مکان کی وجہ سے اتنی زیادہ مشغولیت ہے کہ فرصت نہیں ملتی اور پریشانی اتنی کہ عمر بھر کبھی اتنا پریشان نہ ہوا۔ میں بالکل تنہا اور مجبور۔ ایسی حالت میں اس کام کو شروع کر دینا یہ (میری) سخت غلطی ہے جس پر میں نادم ہوں۔ دُعا کرو کہ جتنا ضروری کام ہے، جلد انجام پا جائے تاکہ اطمینان حاصل ہو۔ بریلی شریف ہم تمام اہل سنت کے لیے مرکز ہے اور وہ تقریباً کام کرنے والے سے خالی ہے۔ وہاں کسی بلکہ کئی اچھے کارکن کی سخت ضرورت ہے۔

---

[1] ماہنامہ نوری کرن، بریلی (محدثِ اعظم نمبر) مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء - ص ۴۲

اسی سلسلہ کی ایک خبر، اخبار دبدبۂ سکندری رامپور (۱۳ ستمبر ۱۹۴۸ء ص ۸) میں ملاحظہ ہو:

"معلوم ہوا ہے کہ ستمبر (۱۹۴۸ء) کے وسط میں ہندوستان سے پاکستان جانے والوں کے لیے حکومت پاکستان پرمٹ سسٹم جاری کر دے گی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ پاکستان کے ہائی کمشنر متعینہ دہلی کو اس قسم کے پرمٹ دیئے جانے کا اختیار دے دیا جائے گا۔ مشرقی پاکستان جانے والوں کے لیے پرمٹ جاری کرنے کا انتظام کلکتہ میں کیا جائے گا۔"

میرا خیال ہے کہ چھوٹے مولانا صاحب ہرگز تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔ پہلے تم گورداسپور میں رہتے تھے اور اب گوجرانوالہ میں رہوگے۔ کچھ بہت زیادہ فرق نہیں۔ صرف راستہ کی بے امنی ہے جس کی وجہ سے وہ جگہ دُور ہوگئی۔ کچھ دنوں کے بعد یہ بات جاتی رہے گی۔ مسبب الاسباب کوئی سبب پیدا فرمادے گا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ بال بچوں کے پاس رہنا یا قریب میں رہنا ہر شخص پسند کرتا ہے، مگر دیندار کے لیے خدمتِ دین و ضروریاتِ دین کا خیال سب سے مقدم ہوتا ہے۔ میں مجبور نہیں کرتا، مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ تم خود غور کرو اور جو صورت زیادہ تر دین کے لیے مفید ہو اُسے اختیار کرو۔ فقیر تمہارے دیکھنے کا بہت زیادہ مشتاق ہے۔ دیکھنا چاہیے کہ کب تم سے ملاقات ہوتی ہے۔ مفتیٔ اعظم کی خدمت میں میرا سلام عرض کر دینا اور جملہ مدرسین و طلبہ کو سلام و دُعا۔" [1]

پاکستان و ہندوستان کی حکومتوں نے بغیر پرمٹ اور پاسپورٹ آمد و رفت کی سہولتیں جلد ہی ختم کر دیں، اس لیے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی دوبارہ بریلی شریف کی تدریس کا سلسلہ زیادہ عرصہ جاری نہ رہ سکا۔ چند ماہ بعد ۸ رمضان المبارک ۱۳۶۷ھ / ۱۵ جولائی ۱۹۴۸ء کو آپ کو اہل و عیال کے پاس واپس سارو کی آنا پڑا۔ [2]

سارو کی میں واپس آکر پڑھانا شروع کیا۔ طلبہ جمع ہوگئے ——— استاذ محترم حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی (م ۲ ذی قعدہ ۱۳۶۷ھ / ۶ ستمبر ۱۹۴۸ء) اور صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (م ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ / ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۸ء) قدس سرہما کے وصال پُر ملال کی اطلاعات آپ کو سارو کی میں ملیں۔ ان جاں گداز خبروں نے آپ کو نڈھال

---

[1] مکتوب حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ بنام حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ، بریلی (بقلم حضرت مولانا سُبحان اللہ الامجدی) محررہ ۲۰ رجب ۱۳۶۷ھ / ۳۰ مئی ۱۹۴۸ء

[2] روایت حضرت مولانا حافظ محمد عبدالرشید جھنگوی — ۱۴ ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ

کر دیا، مگر سرحدوں پر پابندیوں کے باعث آپ دوبارہ ہندوستان نہ جا سکے۔ [1]

مولانا سیّد محمد جلال الدین، شیخ الحدیث دار العلوم جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی ضلع گجرات کے عقدِ مسنون کے موقعہ پر آپ ساروکی سے بھکھی تشریف لائے تھے۔ [2]

رمضان المبارک ۱۳۶۷ھ / جولائی، اگست ۱۹۴۸ء میں نمازِ تراویح کے لیے مولانا حافظ محمد عبد الرشید رضوی جھنگوی (موجودہ خطیب سُنّی رضوی جامع مسجد فیصل آباد) کو بلا بھیجا، چنانچہ ساروکی میں نمازِ تراویح میں انہوں نے قرآن مجید پڑھا۔ [3]

مولانا محمد عبد الرشید رضوی بیان فرماتے ہیں کہ استاذِ محترم حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ ۸ رمضان المبارک ۱۳۶۷ھ کو بریلی سے واپس ساروکی تشریف لائے۔ اس وقت تک میں نمازِ تراویح میں سورۃ الانفال سے پہلے کی منزل پڑھ چکا تھا۔ ۹ رمضان المبارک کی شب کو میں نے سورۃ الانفال شروع کی۔ منزل ہوتی رہی۔ کچھ دنوں بعد مجھے فرمایا:

"مولانا! رمضان المبارک کی تراویح میں ختمِ قرآن مجید میں سورۃ الانفال سے پہلی منزل میری باقی رہ گئی ہے۔ اگر یہ بھی مکمل ہو جائے تو خوب ہوگا۔"

مولانا محمد عبد الرشید رضوی فرماتے ہیں کہ روز کی معمول کی منزل کے علاوہ میں نے ابتدا ہی سے روزانہ تھوڑی سی منزل اور پڑھنی شروع کر دی، تا آنکہ آپ کی باقی ماندہ منزل بھی تراویح میں مکمل ہو گئی۔

۲۷ رمضان المبارک، لیلۃ القدر کو فرمایا کہ کیا ہی اچھا ہو کہ "کچھ منزل اور ہو جاتے۔ ایک رکعت میں نصف پارہ یا تین چوتھائی پڑھا جائے۔ بہر حال ایک رکعت میں ایک پارہ سے زیادہ نہ ہو کہ

---

[1] روایت مولانا معین الدین شافعی، مہتمم جامعہ قادریہ رضویہ، فیصل آباد۔ ۹ ربیع الاوّل ۱۴۰۵ھ

[2] روایت صوفی اللہ رکھا، دیال گڑھی، مقیم جامعہ قادریہ رضویہ، فیصل آباد۔ ۹ ربیع الاوّل ۱۴۰۵ھ

[3] روایت مولانا معین الدین شافعی، فیصل آباد، ۹ ربیع الاوّل ۱۴۰۵ھ

نوٹ: مولانا محمد عبد الرشید رضوی نے ساروکی میں نمازِ تراویح میں قرآن پڑھنے کی تصدیق ۱۴ ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ کو فرما دی۔
فقیر قادری عفی عنہ

لوگ تھکن محسوس کریں گے، اس طرح لُطف نہیں رہتا۔"

نوافل میں، مَیں نے سوا سولہ پارے پڑھے۔ آپ بڑے خوش ہوئے۔ دوسرے روز ۲۸ر رمضان المبارک کو پانچ پارے اور پڑھے۔ ۲۹ر رمضان المبارک کو آپ نے فرمایا:

"اگر میرا دوسرا ختمِ قرآن مجید بھی مکمل ہو جائے، تو کیا ہی اچھا ہو۔"

چنانچہ میں نے باقی پارے ۲۹ر رمضان المبارک کو پڑھے۔ مہاجرت کے اس دور میں جبکہ بے شمار مشکلات کا سامنا ہوتا تھا، عبادات میں ایسا انہماک کم دیکھنے میں آیا۔ [۱]

رمضان المبارک ۱۳۶۷ھ کے عشرہ اخیرہ میں آپ نے سارو کی میں سنّتِ اعتکاف ادا فرمائی۔ اس دوران ذکر و فکر، خشیتِ الٰہی اور حُسنِ عبادت کا یہ عالم ہوتا تھا کہ مصلّیٰ مُبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتا۔ [۲]

دورانِ اعتکاف آپ نے ایک روز دن کو غسل فرمایا۔ یہ غسل للتبرید والنظافۃ تھا۔ صحنِ مسجد سے متصل وضو کی جگہ اس کے لیے استعمال کی۔ اس خدشہ سے بچنے کے لیے کہ پانی کی چھینٹیں صحنِ مسجد میں نہ پڑیں، وہاں صحنِ مسجد میں گدّا بچھوا لیا۔ [۳]

حکیمِ اہلِ سنّت الحاج حکیم محمد موسیٰ امرتسری ضیائی بیان کرتے ہیں کہ تقسیم برصغیر سے پہلے ایک مرتبہ میں امرتسر سے دیال گڑھ حاضر ہوا۔ یہ زمانہ رمضان المبارک کا تھا۔ چونکہ سال کا باقی عرصہ آپ بریلی میں تدریس میں صرف فرماتے اور رمضان المبارک میں آپ کا قیام دیال گڑھ ہوتا۔ میں نے مشاہدہ کیا کہ آپ ضروری امور کی ادائیگی کے علاوہ آپ کا اکثر حصّہ مسجد میں ذکر و اذکار میں گزرتا۔ ملاقاتیوں سے گفتگو فرماتے، مگر نہایت مختصر۔ مدرسین، واعظین علماء میں ایسا ذوقِ عبادت، آپ جیسا، نظر نہ آیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ شریعت و طریقت کے جامع تھے۔ مقبولِ

---

[۱] یہ واقعات مولانا محمد عبد الرشید رضوی مدظلہٗ نے ۱۴ر ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ کو فقیر سے بیان فرمائے۔

[۲] روایت مولانا مفتی محمد مختار احمد دیال گڑھی، حال مقیم فیصل آباد۔ ۹ر ربیع الاول ۱۴۰۵ھ

[۳] روایت مولانا محمد عبد الرشید رضوی جھنگوی، ۱۴ر ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ

محبوبِ الٰہی بنے۔ مقتدر مشائخِ عظام کی صفِ اوّل میں آپ کا شمار ہوا۔ آپ نے اپنے عمل سے ثابت فرمادیا کہ ایک عالم کی وفات کے بعد بھی اس کا مزار اسی طرح مرجع خلائق بن سکتا ہے جس طرح ایک پیرِ طریقت کا مزار۔ طریقت، شریعت سے علیحدہ کوئی اور شے نہیں شریعتِ مطہرہ کی پابندی کا نام ہی طریقت ہے۔ مزارِ مقدس حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ پر زائرین کی کثرت سے حاضری اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ آپ ولایت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ [1]

سارو کی میں قیام کے دوران تھوڑے ہی عرصہ میں آپ مرجع خلائق بن گئے۔ طلباء کی تعلیم و تدریس، وعظ و تبلیغ، دعوت وارشاد کے علاوہ علاقہ بھر کے لوگ بکثرت آپ سے دینی مسائل دریافت کرنے کے لیے حاضر ہوتے اور روحانی فیوضات و برکات سے متمتع ہوتے۔ آپ کی بارونق محفل اور مقبولیتِ عامہ کو دیکھ کر کچھ لوگوں نے حسد شروع کردیا۔ ان حاسدین کو اپنی جھوٹی شہرت خطرے میں دکھائی دے رہی تھی، مگر یہ لوگ عملاً کچھ نہ کرسکتے تھے۔ آپ کی جلالتِ علمی، تقویٰ و ورع، حُسنِ سیرت اور حُسنِ صورت کا اُن کے پاس کوئی جواب نہ تھا، چنانچہ ان لوگوں نے آپ کو ستانے کے لیے آپ کے ہاں چوری کرادی۔ سامانِ مسروقہ میں آپ کی وہ شیروانی بھی شامل تھی جس پر مسلم لیگ کا بیج لگا ہوا تھا۔ [2] سرقہ کا یہ واقعہ گرمیوں میں پیش آیا۔ ان دنوں چھوٹے صاحبزادے محمد فضل احمد بیمار تھے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ اپنے علمی، تحقیقی، تدریسی و تبلیغی عزائمِ عالیہ کو پورا کرنے کے لیے ایک وسیع میدان درکار تھا۔ سارو کی کا دیہاتی ماحول آپ کے مقاصدِ عظیمہ کو پورا نہ کرسکتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ متعدد آستانوں کے زیبِ سجادہ مشائخِ کرام اور مدارس کے مہتمم علماءِ عظام نے بارہا کوشش کی کہ آپ اُن کے ہاں آکر تدریس کا کام شروع کردیں، مگر آپ اپنے اساتذہ کرام کی اجازت اور مشورہ کے بغیر کوئی کام نہ کرنا چاہتے تھے۔ مفتیٔ اعظم مولانا محمد مصطفےٰ رضا

---

[1] روایت حکیم محمد موسیٰ امرتسری ضیائی، مقیم لاہور۔ ۱۵ ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ

[2] روایت مولانا قاضی محمد فضلِ رسول حیدر رضوی، فیصل آباد۔ ۱۰ ربیع الاوّل ۱۴۰۵ھ

مسلک اہل سنت کی ترویج اور اصلاحِ عقائد و اعمال کے لیے طلبہ مدرسہ کی ایک انجمن بنائی گئی جس کا نام انجمن معینیہ حسینیہ اجمیر رکھا گیا۔ انجمن کے صدر جناب سید حسین علی رضوی وکیل جاورہ (مرید امام احمد رضا علیہ الرحمہ) کلید بردار درگاہِ مقدس تھے۔ یہ انجمن انہی کے نام سے منسوب تھی۔ [1]

اس انجمن کے زیرِ اہتمام طلبہ کو اندرونِ شہر مساجد میں اور بیرونِ جات دیہات میں وعظ و تبلیغ کے لیے بھیجا جاتا۔ چنانچہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو وہاب گڑھ موتی کٹلہ میں ۲۰ رجمادی الاولیٰ ۱۳۵۰ھ / اکتوبر ۱۹۳۱ء کو تقریر کے لیے کہا گیا۔ آپ کو تقریر کے لیے مسائل اسرار وضو کا موضوع دیا گیا۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۱ رجمادی الثانی ۱۳۵۰ھ / اکتوبر ۱۹۳۱ء کو محلہ الٰہ آبادیاں کی مسجد میں تقریر کے لیے مسائل نماز اور اتفاق کا موضوع دیا گیا۔ اسی طرح ضلع اجمیر کے دیہات میں شبینہ تقاریر کے لیے آپ کو بھیجا گیا۔ آپ نے کامیاب تقاریر فرمائیں۔ [2]

---

[1] انجمن معینیہ حسنیہ اجمیر کے چند ممبران کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

مولانا محمد سلیمان بھاگل پوری، مولانا حافظ عبدالعزیز مبارک پوری، مولانا محمد سردار احمد، مولانا رفاقت حسین، مولانا محی الدین، مولانا غلام معین الدین، مولانا شاہ صدیق اللہ، مولانا محمد محسن شافعی، مولانا غلام جیلانی میرٹھی، مولانا سید آلِ مصطفےٰ، مولانا محمد یونس، مولانا محمد ادریس، مولانا البرزا آ[illegible]، مولانا غلام حیدر، مولانا خدا بخش، مولانا افضل الدین، مولانا محمد خلیل، مولانا غلام یزدانی، مولانا محمد بخش، مولانا نظام الدین، مولانا ابوالوفا، مولانا محمد یسین، مولانا عبدالقادر، مولانا محمد فیض الت[illegible]، مولانا محمد صدیق، مولانا محمد حامد، مولانا عبدالرشید، مولانا فخر الدین، مولانا سلیم الدین احمد، مولانا قمر الدین، مولانا عبدالمتین، مولانا محمد فاروق، مولانا محمد ایوب بہاری۔

ہفت روزہ محبوب حق، لائل پور، ۳ رجنوری ۱۹۶۴ء، ص ۳

[2] مکتوب جناب سید حسین علی وکیل جاورہ بنام مولانا حافظ احسان الحق القادری، فیصل آباد

ہفت روزہ محبوب حق، لائل پور، ۳ رجنوری ۱۹۶۴ء، ص ۳

اجمیر مقدس کے قیام کے دوران حضرت دیوان سید آل رسول علی خاں سجادہ نشین آستانۂ معلّٰی کے کاشانہ اور جناب سید علی حسین علی رضوی وکیل جاورہ (کلید بردار درگاہِ معلّٰی) کے ہاں علمی مذاکرات میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ شرکت فرماتے۔ علاوہ ازیں آپ کے ہم سبق ساتھی عرس شریف کے مبارک ایام میں آنے والے مہمان علماء و مشائخ کی خدمت کرتے۔ کبھی بعد سبق، جمعرات کو حضرت تاج الاولیاء مولانا سید عبدالشکور قادری قدس سرہ کی زیارت کے لیے نصیر آباد حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے ہمراہ چلے جاتے۔ [۱]

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے طالب علمی کے یہ ایام نہایت عجیب و غریب حالات سے معمور رہیں۔ انہماک سے مطالعہ، بلاناغہ اسباق، فارغ اوقات میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے خصوصی اکتسابِ فیض، تبلیغ و اشاعت کے لیے تقاریر، صدر الشریعہ کے فتاوٰی کی نقول، اساتذہ و سادات کا کمال احترام سے متعلق یادداشتیں تو آج بھی آپ کے ہم سبق حضرات کمال محبت سے بیان کرتے ہیں۔

حضرت موصوف قدس سرہ کے بے نظیر عمل پر آپ کے ہم درس ساتھی حضرت مولانا حافظ عبدالعزیز شیخ الحدیث مدرسہ اشرفیہ، مبارک پور (انڈیا) کی شہادت سُن لیجئے:

> "خوفِ الٰہی و خشیتِ ربانی، زہد و تقوٰی، اتباعِ سنّت آپ کی طبیعتِ ثانیہ تھی۔ ہر قول و فعل، تمام حرکات و سکنات، نشست و برخاست میں اتباعِ سنّت ملحوظ رکھتے تھے۔ زمانہ طالب علمی میں آپ اس قدر پابندِ سنّت اور متبعِ شریعت تھے کہ آپ کے لیل و نہار، خلوت و جلوت کے تمام حالات سُنّتِ کریمہ کے مطابق ہوتے۔

اجمیر مقدس کا پورا دور طالب علمی میرے سامنے ہے۔ زمانۂ طالب علمی میں وہ پاک اور منفضری زندگی ہے جو ریاضت و مجاہدہ کے بعد بھی دشوار ہے۔

[۱] روایت مفتی محمد اعجاز ولی رضوی بریلوی، بحوالہ ہفت روزہ محبوبِ حق لائل پور۔ ۱۳؍ دسمبر ۱۹۶۳ء ص ۲۵

کم کھانا، کم سونا، شب و روز تحصیل علم میں مصروف رہنا آپ کا معمول تھا۔

سلسلہ کے وظائف اور نماز باجماعت کے پابند تھے خشیت ربانی کا یہ عالم تھا کہ نماز میں جب امام سے آیت ترہیب سنتے تو آپ پر لرزہ طاری ہو جاتا۔ حتیٰ کہ پاس والے نمازی کو محسوس ہوتا تھا۔ یہ طالب علمانہ مقدس زندگی کے کیفیات ہیں۔ اس سے آپ کی روحانیت کا اندازہ ہو سکتا ہے اور آپ کے مقام رفیع کا پتہ چل سکتا ہے۔" [1]

قیام اجمیر کے دوران آپ نے فخر العلماء مولانا سید امیر اجمیری علیہ الرحمہ (مرید و خلیفہ حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی) نائب مدرس مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر سے بھی بعض سبق پڑھے۔[2]

---

[1] ماہنامہ نوری کرن (محدث اعظم پاکستان نمبر) بریلی۔ مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء، ص ۲۱

[2] ایک عالم، ایک عارف، مرتبہ رانا محمد اکرم چشتی، مشمولہ ماہنامہ عارف لاہور، فروری ۱۹۶۳ء بحوالہ ہفت روزہ محبوب حق، لائل پور ۔ ۳۱ جنوری ۱۹۶۴ء، ص ۶

* حضرت مولانا سید امیر اجمیری علیہ الرحمہ تحصیل خوشاب ضلع سرگودھا کے گاؤں چیڑہ میں پیدا ہوئے۔ علامہ جمال الدین گھوٹوی سے صرف ونحو پڑھی اور امام النحو کا خطاب پایا۔ لاہور اور اجمیر میں بھی تعلیم پائی۔ بعد میں اجمیر ہی میں مدرس ہو گئے۔ ۳۵ سال اولیاء مسجد اجمیر کے حجرہ میں معتکف رہے۔ تقسیم برصغیر کے بعد حج کیا اور اپنے آبائی گاؤں میں مقیم ہو گئے۔

مکرم جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری مقیم لاہور نے آپ کی ایک خصوصیت ذکر کی ہے کہ مولانا اجمیری ۱۹۶۲ء میں بعارضہ فالج مریض ہو گئے۔ نومبر ۱۹۶۲ء میں مولانا لاہور تشریف لائے اور میرے مطب میں وارد ہوئے۔ میں نے انہیں بغور دیکھا مگر بظاہر وہ اچھے معلوم ہوتے تھے۔ فالج کا کوئی اثر نہ تھا۔ مولانا اشاروں میں باتیں کرنے لگے، مگر میری سمجھ میں نہ آیا۔ بولنے کی کوشش کی، تو ایک لفظ بھی صحیح ادا نہ ہو سکا۔ قلم کاغذ پیش کیا گیا کہ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں، وہ لکھ دیں۔ گرفت کے باوجود کچھ نہ لکھ سکے۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا، حضرت کوئی لفظ زبان سے ادا بھی ہوتا ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں آپ

(باقی حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کو اپنے تلامذہ کے رسوخ فی العلم پر کمال اعتماد تھا

حسب دستور سالانہ امتحان میں محدث اعظم علیہ الرحمہ اور ان کے ہم سبق ساتھی ہمیشہ اعلیٰ معیار قائم فرماتے، چنانچہ قیام اجمیر کے (غالباً) آخری سال (۱۳۵۱ھ / ۱۹۳۲ء) میں مدرسہ عالیہ رامپور کے پرنسپل مولانا فضل حق رامپوری (م ۱۹۴۰ء)[1] کو اس جماعت کے امتحان کے لیے دعوت دی گئی۔ مدرسہ معینیہ عثمانیہ کے متولی میر نثار احمد کی وسیع حویلی میں امتحان لینے کے لیے اہتمام کیا گیا۔ علماء اور اکابر اہل سنت سینکڑوں کی تعداد میں موجود تھے۔ درس نظامی کی منتہی کتب امور عامہ وغیرہ کا امتحان لیا گیا۔ مولانا فضل حق رامپوری علیہ الرحمہ نے نتائج کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا،

"جیسے طلباء یہاں موجود ہیں، پورے ہندوستان کے مدارس میں ایسے طلباء موجود نہیں۔"[2]

(بقیہ حاشیہ گزشتہ سے) نے باآواز بلند قرأت کی مانند پڑھا: الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللّٰہ، وسلم علیك یا حبیب اللّٰہ۔ پھر درود شریف پڑھا۔ اس دوران خفیف سی بھی لکنت نہ تھی۔ یہ کیفیت آخری دم تک طاری رہی۔ اپنے وطن مالوف میں ۴ر شعبان المعظم ۱۳۹۰ھ / ۱۴ر اکتوبر ۱۹۷۰ء کو وصال فرمایا۔ حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے "شمع بزم خموش ہے" سے ہجری تاریخ نکالی۔ ملاحظہ ہو: تذکرۂ علماء اہل سنت۔ مرتبہ مولانا محمود احمد قادری (مطبوعہ کانپور) ص ۱۴۱ - ۴۰

[1] مجاہد کبیر مولانا فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمہ کے سال وصال ۱۲۷۸ھ میں مولانا فضل حق رامپوری دنیا میں رونق افروز ہوئے۔ دیگر علماء کے علاوہ مولانا لطف اللہ تلمیذ حضرت فضل حق خیرآبادی سے درس لیا۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ اور مدرسہ عالیہ رامپور میں پرنسپل رہے۔ حضرت سید مہر علی گولڑوی سے مرید تھے۔ ۱۹۴۰ء میں انتقال ہوا۔ مزار رامپور میں ہے۔ تذکرہ علماء اہل سنت (مطبوعہ کانپور) ص ۲۱۳

نوٹ: مولانا محمد حسن علی رضوی میلسی نے ممتحین حضرات میں صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، علامہ معین الدین اجمیری اور مولانا سید سلیمان اشرف کا نام بھی لیا ہے۔ ملاحظہ ہو محدث اعظم پاکستان حصہ اول ص ۹

[2] روایت مولانا عبد المصطفیٰ ازہری، ہفت روزہ محبوب حق، لائل پور۔ ۱۳ر دسمبر ۱۹۶۳ء۔ ص ۳۲

اس امتحان میں شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے امتیازی حیثیت حاصل کی۔
دارالعلوم اجمیر کے مہتمم سید نثار احمد سے صدر الشریعہ کے اختلافات کی بنیاد پر حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے انہیں دوبارہ دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی میں بحیثیت صدر المدرسین تدریس کی دعوت دی۔

۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۳ء کو صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے اپنے چالیس منتہی طلبہ کے ہمراہ بریلی میں تدریس شروع کر دی۔ اس عرصہ میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے علوم عالیہ کی بعض ان کتابوں کا درس بھی لیا، جن سے عام طور پر طلبا ناواقف رہتے ہیں۔ یہ کتابیں قلمی تھیں۔ سبق پڑھنے کے ساتھ ساتھ ان کتابوں کی نقلیں بھی تیار کرتے۔ اسی سال حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو دارالعلوم منظرِ اسلام، بریلی کا مدرّس دوم مقرر کیا گیا۔ [1]

اسی سال حضرت شیخ الحدیث سرہ اور ان کے ہم درس ساتھیوں نے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے حدیث کی تعلیم مکمل کی۔ [2]

بعض سوانح نگاروں [3] نے اس قسم کی عبارات لکھی ہیں، جن سے یہ تاثر ملتا ہے کہ آپ نے اجمیر شریف ہی میں حدیث کی تعلیم مکمل کی۔ یونہی بعض سوانح نگاروں کا خیال ہے کہ آپ نے دورۂ حدیث حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ سے پڑھا۔ یہ امر بھی خلافِ واقعہ ہے۔ ممکن ہے حجۃ الاسلام نے مدیر منظرِ اسلام کی حیثیت سے علوم و فنون سے فراغت اور دورۂ حدیث کی

---

[1] روایت مولانا عبد المصطفیٰ ازہری، ہفت روزہ محبوبِ حق، لائل پور۔ ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء، ص ۳۲

[2] (ا) ماہنامہ نوری کرن، بریلی (مضمون قاری محبوب رضا، کراچی) مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء، ص ۲۱
(ب) تذکرۂ علماء اہل سنت، مطبوعہ کانپور۔ ص ۹۹

[3] (ا) تذکرہ اکابر اہل سنت، مؤلفہ مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری۔ ص ۱۴۹
(ب) محدثِ اعظم پاکستان (حصہ اوّل) مؤلفہ مولانا محمد حسن علی میلسی۔ ص ۹
(ج) ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ مارچ / اپریل ۱۹۶۳ء، ص ۵۸

تکمیل کے بعد جمیع سلاسلِ طریقت اور جمیع علوم دینیہ کی اجازتِ مطلقہ کی جو سند ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۵۱ھ / ۱۹۳۲ء کو جاری فرمائی، اس سے یہ وہم پیدا ہوا ہو۔ یہاں علوم وفنون کی تدریس کا تذکرہ ہے۔ باقی رہا کسی امر کی اجازت (خواہ وہ حدیث وتفسیر کی ہو یا سلاسلِ طریقت کی) وہ اور شے ہے۔

مولانا محمود کانپوری، مولانا غلام جیلانی میرٹھی کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

در ۱۳۵۱ھ میں صدر الشریعہ کی ہم رکابی میں مدرسہ منظرِ اسلام بریلی آئے۔ یہاں "شرحِ چغمینی" اور محقق دوانی کے غیر مطبوعہ حواشی قدیمہ اور جدیدہ کے ساتھ "شرحِ تجرید" اور امام رازی اور طوسی کی شروح کے ساتھ "اشارات" کا سبق لیا۔ ۱۳۵۲ھ میں مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں حضرت حجۃ الاسلام نے دستارِ فضیلت باندھی اور سند دی ———— راقم السطور کے والد ماجد وپیر ومرشد امین شریعت مولانا شاہ رفاقت حسین مدظلہ، شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد علیہ الرحمہ، مجاہدِ ملت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن مدظلہ، شیخ الحدیث مولانا شاہ عبد العزیز دار العلوم اشرفیہ، آپ کے خصوصی رفقاءِ درس رہے۔" [1]

---

[1] تذکرہ علماء اہل سنت، مولفہ مولانا محمود احمد کانپوری، مطبوعہ کانپور۔ ص ۲۰۴

باب۲ : اساتذہ کرام

۱۔ حکیم ذوالفقار علی قریشی

۲۔ حاجی پیر محمّد خاں

۳۔ حضرت مفتیٔ اعظم

۴۔ حضرت حجۃ الاسلام

۵۔ حضرت صدر الشریعہ

۶۔ سلاسلِ علوم

۷۔ مشائخِ عظام سے عقیدت

۸۔ اولیاء کاملین کے حضور

۹۔ تلامذہ

۱۰۔ اخلاف

۱۱۔ معاصرین کرام

۱۲۔ شیخ بشیر کے تاثرات

۱۳۔ مکتوبات

حکیم مولوی ذوالفقار علی قریشی

ولادت : ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء

جائے ولادت : محلہ قریشیاں اندرون ہاتھی گیٹ، بٹالہ ضلع گورداسپور

تعلیم : میٹرک، O.L.A. (اورینٹل)، ایس وی (S.V)
حکیم حاذق۔

پیشہ : دیال گڑھ ضلع گورداسپور میں لوئر مڈل سکول میں بطور معلم کام کرتے
قصبہ کے ڈاک خانہ کے انچارج (پوسٹ ماسٹر)
دیال گڑھ میں امامت و خطابت
شام کے وقت مطب کیا کرتے تھے۔

وصال : ۲۲ جمادی الاول ۱۳۸۶ھ / ۱۲ جنوری ۱۹۶۶ء بروز بدھ۔

تدفین : قبرستان حجی بلال، ماڈل ٹاؤن، لاہور

حکیم مولوی ذوالفقار علی قریشی اگرچہ بٹالہ کے رہنے والے تھے مگر زندگی کا بیشتر حصہ قصبہ دیال گڑھ میں گزارا۔ آپ بچوں کو دنیوی تعلیم کے ساتھ دینی و روحانی تعلیم سے بھی بہرہ ور فرماتے۔ اعلیٰ پائے کے خطیب تھے جس کی وجہ سے دیال گڑھ اور اس کے گرد و نواح کے لوگ آپ کی مذہبی راہنمائی سے مستفید ہوتے۔ اس اعتبار سے لوگ آپ کو عقیدت کی نگاہ سے دیکھتے۔ چونکہ آپ کا آبائی پیشہ کئی پشتوں سے معلمی، حکمت، امامت اور خطابت ہی رہا، اس لیے آپ کی زندگی پر اپنے آباؤ اجداد کی گہری چھاپ تھی۔

آپ کے والدگرامی حکیم مولوی غلام محمد قریشی نے زندگی کا اکثر حصہ اپنے آبائی وطن بٹالہ میں بسر کیا۔ وہیں وفات پائی۔

۱۳۶۶ھ بمطابق ۱۹۴۷ء میں ہجرت کرکے لاہور آ گئے۔ رینالہ خورد، ضلع ساہیوال کے ایک گاؤں ۱-L-۱۲ (کرکنی) میں زمین الاٹ کروالی اور کچھ عرصہ وہیں رہائش پذیر رہے۔ پھر لاہور آ گئے اور ۶۲-بی ماڈل ٹاؤن میں مستقل رہائش اختیار کرلی۔ کچھ عرصہ بیمار رہ کر ۱۹۵۷ء میں رحلت فرمایا اور وہیں دفن ہوئے۔ آپ کے جنازہ میں ہزاروں افراد نے شرکت فرمائی۔

حکیم مولوی ذوالفقار علی قریشی سلسلہ قادریہ میں میاں محی الدین قادری زیب آستانہ بٹالہ سے مرید تھے۔

ہجرت کے بعد حکیم موصوف نے اپنے بڑے بیٹے محمد منور قریشی (ایم۔ اے، ایم۔ او۔ ایل، بی۔ ٹی) سابق ہیڈ ماسٹر مشن ہائی سکول بٹالہ اور ماڈل ہائی سکول لاہور کے ساتھ مل کر یورپین مشن سکولوں کے مقابلہ میں زیڈ۔ ایم (Z – M) کے نام سے یورپین ٹائپ سکولوں کی بنیاد رکھی۔ آپ کے زمانہ حیات تک یہ سکول لاہور، سیالکوٹ، شیخوپورہ، گجرات، پسرور، منٹگمری (ساہیوال)، گوجرانوالہ اور سرگودھا میں بچوں کو دینی اور دنیاوی تعلیم سے بہرہ ور کرتے رہے۔ لاہور، شیخوپورہ اور گوجرانوالہ میں اب بھی یہ سکول اپنی خدمات بخوبی انجام دے رہے ہیں۔ ان سکولوں میں دینی تعلیم خصوصی طور پر دی جاتی ہے۔

حکیم صاحب نہایت غریب پرور، درویش صفت اور سادہ زندگی بسر کرنے والے انسان تھے۔ ان کے دسترخوان پر کوئی نہ کوئی غریب، رشتہ دار یا واقف کار موجود ہوتا اور وہ آپ سے روحانی طور پر فیض یاب ہوتا۔ گاؤں میں جب کوئی مسافر یا اجنبی آ جاتا تو حکیم صاحب ہی کا مہمان ہوتا۔

حکیم صاحب موصوف کے بے شمار شاگرد ہیں۔ ان میں اکثر اعلیٰ مناصب پر بھی فائز ہوئے۔ اس وقت صرف چند نام سامنے آتے ہیں:

حضرت شیخ الحدیث مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد قدس سرہ

چوہدری عبدالحمید۔ ریٹائرڈ ڈائریکٹر آف ایجوکیشن راولپنڈی، مقیم فیصل آباد

حکیم مولوی ذوالفقار علی کا حلقۂ احباب بہت وسیع تھا۔ آپ کے دوستوں میں ہر طبقہ کے انسان شامل تھے۔ چند دوستوں کے نام یہ ہیں:

—— مولوی محمد شفیع، چیئرمین انسائیکلو پیڈیا آف اسلام، لاہور

—— ایس۔ پی۔ سنگھا، سابق سپیکر پنجاب یونیورسٹی، لاہور

—— پی۔ کے۔ بوس۔ ریٹائرڈ سی۔ ایس۔ پی (C۔ S۔ P)

حکیم موصوف نے اپنی اولاد کی تربیت بھی ان انداز میں کی جو آپ کو ورثہ میں ملا۔ آپ کی اولاد میں سے صاحبزادوں کے نام یہ ہیں:

—— محمد انور قریشی: یہ بڑے صاحبزادے ہیں۔ تعلیم: ایم۔ اے، ایم۔ او۔ ایل بی۔ ٹی ہے۔ پیشہ معلمی رہا۔ والد صاحب کے ساتھ مل کر زیڈ۔ ایم سکولوں کے نام سے سکولوں کا اجرا کیا جس میں دینی تعلیم پر خصوصی توجہ دی جاتی۔

—— غلام ربانی سعید، دوسرے صاحبزادے ہیں۔ بی۔ اے تک تعلیم پائی۔ آزادی ہند کے وقت میونسپل کمیٹی بٹالہ خورد کے ہیڈ کلرک تھے۔ پھر میونسپل کمیٹی وٹ لودھا کشن میں بطور سیکرٹری رہے۔ وفات سے پہلے وثیقہ نویسی اختیار کی۔

—— نظیر الحسنین، تیسرے صاحبزادے ہیں۔ تعلیم میٹرک۔ ایس وی، ادیب عالم، پیشہ معلمی۔ ریٹائرمنٹ سے پہلے گورنمنٹ مڈل سکول گوجرانوالہ میں ملازم تھے۔ ۶۰ برس کی عمر میں وفات پائی۔

—— ظفر الاسلام گلزار، حکیم صاحب کے چوتھے صاحبزادے ہیں۔ تعلیم میٹرک، ایس وی، ادیب عالم۔ گورنمنٹ ہائی سکول چوبرجی گارڈن ٹاؤن لاہور سے ریٹائر ہوئے۔ ۷۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔

محمد خورشید اقبال، پانچویں صاحبزادہ ہیں۔ واپڈا میں ایس۔ ڈی۔ او کے عہدے پر فائز ہیں۔

مستنصر احمد لطیف: چھٹے صاحبزادے ہیں۔ جو وی حیثیت سے گورنمنٹ پرائمری سکول لاہور میں بطور صدر معلم ملازم ہیں۔

مولوی ذوالفقار علی قریشی کے بڑے بیٹے محمد منور نے ایک کتاب "بیان قرآن" تصنیف کی جسے خود مولوی صاحب نے شائع کروایا۔ یہ کتاب مولوی صاحب کے جاری کردہ مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔

مولوی صاحب مرنجاں مرنج بزرگ تھے۔ زندگی بھر کسی کا دل نہ دکھایا۔ بلکہ دشمنی کا جواب ہمیشہ خلوص و محبت سے دیا۔ اپنی خوش الحانی کے باعث ہر دلعزیز تھے۔

وفات سے کچھ عرصہ قبل مولوی صاحب سیشن جج کے ساتھ جیوری میں بطور اسیسر کام کرتے رہے۔ اس وقت اُن کا کام یہ ہوتا تھا کہ جج کے ہمراہ قتل کے مقدمہ کو سنتے بعد میں اپنی رائے سے مطلع کرتے جس کی روشنی میں جج فیصلہ لکھتا۔ قتل کے ایک مقدمہ میں کسی کو ناحق موت کی سزا ہوئی۔ جس کا آپ کو بہت صدمہ ہوا۔ وہیں عدالت میں آپ کو دل کا دورہ پڑا۔ اس کے بعد آپ جانبر نہ ہو سکے۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے نہ صرف اپنے استادِ محترم مولوی ذوالفقار علی قریشی کی نمازِ جنازہ پڑھائی، بلکہ دوسرے دن تعزیت کے لیے بھی تشریف لائے اور قبر پر بیٹھ کر فاتحہ خوانی کی۔ چہلم ۲۶ رشعبان المعظم/ ۳۰ رمارچ (۱۳۷۶ھ/ ۱۹۵۷ء) کو اُن کے چہلم میں تشریف لائے اور خطاب بھی فرمایا۔

استادِ محترم حکیم مولوی ذوالفقار علی قریشی اپنے [illegible] شاگرد حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ [illegible] شفقت [illegible] بناتے تھے کہ آپ

اعلیٰ پائے کے عالم باعمل اور درویش کامل بنیں گے۔ انہی آثار و قرائن کے پیشِ نظر حکیم صاحب آپ سے بہت پیار کرتے ۔ قبولِ عامہ کی سند آپ کو یوں عطا ہوئی کہ قریہ قریہ، بستی بستی آپ کی عزت و شہرت ہے

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ بایں بلند مرتبت اپنے استاد یا اُن کے گھرانے کے کسی فردِ سے ملاقات کرتے تو نہایت عزت و احترام فرماتے اور مناسب اسبابِ خورد و نوش سے تواضع فرماتے۔ دیر تک اُن سے گفتگو فرماتے؛ چنانچہ اسی نوعیت کا واقعہ مستخرِ احمد لطیف ظفر الاسلام اور اُن کے صاحبزادے محمد جاوید اسلام سناتے ہیں۔

مولوی صاحب قدس سرہ کے وصال کے بعد حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ اپنے اُستاد محترم کی قبر پر مراقبہ میں بیٹھے رہے اور فرمایا:

"ماشاء اللہ! میں نے اُستادِ محترم کا بڑا مرتبہ دیکھا ہے۔"

لہ مولوی حکیم ذوالفقار علی قریشی کے بارے میں جملہ معلومات ان کے پوتے محمد جاوید اسلام قریشی، ماڈل ٹاؤن لاہور نے اپنے تین مکاتیب میں اپنے افرادِ خاندان بالخصوص مستخرِ احمد لطیف سے حاصل کر کے مہیا کیں۔ فقیر ان سب کا ممنون ہے۔

فقیر قادری عفی عنہ

مولانا حاجی پیر محمد خاں

مولانا حاجی پیر محمد خاں صاحب ۱۸۸۱ء میں بٹالہ ضلع گورداسپور (مشرقی پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ میٹرک تک تعلیم اے۔ ایل۔ او۔ ای ہائی سکول بٹالہ سے حاصل کی۔ اس کے بعد محکمانہ ٹریننگ کی کئی سندات حاصل کیں۔ میاں حسین بخش صاحب (والدِ محترم میاں سرفضل حسین) نے ۱۹۰۴ء میں مسلم ہائی سکول بٹالہ کے پرائمری شعبہ کی بنیاد رکھی جس کے پہلے مدرسِ اوّل حاجی پیر محمد خاں صاحب مقرر ہوئے۔ اس کے بعد ۱۹۰۸ء میں سکول، محکمہ تعلیم کی طرف سے مڈل کے درجہ تک منظور ہوا اور حاجی صاحب ہی ہیڈ ماسٹر کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ۱۹۱۲ء میں سکول کو ہائی کا درجہ دیا گیا اور حاجی صاحب موصوف بطور سرپرست کام کرتے رہے، چنانچہ تدریس کا یہ سلسلہ ۱۹۴۷ء تک باقاعدگی سے چلتا رہا۔

حاجی صاحب بیک وقت اعلیٰ پایہ کے مدرس، خطیب، مناظر، واعظ، قاری اور نعت خواں تھے۔ بٹالہ اور اس کے گرد و نواح کے قریباً ہر مسلمان خاندان نے آپ کی تعلیمی خدمات سے استفادہ کیا۔ ہزاروں نامور علماء، ڈاکٹرز، انجینئرز، ماہرینِ تعلیم، قانون دان اور دانشور اُن کے ہاتھوں پروان چڑھے۔ ملک و ملت کی دینی و دُنیاوی تعلیمی خدمات کا یہ سلسلہ پاکستان بننے کے بعد بھی ۱۹۵۴ء میں گورنمنٹ اسلامیہ ہائی سکول سمن آباد لاہور کا اجراء کر کے جاری رکھا۔ ان میں بچوں کو پڑھانے کا جذبہ عشق کی حد تک موجزن رہتا۔ یہاں تک کہ اپنے بیٹوں کو بھی وصیت فرما گئے کہ بچوں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنے کے لیے اپنی زندگیوں کو وقف کر دو۔ چنانچہ ان کے صاحبزادگان میں سے بڑے بیٹے میاں افتخار احمد خاں صاحب اسلامیہ ہائی سکول سمن آباد

لاہور میں گزشتہ تیس سال سے بطور صدر معلم خدمات انجام دے رہے ہیں اور چھوٹے صاحبزادے ڈاکٹر رشید احمد خاں لاء کالج پنجاب یونیورسٹی نیو کیمپس لاہور میں بطور ایسوسی ایٹ پروفیسر اسلامی قانون و فقہ کی تعلیم دے رہے ہیں۔

حاجی صاحب نے انگریزی اور اردو درسی کتب کے علاوہ نعتوں کا ایک مجموعہ بھی تیار کیا۔ آپ محض ایک سکول ماسٹر ہی نہ تھے، بلکہ ایک عالم دین بھی تھے، چنانچہ اُن کے مشہور تلامذہ میں سے حضرت مولانا سردار احمد صاحب شیخ الحدیث، میاں بدر محی الدین فرزند اور سجادہ نشین قادریہ فاضلیہ (بٹالہ شریف) سید غلام خالق سابق ایجوکیشن اٹیچی حکومت پاکستان لندن، میاں ارشد حسین سابق وزیر خارجہ حکومت پاکستان، شیخ محمد علی بی۔ اے ڈپٹی اکاؤنٹنٹ جنرل قابل ذکر ہیں۔

حاجی صاحب کا وصال ۲۰ ستمبر ۱۹۶۵ء بروز پیر رات کے ساڑھے بارہ بجے ہوا اور مولانا امین الحسنات سید خلیل احمد قادری خطیب مسجد وزیر خاں لاہور نے نماز جنازہ پڑھائی۔

حاجی صاحب دو دفعہ حج بیت اللہ شریف اور روضۂ اقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ بیعت کا سلسلہ حضرت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری علیہ الرحمہ سے تھا۔ سالانہ عرس مبارک کے موقع پر نعت خوانی اور تقاریر کے سلسلہ میں محدث موصوف کے دستِ مبارک سے تمغات اور سندات ملتی رہیں۔ آپ تحریک پاکستان کے سرگرم رکن تھے اور انہیں ہمیشہ ملک و ملت کی خدمت کرنے کا شرف حاصل رہا۔

حاجی پیر محمد خاں صاحب اپنی جماعت میں دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی مسائل کے بارے میں طلباء کو معلومات فراہم کرتے رہتے تھے۔ مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمہ بھی چھ سال تک اُن کے زیر تعلیم رہے اور مسلم ہائی سکول بٹالہ سے میٹرک کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔ مولانا مرحوم کے متعلق حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ تمام طلباء میں

سے وہ میری دینی باتیں بہت توجہ سے سنتے اور اس پر عمل پیرا ہوتے۔ اکثر اوقات اختتام اوقاتِ مدرسہ پر دینی مسائل پر تفصیلی گفتگو کرتے جس سے مجھے یہ تاثر ملا کہ مولانا بچپن ہی سے دینی معاملات و مسائل سے بہت شغف رکھتے تھے۔ اس سلسلہ کی ایک کڑی یہ بھی ہے کہ مولانا حاجی صاحب کو میلاد النبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی محفلوں میں اکثر اپنے گاؤں دیال گڑھ میں مدعو کرتے رہتے اور حاجی صاحب کے مواعظِ حسنہ سے علاقہ کے لوگ مستفید ہوتے رہتے۔ اس بارے میں مولانا سردار احمد صاحب کا کردار بچپن ہی سے قابلِ ستائش تھا۔ مولانا کے دورانِ تحصیلِ علم اور بعد از تکمیل علومِ دینیہ حاجی صاحب کا ان سے سلسلہ ملاقات برابر قائم رہا۔ حاجی صاحب اپنی مجالس میں اس فاضل شاگرد کی قابلیت پر ہمیشہ فخریہ انداز میں ذکر فرمایا کرتے تھے۔ جب انہیں مولانا کی وفات کی خبر لاہور میں سنائی گئی، تو آپ زار و قطار رونے لگے اور فرمانے لگے کہ "ایسا عاشقِ رسول، فاضل مدرس اور شیخ الحدیث صدیوں کے بعد پیدا ہوتا ہے۔

مولانا کے متعلق حاجی صاحب ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ "وہ بہت ذہین، طباع اور حساس طبیعت کے مالک تھے اور کبھی کسی دن پڑھائی کے بعد کلاس میں دینی مسائل کا تذکرہ نہ ہوتا، تو سردار احمد مجھے یاد دہانی کراتے اور آئندہ کے لیے یہ سلسلہ جاری رہتا۔"[1]

---

[1] مہیا کردہ ڈاکٹر رشید احمد خاں پروفیسر لاء کالج لاہور، خلفِ اصغر مولانا الحاج پیر محمد خاں صاحب

مفتیٔ اعظم حضرت مولانا محمد مصطفیٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہٗ

حضرت مولانا محمد مصطفیٰ رضا نوری قدس سرہ ۲۲؍ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ / ۷؍ جولائی ۱۸۹۳ء[1] کو بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ سلسلۂ نسب یوں ہے؛

محمد مصطفیٰ رضا بن امام احمد رضا بن رئیس الاتقیاء مولانا نقی علی خاں بن امام العلماء رضا علی خاں بن حافظ کاظم علی خاں بن محمد اعظم خاں بن شجاعت بہادر جنگ سعید اللہ خاں۔

ولادت سے قبل امام احمد رضا بریلوی اپنے پیر و مرشد پیشوا کامل زبدۃ العارفین حضرت سید آلِ رسول مارہروی قدس سرہ (م ۱۲۹۷ھ / ۱۸۷۹ء) کے مزارِ مقدس کی زیارت اور عضید الکاملین حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری سے ملاقات کے لیے مارہرہ مطہرہ تشریف لے گئے تھے۔ ولادت سے ایک روز قبل والد ماجد امام احمد رضا نے دیارِ مرشد میں خواب دیکھا کہ فرزندِ ارجمند کی ولادت ہوئی ہے اور خواب ہی میں نام "آلِ رحمٰن" تجویز ہوا۔[2]

احوالِ ولادت میں ایک روایت یوں بھی ہے؛

"بعد نمازِ عصر حضرت نوری میاں (سید شاہ ابوالحسین نوری مارہروی علیہ الرحمہ) مسجد کے زینہ سے اتر رہے تھے اور حضور اعلیٰ حضرت ان کے پیچھے پیچھے آ رہے تھے کہ اچانک حضرت نوری میاں صاحب نے فرمایا، مولانا صاحب! بریلی میں آپ کے گھر میں ایک صاحبزادے کی ولادت ہوئی ہے۔ مجھے خواب میں بتایا گیا ہے کہ اس کا نام

---

[1] آپ کی تاریخ ولادت ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ متعین ہے بعض تذکروں اور مضامین میں اس کو ۱۸۹۲ء کے موافق لکھا ہے جو کسی طرح صحیح نہیں۔ مولانا عرفان الحق سنبھلی نے "حیاتِ مبارک مفتی اعظم مع ملفوظات" میں سالِ ولادت ۱۸۹۳ء لکھا ہے۔ فقیر نے اپنی تالیف (زیرِ ترتیب) میں سالِ ولادت پر تفصیل سے لکھا ہے۔

[2] "حیاتِ مبارک مفتی اعظم" مرتبہ مولانا عرفان الحق سنبھلی۔ مطبوعہ بریلی (۱۹۸۰ء) ص ۱۳

"آلِ رحمٰن" رکھا جائے اور پھر فرمایا، جب میں بریلی آؤں گا، تو اس بچّہ کو ضرور دیکھوں گا، وہ بڑا ہی فیروز بخت اور مبارک بچّہ ہے۔" [1]

ممکن ہے دونوں بزرگوں کو خواب میں ولادت کی نوید دی گئی ہو یعنی حضرت مفتیٔ اعظم ــــ دُعائے رضا اور نوید نوری ہیں۔ دوسرے روز جب ولادت کی خبر مارہرہ پہنچی تو حضرت سیّد ابوالحسین احمد نوری نے نومولود کا نام "ابوالبرکات محی الدین جیلانی" منتخب فرمایا۔

ساتویں روز "محمّد" کے نام پر عقیقہ ہوا اور عرفی نام مُصطفےٰ رضا رکھا گیا۔ عرفی نام اس قدر مشہور ہوا کہ ہر خاص و عام آپ کو اسی نام سے یاد کرتا ہے۔

حضرت مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ کی تقریب بسم اللہ خوانی حسب دستور مشائخ چار سال چار ماہ اور چار دن کی عمر میں امام احمد رضا کی موجودگی میں بریلی میں ہوئی۔

حضرت مفتیٔ اعظم نے جن اساتذہ سے اپنی تعلیم مکمّل کی، ان میں آپ کے والد ماجد امام احمد رضا، برادرِ اکبر حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا، علامہ شاہ رحم الٰہی منظفر نگری اور مولانا بشیر احمد علی گڑھی (رحمۃ اللہ علیہم) زیادہ مشہور ہیں۔ [2]

حضرت مفتیٔ اعظم کی عمر ابھی چھ ماہ کی تھی کہ مرشد کامل حضرت سیّد ابوالحسین احمد نوری، بریلی شریف تشریف لائے، تو اپنی آغوشِ مبارک میں لے کر دُعاؤں سے نوازا اور منہ میں انگلی ڈال کر اپنا مُرید فرماکر جمیع سلاسل کی خلافت سے سرفراز فرمایا۔ [3]

---

[1] (ا) "کراماتِ مفتیٔ اعظم" مرتبہ راز الہ آبادی، مطبوعہ سکھر (پاکستان میں بار اوّل) ص ۱۷

(ب) "مفتیٔ اعظم ہند" مرتبہ عبدالنعیم عزیزی بلرامپوری (چھٹا ایڈیشن) مطبوعہ بریلی ص ۳۵

[2] ایضاً (ا) ص ۳۶

(ب) پندرہ روزہ "رفاقت" پٹنہ (بھارت) مفتیٔ اعظم نمبر ۱۵ ردسمبر ۱۹۸۱ء ص ۱۳، ۱۵

[3] (ا) ماہنامہ استقامت، کانپور (مفتیٔ اعظم نمبر) مضمون مولانا ریحان رضا بریلوی، مئی ۱۹۸۳ء، ص ۱۱۰

(ب) پندرہ روزہ رفاقت، پٹنہ (مضمون مولانا احمد القادری، مبارک پور) ۱۵ ردسمبر ۱۹۸۱ء، ص ۱۲

بیعت کرتے وقت مُرشدِ کامل نے فرمایا،

"یہ بچّہ دین و ملّت کی بڑی خدمت کرے گا اور مخلوقِ خدا کو اس کی ذات سے بہت فیض پہنچے گا۔ یہ بچّہ ولی ہے۔ اس کی نگاہوں سے لاکھوں گمراہ انسان دینِ حق پر قائم ہوں گے۔ یہ فیض کا دریا بہائے گا۔" [۱]

حضرت مفتیِ اعظم کی ولادت سے پہلے امام احمد رضا بریلوی نے ربّ العزت کے حضور ہاتھ پھیلا کر دُعا کی تھی،

"اے مالکِ بے نیاز! یا ربِّ کریم! مجھے ایسی اولاد عطا فرما جو عرصۂ دراز تک تیرے دین اور تیرے بندوں کی خدمت کرے۔" [۲]

امام احمد رضا نے بھی اپنے خلفِ اصغر کو جمیع اوراد و اشغال، اوفاق و اعمال اور جمیع سلاسلِ طریقت میں ماذون و مجاز بنایا۔ مرشدِ کامل اور والدِ ماجد دونوں کی دُعاؤں اور بشارتوں کا ایک ایک حرف پورا ہوا۔

بدرالشریعہ والطریقہ حضرتِ مفتیِ اعظم علیہ الرحمہ کا حلیہ مبارک کچھ یوں ہے:

"صورتِ نورانی، سیرتِ نورانی، لباس نورانی، بڑا اور گول سر، اس پر عمامہ کی بہار، پتلے لب، چھوٹے ہونٹ، دانت موتیوں کی طرح، گردن معتدل، قد میانہ، نحیف بدن، چہرہ گول منور اور نور برساتا ہوا، بڑی بڑی کالی اور چمکدار آنکھیں، بھویں گنجان، پلکیں گھنی سفید، سرخی مائل سفید رنگت، داڑھی گھنی، ناک متوسط کچھ اٹھی ہوئی، رخسار بھرے بھرے گداز، سینہ کشادہ، کشادہ اور بلند پیشانی، نورانی جسم پر کلی دار کرتا، علی گڑھی پاجامہ، عمامہ کا رنگ عموماً بادامی یا سفید ——— اہلِ نظر بیان کرتے ہیں کہ

[۱] پندرہ روزہ "رفاقت"، پٹنہ، ۱۵ر دسمبر ۱۹۸۱ء - ص ۱۳

[۲] ہفت روزہ "کلامِ مشرق" کانپور (مفتیِ اعظم ہند نمبر) ۴ تا ۱۱ فروری ۱۹۷۸ء - ص ۱۱

حضرتِ مفتیٔ اعظم کی شکلِ مبارک حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی شبیہ مبارک تھی۔ ؎[1]

دیکھ کر شکل مُفتیٔ اعظم
غوثِ اعظم کی یاد آتی ہے

حضرتِ مفتیٔ اعظم نے جس ماحول میں پرورش پائی، وہ علم وفضل میں یکتائے روزگار تھا۔ عالمِ اسلام کی مایہ ناز عبقری شخصیت امام احمد رضا نے تربیت کی اور تعلیم دی۔ یہ کوئی تھوڑا کمال نہیں۔ تاہم مفتیٔ اعظم کے خمیر و ضمیر اور فطرت و سرشت میں تفقہ فی الدین کا ملکہ ودیعت کیا گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اٹھارہ برس کی عمر میں ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء میں پہلا فتویٰ لکھا۔ اس کی تقریب یوں ہوئی کہ دارالافتاء بریلی میں امام احمد رضا کی زیرِ نگرانی مولانا ظفرالدین بہاری اور مولانا سید عبدالرشید کام کرتے تھے۔ ایک روز اتفاقاً حضرتِ مفتیٔ اعظم تشریف لائے۔ دیکھا کہ مولانا ظفرالدین بہاری کسی مسئلہ کی وضاحت کے لیے فتاویٰ رضویہ الماری سے نکال رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا "مولانا! کیا آپ فتاویٰ رضویہ دیکھ کر جواب لکھتے ہیں؟" اس پر ملک العلماء مولانا ظفرالدین نے فرمایا "اچھا آپ بغیر دیکھے جواب لکھ دیں، تو جانیں" مفتیٔ اعظم نے قلم برداشتہ استفتاء کا جواب تحریر فرمایا۔ یہ رضاعت کا مسئلہ تھا۔[2] فتویٰ اصلاح کے لیے امام احمد رضا کی خدمت میں پیش ہوا۔ آپ نے صحتِ جواب پر مسرت و اطمینان کا اظہار

؎[1] (ا) "مفتیٔ اعظم ہند" مرتبہ مولانا عبدالنعیم عزیزی۔ مطبوعہ بریلی (بارِ ششم) دسمبر ۱۹۸۱ء

(ب) "ہمارے مفتیٔ اعظم" مرتبہ مولانا محمد سعید کانپوری، مطبوعہ کانپور (جولائی ۱۹۷۸ء)

؎[2] حسنِ اتفاق سے آپ کے والد ماجد امام احمد رضا نے جو پہلا فتویٰ لکھا تھا اور اس پر ان کے والد مولانا نقی علی نے دارالافتاء کا کام انہیں تفویض فرما دیا، وہ مسئلہ بھی رضاعت کا تھا۔ ملاحظہ ہو:

(ا) "الملفوظ" حصہ اوّل ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مطبوعہ کراچی۔ ص ۱۴

(ب) "حیاتِ اعلیٰ حضرت"۔ مرتبہ مولانا ظفرالدین بہاری، مطبوعہ کراچی۔ ص ۲۸۰

فرمایا اور "صح الجواب بعون اللہ العزیز الوہاب" لکھ کر دستخط ثبت فرمادیے یہی نہیں، بلکہ بطورِ انعام "ابوالبرکات محی الدین جیلانی آل رحمٰن محمد عرف مصطفےٰ رضا" کی مہر بنوا کر دی۔ [1]

مفتیِ اعظم قدس سرہ نے اپنے والد ماجد امام احمد رضا کی حیاتِ ظاہری میں ۱۳۲۸ھ سے ۱۳۴۰ھ تک تیرہ برس تک فتاوٰی لکھے۔ والد ماجد کے وصال کے بعد ۱۳۹۵ھ تک مسلسل فتوٰی نویسی فرمائی۔ بعد ازاں بوجہ ضعف و علالت فتوٰی نویسی کام نہ ہو سکا۔ تاہم آخری لمحات تک مفتیانِ دین کی علمی مشکلات کو زبانی حل فرماتے رہے۔ اس طرح ستر برس کے طویل عرصہ تک بلا معاوضہ فتوٰی نویسی فرمائی۔

امام احمد رضا کو اپنے خلفِ اصغر مفتیِ اعظم کی فقاہت و ثقاہت پر اس نوعیت کا اعتماد تھا کہ اپنے بعض فتاوٰی پر ان کے تائیدی دستخط کرواتے۔ [2]

امام احمد رضا کے وصال کے بعد مفتیِ اعظم کی وہ ذات تھی کہ جس کی طرف پاک و ہند اور بنگلہ دیش کے علاوہ ممالک افریقہ، امریکہ، سری لنکا، ملائشیا، مشرقِ وسطیٰ اور یورپ تک کے علماء فتوٰی کے لیے رجوع فرماتے۔ ۱۹۴۶ء میں برِصغیر کے ہزاروں علماء و مشائخ نے آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجلاس کے موقعہ پر برِصغیر کے لیے جس دارالقضاۃ کے چند مفتیانِ کرام کے اسماء پر اتفاق کیا۔ ان میں حضرت مفتیِ اعظم کا نام نامی سرِ فہرست ہے۔ [3]

---

[1] (ا) "روشن ستارے"، مرتبہ مولانا مفتی محمد اعظم نوری، مطبوعہ رامپور (۱۹۷۷ء)، ص ۸

(ب) ہفت روزہ کلامِ مشرق، کانپور۔ مجریہ ۴-۱۱ فروری ۱۹۷۸ء، ص ۱۱

[2] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (ا) روزنامہ پیسہ اخبار، لاہور۔ مجریہ ۳ دسمبر ۱۹۲۰ء، ص ۴

(ب) الحجۃ المؤتمنہ فی آیۃ الممتحنہ، مطبوعہ بریلی (باراول)، ص ۴، ۵

[3] (ا) اخبارِ دبدبۂ سکندری، رامپور۔ مجریہ ۲۷ مئی ۱۹۴۶ء

(ب) خطباتِ آل انڈیا سنی کانفرنس، مرتبہ محمد جلال الدین قادری، مطبوعہ گجرات (۱۹۷۸ء)

اس سے بہت پہلے مجددِ دین وملت امام احمد رضا نے متحدہ ہندوستان کے لیے دارالقضاء شرعی قائم فرمایا۔ صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی کو "قاضی شرع" اور مولانا عبدالباقی برہان الحق جبل پوری اور مفتیِ اعظم کو ان کا معاون اور مفتیِ شرع مقرر فرمایا اور اپنی زیرِ نگرانی مقدمات کے فیصلے کروائے۔ ۱؎

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے ابتداءً کچھ عرصہ تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ مگر کثرتِ فتاویٰ نویسی اور تبلیغی خدمات کے باعث یہ سلسلہ دیر تک جاری نہ رہ سکا۔

یوں تو آپ کو تمام علومِ اسلامیہ معقول و منقول وغیرہ میں مہارتِ تامہ حاصل تھی، تاہم درج ذیل علوم میں آپ کو درجۂ اختصاص حاصل تھا۔

۱۔ تفسیر	۲۔ حدیث	۳۔ اصول حدیث
۴۔ فقہ	۵۔ اُصول فقہ	۶۔ عقائد
۷۔ نحو	۸۔ صرف	۹۔ لُغت
۱۰۔ ادب	۱۱۔ بیان	۱۲۔ معانی
۱۳۔ بدیع	۱۴۔ منطق	۱۵۔ فلسفہ
۱۶۔ تجوید و قرأت	۱۷۔ تصوف	۱۸۔ سُلوک
۱۹۔ اخلاق	۲۰۔ تاریخ	۲۱۔ سیر
۲۲۔ ریاضی	۲۳۔ جفر	۲۴۔ تکسیر
۲۵۔ توقیت	۲۶۔ فرائض	۲۷۔ عروض و قوافی
۲۸۔ تاریخ گوئی	۲۹۔ تنقیدات	۳۰۔ ہیئت ۲؎

۱؎ ماہنامہ استقامت، کانپور (مفتیِ اعظم نمبر) مضمون مولانا برہان الحق، مجریہ مئی ۱۹۸۳ء - ص ۲۴

۲؎ (۱) پندرہ روزہ رفاقت، کانپور۔ مجریہ ۱۵ دسمبر ۱۹۸۱ء - ص ۱۵

(ب) مفتیِ اعظم ہند، مرتبہ عبدالنعیم عزیزی، مطبوعہ بریلی (ضمیمہ) ص ۱۱

حضرت مفتیِ اعظم کا اخلاق سُنّتِ نبوی کا عکسِ جمیل تھا۔ اخلاص و وفا کی ایک شمع اور عزیمت و استقلال کا کوہِ وقار، زہد و تقویٰ، ایمان و ایقان، صداقت و دیانت کی تصویر، حُبِّ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حُبِّ اولیاء کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ سُنّت کی نصرت اور بدعت کی مخالفت اور اس کے استیصال میں ہمہ وقت سرگرداں رہتے تھے۔ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل ورثہ میں پایا۔ ذہانت و بصیرت ایسی کہ اربابِ علم و دانش اور اصحاب فکر و نظر کی محفلوں میں اس کی صدائے بازگشت سُنائی دیتی ہے اور یہ حضرات اپنے مستقبل کی راہیں اس کی روشنی میں متعین کرتے ہیں۔ بے کسوں اور بے نواؤں کے حامی اور دُنیا داروں سے بے غرض تھے۔ بارہا اربابِ اقتدار نے ملاقات کی کوشش کی، مگر آپ نے باریابی سے مشرف نہ فرمایا، لیکن غریبوں کے لیے آپ کا دروازہ ہر وقت کھلا تھا۔ ان کی ہر جائز مراد کے حصول کے لیے امکان بھر کوشش فرماتے۔ غرض اخلاقی و رُوحانی اقدار کے محافظ و امین تھے اور اپنے دور میں بھولے ہوؤں کے لیے مینارۂ نور تھے۔ آپ کا ایک ایک قدم سُنّتِ مصطفیٰ کا مظہر تھا۔ جس چیز کو ناجائز سمجھا، اس سے زندگی بھر اجتناب فرمایا۔ فوٹو آپ کے نزدیک حرام ہے، ساری عمر فوٹو نہ بنوایا۔ باوجود بڑی خواہش کے بغداد شریف اور دیگر مقامات پر نہ جاسکے کہ اس کے لیے پاسپورٹ حاصل کرنا پڑتا تھا۔ اور پاسپورٹ بغیر فوٹو کے بننا مشکل۔

آپ نے تین حج کیے۔ پہلا حج ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۶ء میں والد ماجد کے ہمراہ، اُس وقت فوٹو نہ تھا۔ دوسرا حج ۱۳۶۴ھ / ۱۹۴۵ء میں کیا، اُس وقت فوٹو کی پابندی نہ تھی۔ آپ نے تیسرا حج ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۱ء میں کیا۔ اس وقت فوٹو کی پابندی تھی۔ آپ نے فوٹو نہ بنوایا، بلکہ آپ کے ہمراہیوں نے بھی فوٹو نہ بنوایا۔ حکومتِ ہند نے ان کے پاسپورٹ، کو بغیر فوٹو کے جاری کردیا۔ [1]

---

[1] ماہنامہ استقامت کانپور (مضمون پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد) مجریہ مئی ۱۹۸۳ء ص ۱۵۰

غیرتِ دینی کا یہ عالم تھا کہ آپ نے کبھی بھی، کچہریوں کو عدالت نہ کہا اور جو لوگ وہاں بیٹھتے ہیں، انہیں حاکم نہ کہا، کیونکہ آپ کا عقیدہ تھا کہ عدالت کا لفظ اس ایوان پر بولا جاتے گا جہاں اسلامی قانون کے مطابق نزاعات کا فیصلہ ہوا ور جسے خُدا و رسول کی نیابت میں حکومت کا اختیار دیا گیا ہو، وہی حاکم کہے جانے کا مستحق ہے۔ [1]

غیرتِ دینی کی یہ ایک مثال ہے کہ بانوے ۹۲ برس کی طویل عمر میں کبھی کسی سربراہِ مملکت کے ہاں نہ گئے اور نہ بڑے بڑے فرمانبرداروں کے بنگلوں میں نظر آئے، بلکہ حیرت کی بات یہ ہے کہ کتنے ہی سربراہوں اور سلاطین نے خود ان کی مجلس میں باریاب ہونے کی اجازت چاہی، مگر حضرت مفتیِ اعظم نے فقرِ غیور کے باعث یہ کہہ کر انکار کردیا کہ ایک درویش کا بادشاہوں اور اربابِ حکومت سے سروکار ہی کیا ہے ؟ ——— اس سلسلہ میں کانگرسی لیڈر سابق صدر بھارت ڈاکٹر فخر الدین علی احمد بحیثیتِ وزیرِ خوراک اور اتر دیش کے وزیرِ اعلیٰ ابراہیم اور وزیرِ اعظم اندرا گاندھی کا نام بطورِ مثال پیش کیا جا سکتا ہے۔ [2]

مفتیِ اعظم کی زندگی سراپا حرکت تھی۔ وہ ہر جگہ متحرک نظر آتے ہیں۔ ابتدا سے انتہا تک حرکت ہی حرکت۔ جب کبھی اور جہاں کہیں باطل نے سر اُٹھایا، حضرت مفتیِ اعظم نے بے نابانہ اس کا تعاقب کیا۔ یہاں تک کہ اس کا قلع قمع کر دیا۔ ملّتِ اسلامیہ کو جب بھی اپنی بقا اور تحفظ کے لئے ضرورت در پیش ہوئی، مفتیِ اعظم نے دامے درمے سخنے اس کی اعانت میں اپنی زندگی وقف فرمادی۔ اس سلسلہ کی چند تحریکات کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ ان تحریکات میں مفتیِ اعظم کی سیاسی بصیرت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔

---

[1] پندرہ روزہ رفاقت، پٹنہ، مجریہ ۱۵ دسمبر ۱۹۸۱ء - ص ۸

[2] (الف) ایضاً،

(ب) ماہنامہ استقامت، کانپور، مجریہ مئی ۱۹۸۳ء - ص ۴۶،

(ج) ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ - مجریہ دسمبر ۱۹۸۱ء - ص ۱۹

تقریباً ۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۱ء میں امام احمد رضا نے جماعت "انصار الاسلام" قائم کی جس کی غرض و غایت حمایتِ خلافت و حفاظتِ سلطنتِ اسلامی تھی۔ مظلومینِ ترک کی اعانت کے لیے عملاً اقدام کرنا اس کے مقاصد میں شامل تھا۔[1]

جماعت انصار الاسلام کے ناظمِ اعلیٰ مولانا حسنین رضا (برادر عم زاد امام احمد رضا) تھے۔ جوانی کے عالم میں مفتیٔ اعظم اس کے رکنِ رکین تھے۔ انصار الاسلام کے ایک جلسہ کی قرارداد کے چند نکات ملاحظہ ہوں ـــــ اس سے اندازہ ہوگا کہ عنفوانِ شباب ہی سے مفتیٔ اعظم کس نوعیت کی سیاست کے قائل اور عامل تھے اور مسلمانوں کے لیے کیسا درد اُن کے سینہ بے کینہ میں تھا، ملاحظہ ہوں:

(۱) حفاظتِ مقاماتِ مقدسہ اور مظلومینِ تُرک کی امداد و اعانت

(۲) اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے مسلمانوں کی حفاظت

(۳) معاشرتی، تمدنی اور اقتصادی مفادات کی طرف مسلمانوں کی رہنمائی

(۴) ترک و عرب اتحاد کے لیے کوشش و سعی

(۵) خلافِ شرع برطانوی قوانین میں ترمیم کا مطالبہ

(۶) مسلمانوں کے لیے اسلامی بینک کھولنے کی ترغیب دینا

(۷) تجارت بڑھانے کے مسلمانوں کا شوق دلانا۔

(۸) مسلمانوں کے لیے اسلامی خزانہ کے قیام اور بیت المال کے لیے کوشش کرنا[2]

جماعت رضائے مصطفےٰ، بریلی، ۷ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ / ۱۷ دسمبر ۱۹۲۰ء کو قائم ہوئی، اس کے اغراض و مقاصد حسبِ ذیل تھے:

(۱) پیارے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزت و عظمت کا تحفظ

---

[1] برکاتِ مارہرہ و مہمانانِ بدایوں۔ مرتبہ مولانا سید اولادِ رسول محمد میاں مارہروی، مطبوعہ بریلی (بار اوّل) ص ۱۲،۱۳

[2] روزنامہ پیسہ اخبار، لاہور، شمارہ ۱۲ مئی ۱۹۲۱ء / بحوالہ ماہنامہ استقامت، کانپور، مئی ۱۹۸۳ء - ص ۱۵۴

(ب) متحدہ قومیت کا نعرہ بلند کرنے والے فرقہ گاندھویہ کا تحریری و تقریری رد کرنا۔

(ج) بدمذہبوں کی چیرہ دستیوں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا۔

(د) آریہ اور عیسائیوں کے اعتراضات کے تحریری اور تقریری جوابات دینا۔

(ہ) فاضل بریلوی امام احمد رضا اور دیگر علماء اہل سنت کی تصانیف کی اشاعت[1]

غیر اسلامی نظریہ "متحدہ قومیت" کے ہیجانی دور میں اسلامی تشخص کے امتیاز و تحفظ، فتنہ ارتداد کے انسداد اور عوام میں راسخ الاعتقادی پیدا کرنے میں جماعت رضائے مصطفٰے نے مثالی اور مؤثر کام کیا۔ مفتئ اعظم اس کے رکن رکین تھے۔ جماعت رضائے مصطفٰے کے پلیٹ فارم سے آپ نے متعدد اسلامی تحاریک میں حصہ لیا۔ ۱۳۴۱ھ / ۱۹۲۳ء میں متعصب ہندو دل نے سادہ لوح مسلمانوں کو (نعوذ باللہ) مرتد بنانے کی مہم شروع کی، جسے یہ لوگ شدھی کی تحریک کہتے تھے۔ علماء اہل سنت نے اس ناپاک تحریک کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ فتنۂ ارتداد کا انسداد کرنے والے علماء میں حضرت مفتئ اعظم کا اسم گرامی سر فہرست ہے۔ حضرت مفتئ اعظم نے پانچ لاکھ ہندوؤں کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کیا۔[2]

ہند میں فتنۂ ارتداد کے زمانہ میں حرمین طیبین پر جب نجدی تسلط ہوا۔ نجدی نے حرمین طیبین میں جو مظالم ڈھائے، وہ تاریخ کا ایک دردناک باب ہے۔ ہندوستان سے ایک وفد اس غرض سے ترتیب دیا گیا کہ وہ نجدیوں کو مظالم سے باز رکھے۔ اس وفد کی تیاری میں حضرت

---

[1] ابو الکلام آزاد کی تاریخی شکست، مرتبہ محمد جلال الدین قادری، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، لاہور ص ۵۶

[2] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو،

(ا) ماہنامہ الزار الصوفیہ، لاہور۔ ماہ ذی قعدہ ۱۳۴۱ھ / جولائی ۱۹۲۳ء ص ۲۵

(ب) ماہنامہ اشرفی، کچھوچھہ (بھارت) ذی قعدہ ۱۳۴۱ھ / جولائی ۱۹۲۳ء

(ج) سیرت امیر ملت، مصنفہ مولانا سید اختر حسین علی پوری۔ ص ۳۰۴

(د) روزنامہ خلافت، بمبئی۔ مجریہ ۳۰ جون ۱۹۲۷ء ص ۴

مفتیٔ اعظم نے نمایاں حصہ لیا۔ اس سلسلہ کی ایک خبر ملاحظہ ہو: "فتنۂ نجد اور جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی۔ عین اُس وقت جبکہ ہندوستان خود میدانِ جہاد بنا ہوا ہے اور آریہ و وہابیہ ہند کی شورشوں نے مجاہدینِ اسلام کو عدیم الفرصت کر رکھا ہے۔ مسلمانانِ ہند کی واحد نمائندہ اور خالص مذہبی جماعت، یعنی جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی نے ترتیبِ وفد کے لیے تیاری ظاہر کی اور بطلِ سنّت وشیرِ اسلام حضرت مولانا مصطفےٰ رضا خاں صاحب مدظلہ العالی نے اس کام (ابن سعود کے پاس وفد بھیجنے) کے لیے جیبِ خاص سے پانسو روپیہ کی گراں قدر رقم جماعت کو عطا فرمائی ہے۔" [۱]

خلافتِ ترکیہ کے زوال کے ساتھ ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۹ء کو تحریکِ خلافت شروع ہوئی ابوالکلام آزاد اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی اور گاندھی کے ہم نوا علماء نے مسلمانوں کے اجماعی عقیدہ کے خلاف اس بات پر زور دیا کہ خلیفہ کے لیے قریشی ہونا ضروری نہیں۔ امام احمد رضا نے اس موضوع پر دوام العیش فی الائمۃ من قریش ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء میں تصنیف فرمایا۔ یہ رسالہ ۱۹۲۲ء میں بریلی میں پہلی بار چھپا۔ امام احمد رضا کے صاحبزادے مفتیٔ اعظم نے ۱۲ صفحات پر مشتمل ایک دیباچے کا اضافہ کیا۔ امام احمد رضا اور مفتیٔ اعظم نے جو کچھ فرمایا، بعد کے حالات نے ان کی تصدیق کر دی۔ [۲]

تحریکِ ترکِ موالات ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء کے دور میں گاندھی گردی نے وہ طوفان برپا کر دیا جس سے بڑے بڑے مسلمان لیڈر بھی متاثر ہوئے۔ استرضاءِ ہنود کی خاطر اسلامی تشخص کی اقدار کو ختم کرنے کی کوششیں ہونے لگیں۔ ظلم تو یہ تھا کہ اس میں مسلمان لیڈر پیش پیش تھا۔ ترکِ موالات کے دور میں انگریزوں سے ہر قسم کا مقاطعہ روا رکھا گیا، جبکہ ہندوؤں سے اتحاد و وداد کی باتیں ہونے لگیں، حالانکہ اسلامی نقطۂ نظر سے دونوں غیر مسلم ایک جیسے سلوک کے

---

[۱] ماہنامہ اشرفی، کچھوچھہ۔ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۳ھ

[۲] دوام العیش فی الائمۃ من قریش، مطبوعہ بریلی، ۱۹۲۲ء

مستحق تھے، مگر جذبات کی سیاست نے معاملہ اُلٹ دیا۔ اسی دور میں امام احمد رضا اور اُن کے ہم نوا علماء واکابر نے اس حقیقت کو واضح اور مبرہن کیا کہ مسلمان بحیثیتِ مسلمان قوم کے ہر دوسری قوم سے ممتاز ہے۔ کسی دوسری قوم سے اس کا اتحاد و وداد ممکن نہیں اور نہ شرعی طور پر جائز ہے۔ اسلامی تشخص کے تحفظ اور اس کو نکھارنے میں مفتیِ اعظم نے مثالی کردار ادا کیا۔[1] اس طرح دو قومی نظریہ کے اوّلین داعین میں مفتیِ اعظم کا اسمِ گرامی نمایاں طور پر شامل ہے۔

۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء میں سکھوں نے انگریز حکام کی پشت پناہی میں لاہور کی مسجد شہید گنج کو مسمار کر دیا اور یہ دعویٰ کیا کہ یہ جگہ اور عمارت گوردوارہ کی ہے، مسلمانوں نے غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے۔ مسجد کے انہدام پر اسلامیانِ برِ صغیر تڑپ اٹھے۔ مسجد کی واگزاری کے جلسے جلوس کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ بدقسمتی سے مجلسِ احرارِ ہند نے مسلمانوں کی اجتماعی مساعی میں نہ صرف عدم شرکت کی، بلکہ اس خالص اسلامی تحریک کی مخالفت کی اور یہ پروپیگنڈا کیا کہ اس تحریک میں حصہ لینا جائز نہیں۔ جو مسلمان اس تحریک میں جان کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں، ان کی موت، حرام کی موت ہے، وہ شہید نہیں۔ ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ / ۲۹ جولائی ۱۹۳۵ء کو مسجد شہید گنج کی بازیابی کے ضمن میں ہلاک ہونے اور تحریک میں حصہ لینے والوں کی شرعی حیثیت سے ایک استفتا حضرت مفتیِ اعظم کی خدمت میں پہنچا۔ آپ نے نہایت تفصیل سے دلائل شرعیہ سے ثابت کیا کہ اس تحریک میں حصہ لے کر مسلمانوں پر فرض ہے کہ مسجد کو سکھوں سے آزاد کرائیں، اور جو لوگ اس تحریک میں جان کا نذرانہ پیش کر چکے ہیں، وہ شہید ہیں۔[2]

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو،

(ا) المحجۃ المؤتمنہ فی آیۃ الممتحنہ، مصنفہ امام احمد رضا، فتویٰ پر مفتیِ اعظم کی تصدیق ہے۔

(ب) طرق الہدیٰ والارشاد الی احکام الامارۃ والجہاد، مصنفہ مولانا محمد مصطفےٰ رضا، مطبوعہ بریلی

(ج) ہفت روزہ الفتح، کراچی، ۲۸ مئی، ۴ جون ۱۹۷۶ء

[2] فتاویٰ مصطفویہ، مصنفہ مفتیِ اعظم، جلد دوم، مطبوعہ الٰہ آباد۔ ص ۹۵ تا ۱۰۱

اس طرح آپ کے شرعی فتویٰ نے مسلمانوں کے اضطراب کو ختم کر دیا اور وہ جوش و جذبۂ اسلامی سے سرشار مسجد شہید گنج کی بازیابی کے لیے سرگرم عمل رہے۔

بیسویں صدی کے اوائل میں اشتراکیت کا فتنہ روس سے نمودار ہوا۔ ۱۹۳۵ء کے انتخاب میں کانگرسی لیڈروں نے اشتراکیت کی اشاعت کی اور اسے اہل ہند کی مشکلات کا حل بتایا۔ یو، پی۔ سی، پی وغیرہ صوبوں کی کانگرسی وزارتوں نے اشتراکیت کے بہروپ میں ناقابلِ برداشت مظالم ڈھائے۔ مسلمان ان مظالم کا نشانہ تھے۔ اشتراکیت کا "بے خدا نظام" مسلمانوں کے مصائب میں اضافہ کا باعث بنا۔

۲ محرم ۱۳۵۷ھ / ۵ مارچ ۱۹۳۸ء کو ایک مبسوط و مدلل فتویٰ کی صورت میں حضرت مفتی اعظم نے اشتراکیت کے بے خدا نظام کے خلاف موثر آواز بلند فرمائی۔ دہریوں اور اباحیوں کو آپ نے ابلیس کے ایجنٹ، شیطان کے وکیل، شیطنت کا پروپیگنڈا کرنے والے اور خدا و رسول سے دور اور بے تعلق کہا۔ ان کی بے عقلی اور کور باطنی کو طشت از بام کر دیا۔ [۱]

اس طرح مسلمانوں نے آپ کی رہبری و رہنمائی میں اس خوفناک اژدھے سے جلد نجات حاصل کر لی اور جلد ہی کانگرسی وزارتیں اپنے انجام کو پہنچ گئیں۔ اس طرح اشتراکیت کا اولین ردِ بلیغ کرنے والوں میں حضرت مفتی اعظم شامل ہیں۔ برصغیر میں بیسویں صدی کے ربع اول ہی میں استخلاصِ وطن کی تحریکیں شروع ہوئیں۔ ربع ثانی میں یہ تحریکیں اپنے عروج پر تھیں، مگر ان تحریکوں میں بعض اس قسم کے طریقے وضع ہوئے اور ان پر عمل ہونے لگا جس کا نتیجہ مسلمانوں کی ہمیشہ کی ہندوؤں کی غلامی مقدر بن جاتی۔ علمائے اہل سنت کا موقف یہ تھا کہ وطن کی آزادی کے بعد مسلمان بھی آزاد ہوں۔ انہیں ہندوؤں کی سرپرستی اور غلامی سے بھی نجات ملنی چاہیے۔ ظاہر ہے اس کے لیے کانگرس اور کانگرسی مسلمان لیڈر تیار نہ تھے،

---

[۱] تفصیل ملاحظہ ہو: فتاویٰ مصطفویہ، مصنفہ مفتی اعظم، مطبوعہ الٰہ آباد (بار اول) ص ۸۶ تا ۸۷

بلکہ ان کی مخالفت اپنے نقطۂ عروج پر تھی۔ ان حالات میں مسلمانوں کے معاشرتی، تجارتی، معاشی، تمدنی، تعلیمی اور سیاسی حقوق کو ہندوؤں پر قربان کیا جانے لگا۔ اس کرب ناک صورتِ حال کے پیشِ نظر علماءِ اہلِ سنت نے کل ہند سُنّی کانفرنس کی داغ بیل ڈالی ــــ

۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۵ء میں مرادآباد میں اس کا پہلا اجلاس منعقد ہوا، جس نے مسلمانوں کو زندگی کا ایک نیا شعور بخشا۔ دیکھتے ہی دیکھتے کانفرنس کی شاخیں کل ہند میں قائم ہوگئیں۔ حضرت مفتیٔ اعظم اس کانفرنس کے مرکزی سرپرست تھے۔ آپ کی سربراہی اور راہنمائی میں آل انڈیا سُنّی کانفرنس نے برصغیر کی سیاست میں ایک ممتاز مقام حاصل کرلیا۔ [۱]

وائسرائے ہند لارڈ ویول نے شملہ میں کانگرس اور مسلم لیگ کے درمیان مفاہمت کرانے کے لیے ایک کانفرنس کی۔ مسلم لیگ کا موقف تھا کہ وہ مسلمانوں کی واحد نمائندہ سیاسی تنظیم ہے، جبکہ کانگرس متحدہ ہندوستان کے تمام باشندوں کی نمائندگی کی دعوے دار تھی۔ حضرت مفتیٔ اعظم نے قائدِ اعظم کے نام ایک تار میں مسلم لیگ کے نقطۂ نظر کی حمایت کی۔ حضرت مفتیٔ اعظم کا یہ تار روزنامہ انجام دہلی، مورخہ ۱۵ جولائی ۱۹۴۵ء میں بھی شائع ہوا۔ [۲]

۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۵ء میں منعقد ہونے والی آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا انتظام و انصرام جمعیتِ اشرفیہ، کچھوچھہ، اور امام احمد رضا کی قائم کردہ انجمن اظہار الاسلام اور جماعتِ مصطفےٰ کے رضا کاروں نے نہایت سلیقہ سے کیا۔ جماعت رضائے مصطفےٰ کا خیمہ عجیب شوکت رکھتا تھا۔ حضرت مفتیٔ اعظم کے اس "ملکوتی نظام" کی ہر ایک نے تعریف کی۔ [۳]

۱۳۶۴-۶۵ھ / ۱۹۴۵-۴۶ء کے برصغیر کے مرکزی اور صوبائی انتخابات تاریخ میں معرکۃ الآرا

---

[۱] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: خطبات آل انڈیا سُنّی کانفرنس، مرتبہ محمد جلال الدین قادری، مطبوعہ گجرات ۱۹۷۸ء

[۲] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (ا) ہفت روزہ الفقیہ امرتسر، ۲۱ نومبر ۱۹۴۵ء، ص ۷
(ب) خطبات آل انڈیا سُنّی کانفرنس، مرتبہ محمد جلال الدین قادری

[۳] ماہنامہ اشرفی کچھوچھہ، شوال ۱۳۴۳ھ / مئی ۱۹۲۵ء، ص ۱۵ تا ۱۷

نوعیت کے حامل تھے۔ انہی انتخابات کے نتیجہ میں مسلمانانِ برِصغیر کی قسمت کا فیصلہ ہونا تھا، استخلاصِ وطن کے ساتھ اسلامی ریاست کا قیام انہی انتخابات کا مرہونِ منت تھا۔ اس صورتِ حال میں علماء و مشائخِ اہلِ سنت نے مسلمانوں کی نمائندہ تنظیم مسلم لیگ کے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔ اس کے لیے علماء نے باقاعدہ فتاویٰ جاری کیے کہ مسئلہ پاکستان یعنی ہندوستان کے کسی حصہ میں آئینِ شریعت کے مطابق فقہی اصول پر حکومت قائم کرنا سُنّی کانفرنس کے نزدیک محمود و مستحسن ہے۔ ان فتاویٰ پر حضرت مفتیِ اعظم اور ان کے تلمیذ رشید حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے دستخط سرِ فہرست ہوتے۔ [1]

آل انڈیا سُنّی کانفرنس، بنارس کا ایک تاریخ ساز اجلاس ۲۷ تا ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ / ۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء کو منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں پانچ سو مشائخِ عظام، سات ہزار علماءِ کرام اور دو لاکھ سے زائد عوام اہلِ سنت شریک ہوئے۔ اس اجلاس میں حضرت مفتیِ اعظم نے مرکزی کردار ادا کیا اور کانفرنس کی طرف سے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے جو مختلف کمیٹیاں مقرر ہوئیں، ان میں سے بعض کی سربراہی حضرت مفتیِ اعظم نے قبول فرمائی۔ جن مجالس میں آپ کا انتخاب ہوا، وہ یہ ہیں:

تعلیم، پاکستان، دارالقضاۃ، عائلی قوانین، جمعیت آئین ساز۔ [2]

اسلامی ریاست یعنی "پاکستان" کے قیام سے حضرت مفتیِ اعظم کو کس قدر دلچسپی تھی؟ اس کا اندازہ اس پس منظر میں لگائیے کہ ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں آپ نے بریلی کے حلقہ میں مسلم لیگ کے نمائندہ اور امیدوار عزیز احمد ایڈووکیٹ کو پہلا ووٹ دیا۔ گویا اس حلقہ میں

---

[1] اخبار دبدبہ سکندری، رامپور، ۲۹ مارچ ۱۹۴۶ء ص ۳

[2] (الف) ایضاً بحریہ ۲۰ مئی، ۲۷ مئی، ۳ جولائی، ۱۷ جولائی، ۲۲ جولائی، یکم اگست ۱۹۴۶ء

(ب) خطبہ صدارت از رئیس المحدثین حضرت مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی، مطبوعہ مراد آباد

(ج) خطبات آل انڈیا سُنّی کانفرنس، مرتبہ محمد جلال الدین قادری، مکتبہ رضویہ، گجرات

پاکستان کا سب سے پہلا ووٹ تھا۔ مفتیِ اعظم نے نہ اس سے پہلے کسی انتخاب میں ووٹ ڈالا اور نہ ہی اس کے بعد کسی انتخاب میں۔ گویا زندگی میں ایک بار ہی ووٹ کا استعمال کیا اور وہ قیامِ پاکستان کے حق میں تھا۔ ووٹ کے استعمال کے بعد لوگوں نے آپ کو مفتیِ اعظم ہند کی بجائے مفتیِ اعظم پاکستان کہنا شروع کیا۔ [۱]

کانگریسی حکومت ہند نے جانبداری سے کام لیتے ہوئے غیر منصفانہ طور پر اہلِ سُنّت کے اداروں اور اوقاف پر غیر سُنّیوں کو بالادستی کا حق دے دیا۔ ۱۹۶۰ء میں حکومتِ ہند نے ایک وقف ایکٹ کے ذریعے اہلِ سنّت کے حقوق پائمال کرنے کی کوشش کی۔ نیز مسلمانوں کے تعلیمی اداروں کا اسلامی تشخص اور امتیاز ختم کرنے کی سازش کی اور مختلف صوبوں میں مسلمانوں کے مذہبی مقامات مساجد و مزارات کو ظلماً چھیننے کی کوشش کی ـــــ اس صورتِ حال کے پیشِ نظر شاہزادہ امام احمد رضا، حضرت مفتیِ اعظم نے تمام علماء و مشائخ کو جمع کیا اور دسمبر ۱۹۶۱ء آل انڈیا سُنّی اوقاف کانفرنس، دہلی میں منعقد کی۔ ڈیڑھ لاکھ افراد نے والہانہ انداز میں شرکت کی۔ یہ کانفرنس ایسی موثر اور کامیاب ثابت ہوئی کہ ایوانِ حکومت میں زلزلہ آگیا۔ وزیرِ اعظم ہند اور دیگر صاحبانِ اقتدار نے از خود ملاقات کی خواہش کی اور مسلمانوں کے مطالبات کو بغور سُنا اور اس پر عمل کیا۔ اس طرح اہلِ سنّت کے مذہبی ادارے اپنا اسلامی تشخص برقرار رکھ سکے اور مسلمانوں کی قدیم مسلم یونیورسٹی علی گڑھ دستبرد غیر مسلم حکومت سے محفوظ رہی۔ [۲]

اس کانفرنس کی عظیم الشان کامیابی کے بعد حضرت مفتیِ اعظم کی سرپرستی میں جماعت رضائے مصطفےٰ، بریلی نے کل ہند تعلیمی تنظیمی کانفرنس، دہلی کے ذریعے ہندوستان کے تمام سُنّی اداروں اور مدارس کو مربوط کرنے کی کوشش شروع کی۔ ملک کے گوشے گوشے کا

---

[۱] روایت مولانا تقدس علی خاں بریلوی، شیخ الجامعہ پیر گوٹھ (سندھ) ۲۲ صفر ۱۴۰۴ھ

[۲] ماہنامہ نوری کرن، بریلی ۔ جنوری ۱۹۶۲ء ۔ ص ۴ تا ۸

دورہ کرنے اور ان اداروں کے تفصیلی کوائف مرتّب کرنے کے لیے ایک وفد ترتیب دیا گیا۔[1]

۱۳۶۵ھ / ۱۹۵۷ء میں مسجد بی بی جی مرحومہ، بریلی میں دارالعلوم مظہرِ اسلام، حضرت مفتیٔ اعظم کی سرپرستی میں قائم ہوا۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ اس دارالعلوم کے منتظم اور شیخ الحدیث تھے تقسیمِ ہند کے بعد حضرت شیخ الحدیث پاکستان آ گئے ۔

اس وقت دارالعلوم کی کوئی مستقل عمارت نہ تھی۔ مسجد کے صحن اور حجروں میں طلباء اور اساتذہ کی رہائش تھی اور مسجد کا صحن درس گاہ تھا۔ اس عظیم ادارے نے بے سروسامانی کے عالم میں جو تعلیمی اور روحانی خدمات سرانجام دیں، وہ برِ صغیر کی تاریخ میں امتیازی حیثیت رکھتی ہیں۔

اب ضرورت اس امر کی تھی کہ مرکز علم و عرفان، بریلی میں اہل سنّت کی ایک عظیم الشان یونیورسٹی ہو۔ عالمِ اسلام کے بے مثل عالم امام احمد رضا کی یاد میں ایک مثالی رضا لائبریری ہو اور آستانۂ عالیہ رضویہ پر حاضر ہونے والوں، علمی پیاس بجھانے والوں کے لیے ضروریات سے آراستہ ایک رضا گیسٹ ہاؤس ہو۔ اس عظیم منصوبہ کے لیے حضرت مفتیٔ اعظم نے تحریک شروع کی۔ جگہ کا حصول اوّلین مرحلہ تھا۔ ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۲ء سے اس کے لیے کوشش شروع کر دی گئی۔ جماعت رضائے مصطفٰے کی ریلیف کمیٹی کو اس عظیم منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے ہدایت کر دی گئی۔[2] حضرت مفتیٔ اعظم کی مساعی اور دُعاؤں سے اس عظیم منصوبے کی داغ بیل پڑ چکی ہے اور ان شاء اللہ العزیز جلد ہی یہ کام پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے گا۔

جماعت رضائے مصطفٰے، بریلی ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء میں قائم ہوئی۔ اس وقت اس کی حیثیت ایک مقامی جمعیت کی تھی۔ اس جمعیت کے دو بڑے شعبے تھے، علمی، عملی۔

---

[1] ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ جنوری ۱۹۶۲ء۔ ص ۸

[2] (ا) ایضاً، 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۱۴

(ب) ایضاً، 〃 〃 〃 جون ۱۹۶۳ء۔ ص ۳۱

(ج) ایضاً، 〃 〃 〃 اگست ۱۹۶۳ء، ص ۴

اس جمعیت نے دونوں پہلوؤں پر تاریخ ساز کردار سر انجام دیا۔ رفتہ رفتہ اس کی حیثیت مرکزی بن گئی۔ پورے برصغیر میں اس کی شاخیں قائم ہوگئیں۔ اب اس کے اغراض ومقاصد اور قواعد و ضوابط میں بھی وسعت کرنا پڑی۔ اس غرض کے لیے ۱۴ جمادی الاول ۱۳۸۳ھ / ۲ اکتوبر ۱۹۶۳ء کو حضرت مفتی اعظم کی سرپرستی میں برہان الملت حضرت مولانا برہان الحق جبل پوری (خلیفہ امام احمد رضا) کے آستانۂ عالیہ پر کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ کا ایک اجلاس منعقد ہوا، جس میں حسب ذیل دفعات کا اضافہ کیا گیا۔

دفعات:

(۱) کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ کی دائمی سرپرستی حضور مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم العالیہ القدسیہ فرمائیں گے۔

(۲) کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ سارے ہندوستان کی کل مقامی، ضلعی، صوبائی اور کل ہند جملہ سُنّی تنظیموں کی نگران اور جماعت ہوگی۔ ہندوستان کی ساری سُنّی تنظیمیں اور جماعتیں کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ کے تحت رہیں گی۔

(۳) مختلف سُنّی تنظیموں کے باہمی اختلاف کی شکل میں کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ کی حیثیت ثالث اور حکم کی ہوگی۔

(۴) کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ کی جماعت کی تنظیم حسب ذیل ہوگی:

(ا) ہر شہر میں دار الافتاء قائم کرنا

(ب) ہر شہر میں دار القضاء قائم کرنا

(ج) ہر جگہ مکاتب و مدارسِ اسلامیہ قائم کرنا

(د) ہندوستان کے ہر شہر کے مفتی اور قاضی کا براہِ راست تعلق کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ سے ہوگا۔ [۱]

---

[۱] مسلمانوں کے قومی و مذہبی نزاعات کے فیصلہ کے لیے قاضی کی شرعی ضرورت چونکہ ہندوستان کی موجودہ سیکولر حکومت سے پورا ہونا ناممکن ہے۔ اس اہم ضرورت کو جماعت رضائے مصطفےٰ کی مرکزی حیثیت پورا کرے گی۔ فقیر قادری عفی عنہ

(۵) کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ کا انتخاب ہر پانچ سال بعد ہوا کرے گا

(۶) کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ کا مرکزی دفتر بریلی شریف ہی میں زیرِ نگرانی حضور مفتیٔ اعظم ہند دامت برکاتہم العالیہ رہے گا۔

(۷) ریلیف کمیٹی، مرکزی جماعت رضائے مصطفےٰ، بریلی شریف کی زیرِ نگرانی، ترمیمی اور تبدیلی کے کل اختیارات سرپرست و صدر کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ کو حاصل رہیں گے[1]

(ا) ریلیف کمیٹی، مرکزی جماعت رضائے مصطفےٰ، بریلی شریف کے علاوہ اور کوئی ریلیف کمیٹی قائم نہ ہو گی۔

(ا ا) ریلیف کمیٹی مرکزی جماعت رضائے مصطفےٰ کا کوئی انتخاب نہ ہوا کرے گا، بلکہ سرپرست و صدر کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ اپنے اختیاراتِ خصوصی سے نامزد فرمایا کریں گے۔

جبل پور کے اس کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ کے خصوصی اجلاس سے قبل امام احمد رضا کے عرس کے موقعہ پر ۲۶ صفر ۱۳۸۳ھ / ۱۸ جولائی ۱۹۶۳ء کو کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ کا مرکزی انتخاب عمل میں لایا گیا، جس میں برہان الملت حضرت مولانا برہان الحق جبل پوری کو کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ کا صدر اور جناب مولانا ابو الوفا فصیحی غازی پوری کو ناظمِ اعلیٰ منتخب کیا جا چکا تھا۔ اب اس جبل پور کے اجلاس میں بقیہ عہدیداران کا انتخاب عمل میں آیا۔

—— نائب صدر اول، جناب مولانا سید محمد مدنی میاں خلف الرشید محدثِ اعظم کچھوچھوی
—— نائب صدر دوم، جناب مولانا رفاقت حسین، احسن المدارس، کانپور
—— ناظم، مولانا علی محمد دھوراجی، راج پیپلا بھڑوچ، گجرات
—— نائب ناظم، جناب عبد الصمد مجنون، جبل پور

---

[1] اصل ماخذ ماہنامہ نوری کرن، بریلی، مجریہ نومبر ۱۹۶۳ء میں ۸ نمبر کتابت سے رہ گیا ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

ــــ نائب ناظم وخازن، سید حمایت رسول، نزد جامع مسجد، بریلی

علاوہ ازیں متعدد جلیل القدر علماء کرام کو کُل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ کی ورکنگ کمیٹی کا ممبر نامزد کیا گیا۔ [1]

اسی اجلاس میں سرپرست کُل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ، حضرت مفتیٔ اعظم اور صدر مولانا برہان الحق جبل پوری نے اپنے اختیارات سے سید حمایت رسول ریٹائرڈ گارڈ کو صدر ریلیف کمیٹی کُل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ نامزد فرمایا اور اسے اختیار دیا کہ وہ ایک ماہ کے اندر اپنی کابینہ کی تشکیل دے کر منظوری حاصل کریں۔ [2]

اس طرح حضرت مفتیٔ اعظم کی سرپرستی میں جماعت رضائے مصطفےٰ کی نشاۃِ ثانیہ نے اسلامیانِ ہند کی مذہبی و قومی اسلامی ضرورت کو پورا کر دیا۔

ہندوستان کی سیکولر حکومت اپنے دعویٰ لادینیت پر بھی قائم نہ رہی۔ نمائندگان کانگرس کی حکومت نے غیر جانبداری کو بالائے طاق رکھ دیا۔ مسلمانانِ ہند کے دینی، اقتصادی لسانی اور سیاسی حقوق کی پامالی کے واقعات اس قدر عام ہو گئے کہ جذبۂ ایثار رکھنے والے علماء نے محسوس کیا کہ ان کی ایک کُل ہند مرکزی و سیاسی تنظیم ہو جو مسلمانوں کے ہر قسم کے حقوق کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دے۔ چنانچہ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۳ھ / نومبر ۱۹۶۳ء کو آل انڈیا سُنّی جمعیت العلماء کانفرنس کا عظیم اجتماع کانپور میں ہونا قرار پایا۔ اس کانفرنس کی سرپرستی حضرت مفتیٔ اعظم نے فرمائی۔ کانفرنس کے انعقاد سے قبل آپ نے اس کی کامیابی کے لیے ایک عالمگیر پیغام شائع فرمایا۔ اس عالمگیر پیغام کی عبارت یہ تھی:

"نحمدہٗ ونصلّی علیٰ حبیبہ الکریم وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین۔

برادرانِ اہلِ سُنّت! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

---

[1] ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ مجریہ ۱۹۶۳ء، ص ۳۶، ۳۷

[2] ایضاً، ص ۳۷

یا قومنا اجیبوا داعی اللہ اے ہماری قوم! اللہ تعالیٰ کے داعی کی پکار پر لبیک کہو۔ آل انڈیا سُنی جمعیت العلماء کانفرنس مسلمانانِ ہند کی دینی، تعلیمی، اقتصادی، لسانی، اوقاف کے تحفظ کی خاطر سرزمین کانپور میں مورخہ ۱، ۲، ۳ نومبر ۱۹۶۳ء کو منعقد ہو رہی ہے، جس کی اطلاع اخبارات اشتہارات وغیرہا کے ذریعہ آپ تک پہنچ چکی ہوگی۔ یہ اہم کانفرنس ایسے موقعہ پر منعقد ہو رہی ہے جبکہ ملک کے اہلِ سنت جسم و جان سے گزر کر دین و ایمان کی سخت آزمائش میں مبتلا کیے جانے والے ہیں۔ الحاد، بد دینی پیہم شکستیں کھانے کے بعد اب حکومتِ وقت کا سہارا تلاش کر رہی ہے۔ اسلام کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے دشمنانِ ایمان مسلمانوں کے سکوت و سادگی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر دین و ملت کا سرِ بازار نیلام کر دینا چاہتے ہیں۔ پے درپے مسائل نے مسلمان اور آئندہ نسل کے دین و دنیا کو انتہائی خطرہ میں ڈال دیا ہے۔ ایسی نازک حالت میں آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کے زعماء کا شہر کانپور پر آل انڈیا سنی کانفرنس کا فیصلہ ملک کے مسلمانوں کے لیے ایک نیک فال اور بہت سی توقعات کا حامل رہے گا۔

جاں نثارانِ سُنیت! رہبرانِ قوم کے جذبۂ ایثار و افادیت کے ساتھ قوم کی صلاحیت استفادیت کا وجود انتہائی اہم ہے۔ ہزار آفتاب نیم روز اپنی پوری تابانی کے ساتھ آسمان پر جلوہ گر ہو، اگر ناعاقبت اندیش دو پہر کے وقت آنکھیں بند کر کے دوڑ رہے ہوں تو ٹھوکریں کھا کر بری طرح چور ہو جائیں گے۔ علماء اہلِ سنت مسلمانوں اور اُن کی نسل کے دین و دنیا کے تحفظ کی خاطر جذبۂ ایثار کے ساتھ میدان میں اُتر آئے ہیں۔ اب فرزندانِ ملتِ اسلامیہ کی ذمہ داریاں ہیں کہ بیدار ہو کر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کانفرنس کانپور کو سرمایہ لی

فراہمی اور کثیر تعداد میں شرکت سے پوری طرح کامیاب بنائیں اور سنی جمعیۃ العلماء
کی قیادت کو مستحکم کرنے کے لیے سارے ملک میں اس کی شاخوں کا جال بچھادیں
علماء اہل سنت سے بھی متوقع ہوں کہ سنی جمعیۃ العلماء سے وابستہ ہو کر صحت مند
دینی و دنیاوی راہنمائی سے قوم کو مستفیض فرمائیں۔ والسلام۔ فقط!
دعاگو، مصطفےٰ رضا قادری نوری رضوی غفرلہٗ [1]

آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کانفرنس کی قیادت جن علماء کرام کے ہاتھوں میں تھی، ان میں سے چند ایک کے اسماء گرامی یہ ہیں:

۔۔۔۔ مجاہدِ ملت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن کانپوری
۔۔۔۔ برہان الملت حضرت مولانا برہان الحق جبل پوری
۔۔۔۔ صدر العلماء حضرت مولانا سید محمد میاں شہزادہ محدثِ اعظم کچھوچھوی
۔۔۔۔ سید العلماء حضرت مولانا مفتی سید آلِ مصطفےٰ مارہروی [2]

بحمد اللہ تعالیٰ چار لاکھ کے پُرشکوہ مجمع نے ببانگِ دہل اعلان کیا کہ آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کانفرنس ہماری معتمد اور نمائندہ جماعت ہے۔ جمعیت علماء ہند، جو کانگرس کی ہم نوا اور دیوبندی وہابی ٹولہ ہے، اس کو مسلمانوں کی نمائندگی کا کوئی حق نہیں۔ [3]

اصلاحات کی آڑ میں مرکزی حکومتِ ہند نے مسلمانوں کے پرسنل لا ریں ایسی ترمیمات کرنے کا اعلان کیا جس سے مسلمانوں کی مذہبی شخصی آزادی شدید متاثر ہوتی۔ کانگرس کی ہمنوا جمعیت العلماء ہند اور ندوۃ العلماء لکھنؤ نے ان غیر اسلامی ترمیمات کی حمایت کی۔ اہل سنت، جو ہند کی کل مسلم آبادی میں سب سے بڑی اکثریت ہیں، کو یہ ترمیمات کسی حال میں قبول نہ تھیں۔ چنانچہ ان کی نمائندہ مذہبی

---

[1] ماہنامہ نوری کرن، بریلی، مجریہ نومبر ۱۹۶۳ء - ص ۳۵
[2] ایضاً، ص ۳۵
[3] ایضاً، مجریہ دسمبر ۱۹۶۳ء - ص ۳۵

اور سیاسی تنظیموں کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ اور آل انڈیا سنّی جمعیت العلماء ہند نے نہایت گونجدار اور موثر آواز میں ان غیر اسلامی ترمیمات کی مخالفت کی۔ عرس قادری رضوی بریلی کے موقع پر ۲۶ صفر ۱۳۸۳ھ / ۱۸ جولائی ۱۹۶۳ء کو حضرت مفتی اعظم کی سربراہی میں کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ نے ان ترمیمات کے خلاف ایک قرارداد متفقہ طور پر منظور کی۔ بعد میں آپ کی سربراہی میں ہونے والے آل انڈیا سنّی جمعیت العلماء کے کانپور کے اجلاس میں ان ترمیمات کے خلاف موثر آواز اٹھائی۔ [۱]

۱۳۹۶-۹۷ھ / ۱۹۷۶-۷۷ء کا دور اسلامیانِ ہند کے لیے ایک بھیانک طوفان کا دور تھا۔ حکومت نے نس بندی کے جواز کے لیے مفتیان کو ترغیب و ترہیب سے مائل کرنے کی مہم شروع کی۔ کانگرس کے حامی مفتیان نے اس کے جواز کا فتویٰ جاری کر دیا۔ ریڈیو اور اخبارات کے ذریعے ان فتاوٰی کی خوب تشہیر کی۔ ہندوستان کا مسلمان اب ایسے نازک موڑ پر پہنچ چکا تھا، جہاں ہر طرف تاریکی ہی تاریکی تھی۔ پوری قوم ایسے میر کارواں کی تلاش میں تھی جو اسے سہارا دے۔ ایمان و اعتقاد کی اُجڑتی ہوئی کھیتی کو لالہ زار بنا دے۔ اس حال میں پاسبانِ ناموسِ رسالت، مجاہدِ ملت، اہلِ سنّت کے تاجدار حضرت مفتی اعظم اپنے علمی و رُوحانی وقار سے جابر حاکم کے سامنے کلمۂ حق کہنے کھڑے ہوئے۔ آپ نے بے باکی اور حق گوئی سے کام لیتے ہوئے فتویٰ جاری کیا: "نس بندی حرام ہے، حرام ہے، حرام ہے۔"

چونکہ ذرائع ابلاغ پر حکومت کے آہنی پنجوں کا مضبوط قبضہ تھا۔ ان کو اشاعت کا ذریعہ بنانا ممکن نہ تھا۔ آپ نے حکومت کے خلاف فتویٰ عدمِ جواز نس بندی کو سائیکلو سٹائل کرا کے ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیلا دیا۔ اندیشۂ سُود و زیاں سے بے نیاز حضرت مفتی اعظم کے جرأت مندانہ اقدام سے دینِ مصطفےٰ کی حفاظت کا ذریعہ بن گیا اور ظالم و جابر حاکم ایمرجنسی

---

[۱] (الف) ماہنامہ نوری کرن، بریلی ـ مجریہ ستمبر ۱۹۶۳ء، ص ۲۹

(ب) ایضاً، ،، ،، نومبر ۱۹۶۳ء، ص ۴۰

کے دور میں آپ کے فتوٰی کے مقابل بے بس ہو کر رہ گیا۔ نس بندی کے خلاف فتوٰی جاری کرنے اور اسے شائع کرنے کی بنا پر ضلع کلکٹر نے مسلح فورس کے ساتھ حضرت مفتیٔ اعظم کی محبوسی کے لیے سخت ہدایات جاری کر دیں، لیکن ایک صوبائی وزیر اور سابق اسپیکر صوبہ یوپی نے مرکزی حکومت سے رابطہ قائم کر کے صورتِ حال سے آگاہ کیا اور کہا کہ اگر حضرت مفتیٔ اعظم کو گرفتار کیا گیا، تو پورے ملک میں بے چینی اور تشدد کے واقعات رونما ہوں گے۔ دیگر ذرائع نے بھی مرکزی حکومت کو یہی خبر دی کہ حضرت مفتیٔ اعظم کی گرفتاری سے حالات مزید ابتر ہو جائیں گے۔ اس لیے کہ وہ کسی حال میں بھی اپنا فتوٰی واپس نہیں لیں گے۔ اس پر مرکزی حکومت نے مداخلت کی اور بریلی کی انتظامیہ کو ہدایت کی کہ گرفتاری کے احکام ختم کر دیئے جائیں[1] کچھ دنوں بعد وہ حکومت خود بخود ختم ہو گئی۔

امام احمد رضا کے خلفِ اصغر دورِ حاضر کے عظیم قائد، ولیٔ کامل، عارف باللہ حضرت مفتیٔ اعظم کی ہمہ گیر شخصیت کو دیکھنے کے بعد، امام احمد رضا کے خلیفہ اور حضرت مفتیٔ اعظم کے استاذِ گرامی مولانا شاہ رحم علی منگلوری ( ) کی استخراج کردہ آپ کے مادہ تاریخِ ولادت: طبیبِ دین احمد مجدِ ابن مجددِ اعظم = ۱۳۱۰ھ[2] کی پیش گوئی حرف بحرف پوری نظر آتی ہے۔

حضرت مفتیٔ اعظم قدس سرہ اوّلاً تو کسی سے نذرانہ قبول نہ فرماتے اور اگر یہ دیکھتے کہ نذرانہ پیش کرنے والے کی دل شکنی ہو رہی ہے، تو قبول فرما لیتے اور اُسے واپس کرتے ہوئے

---

[1] (ا) ماہنامہ استقامت کانپور۔ مجریہ مئی ۱۹۸۳ء۔ ص ۱۰۶، ۱۲۷، ۲۹۰

(ب) پندرہ روزہ رفاقت، پٹنہ۔ مجریہ ۱۵ دسمبر ۱۹۸۱ء۔ ص ۱۶

(ج) روشن ستارے، مرتبہ مولانا محمد اعظم نوری ٹانڈوی، مطبوعہ بریلی (۱۹۷۷ء)

(د) مفتیٔ اعظم ہند، مرتبہ عبدالنعیم عزیزی، مطبوعہ بریلی، بار ششم،

[2] ماہنامہ استقامت، کانپور۔ مجریہ مئی ۱۹۸۳ء۔ ص ۱۹۷

ارشاد فرماتے کہ اب میں آپ کی نذر کرتا ہوں، آپ میری طرف سے قبول فرمائیں۔

ایک مرتبہ جامعہ حمیدیہ، بنارس کے جلسہ دستارِ فضیلت کے موقعہ پر بذریعہ کار جبل پور سے تشریف لے گئے۔ ارکانِ جامعہ نے سوچا کہ سینکڑوں کلومیٹر کا سفر کر کے تشریف لائے ہیں۔ پٹرول وغیرہ کا کافی خرچ ہوا ہوگا، لہٰذا پانچ سو روپے کی رقم پیش کرنا چاہی۔ ہزار کوشش کے باوجود آپ نے یہ نذر قبول نہ کی۔ لوگوں نے سوچا کہ اس طرح تو حضرت کا نقصان ہوگا، تو مختلف لوگوں میں رقم تقسیم کردی گئی۔ یہ لوگ فرداً فرداً مصافحہ کرنے لگے اور نذرانہ پیش کرنے لگے۔ حضرت نے سب کی رقم قبول فرمانے کے بعد فرمایا: "میں اس رقم کو جامعہ کے لیے وقف کر رہا ہوں۔ اس کی تعمیر میں اس کو صرف کردیا جائے۔ [1]

جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کی تقریبِ سنگِ بنیاد پر آپ تشریف فرما ہوئے۔ بنیاد رکھنے کے بعد دعا فرمائی۔ سارے مجمع پر رقت انگیز کیفیت طاری ہوگئی۔ محسوس ہونے لگا کہ انشاء اللہ عمارت مکمل ہوگئی۔ تیسرے روز جب آپ واپس ہونے لگے تو عالم ارشد القادری نے جامعہ کی طرف سے کچھ پیش کرنا چاہا۔ حضرت مفتیٔ اعظم نے دریافت فرمایا: "یہ کیا ہے؟" ان کے منہ سے جلدی میں نکل گیا: "یہ کرایہ ہے" حضرت نے فرمایا:

"میں کرایہ کا مولوی نہیں ہوں۔" [2]

گوناگوں مصروفیت کے باوجود حضرت مفتیٔ اعظم نے مختلف مذہبی موضوعات پر کثیر تصانیف کا ایک گراں قدر ذخیرہ چھوڑا ہے۔ یہ تصانیف اپنے موضوع پر مدلل ہیں۔ آپ کی تحریر عالمانہ اور پُرکشش ہوتی ہے۔ الفاظ کا برمحل استعمال ایسا کہ کسی ایک کو آگے پیچھے کرنا ممکن نہیں رہتا۔ آپ کی تصانیف یہ ہیں:

---

[1] مولانا مرغوب حسن قادری، دیباچہ سامانِ بخشش، مطبوعہ بنارس (۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء) بحوالہ حیاتِ مبارک مفتیٔ اعظم، مرتبہ مولانا عرفان الحق سنبھلی، مطبوعہ بریلی (۱۹۸۰ء) ص ۱۹، ۲۰

[2] پندروزہ رفاقت، پٹنہ - مجریہ ۱۵ دسمبر ۱۹۸۱ء - ص ۲

۱- سامانِ بخشش
۲- فتاوٰی مصطفویہ
۳- الموت الاحمر
۴- وقایہ اہلِ سنّت عن مکر دیوبند والفتنہ
۵- مقتل اکذب اجہل
۶- مقتل کذب وکید
۷- النکتہ علیٰ مراء کلکتہ
۸- الملفوظ (ہر چہار جلد)
۹- ادخال السنان
۱۰- کشف ضلال دیوبند
۱۱- وقعات السنان
۱۲- الکاوی فی العاوی
۱۳- القشم القاصم
۱۴- اشد الباس
۱۵- نور العرفان
۱۶- وہابیہ کی تقیہ بازی
۱۷- القول العجب
۱۸- القسورہ
۱۹- سیف الجبار
۲۰- طرق الہدیٰ
۲۱- تنویر الحج [1]
۲۲- طرد الشیطان (عمدۃ البیان)
۲۳- حجۃ واہرۃ بوجوب حجۃ الحاضرۃ
۲۴- ہشتاد بید و بند بر مکال دیوبند
۲۵- نفی العار من معائب المولوی عبد الغفار
۲۶- حواشی و تکمیلات الاستمداد
۲۷- ترتیب فتاوٰی رضویہ جلد دوم
۲۸- حواشی و فوائد فتاوٰی رضویہ حصّہ سوم [2]

حضرت مفتی اعظم کو شاعری ورثہ میں ملی۔ زبان اُن کے گھر کی باندی ہے۔ آپ نے حمد، نعت اور منقبت سب کچھ کہا ہے۔ ہر ایک میں رنگِ تغزل جھلملاتا ہے۔ رس اور نغمگی پڑھنے اور سننے والوں کو مسحور کر دیتی ہے۔ لطافت، صداقت، گہرائی، بلند فلسفہ اور بلاغت اشعار کی جان ہیں۔ نوری تخلص فرماتے تھے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

---

[1] پندرہ روزہ رفاقت، پٹنہ، ۱۵ دسمبر ۱۹۸۱ء، ص ۶ (مضمون مولانا حسن رضا خاں، ایم اے، پٹنہ)

[2] مفتی اعظم ہند، مؤلفہ عبد النعیم عزیزی بلرامپوری، مطبوعہ بریلی (بار ششم) ص ۶۴، ۶۵

نغمۂ نعت

کون کہتا ہے آنکھیں چرا کر چلے
کب کسی سے نگاہیں بچا کر چلے

کون اس سے نگاہیں لڑا کر چلے
کس کی طاقت جو آنکھیں ملا کر چلے

وہ حسیں کیا جو فتنے اٹھا کر چلے
ہاں حسیں تم ہو فتنے مٹا کر چلے

رب کے بندوں کو رب سے ملا کر چلے
جلوۂ حق وہ ہم کو دکھا کر چلے

مَن رَاٰنِی رَاَ الحق سنا کر چلے
میرا جلوہ ہے حق کا جتا کر چلے

شب کو شبنم کی مانند رو بائے
صورتِ گل وہ ہم کو ہنسا کر چلے

منقبت حضور غوثِ اعظم

تجلی نورِ قدم غوثِ اعظم — ضیائے سراج الظلم غوثِ اعظم
نہیں لاتا خاطر میں شاہوں کو شاہا — ترا بندۂ بے درم غوثِ اعظم
ترا ایک قطرہ عوالم نما ہے — نہیں چاہیئے جامِ جم غوثِ اعظم
ترا حسن نمکیں بھرے زخم دل کے — بنہ مرہمے بر دلم غوثِ اعظم

تمہارے کرم کا ہے نوری بھی پیاسا
ملے یم سے اس کو بھی نم غوثِ اعظم

دیگر فنون کی طرح آپ فن تاریخ گوئی میں بھی اپنے زمانہ میں بے مثل تھے۔ آپ کی تصانیف کے نام تاریخی ہیں۔ بہت سے لوگ اپنے پیدا ہونے والے بچوں کے نام آپ سے دریافت کرتے، آپ فوراً نام بتا دیتے۔ حساب کرنے پر معلوم ہوتا کہ آپ کا بتایا ہوا نام تاریخی ہے۔

حضرت شیخ المحدیث قدس سرہ کے وصال (۱۳۸۲ھ) پر صوفی اقبال احمد بریلوی نے اپنے ماہنامہ نوری کرن کا خاص نمبر "محدثِ اعظم پاکستان" شائع کیا۔ اس کے لیے انہوں نے حضرت مفتیٔ اعظم سے "تاریخِ وصال" کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا: کل صبح بعد نماز فجر آنا۔ صوفی صاحب دوسرے روز فجر کی نماز کے بعد حاضر ہوئے۔ آپ اس وقت وظیفہ میں مشغول تھے انہیں اشارہ سے بیٹھنے کو فرمایا۔ بعد فراغتِ وظیفہ ایک کاغذ لیا اور صرف بیس منٹ میں لوحِ تاریخِ وصال لکھ کر عطا کر دی۔ اس لوح میں اکیس تاریخی مادے ہیں[1] یہ لوحِ تاریخِ وصال، آپ کے وصال کے باب میں درج ہے۔

حضرت مفتیٔ اعظم کا حلقۂ ارادت بہت وسیع ہے۔ پوری دنیا میں آپ کے مریدین موجود ہیں، یہاں تک کہ حرمین شریفین میں بھی ان کے مرید ہیں۔ وہاں کچھ خدام حضرت کے مریدوں میں شامل ہیں۔ درگاہ اجمیر مقدس کے جامع مسجد کے امام و خطیب بھی آپ سے بیعت ہیں اور درگاہ شریف کے بہت سے شاہزادے حضرت مفتی اعظم کے مرید ہیں۔ کچھ حضرات کو آپ سے خلافت بھی ہے۔

خود حضرت کے شیخ طریقت حضرت سید ابوالحسین نوری میاں مارہروی قدس سرہ کے خانوادے کے کچھ شہزادگان اور شہزادیاں بھی حضرت کے دست حق پرست پر بیعت ہیں۔ ہرچند حضرت منع فرماتے رہے کہ جو کچھ مجھے ملا ہے، آپ ہی کے در سے ملا ہے، مگر وہ لوگ باصرار آپ سے بیعت ہوئے۔

ایک محتاط اندازے کے مطابق آپ کے مریدین کی تعداد سوا کروڑ ہے۔ ان میں بڑے بڑے

---

[1] مفتیٔ اعظم ہند، مؤلفہ عبدالنعیم عزیزی، مطبوعہ بریلی، ص ۵۳، ۵۴

علماء، صلحاء، مشائخ، ادباء، شعراء، مدبرین، مفکرین، قائدین، دانشور اور پروفیسر بھی شامل ہیں اور وہ حضرت کی غلامی پر فخر محسوس کرتے ہیں۔

آپ کے خلفاء کی تعداد اتنی ہے، جتنی بڑے بڑے پیروں کے مریدوں کی یہ تعداد ہزاروں میں ہے۔ حضرت مفتیٔ اعظم کے چند مشاہیر خلفاء کے نام حسب ذیل ہیں،

حرمین شریفین، حضرت سید عباس علوی، حضرت سید نور محمد

حضرت سید محمد امین

امریکہ، حضرت غفران صدیقی

لنڈن اور افریقہ، حضرت مولانا محمد ابراہیم خوشتر

ھالینڈ، حضرت مولانا بدر القادری

پاکستان، حضرت مولانا قاری مصلح الدین، حضرت مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی

حضرت مولانا غلام سرور قادری، حضرت مولانا مفتی سید محمد افضل حسین مونگیری

حضرت مولانا تراب الحق، حضرت مولانا مراتب علی

حضرت مولانا عبد الوہاب، حضرت مولانا غلام رسول، فیصل آباد

حضرت مولانا مفتی محمد حسین نعیمی،

ھندوستان، حضرت مولانا محمد ابراہیم رضا بریلوی

حضرت مولانا ساجد علی خاں، حضرت مولانا تحسین رضا خاں

حضرت مولانا ریحان رضا خاں، حضرت مولانا اختر رضا خاں

حضرت مولانا مفتی شریف الحق امجدی، حضرت مولانا مفتی قاضی عبد الرحیم

حضرت مولانا عبد الحفیظ، حضرت مولانا مفتی عبد المنان

حضرت مولانا ارشد القادری، حضرت مولانا مشتاق احمد نظامی

حضرت مولانا مظہر ربانی، حضرت مولانا حاجی مبین الدین

حضرت مولانا غلام جیلانی اعظمی، حضرت مولانا جلال الدین احمد
حضرت مولانا بدر الدین، حضرت مولانا نسیم بستوی
حضرت مولانا مفتی محمد اعظم، حضرت مولانا صوفی اقبال احمد
حضرت مولانا راز الہ آبادی،

ان میں بہت سے حضرات کو خلافت و اجازت و عملیات و تعویذات وغیرہ کرنے اور لکھنے کی بھی اجازت ہے۔ [1]

علم و فضل کا کوہِ وقار، شریعت و طریقت کا نیرِ تاباں، صدر بزم اولیاء، سرتاج کملاء، فاضلین حضرت مفتی اعظم مولانا محمد مصطفےٰ رضا نوری اکانوے برس کی عمر میں مختصر علالت کے بعد ۱۴ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ / ۱۲ نومبر ۱۹۸۱ء رات ایک بج کر چالیس منٹ پر کلمہ شریف کا

---

[1] مفتی اعظم ہند، مرتبہ عبد النعیم عزیزی، مطبوعہ بریلی، بار ششم (۱۹۸۱ء) ص ۱۱۴، ۱۱۵

نوٹ: راقم السطور فقیر قادری نے رجب ۱۳۸۴ھ / دسمبر ۱۹۶۴ء میں ایک عریضہ کے ذریعے حضرت مفتی اعظم سے چند معروضات پیش کیں۔ اس عریضہ کا جواب ۲ رمضان المبارک ۱۳۸۴ھ کو آپ نے کاتب سے یہ لکھوایا،

"برادرِ دینی و یقینی مولانا المکرم زید لطفہٗ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
طالب خیر بخیر و عافیت۔ محبت نامہ تشریف لایا۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کو دین پر مستقیم رکھے۔
علم نافع عمل صالح سے نوازے اور برکاتِ دینی و دُنیاوی سے مالا مال فرمائے۔ آمین!
علی برکۃ اللہ تعالیٰ آپ کو دلائل الخیرات شریف، شمع شبستان رضا و مجموعہ اعمال کی اجازت ہے۔ مولا تعالیٰ آپ کو اور آپ سے دوسرے اہل سنت کو اس سے نفع بخشے، آمین! ماہِ مبارک سے کچھ پہلے سفر سے آیا ہوں ڈاک بہت جمع ہے۔ جواب دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔"
خط کے آخر میں حضرت مفتی اعظم نے اپنے قلم خاص سے لکھا،
"میں آپ کو علی برکۃ المولیٰ تعالیٰ اجازت قرآن و اجازتِ حدیث و اجازت سلاسل و مجموعہ اعمال و اذکار و اشغال دیتا ہوں۔ فقیر مصطفےٰ رضا قادری غفرلہ۔ شب ۲ رمضان ۸۴ھ"

وِرد کرتے ہوئے اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے ـــــ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۰
آپ کے وصال پُرملال کی خبر دُنیا کے مشہور ریڈیو سٹیشنوں نے نشر کی۔ اگلے روز نمازِ جمعہ
کے بعد اسلامیہ کالج کے وسیع میدان میں حضرت مولانا سیّد مختار اشرف سجادہ نشین کچھوچھہ
نے ساڑھے تین بجے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ نمازِ جنازہ میں پچیس لاکھ افراد نے شمولیت کی۔
اخباری نمائندوں اور دیگر سیاح صفت لوگوں کا کہنا ہے کہ ایسا جمِ غفیر جو مفتیٔ اعظم کے جنازہ
میں تھا، کئی سو برسوں میں کسی جنازے میں نظر نہیں آیا اور نہ ہی کسی بڑے سے بڑے شاہی جلوس
میں دیکھنے میں آیا۔ چشمِ فلک نے ایک وقت اور ایک ہی مقام پر اتنا بڑا اجتماع کم دیکھا ہوگا۔[1]
بقیۃ السلف حضرت سیّد شاہ محمد قائم رضوی چشتی قتیل زیبِ آستانہ عالیہ داناپور
(بھارت) کا قطعہ تاریخ یوں ہے:

بحر بیست سال "سوئے بہشت بزرگ قصر"
۱۴۰۲ھ
"پرواز کرد مفتیٔ اعظم" بہ عیسوی سنت
۱۹۸۲ء

---

[1] سفرِ آخرت کے احوال وکیفیات معلوم کرنے کے لیے ملاحظہ ہو:
مفتیٔ اعظم ہند، مرتبہ عبدالنعیم عزیزی (بارِ ششم) ضمیمہ: ص ۱۶ تا ۸۰

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی

امام احمد رضا کے بڑے صاحبزادے مولانا حامد رضا بریلوی قدس سرہٗ ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء میں بریلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام محمد ہے، جو تاریخی نام ہے۔ عرف حامد رضا اور حجۃ الاسلام اور امام الاولیاء القاب ہیں۔ والد ماجد امام احمد رضا سے درسیات کی تکمیل کی۔ علوم نافعہ، اصول، منقول و معقول سے فیض یاب ہوئے۔ یہاں تک کہ اکابر علماء نے آپ کی استعداد اور لیاقت کا اعتراف کیا ہے۔ اُنیس برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے۔ عربی زبان و ادب پر بڑا عبور حاصل تھا۔ برس ہا برس دارالعلوم منظر اسلام بریلی میں درسِ حدیث و تفسیر دیا۔ دارالعلوم منظر اسلام کے مہتمم ہوئے۔ آپ کا درس بیضاوی، شرح عقائد نسفی، شرح چغمینی بہت مشہور تھا۔ تقریر ایسی فرماتے جو آسانی سے طلباء کے ذہن نشین ہو جاتی۔ فقہی مسائل حل کرنے اور فتاوٰی تحریر کرنے میں بھی بہت ملکہ حاصل تھا، بلکہ بعض علماء کو فقہ کی مشہور و معتبر اور متداول کتاب دُرِمختار کا بھی درس دیا کرتے تھے۔

حضرت مخدوم شاہ سید ابوالحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہ سے بیعت و خلافت تھی۔ والدِ گرامی نے جمیع سلاسل کی خلافت و اجازت دی۔ علم و فضل میں اپنے والد ماجد کے آئینہ تھے۔ اسی حقیقت کو امام احمد رضا نے یوں بیان فرمایا ہے ؎

اَنَا مِنْ حَامِدٍ حَامِدٌ رِضَا مِنِّیْ کے جلوؤں سے
بِحَمْدِ اللہِ رِضَا حَامِدٌ اور حامد رضا تم ہو

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا کی سند برکۃ المصطفٰے فی الہند شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ تک بطریقِ ذیل ہے:

امام حجۃ الاسلام رضی اللہ عنہ عن السید السند
المولی الکریم مولانا الشاہ ابی الحسین احمد النوری
عن جدہ الکریم المولی الکریم مولانا السیّد آل الرسول
المارہروی عن عمہ العارف الکامل مولانا الشاہ السیّد
آل احمد المارہروی عن استاذہ الکریم مولانا السیّد
النقی النقی الشاہ آل محمّد المارہروی عن البارع
الکامل السیّد طفیل محمّد عن الاستاذ الکامل البارع
الاورع السیّد فخر الدّین البلجرامی عن استاذہ
الشیخ الافخم عدیم العدیل فی عصرہ مولانا الشیخ
نور الحق عن ابیہ الکامل المحقق المحدّث مولانا
الشیخ عبد الحق الدھلوی قدس اللہ اسرارھم[1]

دارالعلوم منظرِ اسلام، بریلی کا اجرا ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں ہوا۔ اس کی تقریب یُوں ہوئی کہ مولوی غلام یٰسین خام سرائی دیوبندی نے اہل سُنّت کے رُوپ میں امام احمد رضا کی حمایت و تائید میں بریلی میں مصباح التہذیب کے نام سے مدرسہ قائم کیا۔ اس مدرسہ میں مولانا محمد ظفر الدین بہاری بطورِ طالب علم داخل ہوگئے اور امام احمد رضا کی خدمت میں بھی حاضر ہوتے رہتے۔ انہی کے ذریعے یہ بات ظاہر ہوئی کہ مولوی غلام یٰسین دربردہ دیوبندی ہے ۔ مولانا محمد ظفر الدین بہاری نے امام احمد رضا کے برادرِ خورد مولانا حسن رضا اور خلفِ اکبر مولانا حجۃ الاسلام کو ہم خیال کرکے حضرت مولانا حکیم سید محمد امیر اللہ بریلوی کو ان کی سیادت کے پیشِ نظر منتخب کیا کہ امام احمد رضا، سید ہونے کی وجہ سے ان کی بات نہ ٹالیں گے ——— حضرت

[1] ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ، مجریہ ۱۸ رجمادی الاولی ۱۳۷۹ھ، ص ۵،۶
مضمون مفتی محمد اعجاز ولی رضوی بریلوی

حکیم موصوف نے سب کی طرف سے امام احمد رضا سے مدرسہ قائم کرنے کی درخواست پیش کی امام احمد رضا نے اپنی تصنیفی مصروفیات کی وجہ سے معذرت کر دی۔ تب حکیم موصوف نے کہا کہ قیامت کے دن اگر پوچھا گیا کہ بریلی میں دیوبندیت کو کس نے فروغ دیا تو میں آپ کا نام لوں گا۔ امام احمد رضا نے دریافت فرمایا، وہ کیونکر ؟ حکیم موصوف نے فرمایا کہ آپ مدرسہ قائم نہیں کرتے اس لیے ——— امام احمد رضا نے فرمایا، "میں اپنی تصنیفی مصروفیات کی بنا پر چندہ کی فراہمی اور انتظامی امور کی دیکھ بھال نہیں کر سکتا۔ حکیم موصوف نے فوراً عرض کیا، ہم لوگ مدرسہ قائم کرتے ہیں، آپ تائید فرما دیں ——— چنانچہ رحیم یار خاں کے مکان پر مولانا محمد ظفر الدین اور مولانا عبدالرشید عظیم آبادی دو طلبہ سے مدرسہ کا افتتاح ہوا۔ امام احمد رضا نے بخاری شریف کا درس دیا۔ منظرِ اسلام مدرسہ کا تاریخی نام (۱۳۲۲ھ) مولانا حسن رضا نے تجویز فرمایا اور مولانا حسن رضا پہلے مہتمم مقرر ہوتے ہیں[1] بعد ازاں امام احمد رضا مہتمم ہوئے۔ عالم اسلام کا یہ بے مثال عالم نہ صرف تدریس کے فرائض سر انجام دیتا، بلکہ یہاں کے طلبہ کو، جو پاک و ہند کے گوشے گوشے اور بیرونی ممالک سے آتے تھے، اپنی جیبِ خاص سے نوازتا، اُن کے لیے خاص اہتمام فرماتا۔ عید کی تقاریب پر طلبہ کے نئے نئے کھانے پکواتا، جو ان کے مرغوب اور دل پسند ہوتے، انہیں کھلا کر مسرت محسوس کرتا تھا۔

منظرِ اسلام کی آمد و خرچ کی ایک ایک پائی کا حساب رکھا جاتا۔ کثرتِ کار کی وجہ سے امام احمد رضا کے لیے مدرسہ کا اہتمام جب مشکل ہو گیا تو اپنے خلفِ اکبر مولانا حامد رضا بریلوی کو مدرسہ کا مہتمم بنا دیا[2]

حجۃ الاسلام قدس سرہ کو علم و فضل اور ادب و تفقہ میں وہ ملکۂ تام حاصل تھا کہ بڑے

---

[1] تذکرۂ علمائے اہل سنت، مرتبہ مولانا محمود احمد قادری، کانپوری مطبوعہ خانقاہ قادریہ اشرفیہ اسلام آباد (بہار) ص ۱۱۰، ۱۱۱

[2] (ا) حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی، مؤلفہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔ ص ۲۱۲

(ب) اُجالا، مؤلفہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، ص ۲۷، ۳۱

بڑے علماء دیکھ کر عش عش کر اُٹھتے تھے ۔ فی البدیہہ عربی میں قصائد و نظم کی تدوین تو معمولی بات تھی ۔ آپ کے عربی ادب پر مہارت کے چند واقعات مولانا مفتی محمد اعجاز ولی بریلوی شیخ الجامعہ جامعہ داتا گنج بخش، لاہور نے لکھے ہیں ۔ مولانا موصوف لکھتے ہیں :

"مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ۱۳۴۲ھ (۱۹۲۴ء) میں حجازِ مقدس کے وزیر دفاع حضرت سید حسین دباغ رحمۃ اللہ علیہ اُن مظالم کا ذکر کر رہے تھے جو اہلِ حرمین و مقابر مطہرہ پر کیے جا رہے تھے اور حضرت امام حجۃ الاسلام قدس سرہ ان کے ساتھ برجستگی کے ساتھ عربی میں گفتگو فرما رہے تھے ۔ چنانچہ خود حضرت سید حسین دباغ نے فرمایا کہ "میں نے اکناف و اطراف ہند میں دورہ کیا، مگر ایسی تیز اور نفیس و سلیس عربی بولنے والا دوسرا نظر نہ آیا" اسی طرح ایک مرتبہ ترکی سے سید محمد مالکی تشریف لائے، گفتگوئیں ہوئیں، بڑی مسرت کا اظہار فرمایا اور یہی فرمایا کہ طول و عرض ہند میں ان جیسا کوئی عربی بولنے والا نہ ملا ۔" [1]

مولانا سید ریاض الحسن نیر خطیب حیدر آباد (برادر حضرت سید محمد مرغوب اختر الحامدی) اپنے ایک مضمون میں آپ کے علم و فضل اور عربی زبان و بیان میں دسترس کے بارے میں لکھتے ہیں :

"حضور کا علمی فضل و کمال مہر منیر کی طرح درخشاں و تاباں ہے ۔ مدینہ طیبہ میں شیخ عبدالقادر طرابلسی سے مباحثہ اور شیعی مجتہد سے گفتگو دو عظیم گواہ موجود ہیں ۔ مجھ سے مولانا محمد اسلام صاحب سنبھلی زید مجدہم نے بیان فرمایا کہ حضرت صدر الافاضل اُستاذ العلماء مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضور جب اجمیرِ مقدس تشریف لے گئے، تو جناب مولانا معین الدین صاحب اجمیری نے زبانِ عربی میں حضرت سے کچھ سوالات کیے جن کا حضور نے برجستہ عربی اشعار میں جواب دیا اور اس کے بعد حضرت صدر الافاضل جیسی شخصیت نے اعتراف فرمایا

---

[1] ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ، ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ / ۲۰ نومبر ۱۹۵۹ء، ص ۵

کہ عربی زبان کا ماہر میں نے حضرت جیسا کسی کو نہ دیکھا۔" [1]

حجۃ الاسلام عربی زبان پر ایسی دسترس رکھتے تھے کہ اپنے والد ماجد امام احمد رضا کی تصانیف جلیلہ الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیہ (۱۳۲۳ھ) اور کفل الفقیہ الفاہم (۱۳۲۳ھ) کی عربی زبان میں تمہیدات قلم برداشتہ لکھیں اور امام احمد رضا نے حرمین طیبین اور عالم اسلام کے جلیل القدر علماء کو جو علمی سندات دیں، ان کو ترتیب دیا۔ ان پر مقدمہ لکھا۔ اس سلسلہ میں دو شواہد پیش خدمت ہیں:

مولانا سید ریاض الحسن نیر خطیب حیدر آباد لکھتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسائل مبارکہ الدولۃ المکیۃ اور کفل الفقیہ الفاہم کی تمہیدات بزبان عربی حضور نے قلم برداشتہ تحریر فرمائیں جو خود اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت پسند آئیں، ستائش فرمائی اور داخل رسائل فرمانے کا اذن دیا۔" [2]

مولانا محمد عبد الحکیم اختر شاہ جہاں پوری لکھتے ہیں:

"مذکورہ بعض سندوں اور اجازتوں نیز علمائے حرمین کے چند مکتوبات کی نقول کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے خلف اکبر یعنی حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۲ء) نے "الاجازات المتینہ لعلماء بکۃ والمدینۃ" کے تاریخی نام سے جمع کیا۔" [3]

تدریس اور تحریر کی طرح حجۃ الاسلام کی تقریر بھی ایسی مدلل اور موثر ہوتی کہ حاضرین پر

---

[1] ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ۔ ۱۶ رجمادی الاولیٰ ۱۳۷۸ھ۔ ص ۴

نوٹ: شیخ عبد القادر طرابلسی سے عربی میں گفتگو مدینہ منورہ میں ہوئی، جبکہ آپ اپنے والد ماجد کے ہمراہ ۱۳۲۳ھ کو حج کے لیے حرمین طیبین میں حاضر ہوئے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، الملفوظ، حصہ دوم، مطبوعہ کراچی، ص ۲۷

[2] ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ۔ ۱۶ رجمادی الاولیٰ ۱۳۷۸ھ۔ ص ۴

[3] رسائل رضویہ، جلد دوم (تقدیم) مطبوعہ مکتبہ حامدیہ، لاہور (۱۳۹۶ھ) ص ۵۴

نوٹ: مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ، ۱۸ رجمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ ص ۳

رقت طاری ہوجاتی۔ مجمع پر عجیب کیفیت طاری ہوجاتی۔ کئی بدمذہب تائب ہوجاتے اور غیر مسلم دولتِ اسلام سے مالا مال ہوجاتے۔ عیدالاسلام مولانا عبدالسلام قادری، مولانا عبدالباقی بُرہان الحق اور دیگر اہلِ جبل پور (بھارت) کے پُرزور اصرار پر امام احمد رضا جبل پور جلوہ فرما ہوئے حجۃ الاسلام ہمراہ تھے۔ وہاں کے احباب نے اس موقع پر ایک عظیم الشان جلسہ کا اہتمام کیا۔ اس جلسہ میں پہلی مدلل اور جامع تقریر حضرت حجۃ الاسلام کی ہوئی۔ مجمع پر بہت اثر ہوا۔ دورانِ تقریر امام احمد رضا جلسہ گاہ میں تشریف فرما ہوئے اور آپ نے خلفِ اکبر کی تقریر سُنی، مسرت کا اظہار فرمایا۔ داد دی اور کلماتِ تحسین فرمائے۔ [1]

یہ امر ملحوظِ خاطر رہے کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے حضور تقریر کرنا ہر عالم کے بس کی بات نہیں۔ ان کے ہاں تو ایک ایک لفظ پر شرعی گرفت کا خوف رہتا تھا۔

حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے فرقِ باطلہ سے متعدد مناظرے کیے، جن میں بفضلہٖ تعالیٰ آپ نے ہمیشہ فتح پائی۔ لاہور کا فیصلہ کن مناظرہ آپ کا تاریخی مناظرہ تھا۔ شوال المکرم ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۴ء کو انجمن حزب الاحناف لاہور کی طرف سے مسجد وزیر خاں میں یہ فیصلہ کن مناظرہ ہونا قرار پایا۔ علماء دیوبند کی طرف سے مولوی اشرف علی تھانوی مناظر مقرر ہوئے اور اہلِ سنت کی طرف سے حجۃ الاسلام مناظر مقرر ہوئے۔ قرار پایا کہ حفظ الایمان، براہینِ قاطعہ اور تحذیر الناس کی متنازعہ فیہ عبارات پر فیصلہ کن گفتگو کی جائے۔

حجۃ الاسلام نے جو مکتوب مولوی اشرف علی تھانوی کو مناظرہ کی اطلاع کا لکھا، وہ یہ ہے:

"بخدمت وسیع المناقب جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی بداکم المولیٰ تعالیٰ

السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔ انجمن حزب الاحناف، لاہور کے جلسہ کے موقع پر دیابنہ نے مناظرہ کی آمادگی کے اعلان شائع کیے اور دقت پر مناظرہ ملتوی کرایا اور مولوی ابوالوفا شاہجہانپوری و مولوی منظور سنبھلی وغیرہ کے اتفاق

---

[1] ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ۔ ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ / ۲۰ نومبر ۱۹۵۹ء ص ۳

سے میرا آپ کا مناظرہ طے اور قرار دیا کہ فریقین میں سے جو نہ آئے یا اپنا وکیل مجاز نہ بھیجے، اوس کی جماعت اوس سے قطع تعلق کرلے گی اور اس کو بر سر غلطی و خطا تسلیم کرے گی۔ میں بفضل اللہ تعالیٰ اس مناظرہ کو قبول کرتا ہوں۔ تاریخ مناظرہ، یعنی چہارشنبہ ۱۵ر شوال ۱۳۵۲ھ / مطابق ۳۱ر جنوری ۱۹۳۴ء کو باذنہٖ تعالیٰ خود لاہور میں موجود ہوں گا اور اگر وکیل کو اجازت دینا مناسب خیال کروں گا تو کسی شخص کو مجمع کے روبرو اپنی زبان سے وکیل بنا دوں گا اور اپنا مجاز و ماذون کردوں گا۔ اس موقع پر آپ ضرور پہنچیں، انشاء المولیٰ تعالیٰ ہندوستان کی خانہ جنگیوں کا خاتمہ ہوجائے گا۔ گفتگو نہایت متانت سے کی جائے گی۔ اگر آپ کو خود مناظرہ کرنے میں کوئی عذر صحیح ہو اور شرعًا اس مناظرہ کفر و اسلام میں توکیل کی وجہ صحت رکھتے ہوں، تب بھی آپ تاریخ مذکورہ پر لاہور ضرور پہنچیں اور مجمع کے رُوبرو اپنی زبان سے اپنے کسی معتمد کو وکیل بنا دیں اور اوس کو ماذون و مجاز اور اپنا قائم مقام تسلیم کرلیں یا ہم سے ہمارے معتمد اشخاص طلب کرکے اون کے سامنے وکالت نامہ پر دستخط کریں اور وکیل کو ماذونِ مطلق بنا دیں۔ ہمارے نزدیک اس کے سوا توکیل کی کوئی اطمینان بخش صورت نہیں۔ اگر آپ کے نزدیک مناظرہ کے لیے ثالث کی ضرورت ہو تو جن کو آپ اس کا اہل سمجھیں، اُون کے نام شائع کردیں۔ اگر مجھے اون میں سے کسی پر اعتماد ہوا تو میں بھی اوس کے متعلق رائے دے دوں گا اور فریقین کا ایک ہی ثالث ہوجائے گا، ورنہ اپنی طرف سے ثالث نامزد کردوں گا۔ اس طرح ثالثوں کی ایک جماعت باہم مل کر فیصلہ کرلے گی۔ والسّلام علی من اتبع الھدیٰ۔

۶ر شوال المکرم ۱۳۵۲ھ	فقیر محمد حامد رضا قادری غفرلہٗ
۲۲ر جنوری ۱۹۳۴ء	خادم سجادہ و گدائے آستانہ رضویہ، بریلی
یوم الاثنین	
بصیغہ رجسٹری	

لہ اصل مکتوب کتب خانہ حضرت شیخ الحدیث میں موجود ہے۔ فقیر قادری

وقت مقررہ پر حضرت حجۃ الاسلام کے علاوہ کثیر التعداد میں علماء اہل سنت مسجد وزیر خاں پہنچ گئے۔ چند علماء کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

شیخ طریقت مولانا سید علی حسین کچھوچھوی

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی

پیر سید صدر الدین، سجادہ نشین موسیٰ پاک، ملتان

فقیہ اعظم مولانا ابو یوسف محمد شریف، کوٹلی لوہاراں

مولانا محمد شاہ، سیالکوٹی، وغیرہ

مگر مولوی اشرف علی دیوبندی نہ خود آئے اور نہ ہی اپنا وکیل بھیجا۔ کاش دیوبندی مناظر، میدانِ مناظرہ میں آجاتے اور اختلاف و نزاع کے رفع و خاتمہ کی کوئی صورت ہو جاتی۔ بہرحال حضرت حجۃ الاسلام کے مقابل اسے آنے کی جرأت نہ ہو سکی [1]

اہل سنت کی اس عظیم الشان فتح پر مرکزی انجمن حزب الاحناف کی طرف سے حضرت حجۃ الاسلام کے اعزاز و اکرام میں ایک بہت بڑا جلسہ منعقد ہوا، جس میں آپ کی خدمت میں نذرانۂ عقیدت اور ہدیۂ تہنیت پیش کیا گیا۔ شعرائے نے نظمیں اور قصیدے پڑھے۔ فضا حجۃ الاسلام زندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی۔ ایسا نورانی اور پر شکوہ منظر اہلِ لاہور نے شاید ہی کبھی دیکھا ہوگا۔ [2]

حضرت حجۃ الاسلام علم و فضل اور حسنِ سیرت کے ساتھ حسنِ صورت کی دولت سے بھی سرفراز تھے۔ نہایت ہی حسین و جمیل اور وجیہ شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کی وجاہت، چہرہ کی رونق، نورانیت اور خداداد حسن و جمال بھی ایسا تھا کہ جس سے اہل سنت کی خود بخود تبلیغ ہو جاتی۔ آپ کے نورانی چہرہ کو دیکھ کر ہی لوگ خود رفتہ ہو کر پروانہ وار جمع ہو جاتے اور آپ کے سلسلہ میں داخل ہو جاتے۔

---

[1] ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ، ۱۸ رجمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ، ص ۳

[2] ایضاً،

ایک مرتبہ کرت پور ضلع بجنور کے احباب نے ایک بہت بڑا جلسہ منعقد کیا، جس میں صرف حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کو دعوت دی۔ آپ کرت پور پہنچے، تو وہاں کے احباب نے شاندار استقبال کیا اور آپ کے دیدار سے لطف اندوز ہوئے۔ اس مجمع میں ایک شخص آپ کی زیارت سے ایسا خود رفتہ ہوا کہ پروانہ وار ادھر جاتا، کبھی ادھر اور لوگوں سے آپ کے حسن و جمال کی تعریف کرتا اور خوش ہوتا۔ اسی محویت کے عالم میں وہ بازار گیا اور کانگریسی ملاؤں کے معتقدین سے کہنے لگا کہ "آج بریلی شریف سے اہلِ سنت و جماعت کے ایک ایسے جلیل القدر عالم تشریف لائے ہیں کہ جن کے چہرۂ انور پر نور برستا ہے۔ اگر تم میں بھی کوئی ایسا ہو تو دکھاؤ۔ تمہارے بہت سے بڑے بڑے علماء آئے، مگر ان میں سے ایک بھی ایسا نظر نہیں آیا۔" [۱]

مولانا مفتی اعجاز ولی رضوی، بریلوی اپنے ایک مضمون میں آپ کے حسن و جمال کے کمال کو یوں بیان کرتے ہیں:

"آپ کے اخلاق و خصائل اور صورت و سیرت ایسی پاکیزہ تھی کہ کتنے ہی غیر مسلم محض جمالِ جہاں آرا کو دیکھ کر مشرف باسلام ہو گئے۔" [۲]

حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ وسیع اخلاق کے مالک، متواضع اور منکسر المزاج تھے۔ سب کے سامنے نہایت شفقت و رأفت سے پیش آتے۔ علمِ دین حاصل کرنے والے طلباء، اہلِ حاجت اور فقراء پر خصوصی شفقت فرماتے۔ اپنے خدام اور عقیدت کیشوں کو خوب نوازتے۔ علماء کرام بالخصوص صدر الشریعہ اور صدر الافاضل کا بہت احترام فرماتے۔ دین کی خدمت کا کوئی کام دیکھ کر اور اہل سنت کی کوئی انجمن، جماعت یا جمعیت قائم ہونے کا سن کر بہت خوش ہوتے۔ اگر کوئی بیماری، مشکل یا مصیبت پیش آجاتی، تو اسے نہایت صبر و تحمل سے برداشت کرتے۔ دیکھنے والے لوگ اور علاج کرنے والے معالج آپ کے صبر و تحمل اور برداشت، سکون و اطمینان کو دیکھ کر حیران رہ جاتے۔ جب شب برات آتی، تو ظہر سے لے کر شام تک سب سے معافی مانگتے۔ حتیٰ کہ اپنے سے چھوٹوں کو بھی کہتے کہ اگر میری

---

[۱] ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ، ۱۸ رجمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ، ص ۴

[۲] ایضاً، ص ۶

طرف سے کوئی بات ہوگئی ہو تو مجھے معاف کر دو۔ آپ کے اخلاق سے بڑے بڑے علماء و مشائخ بھی متاثر ہوئے۔ امیرِ ملت حضرت سید جماعت علی شاہ علی پوری کو بھی آپ کے ساتھ بہت محبت تھی، چنانچہ ایک مرتبہ آپ کو وہ اپنے ساتھ علی پور سیداں بھی لے گئے تھے۔ ^1

استقامت علی الشریعت اور للّٰہیت جیسی خوبیاں آپ کی ذات میں بدرجہ اتم موجود تھیں، ان کا اظہار اکثر موقعوں پر ہوتا رہتا تھا۔ آپ حالات کے ساتھ خود نہ بدلتے تھے، بلکہ حالات کو بدل دیتے تھے۔ دُنیوی وجاہت سے مرعوب ہونا آپ کے لیے اجنبی تھا۔ اس سلسلہ کا ایک واقعہ یوں ہے: جب نجدیوں نے مدینہ طیبہ پر بمباری کی تھی اور مقابر و مآثر کے انہدام کا سلسلہ شروع کیا تھا، اُس وقت لکھنؤ میں "خدام الحرمین" کے نام سے ایک انجمن قائم ہوئی تھی، جس کے سربراہ مولانا عبدالباری فرنگی محلی (م ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۵ء) علیہ الرحمہ تھے۔ اس وقت مسلمانوں میں بہت زیادہ ہیجان و اضطراب تھا۔ حرمین شریفین کی حفاظت و صیانت کے لیے ایک بڑا اجتماع لکھنؤ میں بُلایا گیا۔ اس میں بریلی سے جماعت رضائے مصطفےٰ کا علماء پر مشتمل بہت بڑا وفد زیرِ قیادت حضرت حجۃ الاسلام لکھنؤ پہنچا۔ وفد کے چند حضرات یہ تھے:
حضرت حجۃ الاسلام، حضرت مفتیٔ اعظم محمد مصطفےٰ رضا، حضرت مولانا سید محمد میاں مارہروی، حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اور حضرت مولانا حشمت علی خاں لکھنوی دیگر علماء اراکین جماعت رضائے مصطفےٰ، بریلی۔

مولانا عبدالباری نے لکھنؤ اپنے مالدار و ذی اثر مریدین و معتقدین کے ہمراہ حضرت حجۃ الاسلام کے شاندار استقبال کا اہتمام کیا۔ جب حجۃ الاسلام ٹرین سے اُتر رہے تھے تو مولانا عبدالباری نے مصافحہ کی کوشش کی، مگر آپ نے ہاتھ روک لیا اور مصافحہ نہ کیا، بلکہ فرمایا،
"مصافحہ ہوگا، مگر پہلے وہ مسئلہ شرعی طریقہ سے طے ہو جانا چاہیئے جس کی وجہ سے آپ کی اور ہماری علیحدگی ہوئی ہے۔ مسئلہ طے ہونے تک آپ کے ہاں قیام

^1 ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ، ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ، ص ۸

نہ کروں گا۔ میرے ایک دوست یہاں پر ہیں، ان کے ہاں میرا قیام ہوگا۔"

یہ واقعہ ایک عظیم استقبال کے موقعہ پر ہوا۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی ناکام واپس آگئے۔ اُن کے لیے یہ صورتِ حال انتہائی ناگوار تھی۔

اس واقعہ کا پس منظر یہ تھا کہ تحریکِ خلافت اور تحریکِ ترکِ موالات کے دور میں مولانا عبدالباری ہندو لیڈر گاندھی سے بہت متاثر ہوئے۔ اسی دور میں ان سے کچھ ایسے کلمات و حرکات صادر ہوئے جو ایک مسلمان کی شان کے خلاف تھے۔ امام احمد رضا نے انہیں توجہ دلائی کہ آپ ان کلمات سے توبہ کریں۔ دونوں حضرات کے درمیان مراسلت[1] جاری رہی، مگر معاملہ طے نہ ہوسکا۔ اس بنا پر علماء اہلِ سنت اُن سے خوش نہ تھے۔ مولانا عبدالباری کی ناگواری دیکھ کر حضرت صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی اور مولانا عبدالقدیر بدایونی ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ مولانا! آپ کو ناگوار نہ ہو، اس میں ناراضی کی کوئی بات نہیں۔ چونکہ امام احمد رضا کا شرعی فتویٰ آپ کے خلاف موجود ہے۔ آپ نے ان کے انتباہ کے باوجود اپنی غیر شرعی حرکات سے رجوع نہیں کیا۔ اس لیے حضرت حجۃ الاسلام نے اس شرعی ذمہ داری کی بناء پر محض دین کی خاطر ایسا کیا ہے۔ اگر انہیں دنیا رکھنی منظور ہوتی تو لکھنؤ میں آپ کی وجاہت اور آپ کے ساتھیوں کی کثرت کو دیکھ کر ضرور آپ سے مصافحہ فرما لیتے، مگر انہوں نے اس کی قطعاً کوئی پرواہ نہ کی، بلکہ شرعی فتویٰ کا احترام کیا اور حکمِ شرعی پر علانیہ عمل کر کے دکھایا ہے۔ حضرت صدرالافاضل کی اس تقریرِ پُرتاثیر کا مولانا عبدالباری پر گہرا اثر ہوا۔ انہوں نے اس سے متاثر ہوکر نہایت اخلاص سے توبہ نامہ تحریر فرمادیا۔

جب یہ "توبہ نامہ" حضرت حجۃ الاسلام، حضرت مفتیٔ اعظم اور اُن کے رفقاء کے پاس پہنچا، تو اُن کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ سب کی آنکھوں میں مسرت کے آنسو چھلکنے لگے۔

---

[1] مفتیٔ اعظم ہند مولانا محمد مصطفےٰ رضا بریلوی نے اس مراسلت کو "الطاری الداری لهفوات عبدالباری" کے نام سے تین حصّوں میں جمع کیا اور جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی نے ۱۹۲۰ء میں اسے شائع کیا۔ فقیر قادری عفی عنہ

ادھر مولانا عبدالباری نے فوراً اکاروں کا اہتمام فرمایا اور حجۃ الاسلام، مفتیٔ اعظم اور ان کے رفقاء کو نہایت محبّت و احترام کے ساتھ اپنے دارالعلوم میں لائے۔ اس موقعہ پر جب حضرت حجۃ الاسلام اور مولانا عبدالباری کا آپس میں مصافحہ و معانقہ ہوا تو وہ منظر نہایت ہی پرکیف، ایمان افروز اور قابلِ دید تھا۔ حضرت حجۃ الاسلام کی استقامت علی الشریعت، حضرت صدرالافاضل کی پرخلوص مساعی اور مولانا عبدالباری کی للّٰہیت نے مل کر ایک عجیب نورانی سماں باندھ دیا۔ بعدازاں مولانا عبدالباری کے زیرِ اہتمام محفلِ میلاد ہوئی۔ حضرت حجۃ الاسلام کے ہمراہ دارالعلوم منظرِ اسلام، بریلی کے طالب علم (جو بعد میں شیخ الحدیث بنے) مولانا محمد سردار احمد بھی تھے۔ حضرت حجۃ الاسلام کے ارشاد پر حضرت شیخ الحدیث نے مولانا عبدالباری کی خدمت میں فتاوٰی رضویہ کی جلد اوّل پیش کی، جسے مولانا عبدالباری نے نہایت مسرت و احترام کے ساتھ قبول کیا۔ [۱]

فخرالمدرسین حضرت مولانا معین الدین اجمیری علیہ الرحمہ کا انہماک اور ذوق چونکہ تدریس میں تھا، اس لیے انہیں ابتدائً علماءِ دیوبند کی ان تصانیف کے مطالعہ کا وقت نہ ملا، جن کی توہین آمیز عبارات پر علماءِ حرمین شریفین نے ان پر فتویٰ کفر صادر فرمایا، اس لیے مولانا اجمیری ابتدائً علماءِ دیوبند کی تکفیر میں خاموش تھے، بلکہ جن علماء نے برصغیر میں ان عبارات کے قائل کو کافر کہا، اُن سے ان کے روابط نہ تھے۔ تکفیر کے قائل علماء سے یک گونہ اظہارِ ناراضی فرماتے۔ امام احمد رضا ان علماء میں تھے جن سے مولانا اجمیری بوجہ تکفیر ناراض تھے۔ ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۹ء میں حجۃ الاسلام غالباً اجمیر شریف میں تشریف فرما ہوئے۔ مسئلہ تکفیر پر مولانا اجمیری سے مراسلت ہوئی، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مولانا اجمیری مسئلہ تکفیر میں دیگر علماءِ حرمین و برصغیر کے ہم نوا ہو گئے۔ حجۃ الاسلام اور مولانا اجمیری کی مراسلت سے چند مکتوبات

---

[۱] (الف) ہفت روزہ رضائے مصطفٰے، گوجرانوالہ، ۱۸ جمادی الاولی ۱۳۷۹ھ، ص ۷

(ب) مکتوب مولانا تقدس علی بریلوی از پیر گوٹھ، بنام شفیق قادری عفی عنہ، محررہ ۲۲ صفر المظفر ۱۴۰۰ھ

پیش خدمت ہیں۔ ؎

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

"جناب مولوی معین الدین صاحب - ماہو المسنون!
گرامی نامہ ملا۔ مجھے اگر آپ صاف صاف الفاظ میں یہ تحریر فرمادیں کہ "دیوبندی و گنگوہی وغیرہ انفار کے وہ کلمات جو "حسام الحرمین" میں اون کی کتابوں سے بحوالہ صفحہ و سطر منقول ہوئے، فی الحقیقت کفریات ہیں اور ان پر جو احکام تکفیر حضرات علماء حرمین شریفین زادہما اللہ تعالیٰ شرفاً و تعظیماً نے نام بنام اون قائلین پر محقق فرمائے ہیں۔ اون سب کے دل سے تصدیق کرتا ہوں" تو میں اور میرے بعض ہم خیال اشخاص کے قلوب کی صفائی ممکن ہے۔ رہا مسئلہ اذان، وہ ایک فروعی مسئلہ ہے، میں اوس کے متعلق آپ پر یہ جبر نہیں کرتا کہ اوس کے متعلق ہماری حسب تحقیق آپ بھی معترف ہوجائیں۔ ہاں ذاتیات اعلیٰ حضرت قبلہ کی نسبت جناب کے کلمات ضرور قابلِ واپسی ہیں۔ ان دونوں باتوں کے بعد فقیر کو آپ ہر طرح خادم خادمانِ احباب پائیں گے۔ فقط!

الفقیر محمد حامد رضا قادری غفرلہ
۱۳ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ"

اس کے جواب میں مولانا معین الدین اجمیری نے یہ مکتوب لکھا:

باسمہٖ تعالیٰ شانہٗ

"جناب مولوی صاحب اعلی اللہ درجتہ! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ جواباً عرض ہے کہ آپ اسلامی حسنِ ظن کو پیش نظر رکھ کر خانۂ فقیر پر تشریف لائیے۔

؎ مراسلت کے یہ مکتوبات حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے کتب خانہ میں محفوظ ہیں۔

ملاقات کا موقع دیجیے، تو بہتر ہے، ورنہ آپ مختار ہیں۔ فقیر کو کسی قسم کا حق جبر حاصل نہیں۔ نہ کوئی دنیاوی مطلب محطِ نظر ہے۔ رہے عقائدِ دیوبندیہ، سو اُن کا مجھ کو بالکل علم نہیں کہ کیا ہیں۔ وجہ یہ کہ ان کی کتابیں دیکھنے کا آج تک نہ موقع ملا، نہ اس کا شوق۔ نہ کتاب "حسام الحرمین" نظر سے گزری۔ البتہ حضرت خاتم الحکماء مولانا فضلِ حق خیرآبادی قدس سرہ نے مسئلہ کذب و امکانِ نظیر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں طائفہ دیوبندیہ کی تضلیل و تفسیق کی ہے اور ان کو گروہ مزداریہ سے قرار دیا ہے۔ سو اس کا فقیر مصدق ہے اور اس بارہ میں جس قدر الزام حضرت خاتم الحکماء قدس سرہ نے ان پر وارد کیے ہیں، وہ سب بجا اور سراسر حق ہیں، و نیز اجلی انوار الرضا میں جو عقائد اہلِ دیوبند کے ظاہر کیے گئے ہیں، وہ عقائدِ کفریہ ہیں۔ اس میں فقیر کو کسی قسم کا تامل نہیں، بشرطیکہ وہ ان کے عقائد ہوں۔ بہرحال آپ کی طرح فقیر بھی عقائدِ مسطورہ فی الرسالہ کو کفری تسلیم کرتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ آپ کو اس کا یقین ہے کہ یہ عقائد اہلِ دیوبند کے ہیں اور فقیر کو اسبابِ یقین اس وقت تک فراہم نہ ہوئے۔ اس معذوری کی بناء پر اگر ترکِ ملاقات کو آپ ترجیح دیں، تو یہ آپ کو اختیار ہے۔ فقیر اگر صحیح المزاج ہوتا، تو یہ دشواری بھی حائل نہ ہوتی۔ رہے ذاتیات، اُن سے بالکل بحث نہ کیجیے۔ ان کا قلع قمع بعد از ملاقات آپ کی مرضی کے موافق ہو جاوے گا۔ اس کا اطمینان رکھیے۔ والسلام، فقط!

فقیر معین الدین کان اللہ لہٗ

۱۲ ربیع الثانی ۳۷ھ"

حجۃ الاسلام نے اس کے جواب میں لکھا:

"جناب مولوی صاحب، وسع اللہ مناقبہٗ، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ میں ان شاء اللہ تعالیٰ کل بعد نمازِ جمعہ آسکوں گا۔ مزید علم کے لیے بعض کتب

مثل "حسام الحرمین" وغیرہ، صبح کسی کے ہاتھ بھیج دیں گے ـــــ تاکہ آپ اطمینان حاصل کرلیں۔ آپ کے علم میں شاید یہ بات نہیں کہ حضرت مولانا فضل حق صاحب خیرآبادی مرحوم ومغفور نے تو اپنے رسالہ تحقیق الفتوٰی لرد الطغوٰی ـــــ میں اس گروہِ ناحق پژوہ ـــــ کی تکفیر فرمائی ہے نہ فقط تفضیل وتفسیق۔ اور قصیدۂ مطبوعہ میں بھی غالباً تکفیر ہے۔ بہرحال میں چاہتا ہوں کہ آپ اطمینان فرماکر اون کے اقوال کے متعلق رائے ظاہر فرمائیں کہ پھر کسی قسم کا شک وشبہ باقی نہ ہو۔ فقط!

الفقیر محمد حامد رضا قادری غفرلہ

۱۳ ربیع الآخر ۳۷ھ

مکتوب کے ہمراہ حجۃ الاسلام نے متعدد کتب علماء اہلِ دیوبند ارسال فرمائیں۔ ان کو پڑھنے کے بعد مولانا معین الدین اجمیری نے یہ جواب لکھا:

۷۸۶

جنابِ محترم مولٰنا زاد مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ "براہینِ قاطعہ" کے قولِ شیطانی کو، جس میں معاذاللہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علمِ اکمل کے مقابلہ میں اپنے شیخ، شیخ نجدی، یعنی شیطان کے علم کو وسیع کہا ہے) دیکھ کر فقیر کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ یہ کلمات قطعاً کلماتِ کفر ہیں اور ان کا قائل کافر۔ باقی ہفواتِ اہلِ دیوبند کو بعد صحت کے انشاء اللہ تعالیٰ دیکھ کر فیصلہ کروں گا۔ آپ اگر بعد جمعہ حسبِ وعدہ تشریف لے آئیں، تو اس وقت اس کے متعلق بسط سے گفتگو ہوسکتی ہے۔ والسلام خیر ختام۔ فقط!

فقیر معین الدین کان اللہ لہٗ

۱۴ ربیع الثانی ۳۷ھ

حجۃ الاسلام کی پُرخلوص مساعی سے ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ / جنوری ۱۹۱۹ء میں جب کہ امام احمد رضا ابھی بقیدِ حیات تھے، مولانا معین الدین اجمیری علیہ الرحمہ کا علماء دیوبند کی تکفیر کا تردد رفع ہوگیا۔

مقتدر عالم کی حیثیت سے حجۃ الاسلام نے برِ صغیر میں مسلمانوں کے مذہبی و سیاسی، معاشرتی، معاشی اور عمرانی حقوق کے تحفظ کی خاطر اٹھنے والی تحاریک میں نمایاں حصہ لیا۔ آپ کی ملّی خدمات کا تذکرہ اختصار سے کیا جاتا ہے:

۱۔ رجب ۱۳۳۹ھ / مارچ ۱۹۲۱ء میں جمعیت علماء ہند نے کانگرس کے اغراض و مقاصد کی اشاعت و تبلیغ کے لیے بریلی میں ایک جلسہ کا اہتمام کیا اور تحریکِ خلافت اور تحریکِ ترکِ موالات کے مخالفین، امام احمد رضا کے ہم نوا علماء کو مناظرہ کی دعوت دی۔ ابوالکلام آزاد جمعیت علماء ہند کے جلسہ کے رُوحِ رواں تھے۔ علماء اہلِ سنّت کے وفد نے اپنا مؤقف واضح کیا اور دو قومی نظریہ کی وضاحت کی۔ کانگرس مسلمانوں کے مفاد کو بالائے طاق رکھ کر ہندوؤں کے غلبہ و تسلّط اور سوراج یعنی ہندو راج کے لیے کوشاں ہے۔ اس وفد میں حجۃ الاسلام بھی شامل تھے۔ حضرت حجۃ الاسلام کی تقریر کا ایک حصہ ملاحظہ ہو:

"حرمین شریفین و مقاماتِ مقدسہ و ممالکِ اسلامیہ کی حفاظت و خدمت ہمارے نزدیک ہر مسلمان پر بقدرِ وسعت و طاقت فرض ہے۔ اس میں ہمیں خلاف نہ ہے نہ تھا۔ اسی طرح سلطانِ اسلام و جماعتِ اسلامی کی خیرخواہی میں ہمیں کچھ کلام نہ ہے نہ تھا۔ تمام کفار و مشرکین و نصاریٰ و یہود و مرتدین وغیرہم سے ترکِ موالات ہم ہمیشہ سے ضروری و فرض جانتے ہیں، ہمیں خلاف آپ حضرات کی اون خلافِ شرع و خلافِ اسلام حرکات سے ہے جن میں سے کچھ مولوی سید سلیمان اشرف صاحب نے بیان کیں اور جن کے متعلق جماعت کے ستر سوال بنام اتمامِ حجتِ تامہ آپ کو پہنچے ہوئے ہیں، اون کے جواب دیجیے۔ جب تک

آپ ان تمام حرکات سے اپنی رجوع نہ شائع کر دیں گے اور اون سے عہدہ برآ نہ ہو لیں گے، ہم آپ سے علیحدہ ہیں اور اوس کے بعد خدمت و حفاظت حرمین شریفین و مقاماتِ مقدسہ و ممالکِ اسلامیہ میں ہم آپ کے ساتھ مل کر جائز کوشش کرنے کو تیار ہیں۔" [1]

۲۔ تحریکِ ترکِ موالات (۱۹۲۰ء) میں کانگرس کے ہم نوا مسلمان لیڈروں نے مسلمانوں کے تعلیمی اداروں کو تباہ کرنے میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی۔ یہ اقدام مسلمانوں کی ملّی تباہی کا باعث تھا۔ ذی شعور علماء نے اس کرب ناک صورتِ حال میں مسلمانوں کی صحیح راہنمائی کی اور مسلمانوں کے تعلیمی اداروں کی حفاظت کی۔ ان اداروں میں علی گڑھ کالج (موجودہ مسلم یونیورسٹی) سرِ فہرست ہے۔ حضرت حجۃ الاسلام نے ہندوؤں کی چیرہ دستیوں کے علاوہ خلافتی لیڈروں کی عدمِ بصیرت کو بڑے سوز سے محسوس کیا۔ آپ کے احساسات ملاحظہ ہوں:

"۔۔۔۔۔ انگریزوں کے مقابلہ کا تو نام، مگر مخالفت علماء سے تھی۔ مسلمانوں کے کالجوں اور اسکولوں سے تھی۔ علی گڑھ یونیورسٹی سے تھی۔۔۔۔" [2]

۳۔ تحریکِ خلافت اور تحریکِ ترکِ موالات کے ہیجانی دور میں بعض مسلمان لیڈروں نے ہندوؤں کو راضی کرنے کے لیے ذبیحۂ گاؤ کے خلاف مہم چلائی اور ترکوں کی اعانت کے نام سے جو چندہ وصول کیا گیا، اُس کا بے دریغ استعمال کیا گیا۔ بعض مصارف ایسے بھی تھے، جو بجائے اتحاد کے مسلمانوں میں انتشار کا باعث بنے۔ اس صورتِ حال کے خلاف حضرت حجۃ الاسلام نے آواز اُٹھائی۔ ایک ارشاد ملاحظہ ہو:

---

[1] "رُوداد مناظرہ"، مرتبہ شعبۂ علمیہ جماعت رضائے بریلی، مطبوعہ نادری پریس بریلی، بار دوم، ص ۱۰

نوٹ: مناظرۂ بریلی کے تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو:

ابوالکلام آزاد کی تاریخی شکست — مرتبہ محمد جلال الدین قادری، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، لاہور

[2] خطبۂ صدارت آل انڈیا سنّی کانفرنس، مراد آباد (۱۹۲۵ء) از حجۃ الاسلام، مطبوعہ بریلی، ص ۱۶

"خلافت کمیٹی کے عروج و اقبال کے زمانہ میں جب اتحاد اتنا ضروری سمجھا گیا کہ اس کے حدود وسیع کرنے کے لیے مذہب کی شہر پناہ کو منہدم کرنا اگزیر خیال کیا گیا اور اس اتحاد کے لیے ہندوؤں کی طرف سے اس طرح ہاتھ بڑھایا گیا جس سے اپنے مذہبی امتیازات چھوڑنا پڑے "سورت" کے ایک پیر نے اپنے مریدوں سے ساٹھ ہزار گائیں چھین کر گئو رکھشا کی تھی۔ نام آور لیڈروں نے قشقے لگائے، گلال اوڑائے، ہولیاں کھیلیں، جے پکاری، ارتھی اُٹھائی، ہنود کے سرغنہ متعصبوں کو مسجدوں میں ممبروں پر بٹھایا، گائے کے گوشت کے خلاف کتابیں لکھیں، رسالے تصنیف کیے، ناکردہ گناہ مسلمانوں کو ہندوؤں کی خاطر مجرم قرار دیا۔ مولویوں پر اظہارِ نفرت کیا گیا۔ اعلاء کلمۃ اللہ یعنی کلمہ اسلام پڑھانے کو جرم قرار دیا گیا، نومسلمانوں کو ان کی مرضی کے خلاف دوبارہ کافر ہو جانے پر زور دیا۔ یہ اور اس سے زیادہ بہت کچھ ہوا . . . ." [1]

"میرے پاس جناب مولانا مولوی احمد مختار صاحب صدر جمعیۃ العلماء صوبہ بمبئی کا ایک خط آیا ہے جو انہوں نے مدراس کا دورہ فرماتے ہوئے تحریر فرمایا ہے اس میں لکھتے ہیں کہ وہابی اس صوبہ میں اس قومی روپیہ سے' جو ترکوں کے دردناک حالات بیان کر کے وصول کیا گیا تھا۔ اب تک دو لاکھ "تقویۃ الایمان" چھاپ کر مفت تقسیم کر چکے ہیں۔" [2]

کسی مخصوص غرض سے جمع شدہ سرمایہ کو اس مقصد سے متصادم مصرف پر خرچ کرنا دہرا جرم ہے۔ ایمان سوز کتاب تقویۃ الایمان کی طباعت اور تقسیم خلافت فنڈ سے ایسا جرم و غبن ہے

---

[1] خطبہ صدارت آل انڈیا سُنی کانفرنس، مراد آباد (۱۳۴۳ھ/۱۹۲۵ء) مطبوعہ بریلی، ص ۱۵

[2] ایضاً، ص ۲۲

جس کی شاید ہی مثال ملے۔

۴۔ شعبان ۱۳۴۳ھ / مارچ ۱۹۲۵ء میں مسلمانوں کی مذہبی، علمی اور سیاسی ترقی کے لیے مقتدر علماء نے آل انڈیا سنّی کانفرنس (جمعیت عالیہ مرکزیہ) کی بنیاد رکھی۔ کانفرنس کے بانی اراکین میں حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کا اسم گرامی سرِ فہرست ہے۔ کانفرنس کے پہلے اور تاسیسی اجلاس منعقدہ ۲۰ تا ۲۳ شعبان المعظم ۱۳۴۳ھ / ۱۶ تا ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء مراد آباد میں بحیثیت صدر مجلس استقبالیہ جو خطبہ ارشاد فرمایا، وہ مسلمانوں کی سیاسی، سماجی، مذہبی، معاشی، معاشرتی، عمرانی ——— غرض ہمہ وجوہ ترقی کے واضح اور مکمل لائحہ عمل پر مبنی ہے۔ وقت گزرنے کے باوجود آج بھی وہ خطبہ واضح نشانِ راہ ہے۔ [1]

۱۹۲۷ء میں آل انڈیا سنّی کانفرنس کے صدر حضرت حجۃ الاسلام منتخب ہوئے [2]

۵۔ ۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء کے وسط میں مسجد شہید گنج، لاہور کے ظالمانہ انہدام کا سانحہ پیش آیا۔ سکھوں نے انگریز حکومت کی پُشت پناہی میں مسلمانوں کی مقدس عبادت گاہ کو یکایک شہید کر دیا۔ مسجد کی واگزاری کے لیے اسلامیانِ برصغیر تڑپ اُٹھے۔ شعارِ اسلام مسجد کی حفاظت و صیانت کے لیے مسلمانوں نے مالی، جانی قربانیاں پیش کیں۔ امیرِ ملت سید جماعت علی شاہ، علی پور سیداں، ضلع سیالکوٹ کی زیرِ قیادت جلسے منعقد ہوئے، جلوس نکلے حکام تک اپنے مطالبات پہنچائے گئے۔ تنظیمی دورے ہوئے۔ ۱۰ شعبان المعظم ۱۳۵۴ھ / ۸ نومبر ۱۹۳۵ء بروز جمعہ کو دو لاکھ باحمیت مسلمانوں کا ایک پُر امن جلوس شاہی مسجد، حضوری باغ لاہور سے باغ بیرونِ دہلی دروازہ پہنچا۔ مسلمانوں کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں تھیں۔ اس جمِ غفیر اور نازک موقع پر چھوٹا سا بھی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔ شرکاء

---

[1] مزید معلومات کے لیے ملاحظہ ہو،

خطباتِ آل انڈیا سنّی کانفرنس، مرتبہ محمد جلال الدین قادری، مطبوعہ گجرات ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء

[2] ماہنامہ السواد الاعظم، مراد آباد۔ ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ / ۱۹۲۷ء ۔ ص ۱۲

جلوس علما رحضرات اور راہنمایان قوم، جو جلوس کی قیادت کر رہے تھے، میں حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا قدس سرہ کا اسمِ گرامی نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔ [۱]

شریعت و طریقت کے مجمع البحرین حضرت حجۃ الاسلام کی متعدد تصانیف آپ کے کمالِ علمی پر دال ہیں۔ چند تصانیف کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ الصارم الربانی علیٰ اسراف القادیانی (۱۳۱۵ھ) مرزا غلام احمد قادیانی کے ہذیانات کے خلاف اوّلین تصانیف میں سے ایک ہے۔ پہلی بار ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۸ء میں مطبع حنفیہ، پٹنہ سے شائع ہوئی۔ بعد ازاں لاہور اور بریلی سے متعدد بار شائع ہو چکی ہے۔ ردِّ مرزائیت میں لاجواب ہے۔

۲۔ سلامت اللہ لاہل السنۃ من سیل العناد والفتنۃ۔

۳۔ سد الفرار (مسئلۂ اذان پر لاجواب کتاب ہے)

۴۔ حاشیہ رسالہ ملا جلال (منطق کی مشہور کتاب پر حاشیہ، قلمی صورت میں ہے۔

۵۔ نعتیہ دیوان

۶۔ مجموعہ فتاویٰ [۲]

۷۔ الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ

امام احمد رضا نے سلاسلِ طریقت اور روایاتِ علوم کی جو سندات عالمِ اسلام کے علماء کو ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۶ء کے حج کے موقع پر عطا فرمائیں۔ آپ کے خلفِ اکبر حجۃ الاسلام نے ان کو جمع فرمایا اور اس پر تقدیم لکھی۔

۸۔ الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ، مصنفہ امام احمد رضا کا اُردو ترجمہ کیا ــــ مذکورہ لاجواب تصنیف کو مکہ معظمہ میں امام احمد رضا نے بحالتِ بخار ۲۶ اور ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

---

[۱] سیرتِ امیرِ ملت، مرتبہ مولانا سید اختر حسین، علی پوری، مطبوعہ ۱۳۹۴ھ، ص ۲۱۲

[۲] حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی، مؤلفہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، مطبوعہ سیالکوٹ ۱۴۰۲ھ، ص ۲۰۱، ۲۱۲

دو نشستوں میں صرف ساڑھے آٹھ گھنٹے میں تصنیف فرمایا۔ اس کی املا حضرت حجۃ الاسلام نے کی، جو اس موقعہ پر مکہ معظمہ موجود تھے۔ [۱]

کتاب مذکور کی حجۃ الاسلام نے وہیں کئی نقلیں تیار کیں تاکہ علماء حرمین شریفین کو اس پر تقریظ لکھنے میں سہولت ہو۔ [۲]

۹۔ الدولۃ المکیۃ کے حاشیہ الفیوضات المکیۃ کا کامیاب اردو ترجمہ کیا۔ [۳]

۱۰۔ کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم (۱۳۲۴ھ) مصنفہ امام احمد رضا کا دیباچہ حجۃ الاسلام نے لکھا اور اس کتاب کا کامیاب اردو ترجمہ کیا۔

علاوہ ازیں ماہنامہ یادگارِ رضا، بریلی آپ کی سرپرستی میں شائع ہوا رہا۔ اس مؤقر جریدہ کے مدیر مولانا محمد ابرار حسین صدیقی تھے۔ [۴]

آپ اردو، فارسی اور عربی کے بہترین شاعر ہیں۔ نعت گوئی آپ کو ورثہ میں ملی۔ آپ کی کہی ہوئی نعتیں اردو ادب کا شاہکار ہیں۔ نمونۂ کلام ملاحظہ ہو:

نغمۂ توحید

دل میرا گدگداتی رہی آرزو — آنکھ پھر پھر کے کرتی رہی جستجو
عرش تا فرش ڈھونڈ آیا میں تجھ کو — نکلا اقرب ز حبل ورید گلو

اللہٗ اللہٗ اللہٗ اللہٗ

طائرانِ چمن کی مہک وحدہٗ — نغمہ بلبل کا ہے لاشریک لہٗ
قمریوں کا ترانہ ہے لاغیرہٗ — زمزمہ طوطی کا ھُوَ ہٗ ھُوَ ہٗ

اللہٗ اللہٗ اللہٗ اللہ

---

[۱] ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ (مضمون مولانا مفتی اعجاز ولی بریلوی) مجریہ ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ ص ۵

[۲] ایضاً، [۳] حیات مولانا احمد رضا بریلوی، ص ۸۷

[۴] ایضاً، ۸۰

رہ کے پردوں میں تو جلوہ آرا ہوا   بس کے آنکھوں میں آنکھوں سے پردہ کیا
آنکھ کا پردہ، پردہ ہوا آنکھ کا   بند آنکھیں ہوئیں، تو نظر آیا تو
اللہ، اللہ، اللہ، اللہ

میں نے مانا کہ حامد گنہ گار ہے   معصیت کیش ہے اور خطا کار ہے
میرے مولا مگر تُو تو غفار ہے   کہتی رحمت ہے مجرم سے لاتقنطوا
اللہ، اللہ، اللہ، اللہ [1]

نغمۂ رسالت

ہیں عرش بریں پر جلوہ فگن، محبوبِ خدا سُبحان اللہ
اک بار ہوا دیدار جسے سو بار کہا سُبحان اللہ

حیران ہوئے برق و نظر، اک آن ہے اور برسوں کا سفر
راکب نے کہا اللہ غنی، مرکب نے کہا سُبحان اللہ

طالب کا پتہ مطلوب کو ہے مطلوب ہے طالب سے واقف
پردے میں بُلا کر مل بھی لیئے پردہ بھی رہا سُبحان اللہ

ہے عبد کہاں معبود کہاں، معراج کی شب ہے رازِ نہاں
دو نور حجابِ نور میں تھے، خود رب نے کہا سُبحان اللہ

سمجھے حامد انسان ہی کیا، یہ راز ہیں حُسن و اُلفت کے
خالق نے حبیبی کہنا تھا، خلقت نے کہا سُبحان اللہ [2]

---

[1] ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ۔ ۱۸ رجمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ/ ۲۰ نومبر ۱۹۵۹ء ص ۱

[2] ایضاً، ص ۳

گاندھی گردی کے زمانہ میں (غالباً ۲۴-۱۹۲۳ء کا ذکر ہے) انجمن حزب الاحناف لاہور کے زیرِ اہتمام ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا، جس میں برِصغیر کے مقتدر علماء و مشائخ کی تقاریر ہوئیں۔ ان دنوں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ میٹرک کا امتحان پاس کر کے لاہور میں گیارھویں جماعت کے امتحان کی تیاری کر رہے تھے۔ اسی اجلاس میں حضرت شیخ الحدیث علماء کی تقاریر سننے تشریف لے گئے۔ صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ تقریر فرما رہے تھے۔ اتنے میں تار آیا کہ بریلی سے حضرت حجۃ الاسلام فلاں گاڑی سے تشریف لا رہے ہیں۔ حضرت صدر الافاضل نے تار سے مطلع ہو کر دورانِ تقریر کئی القاب کے ساتھ حضرت حجۃ الاسلام کا تعارف کرایا۔ تعارف کے الفاظ کچھ اس طرح کے تھے کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد مائۃ حاضرہ مؤیدِ ملّت طاہرہ صاحب الدلائل القاہرہ ذی التصانیف الباہرہ امام اہل سنّت مولانا الشاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ کے شہزادے حامی سنّت ماحی بدعت، رہبر شریعت، فیض درجت مفتئ انام مرجع الخواص والعوام حجۃ الاسلام حضرت مولانا الشاہ حامد رضا خاں صاحب تشریف لا رہے ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث نے حضرت صدر الافاضل کی زبانی حجۃ الاسلام (قدس سرہما) کے متعلق اتنے القاب و مناقب سُنے، تو آپ کو خیال آیا کہ یہ بیان کرنے والے اتنے بڑے فاضل و علاّمہ ہونے کے باوجود جن کی اتنی تعریف فرما رہے ہیں، وہ کتنے بڑے عالم و بزرگ ہوں گے۔ یہ خیال آنے کے بعد آپ کا عزم بالجزم ہو گیا کہ اب حضرت حجۃ الاسلام کی زیارت کیے بغیر نہیں جائیں گے۔ منتظمین جلسہ نے سٹیج بہت بڑا اور اونچا بنایا ہوا تھا، چنانچہ حجۃ الاسلام تشریف لائے۔ اسٹیج پر جلوہ گر ہوئے اور اپنے مواعظِ حسنہ سے مُستفیض فرمایا۔

نمازِ عصر کے قریب اس تاریخی جلسہ کا اختتام ہوا۔ ہجوم بہت زیادہ تھا اور قابو سے باہر تھا۔ منتظمین نے بڑی مشکل سے کنٹرول کیا اور عوام کو دونوں طرف کھڑا کر کے راستہ بنایا۔ چونکہ اسٹیج سے دُور ہونے کے باعث لوگ اچھی طرح دیدار نہیں کر سکتے تھے، اس لیے

زیارت کے منتظر تھے۔ حضرت حجۃ الاسلام دو رویہ قطاروں کے درمیان سے تشریف لائے، سب نے جی بھر کر زیارت کی اور باری باری مصافحہ کیا۔ قطار میں حضرت شیخ الحدیث بھی کھڑے تھے۔ جب حجۃ الاسلام آپ کے قریب تشریف لائے تو آپ نے بھی چہرۂ انور کی زیارت کی اور دست بوسی فرمائی۔ بس اس ایک زیارت کا آپ پر ایسا اثر ہوا کہ اس تجلیٔ دیدار کی برکت نے آپ کے دل کی دنیا بدل کر رکھ دی۔ گیارہویں جماعت کے "سٹوڈنٹ" کے دل میں فی الفور اسلامی جذبہ اور علمِ دین حاصل کرنے کا ذوق پیدا ہوا ——————— اب اس بزرگ (حجۃ الاسلام) کے ساتھ جا کر اور بریلی شریف میں ان کی خدمت میں رہ کر علمِ دین حاصل کرنا چاہیے۔ دل میں یہ ذوق و شوق راسخ ہو جانے کے بعد، کسی سے تذکرہ کیے بغیر آپ (حضرت شیخ الحدیث) حضرت حجۃ الاسلام کے پیچھے پیچھے ہو لیے۔ حضرت کا قیام حضرت شاہ محمد غوث قدس سرہ کے آستانۂ عالیہ پر تھا۔ آپ حضرت کے پاس حاضر ہوئے اور آپ کے ساتھ بریلی شریف جانے اور علمِ دین حاصل کرنے کی تمنا کا اظہار کیا۔ حضرت حجۃ الاسلام نے بڑا کرم فرمایا اور بہ کمالِ شفقت آپ نے اس مبارک تمنا کو پورا فرما دیا۔ دو دن کے قیام کے بعد حضرت حجۃ الاسلام آپ کو بریلی شریف ساتھ لے گئے اور اپنے زیرِ سایہ رکھ کر آپ کی تربیت فرمائی۔ منیۃ المصلی، قدوری تک کتابیں پڑھائیں۔ پھر اجمیر شریف میں تحصیلِ علوم کے بعد اپنے مدرسہ منظرِ اسلام، بریلی میں آپ کو مدرس رکھا اور جمیع مرویات اور سلاسلِ طریقت کی اجازت و خلافت سے نوازا۔

دورانِ تربیت اور بعد ازاں حضرت حجۃ الاسلام اور حضرت مفتیٔ اعظم حضرت شیخ الحدیث پر خاص شفقت و کرم فرماتے۔ ان حضرات کی شفقت کے باعث بہت سے حضرات حضرت شیخ الحدیث کو خاندانِ رضویہ کا ہی ایک فرد تصور کرتے۔ بہر حال حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ ظاہری و باطنی، علمی و عملی تربیت کی برکت سے نائبِ اعلیٰ حضرت بنے۔ [۱]

---

[۱] ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ، ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ، ص ۴

امام احمد رضا نے اپنے خلفِ اکبر حضرت حجۃ الاسلام کو ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ / ۲۸ اکتوبر ۱۹۱۵ء بروز جمعرات، اپنے شیخِ طریقت سید آل الرسول احمدی مارہروی قدس سرہ کے یومِ عرس کو تمام سلاسلِ طریقت، تمام علوم، سارے اذکار و اشغال، اوراد و اعمال اور جمیع مرویات مشائخِ کرام کی اجازتِ مطلق تام عطا فرمائی اور اسی روز انہیں اپنا سجادہ نشین و خلیفہ مقرر فرمایا۔ سندِ سجادگی عطا فرمائی۔ [1]

حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ نے اپنے تلمیذ و مسترشد حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۵۱ھ / ۲۳ اگست ۱۹۳۲ء کو، جب کہ آپ جے پور (بھارت) میں جلوہ فرما تھے، تمام اوفاق، اعمال، اذکار، اشغال، سلاسلِ طریقت، جمیع علومِ نقلیہ و احادیثِ طیبہ، تمام ادعیہ بالخصوص حزبِ یمانی، حزب البحر، حزبِ اعظم، دعاء السیفی، دعاء امیرین، دعاء مغنی، قرشیہ اور جمیع مرویات مشائخ کی اجازتِ تام مطلق عطا فرمائی۔ [2]

حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ کا شمار اولیائے کاملین میں ہوتا ہے۔ آپ سے کرامات کا ظہور بھی ہوا۔ اس سلسلہ میں چند واقعات ملاحظہ فرمائیں،

مولانا سید ریاض الحسن نیر، خطیب حیدرآباد اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ میری آنکھوں کے سامنے وہ منظر پھر رہا ہے۔ جب حضور (حجۃ الاسلام) ۱۳۶۱ھ میں ہم غلاموں کی استدعا پر دوسری مرتبہ جودھ پور رونق افروز ہوئے۔ غریب کدہ پر مشتاقانِ دید کا ہجوم تھا طالبانِ بیعت ہو رہے تھے۔ مردوں کے بعد عورتوں کا نمبر تھا۔ بالاخانے کے دو حصے تھے۔ جن کے درمیان فقط ایک دروازہ تھا۔ ایک حصہ میں حضور جلوہ فرما تھے۔ میں اور میرے برادرِ عزیز سید محمد مرغوب اختر الحامدی سلمہٗ اور عزیزانِ حافظ ظہور احمد سلمہٗ اور حافظ عبدالحکیم سلمہٗ وغیرہم حاضرِ خدمت تھے۔ دوسری طرف عورتوں کی نشست کا انتظام تھا۔ بیعت کے لیے ایک

---

[1] سندِ سجادگی مولانا محمد مرید احمد چشتی، جہلم کے توسط سے مولانا تقدس علی بریلوی سے دستیاب ہوئی۔

[2] سند مذکور حضرت مولانا قاضی محمد فضلِ رسول، فیصل آباد سے دستیاب ہوئی۔

دستار، دروازہ سے گزار کر دروازہ بند کر دیا تھا جس کا ایک سرا حضور کے دستِ مبارک میں تھا اور دوسرا طالبات کے ہاتھوں میں۔ حضور نے بیعت فرمانا شروع کیا اور الفاظِ بیعت زبان فیض ترجمان سے ادا ہوئے۔ دفعتاً جلال بھرے الفاظ میں ارشاد فرمایا،

"مؤدب بیٹھو، جیسے نماز میں بیٹھتے ہیں۔"

ہم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، لیکن اللہ رے جلال کہ استفسار کی جرأت نہ ہو سکی۔ قلب میں ایک عجیب قسم کا اضطراب تھا۔ آخر دوسری سمت جاکر دریافت کیا تو معلوم ہوا۔ محلے کی ایک عورت، جو بیعت ہونے والیوں کے زمرے میں تھی اور جسے دو زانو بیٹھنے کی ہدایت کر دی گئی تھی، چار زانو ہو کر بیٹھ گئی اور اس کے اس طرز سے بیٹھتے ہی معاً حضور نے وہ الفاظِ گرامی استعمال فرمائے۔ سچ ہے کہ اللہ والوں سے کوئی حجاب میں نہیں ہوتا۔ [۱]

مولانا موصوف ہی ایک اور چشم دید واقعہ لکھتے ہیں کہ اسی زمانہ میں (۱۳۶۱ھ) حضور نے اس سگِ بارگاہ سے ایک بار ارشاد فرمایا کہ میری تسبیح (مبارکہ) کا ڈورا کمزور ہو چکا ہے، اسے بدلوا دیا جائے۔ میں نے "جی حضور" کہہ کر تسبیح لے لی، لیکن رعب و جلال کے باعث تفصیل دریافت نہ کر سکا۔ بازار جاکر ایک دوکاندار کو تسبیح دکھائی اور کہا کہ جیسی یہ ہے ویسی ہی اسے بنا دو۔ پسند نے کے لیے اس نے زرد رنگ تجویز کیا، لیکن میں نے کہہ دیا کہ نہیں۔ سبز رنگ کا ہی پھندنا لگاؤ جیسا کہ اس سے پہلے لگا ہوا ہے۔ غرض تسبیح تیار ہو گئی اور میں لے کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ بہت ستائش فرمائی اور مسکرا کر فرمایا: "زرد رنگ بہتر تھا کہ صوفیانہ تھا۔"

اللہ اکبر! کہاں بازار کی بات چیت اور کہاں حضور کا اپنے مقام پر تشریف رکھتے ہوئے مشاہدہ۔ [۲]

---

[۱] ہفت روزہ رضائے مصطفٰے، گوجرانوالہ - ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۸ھ - ص ۴

نوٹ: عورتوں کو بیعت لینے کا شرعی طریقہ یہی ہے کہ وہ پردہ میں بیٹھیں غیر محرم مردوں سے پردہ کرنا عورتوں پر فرض ہے۔ غیر محرم خواہ شیخ یا استاد ہی کیوں نہ ہو۔ امام احمد رضا اور ان کے متوسلین کا یہ اندازِ تربیت ہے کہ وہ اپنی مرید عورتوں کو بھی پردہ کی تاکید فرماتے۔ شریعتِ مطہرہ کی ایسی پاسداری علماء اہلِ سنت کی امتیازی شان ہے۔ خترنادر

[۲] ایضاً، ص ۴

امام احمد رضا قدس سرہ نے وصالِ اقدس سے ایک ہفتہ پہلے جو لوگ بیعت کےلیے حاضر ہوئے۔ ان سے ارشاد فرماتے:

"حامد رضا کا ہاتھ میرا ہاتھ اور اُن کی بیعت میری بیعت اور اُن کا مُرید میرا مُرید ہے۔" [1]

بدر الطریقت والشریعت، ماہتاب علم وفضل حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ نے ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ / ۲۴ مئی ۱۹۴۳ء پونے گیارہ بجے شب عین حالتِ تشہد میں اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ کہتے ہوئے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کردی۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ

وصال سے ایک سال قبل ہی اپنی وفات کی خبریں دینا شروع کردی تھیں اور انہیں اخبار میں آپ نے صاف صاف بتادیا تھا کہ وقتِ وصال کیفیتِ وصال کا مشاہدہ یُوں ہوگا کہ زبان ذکرِ صلوٰۃ وسلام میں مصروف ہوگی اور رُوح قرب ووصال کے چھلکتے ہوئے کیف و سُرور کے جام پی رہی ہوگی، چنانچہ ارشاد فرمایا:

حُضورِ روضہ ہُوا جو حاضر، تو اپنی سَج دھج یہ ہوگی حامدؔ
خمیدہ سر، بند آنکھ، لب پہ میرے دُرود وسلام ہوگا

وقتِ وصال آپ نے تیمم کیا، نماز کا تحریمہ باندھا، بُلند آواز سے اللہ اکبر کہا اور نماز میں مشغول ہوگئے۔ جب دیر ہوئی، لوگوں نے ہاتھ ہٹانا چاہا ہے، بہ قوت ہاتھ روک لیا، یہاں تک کہ نماز تشہد تک پڑھی اور جب رُوح نے پرواز فرمائی، تو بعینہٖ یہی حال تھا:

"خمیدہ سر، بند آنکھ اور لب پر صلوٰۃ وسلام" [2]

جب آپ کا جنازہ اٹھایا گیا، تو ایک حشر برپا تھا اور بے پناہ ہجوم تھا، لوگ جنازہ کو

---

[1] ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ، ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ (مضمون مولانا سیّد ریاض الحسن نیّر، بر[illegible]

[2] ایضاً، (مضمون مولانا مفتی اعجاز ولی رضوی بریلوی) ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ، ص ۵

کاندھا دینے کے لیے سر توڑ کوشش کر رہے تھے۔ ایک بہت بڑی گراؤنڈ میں آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ آپ کی وصیت کے مطابق نماز جنازہ کی امامت کے فرائض آپ کے تلمیذ رشید حضرت شیخ الحدیث نے سر انجام دیئے۔ [۱]

ظاہری زندگی میں جس طرح آپ کی نورانی صورت سے تبلیغ حق ہوتی تھی، اسی طرح آپ کے جنازہ مبارکہ سے بھی تبلیغ ہوئی۔ ایک ہسپتال کی نرس آپ کا جنازہ دیکھ کر مشرف بہ اسلام ہوگئی اور کئی مذبذب قسم کے لوگ یہ نورانی سماں دیکھ کر صحیح العقیدہ سُنّی بن گئے۔ [۲]

اولاد میں چار صاحبزادیاں اور دو صاحبزادے تھے۔ ایک صاحبزادے مولانا حماد رضا عرف نعمانی میاں رحلت فرما گئے تھے اور دوسرے صاحبزادے مولانا محمد ابراہیم رضا عرف جیلانی میاں آپ کے بعد دار العلوم منظر اسلام کے مہتمم بنے۔

پاک و ہند میں آپ کے مُریدین لاکھوں کی تعداد میں تھے۔ آپ کے خلفاء و تلامذہ کی بھی ایک بڑی جماعت موجود تھی۔ چند مشاہیر تلامذہ و خلفاء کے اسماء گرامی یہ ہیں:

— حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد مہتمم جامعہ رضویہ مظہر اسلام بریلی و لائل پور
— حضرت شیخ القرآن مولانا محمد عبد الغفور ہزاروی مہتمم جامعہ نظامیہ غوثیہ، وزیر آباد
— حضرت مخدوم اہل سنت حضرت مولانا محمد ابراہیم رضا خاں مہتمم جامعہ رضویہ منظر اسلام، بریلی
— بقیۃ السلف حضرت مولانا مفتی تقدس علی شیخ الجامعہ جامعہ راشدیہ پیر گوٹھ (سکھر)
— عمدۃ العلماء حضرت مولانا مفتی محمد اعجاز ولی بریلوی، شیخ الحدیث جامعہ گنج بخش، لاہور
— مجاہد ملت حضرت مولانا ابو الحسنات محمد احمد قادری، سابق صدر جمعیت العلماء پاکستان
— شیر بیشہ اہل سنت حضرت مولانا محمد حشمت علی خاں، پیلی بھیت
— فاضل جلیل حضرت مولانا مفتی ظفر علی نعمانی مہتمم دار العلوم امجدیہ، کراچی وغیرہ

---

[۱] ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ، ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۲ھ، ص ۸ [۲] ایضاً، ص ۹

حیات عالی قدر حجۃ الاسلام

۱۴۰۸ھ

ایک نظر میں

(از مبلغِ اسلام مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی)

واقعہ	ہجری	عیسوی
ولادت (بریلی میں)	۱۲۹۲ھ	۱۸۷۵ء
جدِ امجد (مولانا نقی علی خاں) کا وصال	۱۲۹۷ھ	۱۸۸۰ء
تعلیم و تربیت کا آغاز	۱۳۰۰ھ	۱۸۸۳ء
تکمیل و فراغت	۱۳۱۱ھ	۱۸۹۴ء
مسند افتاء کی ذمہ داری	۱۳۱۲ھ	۱۸۹۵ء
اجلاس ندوۃ العلماء بریلی میں شرکت	۱۳۱۳ھ	۱۸۹۶ء
امام احمد رضا کی تصنیفات پر تصدیقات کا آغاز	۱۳۱۵ھ	۱۸۹۸ء
الصارم الربانی ردِ قادیانی میں پہلی تصنیف	۱۳۱۵ھ	۱۸۹۸ء
جلسہ دربار حق و ہدایت عظیم آباد پٹنہ سٹی میں شرکت	۱۳۱۸ھ	۱۹۰۰ء
امام احمد رضا کی نیابت میں پوکھریرا ضلع مظفر پور بہار کا پہلا سفر	۱۳۱۸ھ	۱۹۰۰ء
حج و زیارت	۱۳۲۳ھ	۱۹۰۵ء
رمی قبل زوال کے عدم جواز پر امام احمد رضا کی موجودگی میں مولانا سید اسمٰعیل مکی محافظِ کتبِ حرم سے مکہ میں گفتگو	۱۳۲۳ھ	۱۹۰۵ء

الدّولۃ المکیہ کی تبییض وتمہید	۱۳۲۳ھ ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۵ء ۱۹۰۶ء
کفل الفقیہ الفاہم کی تمہید	۱۳۲۴ھ ۱۹۰۶ء
الاجازات المتینہ لعلماء بکۃ والمدینہ کی تمہید	۱۳۲۴ھ ۱۹۰۶ء
شیخ عبدالقادر طرابلسی مدرس کو امام احمد رضا کی موجودگی میں مدینہ میں لاجواب کر دیا	۱۳۲۴ھ ۱۹۰۶ء
شاہ ابوالحسین احمد نوری (پیرومرشد) کا وصال (ولادت ۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء)	۱۳۲۴ھ ۱۹۰۶ء
مولانا محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں (صاحبزادۂ اکبر) کی ولادت (رحلت ۱۳۸۵ھ ۱۹۶۵ء)	۱۳۲۵ھ ۱۹۰۷ء
اُستاذِ زمن حضرت مولانا حسن رضا بریلوی (عمِ محترم) کا وصال (ولادت ۲۷۴ھ ۱۸۵۸ء)	۱۳۲۶ھ ۱۹۰۸ء
دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی کا اہتمام وانصرام	۱۳۲۶ھ ۱۹۰۸ء
سندِ مسندِ جانشینی	۱۳۳۳ھ ۱۹۱۵ء
مولانا حماد رضا خاں نعمانی میاں (صاحبزادۂ اصغر) کی ولادت (رحلت ۱۳۷۵ھ ۱۹۵۶ء)	۱۳۳۴ھ ۱۹۱۶ء
حضرت محدّث سورتی مولانا وصی احمد کی نمازِ جنازہ میں امامت (محدّث سورتی کی ولادت ۱۲۵۲ھ ۱۸۳۶ء)	۱۳۳۴ھ ۱۹۱۶ء
عیدگاہ کلاں جبل پور میں خطابِ عام	۱۳۳۷ھ ۱۹۱۹ء
مولانا مفتی محمد بُرہان الحق کے جلسۂ دستارِ فضیلت میں شرکت اور دستارِ فضیلت کی تکمیل	۱۳۳۷ھ ۱۹۱۹ء

جلسۂ جمعیۃ العلماء بریلی میں ابوالکلام آزاد سے توبہ کا مطالبہ	۱۳۳۹ھ	۱۹۲۱ء
تحریکِ خلافت کے زمانہ میں عیدگاہ بریلی میں عید کی امامت	۱۳۳۹ھ	۱۹۲۱ء
امام احمد رضا (والد ماجد) کا وصال اور نمازِ جنازہ کی امامت	۱۳۴۰ھ	۱۹۲۱ء
خرقۂ خلافت و جانشینی کی تقریب	۱۳۴۰ھ	۱۹۲۱ء
تحریک شدھی کی پوری پوری مزاحمت	۱۳۴۲ھ	۱۹۲۳ء
صدر مجلسِ استقبالیہ آل انڈیا کانفرنس مرادآباد	۱۳۴۳ھ	۱۹۲۵ء
حزب الاحناف لاہور کے پہلے جلسہ میں شرکت	۱۳۴۴ھ	۱۹۲۶ء
نجدیوں کی مذمت کے جلسہ کی بریلی میں صدارت	۱۳۴۴ھ	۱۹۲۶ء
فرنگی محل لکھنؤ میں نزول	۱۳۴۴ھ	۱۹۲۶ء
خانقاہ قادریہ نوریہ رضویہ بریلی کی تاریخ بنیاد: خانقاہ قادریہ مبارکہ ۱۳۴۵ھ	۱۳۴۵ھ	۱۹۲۷ء
جیلانی میاں (صاحبزادۂ اکبر) کی شادی خانہ آبادی	۱۳۴۷ھ	۱۹۲۸ء
آخری فیصلہ کن مناظرۂ لاہور کی صدارت	۱۳۵۲ھ	۱۹۳۴ء
دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارکپور میں تشریف آوری	۱۳۵۲ھ	۱۹۳۴ء
مولانا ریحان رضا خاں رحمانی میاں (نبیرۂ اکبر) کی ولادت (رحلت: ۱۴۰۵ھ ۱۹۸۵ء)	۱۳۵۲ھ	۱۹۳۴ء
یومِ مسجدِ شہید گنج کے جلسہ و جلوس لاہور میں شرکت	۱۳۵۴ھ	۱۹۳۵ء
خانقاہ عالیہ قادریہ نوریہ رضویہ کی تعمیر کا آغاز	۱۳۵۷ھ	۱۹۳۸ء
نبیرۂ اکبر رحمانی میاں کو ماذون و مجاز فرمایا	۱۳۵۷ھ	۱۹۳۸ء
اودے پور ماڑواڑ کا سفر اور علالت کا آغاز	۱۳۵۷ھ	۱۹۳۹ء
جودھپور کا سفر	۱۳۶۱ھ	۱۹۴۲ء
وصال پُر ملال	۱۳۶۲ھ	۱۹۴۳ء

صدر الشریعہ حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی قدس سرہٗ

صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی قدس سرہٗ بمقام گھوسی ضلع اعظم گڑھ (بھارت) کے ایک علمی گھرانے میں ۱۲۹۶ھ / ۱۸۹۸ء میں پیدا ہوئے[لہ] والد ماجد کا اسم گرامی مولانا حکیم جمال الدین بن مولانا خدا بخش بن مولانا خیر الدین قدست اسرارہم ہے۔ ابتدائی کتابیں اپنے جد امجد مولانا خدا بخش اور اپنے رشتے کے بڑے بھائی مولانا محمد صدیق سے پڑھیں۔ پھر انہی کے مشورہ سے مدرسہ حنفیہ جون پور (بھارت) میں استاذ الاساتذہ حضرت مولانا ہدایت اللہ خاں رامپوری (م ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء) سے بلا واسطہ استفادہ کیا۔ مولانا ہدایت اللہ خاں، امام الحکماء، مجاہد ملت شہید تحریک آزادی (۱۲۷۸ھ / ۱۸۵۷ء) حضرت مولانا محمد فضل حق خیر آبادی کے اجل تلامذہ میں سے ہیں۔ جون پور میں حضرت صدر الشریعہ اپنے اُستاذ گرامی سے شرف تلمذ کے ساتھ ساتھ شرف خدمت سے بھی بہرہ ور ہوئے۔ رات کی خدمت کے دوران استاذ محترم دن بھر کے آموختہ کا جائزہ لے کر اعادہ کرا دیتے۔ یہ طریقہ استعداد کی پختگی کا باعث و معاون بنا۔ علوم و فنون کی تکمیل کے بعد حجۃ العصر مولانا وصی احمد محدث سُورتی قدس سرہٗ (م ۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۶ء) سے مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت (یو۔پی) حاضر ہو کر درس حدیث لیا اور سند فراغت درجہ اختصاص میں حاصل کی۔ زمانہ طالب علمی میں ہی آپ کی علمی صلاحیت و حسن لیاقت کا شہرہ ہو چکا تھا۔ بعد ازاں حاذق الملک حکیم عبد الولی جھوائی ٹولہ لکھنؤ سے ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء میں علم طب حاصل کیا۔ ۱۳۲۴ھ سے ۱۳۲۷ھ (۱۹۰۶ء سے ۱۹۰۹ء) تک حضرت محدث سُورتی کے مدرسہ میں درس دیا۔ پھر ایک سال پٹنہ میں مطب کرتے رہے

لہ الیواقیت المہریہ ص ۹، بحوالہ فقیہ اسلام مصنفہ ڈاکٹر حسن رضا اعظمی، ناشر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، ص ۲۸۰

اسی اثنار میں امام احمد رضا فاضل بریلوی (م ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء) کو دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی کے لیے ایک ذی استعداد اُستاد کی ضرورت پیش آئی۔ حضرت محدث سُورتی علیہ الرحمہ نے آپ کا نام بطورِ صدر المدرسین پیش کیا۔ امام احمد رضا کے طلب فرمانے پر پٹنہ سے مطب چھوڑ کر دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی میں تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ بالفاظِ دیگر اب طبِ جسمانی سے تبادلہ کر کے طبِ رُوحانی کے مطب میں کام شروع کیا۔ جلد ہی اپنی استعداد، قابلیت، خداداد حُسنِ سلیقہ اور سعادت مندی سے مجددِ ملت امام احمد رضا بریلوی کی نظر میں مقبول اور موردِ الطافِ خاص بن گئے۔ ابتداء میں درس و تدریس کا کام سپرد تھا۔ بعد ازاں مطبع اہلِ سنت بریلی کا انتظام اور جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کے شعبۂ علمیہ کی صدارت کے فرائض بھی آپ کے سپرد کر دیئے گئے[1] افتاء کی مصروفیات اس کے علاوہ تھیں۔ امام احمد رضا اور دیگر اکابر علماء فتاوٰی کے سلسلہ میں آپ پر اعتماد فرماتے تھے۔

امام احمد رضا کی عشقِ رسالت میں ڈوبی ہوئی اور ورع و تقویٰ سے شاداب و درخشندہ زندگی کی مسلسل دید کے بعد آپ نے رُوحانی راہنمائی کے لیے سلسلۂ عالیہ قادریہ میں اُن سے بیعت کی ___ اور جلد ہی تمام سلاسل میں خلافت سے نوازے گئے[2]

---

[1] تحریکِ خلافت کے دور میں "جمعیت علماء ہند" کے لیڈروں کے غیر شرعی اقوال اور سیاسی اعتبار سے مسلمانوں کے لیے نقصان دہ افعال کی بناء پر ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء میں علماء اہل سنت نے "ابوالکلام آزاد" سے "جمعیت علماء ہند" کے سالانہ اجلاس منعقدہ بریلی میں انہی اقوال و افعال پر گرفت فرمائی اور کامیاب مناظرہ کیا۔ اس اجلاس میں بحیثیت صدر شعبۂ علمیہ "جماعت رضائے مصطفےٰ" بریلی "مولانا محمد امجد علی" کے مرتب کردہ ستر سوالات بنام "اتمامِ حجت تامہ" نے فیصلہ کن کردار ادا کیا۔ یہ سوالات تحریکِ خلافت والوں کے اس وقت بھی لاجواب تھے اور آج بھی ___ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (ا) دوامغ الحمیر، مطبوعہ جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی (۱۳۴۰ھ)

(ب) "ابوالکلام آزاد کی تاریخی شکست" مؤلفہ محمد جلال الدین قادری، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، لاہور (۱۹۸۰ء)

[2] ماہنامہ "الرضا" بریلی، مندرجہ "معارفِ رضا" مرتبہ سید محمد ریاست علی قادری، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء

صدر الشریعہ نے ابتدائے شباب ہی سے تدریس کا کام شروع کیا اور آخر حیات تک جاری رکھا۔ آپ کے تلامذہ میں ایسے نابغۂ روزگار افراد شامل ہیں جن پر علم و فضل کو بھی ناز ہے۔ مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت اور پٹنہ کے بعد ۱۳۲۹ھ سے ۱۳۴۳ھ / ۱۹۱۱ء سے ۱۹۲۵ء تک منظر اسلام بریلی میں تدریس کے فرائض سر انجام دیئے۔ ۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۵ء میں مولانا سید سلیمان اشرف (م ۱۳۵۲ھ / ۳۴-۱۹۳۳ء) علیہ الرحمہ صدر شعبۂ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں صدر المدرسین کے لیے مدرسہ کے مہتمم و متولی جناب میر نثار احمد کا دعوت نامہ لے کر بریلی آئے، لیکن آپ نے اپنے شیخ کا آستانہ اور منظر اسلام کی تدریس چھوڑ کر جانے سے معذرت کر دی۔ مولانا سید سلیمان اشرف نے امام احمد رضا کے خلف اکبر و خلیفہ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا (م ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء) سے رجوع کیا۔ آپ اُن کی اجازت و حکم سے دار الخیر اجمیر حاضر ہوئے اور بے مثال تدریس کے ذریعہ مرجع علماء و طلباء بنے۔ [1]

اجمیر مقدس میں ۱۳۵۱ھ / ۱۹۳۲ء تک تدریس فرمائی۔ مہتمم و متولی مدرسہ میر نثار احمد سے بعض امور میں اختلاف کے سبب مدرسہ معینیہ عثمانیہ کی تدریس سے علیحدگی اختیار فرمائی۔ علماء کی ایک کثیر تعداد، جو حلقۂ تلمذ سے وابستہ تھی، ہمراہ لے کر دوبارہ بریلی شریف آگئے اور منظر اسلام میں تدریس شروع کر دی۔ تین سال بعد مولانا سید مصباح الحسن کچھوچھوی قدس سرہٗ کی راہنمائی میں نواب حاجی غلام محمد خاں شروانی رئیس ریاست دادوں ضلع علی گڑھ کی دعوت پر دار العلوم حافظیہ سعیدیہ دادوں میں بحیثیت صدر مدرس تدریس کا کام کیا۔ سات سال تک بہ کمال حسن و خوبی یہاں درس دیا۔ مولانا حبیب الرحمٰن شروانی سابق صدر امور مذہبی حیدر آباد دکن نے ۱۳۵۶ھ / ۱۹۳۷ء سالانہ جلسہ امتحان کے موقعہ پر اپنی

---

[1] شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سردار احمد نے اسی عرصہ میں آپ سے اکتساب فیض کیا، تا آنکہ آپ معیار علم و فضل بنے۔ فقیر قادری عفی عنہ

تقریر میں حضرت صدر الشریعہ کی مہارت درس اور تبحر علمی کا یہ کمال اعتراف کیا اور کہا،

"مولانا امجد علی صاحب پورے ملک میں ان چار پانچ مدرسین میں ایک ہیں، جنہیں میں منتخب جانتا ہوں۔" [1]

بعدازاں کچھ عرصہ بہار اور بنارس میں بھی تدریسی فرائض سرانجام دیئے۔

منظر اسلام بریلی اور مظہر اسلام بریلی کے مدرسین جب کبھی بیماری یا اتفاقیہ رخصت کی بناء پر اپنے طلبہ کو سبق نہ پڑھا سکتے، تو اس عرصہ میں عموماً صدر الشریعہ طلبہ کو سبق پڑھاتے۔ [2]

حضرت صدر الشریعہ ایک فکر ساز مدرس، ماہر تعلیم اور عظیم فقیہ و متکلم تھے۔ برصغیر پاک و ہند کی اکثر درس گاہیں آپ کے تلامذہ یا تلامذہ کے تلامذہ سے آباد ہیں۔ صاحب فکر، فعال و متحرک اساتذہ آپ ہی کے حلقۂ تدریس کے خوشہ چین ہیں۔ آپ اپنے دور میں "علماء ساز اداروں" کے صدر الصدور کی حیثیت رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی نصاب کمیٹی میں آپ کو شامل کیا گیا تھا۔ آپ کے مشورہ سے ایک شاندار نصاب مدون ہوا تھا [3]

امام احمد رضا کو آپ کی علمی ثقاہت اور فقاہت پر کس قدر اعتماد تھا، انہی کے الفاظ ملاحظہ ہوں،

"آپ یہاں موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے، وہ امجد علی صاحب میں زیادہ

---

[1] تذکرہ علماء اہل سنت، مؤلفہ محمود احمد قادری، مطبوعہ ٹپکا پور، کانپور

[2] مولانا سید محمد جلال الدین شیخ الحدیث دارالعلوم محمدیہ رضویہ بھکھی شریف (گجرات) نے اپنے ایک بیان میں ۱۲ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ کو اس فقیر غفرلہ سے فرمایا کہ میرے بریلی کے دور طالب علمی میں ۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۶ء-۴۷ء میں دارالعلوم مظہر اسلام بریلی کے شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد بیمار ہو گئے۔ تین ماہ تک صدر الشریعہ نے اس دوران ہمیں درس حدیث دیا۔ فقیر قادری عفی عنہ

[3] مقدمہ فتاوٰی امجدیہ، جلد اول، مطبوعہ کراچی (۱۹۸۰ء)

پائیے گا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ استفتار سنایا کرتے ہیں اور یہ جواب دیتا ہوں، لکھتے ہیں، طبیعت اخاذ ہے، طرز سے واقفیت ہو چکی ہے۔" لہ

ایک بار امام احمد رضا نے بعض علمار کرام کی موجودگی میں آپ کو اور حضرت مفتی اعظم مولانا محمد مصطفےٰ رضا کو منصبِ افتار و قضا پر مامور فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"اللہ عزّوجل اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اختیار مجھے عطا فرمایا، اُس کی بنار پر ان دونوں کو نہ صرف مفتی، بلکہ شرع کی جانب سے ان دونوں کو قاضی مقرر کرتا ہوں کہ ان کے فیصلے کی وہی حیثیت ہوگی جو ایک قاضیِ اسلام کی ہوتی ہے۔" ٢ه

پھر اپنے سامنے تخت پر بٹھا کر قلم دوات سپرد کیا۔

حضرت صدر الشریعہ، امام احمد رضا کے زمانۂ حیاتِ ظاہری میں بھی حسبِ ضرورت افتار کا کام سرانجام دیتے رہے۔ ان کے وصال کے بعد ایک خواب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اس کے بعد بلا تکلف میں اس خدمتِ افتار وغیرہ کو انجام دیتا رہا اور سمجھ لیا کہ جس طرح اعلیٰ حضرت نے اپنی حیات میں لوگوں کے سامنے اس کام کو تفویض فرمایا تھا، اب بھی اس کام کو مجھ سے لینا چاہتے ہیں اور جو کچھ دشواریاں ہوں گی، اس میں وہ خود مددگار ہوں گے۔ چنانچہ کبھی باوجود اپنی کم بضاعتی کے اس سلسلے میں دشواری پیش نہیں آئی۔ فللہ الحمد۔" ٣ه

آپ کی ذات مرجعِ خلائق و علمار تھی۔ اس دور کے اجلہ علمار فتاویٰ میں آپ کی طرف رجوع فرماتے۔ مولانا ضیار الدین پیلی بھیتی اپنے ایک مکتوب محررہ، محرم الحرام ۱۳۵۷ھ

لہ الملفوظ، مرتبہ مولانا محمد مصطفےٰ رضا بریلوی قدس سرہٗ

٢ه سوانح حیات خود نوشت، بحوالہ مقدمہ فتاویٰ امجدیہ، جلد اوّل، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۰ء

٣ه ایضاً،

مارچ ۱۹۳۸ء میں مال وقف سے متعلق ایک سوال کے بارے میں لکھتے ہیں،

"باوجود ورق گردانی کتاب الوقف کے، وہ صورت مجھے نہ سوجھی۔

پس آپ کی طرف رجوع کی ضرورت پیش آئی۔" لہ

اسی طرح سراج الفقہاء مولانا سراج احمد مکھن پوری نے بھی حضرت صدر الشریعہ سے کئی فتاوی حاصل کیے۔ فتاوی امجدیہ میں اُن کی نقول محفوظ ہے۔" ٢ه

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کو دیگر علوم وفنون کے علاوہ فقہ پر ایسا کمال حاصل تھا کہ فقہ کے جمیع ابواب کی تمام جزئیات مع ان کے تفصیلی دلائل کے مستحضر تھیں۔ انہی خصوصیات کی بنا پر امام احمد رضا نے آپ کو "صدر الشریعہ" کا خطاب دیا تھا۔ قوتِ حافظہ کا یہ عالم تھا کہ یاد رکھنے کی غرض سے کسی کتاب کو تین مرتبہ دیکھ لینا کافی ہوتا تھا۔ ٣ه

صدر الشریعہ نہ صرف علومِ شرعیہ میں کامل دسترس رکھتے تھے، بلکہ طریقت کے بحرِ بے کنار کے ماہر شناور بھی تھے۔ اجلّہ علماء کرام ومشائخ عظام نے بارہا اس کا عملی اعتراف کیا۔

امام احمد رضا کے فرزند ارجمند مفتیِ اعظم مولانا محمد مصطفےٰ رضا بریلوی جب ۱۳۶۴ھ/۱۹۴۵ء میں عازمِ حرمین شریفین ہوئے، تو آپ نے مرکزِ علم وعرفان بریلی سے اپنی عارضی غیر حاضری میں حضرت صدر الشریعہ کو اپنا نائب وقائم مقرر فرمایا۔ رضوی سلسلہ کے علماء میں آپ کا یہ انتخاب اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ علماءِ حقانی میں آپ بلند مرتبہ پر فائز تھے۔

مفتیِ اعظم نے بریلی سے الوداع ہوتے وقت جو پند ونصائح اور وصایا ارشاد فرمائے، اس کا ایک حصہ ملاحظہ ہو،

"آستانہ عالیہ رضویہ بریلی سے شرعی احکام پہنچانے کی خدمت فقیر اپنے برادرِ طریقت صدر الشریعہ حضرت مولانا مولوی امجد علی صاحب اعظمی زیدت کرمہ

لہ مقدمہ فتاوی امجدیہ، جلد اول، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۰ء

٢ه ایضاً،   ٣ه ایضاً،

کے سپرد کرتا ہے۔ "موصوف" آستانہ عالیہ مقدسہ پر ہی قیام فرما رہیں گے۔ آپ کی ذاتِ گرامی محتاجِ تعریف نہیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے ارشد تلامذہ و اکابر خلفاء میں سے ہیں۔ ۲۰، ۲۲ سال تک اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی صحبت میں رہ کر علم و معرفت سے فیض یاب ہوتے رہے ہیں، اس لیے آپ کے پہنچائے ہوئے شرعی احکام "اعلیٰ حضرت" قدس سرہٗ کے مسلک پر مبنی ہوں گے "موصوف" مدرسہ اہلِ سنّت "منظرِ اسلام مسجد بی بی صاحبہ" کے صدر المدرسین کی حیثیت سے ہر طرح کی سرپرستی فرمائیں گے اور جملہ اختیارات جو اس آستانے کے عقیدت کیشاں کی جانب سے اس فقیر کو حاصل ہیں، وہ سب فقیر اپنی طرف سے "صدر الشریعہ" کو تفویض کرتا ہے۔" [۱]

صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے تصانیف کی طرف بھی توجہ کی۔ اس وقت آپ کی تین اہم تصانیف کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

۱۔ بہارِ شریعت، سترہ حصوں میں اردو زبان میں فقہ کے جمیع ابواب پر مشتمل ہے محققانہ مسائل اور ترجیحی جزئیات سے پورا برِّ صغیر پاک و ہند استفادہ کر رہا ہے۔ مفتیانِ کرام کے لیے حوالہ تلاش کرنے، فتویٰ دینے اور کتبِ فقہ کے تتبع کا بہترین ذریعہ ہے۔ قیامِ بریلی کے عرصہ ۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۶ء میں اس تحریر کا آغاز ہوا۔ امام احمد رضا کی حیات میں اس کے قریباً چھ حصے مکمل ہو گئے تھے۔ ان حصوں پر امام احمد رضا کی تقریظ موجود ہے۔ ۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۴ء کو سترھواں حصہ مکمل ہوا۔ یہ کتاب اپنی افادیت کی بنا پر بارہا چھپ چکی ہے۔

علومِ اسلامیہ کی عربی درس گاہوں میں عموماً رمضان المبارک کو تعطیلات ہوتی ہیں۔ انہی ایام میں دیگر مصروفیات سے وقت نکال کر آپ نے بہارِ شریعت تصنیف فرمائی۔ آخری سالوں میں متعدد پیہم حوادثات پیش آئے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں گیارہ اعزاء و اقارب کی وفات

---

[۱] ہفت روزہ الفقیہ، امرتسر ۲۸-۲۱ / اکتوبر ۱۹۴۵ء، ص ۱۰

نے اس کام کو مزید جاری رکھنے نہ دیا۔[1]

۲۔ فتاویٰ امجدیہ: حضرت صدرالشریعہ سے مختلف زبانوں میں، مختلف اوقات میں، مختلف لوگوں نے فقہی سوالات کیے اور فتوے پوچھے۔ آپ نے سفر میں، حضر میں، ہر جگہ تحریراً و تقریراً بے شمار فتاویٰ عطا فرمائے۔ ان میں سے بعض اہم فتاویٰ دست بُردِ زمانہ سے محفوظ نہ رہے۔ امام احمد رضا قدس سرہٗ کی حیات میں، تدریس، مطبع اہل سنت کی نگرانی اور دیگر اشاعتی مصروفیات کی وجہ سے آپ کے فتاویٰ کا ریکارڈ محفوظ نہ ہو سکا۔ جنگِ عظیم دوم کے دوران کاغذ ناپید ہو رہا تھا، اس لیے بھی نقول کا کام کما حقہٗ نہ ہو سکا۔ تاہم ۲۶×۳۰/۸ کے سولہ سو صفحات پر فتاویٰ امجدیہ کا مسودہ موجود ہے۔[2]

علاوہ ازیں کچھ متفرق اوراق بھی موجود ہیں۔ پہلا فتاویٰ ۷ ربیع الاول ۱۳۴۰ھ/ ۸ نومبر ۱۹۲۱ء کو اور سب سے آخری فتویٰ وفات سے چوبیس روز قبل ۸ شوال ۱۳۶۷ھ/ ۱۴ اگست ۱۹۴۸ء کا تحریر کردہ دستیاب ہوا ہے۔ فتاویٰ کی نقول کا اکثر حصہ (بالخصوص دورِ اجمیر) آپ کے ارشد تلمیذ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے قلم سے ہے۔ مجموعہ فتاویٰ میں سے ایک حصہ چار سو پچیس (۴۲۵) صفحات پر مشتمل ۱۹۸۰ء کو کراچی سے شائع ہو چکا ہے۔[3]

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، بہار شریعت، حصہ ہفدہم، ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ص ۱۰۱

[2] مقدمہ فتاویٰ امجدیہ، حصہ اول۔ مطبوعہ کراچی ۱۹۸۰ء ص ۷۳

[3] صدرالشریعہ کے بعض فتاویٰ اُس دور کے رسائل و جرائد میں بھی شائع ہوتے رہے۔ چند محققانہ فتاویٰ دبدبہ سکندری، رامپور کے درج ذیل شماروں میں شائع ہوئے ہیں:

۲۴ ربیع النور ۱۳۶۷ھ / ۶ فروری ۱۹۴۸ء ص ۱

۵ ربیع الآخر ۱۳۶۷ھ / ۱۷ فروری ۱۹۴۸ء ص ۲

۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۷ھ / ۱۷ مارچ ۱۹۴۸ء ص ۱

۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۷ھ / ۲۹ مارچ ۱۹۴۸ء ص ۲

(باقی حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

۳۔ تحشیہ شرح معانی الآثار: محرم ۱۳۶۲ھ / جنوری ۱۹۴۳ء قیام دادوں کے زمانہ میں اپنے بعض تلامذہ کے اصرار پر امام ابوجعفر طحاوی علیہ الرحمہ (م ۳۲۱ھ / ۹۳۳ء) کی کتاب شرح معانی الآثار معروف بہ طحاوی شریف پر حواشی لکھنے شروع کئے۔ فقہ الحدیث کی یہ معرکۃ الآرا کتاب حواشی سے خالی تھی۔ مولانا وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمہ (م ۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۶ء) نے اس پر کہیں کہیں تعلیقات تحریر فرمائے تھے۔ حضرت صدر الشریعہ نے سات ماہ میں اس کے نصف اوّل پر حاشیہ مکمل کر دیا۔ یہ حواشی باریک قلم سے چھتیس سطری چار سو پچاس صفحات پر مشتمل ہیں[۱]

یہ علمی سرمایہ تاہنوز غیر مطبوعہ ہے، کاش کوئی ناشر ان کی طباعت کا انتظام کر کے اہلِ علم سے خراجِ تحسین اور دعائیں وصول کرے۔ فی الواقع یہ ایک گراں مایہ تحفہ ہوگا۔

صدر الشریعہ نے قیام بریلی کے زمانہ میں ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء میں پہلی بار حج و زیارت کی سعادت حاصل کی۔ ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء میں دوسری بار حرمین شریفین کی زیارت و حج کے ارادے سے مفتیِ اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا قدس سرہ (م ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء) کی معیت میں بریلی سے بمبئی تشریف فرما ہوئے کہ راستہ میں بیمار ہو گئے۔ ۲ ذی قعدہ ۱۳۶۷ھ / ۷ ستمبر ۱۹۴۸ء کو یہ عازمِ حرمین شریفین اپنے مولا تعالیٰ سے جا ملا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ۝

مدینے کا مُسافر ہند سے پہنچا مدینے میں
قدم اٹھنے کی بھی نوبت نہ آئی تھی سفینے میں

آیتِ کریمہ: اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ تاریخِ وصال ہے۔
(۱۳۶۷ھ)

(بقیہ حاشیہ صہ سے)

لہ ۱۹ جمادی الاخری ۱۳۶۷ھ / ۳۰ اپریل ۱۹۴۸ء — ص ۱
لہ ۲ رجب المرجب ۱۳۶۷ھ / ۱۲ مئی ۱۹۴۸ء — ص ۱
۲۹ رمضان المبارک ۱۳۶۷ھ / ۶ اگست ۱۹۴۸ء — ص ۲

[۱] تذکرہ علماء اہل سنت، مطبوعہ بہار (۱۳۹۱ھ) ص ۵۳

مولانا مفتی محمد شریف الحق شیخ الحدیث دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور (بھارت) نے اس آخری سفرِ حج اور وصال کی کیفیات کو اپنے مفصل مضمون "شوقِ معراج" میں لکھا ہے۔ یہ مضمون دبدبہ سکندری، رامپور کے پانچ شماروں میں قسط وار شائع ہوا۔[1]

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے علم و فضل سے ممتاز اولاد کے علاوہ بیشمار تلامذہ چھوڑے، جو اپنے طور پر نازشِ علم و فضل ثابت ہوئے۔ چند ایک کے اسماء گرامی یہ ہیں:

- محدثِ اعظم مولانا محمد سردار احمد شیخ الحدیث، فیصل آباد
- امینِ شریعت مولانا رفاقت حسین، شیخ الحدیث کانپور
- اُستاد العلماء مولانا حافظ عبدالعزیز، شیخ الحدیث مبارک پور
- مجاہدِ ملت مولانا حبیب الرحمٰن، صدر المدرسین الٰہ آباد
- شیخ الجامعہ مولانا قاضی شمس الدین جونپوری
- شیر بیشۂ اہلِ سنت مولانا حشمت علی لکھنوی
- فخر العلماء مولانا غلام جیلانی اعظمی
- زینتہ العلم مولانا عبدالمصطفٰے الازہری، شیخ الحدیث جامعہ امجدیہ، کراچی
- فاضلِ جلیل مولانا غلام جیلانی میرٹھی
- شیخ الادب مولانا غلام یزدانی
- شیخ الحدیث مولانا محمد شریف الحق امجدی

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: دبدبہ سکندری رامپور، مجریہ ۲۷ر ستمبر ۱۹۴۸ء ص ۶
" ۱۱ر اکتوبر ۱۹۴۸ء ص ۶
" ۲۵ر اکتوبر ۱۹۴۸ء ص ۴
" یکم نومبر ۱۹۴۸ء ص ۴
" ۱۱ر نومبر ۱۹۴۸ء ص ۳

سلاسلِ علوم

(۱) خیرآبادی سلسلۂ تلمذ
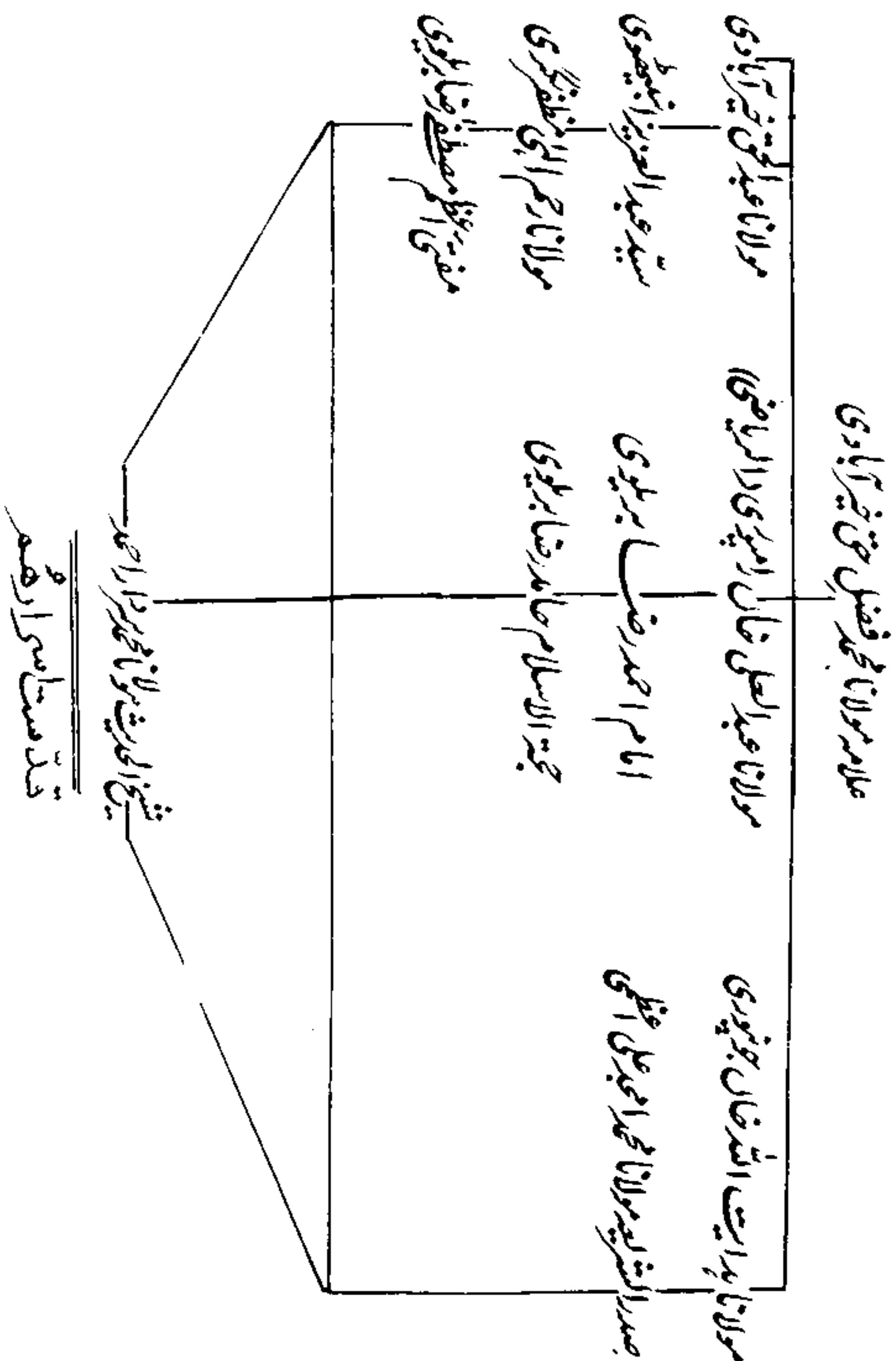
سندِ احادیث مبارکہ و علوم متفرقہ

(ب) سلسلۂ تلمذ دہلوی و بریلوی[1]

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی
سید آلِ رسول احمدی مارہروی

ابوالعیاش محمد عبدالعلی لکھنوی
الشیخ محمد السندی
شیخ خلیل الرحمٰن محمد آبادی
مولانا رضا علی بریلوی
مولانا محمد نقی علی بریلوی

شیخ عثمان دمیاطی
سید احمد بن زین دحلان مکی

جمال بن عبداللہ مفتی مکہ
عبدالرحمٰن بن عبداللہ السراج مکی

عابد السندی المدنی
حسین بن صالح جمل اللیل

شاہ علی حسین مرادآبادی
سید ابوالحسین احمد نوری

امام احمد رضا بریلوی

صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی
حجۃ الاسلام حامد رضا بریلوی
مفتیٔ اعظم مصطفےٰ رضا بریلوی

شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد

(رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ

[2] اس سند کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں امام احمد رضا بریلوی سے امام بخاری تک فقط گیارہ واسطے ہیں (حیاتِ اعلیٰ حضرت)

سندِ حدیثِ مُسلسل بالاولیت

حضور نبی اکرم نورِ مجسم شفیعِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضرت ابوقابوس مولیٰ عبداللہ بن عمرو بن العاص

حضرت سفیان بن عمرو بن دینار

حضرت سفیان عیینیہ

حضرت عبدالرحمٰن بن بشر بن الحکم

حضرت ابوحامد احمد بن محمد بن یحییٰ بن بلال البزار

حضرت ابوطاہر محمد بن محمد محمش الزیادی

حضرت ابوصالح احمد بن عبدالملک المؤذن

حضرت ابوسعید اسمٰعیل بن ابوصالح احمد بن عبدالملک نیشاپوری

حضرت حافظ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی الجوزی

حضرت ابوالفرج عبداللطیف بن عبدالمنعم الحرانی

حضرت ابوالفتح محمد بن محمد بن ابراہیم الکبریٰ المیدومی

شیخ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد التدمیری
شیخ الفضل عبدالرحیم بن حسین العراقی

شیخ الشہاب ابوالفضل احمد بن علی العسقلانی (ابن حجر)

شیخ شمس الدین سخاوی القاہری

شیخ وجیہہ الدین عبدالرحمٰن بن ابراہیم علوی

شیخ زین الدین عبدالرحیم بن الحسین العراقی

شیخ ابوالفتح محمد بن ابوبکر بن الحسین المراغی

شیخ سید ابراہیم التازی

شیخ احمد حجی الوہرانی

شیخ سعید بن محمد المقری

(جاری ہے)

شیخ محمد بن افلح الیمنی
شیخ عبدالوہاب بن فتح اللہ بروجی
(یکے از فقرائے سید عبدالوہاب المتقی)
شیخ عبدالحق محدث دہلوی
شیخ ابوالرضا ابن اسمٰعیل دہلوی (نواسہ شیخ عبدالحق)
سید مبارک فخرالدین بلگرامی
سید طفیل محمد اترولوی
سید شاہ حمزہ بن سید آل محمد بلگرامی حسنی الواسطی
سید آلِ احمد اچھے میاں مارہروی
سید آلِ رسول احمدی مارہروی
امام احمد رضا بریلوی
شیخ سعید بن ابراہیم الجزائری المعروف قدورہ
شیخ یحییٰ بن محمد شاوی
شیخ عبداللہ بن سالم البصری
شیخ سید عمر
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی
سید آلِ رسول احمدی مارہروی
امام احمد رضا بریلوی
صدر الشریعہ امجد علی اعظمی
حجۃ الاسلام حامد رضا بریلوی
مفتی اعظم محمد مصطفےٰ رضا بریلوی
شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد
(رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

سندِ حدیثِ مسلسل بالاولیت

(جو بہت عالی ہے)

حضور اکرم نبیِّ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لے کر شیخ الشہاب ابوالفضل احمد بن حجر العسقلانی تک وہی سند ہے جو گزری۔ اس کے بعد سند یوں ہے:

شیخ الاسلام اشرف زکریا بن محمد الانصاری

شیخ ابوالخیر بن عموس الرشیدی

شیخ محمد بن عبدالعزیز

شیخ احمد بن محمد الدمیاطی المعروف ابن عبدالغنی

شیخ مولانا احمد حسن الصوفی مرادآبادی

سیّد شاہ ابوالحسین احمد النوری مارہروی

امام احمد رضا قادری بریلوی

صدرالشریعہ امجد علی اعظمی — حجۃ الاسلام حامد رضا بریلوی — مفتیٔ اعظم مصطفےٰ رضا بریلوی

شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد

(رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

سند فقہ حنفی

اس سند کی خوبی یہ ہے کہ اس سند کے تمام اساتذہ ومشائخ حنفی ہیں۔ ملاحظہ ہو:

العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ جلد اوّل۔ ص ۵

النبیّ الکریم الامین علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم

حضرت عبد اللہ بن مسعود

حضرت علقمہ — حضرت الاسود

حضرت ابراہیم

حضرت حماد

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ

امام ابوعبد اللہ محمد بن الحسن الشیبانی

شیخ احمد بن حفص (الشہیر ابوحفص الکبیر)

شیخ عبد اللہ بن ابی حفص البخاری

امام ابوعبد اللہ السبندمونی

شیخ ابوبکر محمد بن الفضل البخاری

شیخ القاضی ابوعلی النسفی

امام شمس الائمۃ الحلوانی

امام فخر الاسلام البزودی

امام بُرہان الدین (صاحب الہدایہ) (جاری ہے)

امام عبدالستار بن محمد الکردری

شیخ جلال الدین الکبیر

شیخ عبدالعزیز البخاری

شیخ سید جلال الدین الخبازی

شیخ علاء الدین السیرانی

شیخ السراج قاری الہدایہ

شیخ الکمال بن الہمام (صاحب فتح القدیر)

شیخ سری الدین عبدالبر بن الشحنۃ

شیخ احمد بن یونس الشلبی

شیخ محمد بن عبدالرحمن المسبری — شیخ عبداللہ النحریری — شیخ محمد بن احمد الحموی — شیخ احمد المجبّی

شیخ حسن الشرنبلالی (صاحب نور الایضاح وغیرہ)

شیخ علی المقدسی — شیخ الشمس الحانوتی — شیخ عمر بن نجیم

شیخ احمد شوبری

شیخ اسمٰعیل بن عبدالغنی النابلسی (صاحب شرح الدرر والغرر)

شیخ عبدالغنی بن اسمٰعیل بن عبدالغنی النابلسی (صاحب الحدیقۃ الندیۃ وغیرہ)

شیخ اسمٰعیل بن عبداللہ الشہیر علی زادہ البخاری

شیخ عبدالقادر بن خلیل

شیخ یوسف بن محمد بن علاء الدین المزجاجی

شیخ محمد عابد الانصاری المدنی

شیخ جمال بن عبداللہ بن عمر مفتی مکہ

(جاری ہے)

عُلوم وفنون

برِّصغیر میں معقول ومنقول علوم وفنون کے جتنے مشہور اسناد ہیں، ان میں سے سلسلۂ تلمذ بریلوی کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ ہر فن اور ہر علم کی سند عالی ہے اور پھر اسی ایک سلسلہ سے تمام معقول ومنقول علوم وفنون کی سند حاصل ہو جاتی ہے۔ گویا سلسلۂ تلمذ بریلوی جمیع علوم وفنون کا جامع ہے۔ ذیل میں ان علوم کا ذکر کیا جاتا ہے، جو حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کو بریلوی سلسلۂ تلمذ کے واسطہ سے حاصل ہو جائے:

۱۔ علمِ قرآن	۲۔ علمِ حدیث	۳۔ اصولِ حدیث
۴۔ فقہ حنفی	۵۔ کتبِ فقہ جملہ مذاہب	۶۔ اصولِ فقہ
۷۔ جدل مہذب	۸۔ علمِ تفسیر	۹۔ علم العقائد والکلام
۱۰۔ علمِ نحو	۱۱۔ علمِ صرف	۱۲۔ علمِ معانی
۱۳۔ علمِ بیان	۱۴۔ علمِ بدیع	۱۵۔ علمِ منطق
۱۶۔ علمِ مناظرہ	۱۷۔ علمِ فلسفہ مدلسہ	۱۸۔ علمِ تکسیر
۱۹۔ علمِ ہیئت	۲۰۔ علمِ حساب	۲۱۔ علمِ ہندسہ
۲۲۔ قراءت	۲۳۔ تجوید	۲۴۔ تصوف
۲۵۔ سلوک	۲۶۔ اخلاق	۲۷۔ اسماء الرجال

۲۸۔ سیر ۲۹۔ تواریخ ۳۰۔ لغت ۳۱۔ ادب مع جملہ فنون

سندِ حرمین طیّبین

صحیح بخاری، صحاح، مسانید، سنن، اجزاء اور تمام مرویات کی اجازت

منجانب: الشیخ محمّد الحافظ التیجانی، مدینہ منورہ

الشیخ الامیر الکبیر
|
الشیخ الامیر الصغیر
|
الشیخ ابراہیم السقا
|
الشیخ بدر الدین شیخ دار الحدیث دمشق

الشیخ السید محمد عبد الحی الکتانی الفاسی

الشیخ عبد الغنی دہلوی
|
السیدہ امۃ اللہ بنت شیخ عبد الغنی دہلوی

الشیخ محمّد الحافظ التیجانی
|
الشیخ محمد سردار احمد
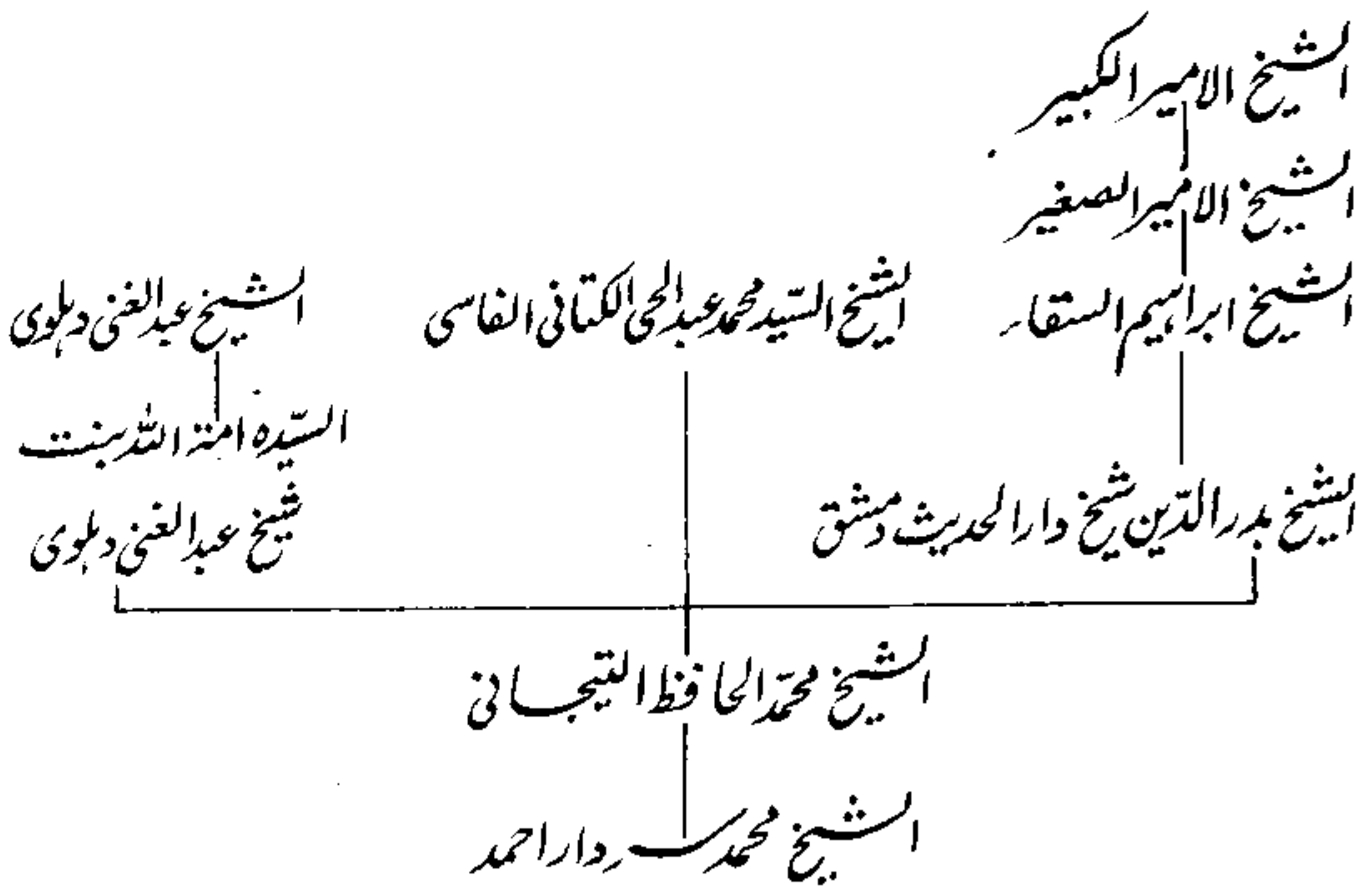
(رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین)

۱۹ محرم الحرام ۱۳۶۰ھ / ۱۶ فروری ۱۹۴۱ء

جمیع مرویات کی اجازتِ عامہ مطلقہ تامّہ

منجانب: رئیس المحدثین زبدۃ العارفین الشیخ عمر حمدان محرسی

مدینہ منوّرہ

الشیخ سید علی ظاہر المدنی — الشیخ محمد حبیب اللہ المکیّ

الشیخ عمر حمدان المحرسی،

الشیخ محمد سردار احمد

۳ صفر المظفر ۱۳۶۵ھ / ۷ جنوری ۱۹۴۶ء

مشائخِ عظام سے عقیدت

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ العزیز کو اپنے اساتذہ کرام اور پیرانِ عظام سے ایسی گہری اور مربوط نسبت حاصل تھی جو عقیدت کی معراج کہلاتی ہے۔ بے شمار قرائن و آثار اور درجنوں حضرات کی شہادت ہمارے اس دعویٰ کا مبنیٰ ہے۔

علمِ طریقت کی حقیقت یہ ہے کہ انسان اتباعِ سنتِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور محبتِ مشائخِ سلسلہ کی دولت سے بہرہ ور ہو۔ راہِ سلوک میں یہی زادِ راہ ہے۔ اسی سے معرفتِ الٰہیہ کا حصول ممکن ہے۔ اتباعِ سنت اور محبتِ مشائخ ——— ان ہر دو میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ اس درجہ ممتاز تھے کہ آپ کے مخالفین بھی اس کے معترف ہیں۔

ظاہر ہے کہ عالمِ سلوک کے ان اعلیٰ منازل کا حصول محض درس و تدریس اور مطالعہ کتب سے ممکن نہیں، بلکہ مردانِ احرار و ابرار کی نگاہِ عرش پناہ اور ان کے اکرام و الطاف کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر مردانِ خدا کی روحانی شفقت و تربیتِ حال میسر نہ ہو تو محض عقلی قوی روحانی درجات کو پالینے سے قاصر ہیں۔ چونکہ اس نعمت کا حصول ذوق اور حال سے وابستہ ہے ——— اور ذوق و حال کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے روحانی مربی کی رضا کے حصول کی ہر ممکنہ کوشش کی جائے۔ اسی حصولِ رضا کی کوشش میں ایک مقام ایسا بھی آتا ہے کہ طالب اپنے مطلوب و محبوب کے احوال میں گم ہو جاتا ہے۔ اس کی سی صفات پیدا کر لیتا ہے۔ اپنے احوال و صفات کو ایسا گم کر دیتا ہے کہ مطلوب و محبوب کے احوال و صفات ہی اس کی بقا کا ضامن بن جاتے ہیں۔ طریقت میں اسے فنا فی الشیخ کہتے ہیں۔

یہ حسنِ اتفاق ہے کہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے جن اساتذہ کرام سے علوم دینیہ کا اکتساب کیا۔ اکثر وہی آپ کے روحانی مربی ہیں۔ انہی سے آپ نے سلوک کی

منازل طے کیں۔ اس شہبازِ لامکانی نے ابتدائے عمر میں قدوۃ الاولیاء حضرت خواجہ شاہ سراج الحق چشتی صابری قدس سرہ سے شرفِ بیعت حاصل کیا۔ شیخ نے اپنے وصال سے قبل، جب آپ ابھی زیرِ تعلیم تھے۔ اپنی خلافت سے ممتاز فرمایا۔ تعلیم اور تدریس بریلی کے دوران حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا اور مفتی اعظم حضرت مولانا محمد مصطفےٰ رضا قدس سرہما اپنی روحانی توجہات سے آپ کو مشرّف فرماتے رہے اور آپ کو جملہ سلاسلِ طریقت میں مجاز و ماذون فرما دیا۔

بریلی میں قیام کے دوران عاشقِ رسولِ خدا امام احمد رضا قدس سرہ کے احوال و آثار سے واقفیت کا قریبی موقع ملا۔ اگرچہ آپ کے بریلی قیام سے قبل ہی امام احمد رضا کا وصال ہو چکا تھا، ان سے براہِ راست استفادہ و استفاضہ کا موقعہ نہ ملا۔ تاہم عشقِ مصطفےٰ کے حوالہ سے حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسی عقیدت پیدا ہو گئی کہ ہر کہ ومہ آپ کو نائبِ اعلیٰ حضرت کے لقب سے پہچانتا ہے۔ آپ بریلی کو بریلی شریف کہا کرتے تھے۔ امام احمد رضا قدس سرہ کے حوالہ سے ان سے نسبت رکھنے والوں سے آپ عقیدت و محبت سے پیش آتے۔

مجاہدِ ملّت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن قدس سرہ صدر المدرّسین مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد (بھارت) آپ کی نسبتِ روحانی کے حوالہ سے آپ کے پیرانِ طریقت کا حال اس طرح بیان کرتے ہیں:

> "۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہمارے حضرت حجۃ الاسلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رنگ بہت زیادہ غالب تھا۔ بظاہر حضرت کی محبت میں وہ سُدھر گئے اور کچھ کے کچھ ہو گئے، لیکن فقیر کے خیال میں حضرت کی فادر نظر کچھ ایسی گہری پڑ گئی کہ اس نظر کیمیا اثر نے اُن کو جوہر الجواہر بنا دیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔" [1]

اسی حقیقت کو حضرت مولانا قاری محبوب رضا خاں قدسی، کراچی نے اپنے الفاظ میں یُوں بیان کیا ہے:

---

[1] ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء، ص ۲۰

"اسلامیانِ ہند و پاک خوب جانتے ہیں خانقاہِ رضویہ (بریلی) کا سرمایہ دین و ایمان محبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے ؎

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعلِ پاک حضور
تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

اور حق یہ ہے کہ پاکستان میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے صحیح جانشین حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ تھے۔ حالت یہ ہوتی کہ جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نامِ پاک آیا، آنکھوں سے عشق و محبت کے ساغر چھلک پڑے ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد، خدائے بخشندہ

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

اعلیٰ حضرت سے شیخ الحدیث کو والہانہ عقیدت تھی اور یہ واقعہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کی تعلیمات سے شیخ الحدیث اس قدر متاثر ہوئے کہ ان پر عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلبہ نظر آتا ہے اور انہوں نے اپنے مریدین و متوسلین، تلامذہ اور معتقدین میں عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک حسین تڑپ پیدا کر کے ان کی فکری اور اعتقادی زندگی میں، ایک اجتماعی یک جہتی پیدا فرمادی اور اس مادی دور میں روحانیت کا وہ پرچار کیا کہ اہلِ باطل بھی ان کے عزمِ صمیم و یقینِ محکم اور عملِ پیہم کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکے۔" [۱]

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی زندگی کے لمحات محبت و عقیدت مشائخ سے معمور تھے۔ آپ کا ایک ایک سانس محبتِ مشائخ کا مظہر ہوتا، آپ کی سیرت کے تمام واقعات کا احاطہ ممکن نہیں۔ صرف چند شواہد حاضر ہیں،

امام احمد رضا قدس سرہ کا وصال ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء میں ہوا اور حضرت شیخ الحدیث

[۱] روزنامہ عوام، لائل پور۔ ۸ر مارچ ۱۹۶۳ء (خصوصی اشاعت)

قدس سرہ تعلیم کے لیے ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۴ء کے لگ بھگ بریلی حاضر ہوئے۔ اس طرح امام احمد رضا کی زیارت وملاقات نہ ہوسکی۔ اس کا زندگی بھر احساس رہا۔ اس کا اظہار یوں ہوتا کہ بارہا آپ حضرت حاجی کفایت اللہ (مرید و خادم امام احمد رضا) سے فرمایا کرتے کہ میری زندگی کی تمام نیکیاں لے لو اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی ایک زیارت ایسی نیکی کا ثواب مجھے دے دیں۔[1]

حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا قدس سرہ کا معمول تھا کہ صبح آٹھ بجے آپ مسجد میں تشریف لاتے اور مجلس ذکر و مسائل کے بعد واپس آستانہ پر تشریف لے جاتے۔ زمانہ تدریس بریلی کے دوران حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نہایت اہتمام سے حضرت حجۃ الاسلام کی نعلین اٹھاکر مسجد کے ایک کونہ میں رکھتے اور واپسی پر خود ہی نعلین لاکر سامنے رکھتے۔ آپ نے اس معمول میں کبھی ناغہ نہ ہونے دیا۔[2]

منظر اسلام بریلی میں تعلیم اور پھر تدریس کے دوران امام احمد رضا قدس سرہ کے مزار پُر انوار پر حاضری روزانہ ہوتی۔ اس میں کچھ زیادہ اہتمام کی ضرورت نہ پڑتی کہ مزار اور دار العلوم منظر اسلام ایک ہی محلہ، بلکہ ایک ہی جگہ واقع ہیں۔ جب آپ نے دار العلوم مظہر اسلام مسجد بی بی جی مرحومہ بریلی میں تدریس شروع کی، تو پھر بھی یہ معمول رہا کہ روزانہ اسباق سے فارغ ہوکر مزار امام احمد رضا پر حاضری اور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا کی زیارت میں ناغہ نہ فرماتے۔ مسجد بی بی جی بریلی اور مزار امام احمد رضا (محلہ سوداگراں) میں اگرچہ فاصلہ ہے، مگر آپ ہر حال میں اس معمول کو ادا فرماتے۔ کوئی مشکل آپ کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکتی۔[3]

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ جب بھی کراچی تشریف لے جاتے، تو حضرت مفسر قرآن مولانا محمد ابراہیم رضا جیلانی میاں کے داماد جناب شوکت میاں کے ہاں ضرور جاتے۔ آخری ایام علالت میں کراچی میں ہونے کے باوجود نقاہت کے باعث آپ جناب شوکت میاں صاحب کے ہاں نہ جاسکے۔ وصال سے چند روز قبل جناب شوکت میاں تشریف لائے۔ باتوں باتوں میں انہوں نے عرض کیا، "حضور! اس مرتبہ آپ میرے گھر نہ تشریف لاسکے۔" چنانچہ آپ نے مولانا

---

[1] روایت حضرت میاں شوکت حسن خاں، کراچی (دیکھئے از خاندانِ رضویہ) [2] ایضاً، [3] ایضاً، [4]

معین الدین کو فرمایا کہ کل انشاء اللہ ہم ان کے ہاں چلیں گے۔ نقاہت اتنی تھی کہ چلنا مشکل تھا۔ بظاہر آپ کا یہ وعدہ پورا ہونا مشکل نظر آ رہا تھا، مگر آپ دوسرے روز اُن کے ہاں تشریف لے گئے، اس طرح شیخ طریقت کے متعلقین سے مل کر آپ نے روحانی مسرت محسوس کی۔ [۱]

جناب میاں شوکت حسن خاں، کراچی فرماتے ہیں کہ صرف دو شخص ایسے تھے کہ بریلی میں جن کا مقام سب سے ممتاز رہا۔ ایک حضرت محدث سورتی اور دوسرے مولانا سردار احمد۔

یہی جناب میاں شوکت حسن فرماتے ہیں کہ مولانا محمد سردار احمد واحد شخص ہیں کہ بریلی شریف کی پوری زندگی میں ان سے کوئی قابلِ اعتراض حرکت بھی نہیں ہوئی۔ بریلی شریف کی ہر فضیلت انہیں حاصل تھی۔ حتیٰ کہ حضور حجۃ الاسلام کا جنازہ بھی آپ نے پڑھایا۔ [۲]

یاد رہے کہ حضور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کے وصال (۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء) کے وقت آپ اُن کے پاس موجود تھے۔ وصیت کے مطابق غسل دینے، تجہیز و تکفین اور قبر میں اتارنے میں آپ شریک رہے۔

امام احمد رضا بریلوی سے عقیدت و محبت کا یہ عالم تھا کہ ان سے متعلق ہر فرد کا بے حد احترام کرتے۔ مولانا تحسین رضا اور مولانا ریحان رضا خاں (نبیرگان امام احمد رضا) نے اگرچہ آپ سے علمی استفادہ کیا، مگر آپ ان صاحبزادگان کا ادب اس طرح کرتے کہ گویا یہ مخدوم زادے نہیں، خود مخدوم ہیں۔ [۳]

حضرت سید حسین علی رضوی وکیل جاورہ کلید بردار حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ اجمیر شریف فرماتے ہیں:

"چونکہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف سادات کی بہت قدر فرماتے تھے، وہی طریقہ مولانا سردار احمد صاحب برتتے تھے (میں اعلیٰ حضرت سے ۱۹۰۹ء میں بیعت

---

[۱] روایت میاں شوکت حسن خاں صاحب، کراچی [۲] ایضاً،

[۳] ہفت روزہ محبوب حق، لائل پور - ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء، ص ۲۳

ہوا تھا، میں تابعدار تھا، مگر اعلیٰ حضرت بہت قدر فرماتے تھے جو میری تابعدارانہ حیثیت کے منافی تھا، میں سمجھتا تھا۔ اسی طرح مولانا سردار احمد صاحب مجھ سے محبت فرماتے تھے۔" [1]

وکیل جاورہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے بارے میں مزید لکھتے ہیں:

"پاکستان سے ہر سال میرے پاس آنے والوں کے ہاتھ نذرانہ بھیجتے تھے اور جب میں پاکستان گیا اور پیر صاحب پاگارہ کا مہمان تھا۔ اس وقت (مولانا) تقدس میاں صاحب بھی وہیں تھے۔ ان کے لڑکے کا انتقال ہو گیا تھا، اُن سے ملنے تشریف لائے تو مجھ سے ملاقات ہو گئی۔ حسب قاعدہ جاریہ نذرانہ دیا۔" [2]

مولانا تقدس علی خاں صاحب اتالیق پیر پاگارہ، شیخ الجامعہ جامعہ قادریہ راشدیہ پیر گوٹھ فرماتے ہیں کہ مولانا سردار احمد قدس سرہ خاندانِ رضویہ اور بریلی شریف کے ہر مسلمان کا احترام کرتے تھے۔ جب آپ ہجرت کر کے لائل پور آ گئے، تو بریلی شریف سے آنے والے ہر مسلمان کا ہاتھ عقیدت سے آپ چوم لیتے۔ [3]

محبتِ شیخ کا تقاضا ہے کہ جو شخص اس شیخ طریقت کے بارے میں حُسنِ ظن نہ رکھتا ہو یا ان کے خلاف باتیں کرتا ہو، اس سے مقاطعہ کر لیا جائے، خواہ وہ شخص کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو۔ اسی نوعیت کا ایک واقعہ مولانا حافظ محمد احسان الحق، لائل پور کی زبانی سنیئے:

"پانچ چھ برس کی بات ہے کہ کراچی میں تقریر کے دوران ایک مولوی صاحب، اعلیٰ حضرت بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف بیان کرتے ہوئے آپ کے صاحبزادگان کی شان میں کچھ بے ادبی کی باتیں سبقت لسانی سے کہہ گئے۔ حضرت علیہ الرحمہ کو اس کی اطلاع لائل پور پہنچی، تو بہت غمگین ہوئے۔ اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد

---

[1] ہفت روزہ محبوب حق، لائل پور، ۳ جنوری ۱۹۶۴ء، ص ۳ [2] ایضاً،
[3] روایت مولانا تقدس علی خاں مدظلہ، ۲۰ صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

لائل پور میں سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا عُرس ہونا تھا۔ میں نے عُرس شریف کے لیے کچھ دن پہلے ان مولوی صاحب کا نام لے کر عرض کی کہ حضور! اب کی مرتبہ عرس میں انہیں بھی بُلا یا جائے۔ فرمایا: مولانا! کراچی میں انہوں نے صاحبزادگانِ اعلیٰ حضرت کے خلاف باتیں کی ہیں۔ جب تک اُن سے توبہ نہ کریں، ہمارا اُن سے کوئی تعلق نہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے ہماری نسبت مضبوط نسبت ہے۔ ہم تو وہاں کی خاک کا بھی ادب کرتے ہیں، تو آپ کی اولاد کے خلاف کی ہوئی باتیں کس طرح برداشت کر سکتے ہیں۔" [۱]

ربیع الاوّل ۱۳۸۱ھ / ستمبر ۱۹۶۱ء میں ایامِ علالت میں بغرضِ تبدیلی آب وہوا ہری پور تشریف لے گئے۔ انہی ایام میں خاندانِ رضویہ کے ایک فرد حضرت مولانا حکیم محمد حسنین رضا بریلوی سے ملاقات کے لیے ایبٹ آباد تشریف لے گئے۔ حکیم موصوف سے ملاقات کی اور حضرت مائی صاحبہ (اہلیہ حضرت حکیم صاحب) کو نذرانہ پیش کیا۔ [۲]

حکیم محمد حسنین رضا بریلوی بھی حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو خاندانِ رضویہ کا ایک فرد تصوّر کرتے تھے۔ حکیم موصوف اپنے خاندانی اور گھریلو معاملات میں آپ سے مشورہ طلب فرمایا کرتے تھے۔ [۳]

آپ مولسری کے پھولوں کو پسند فرمایا کرتے تھے۔ اس پسندیدگی کی وجہ یہ تھی کہ یہ پھول بریلی شریف کی مسجد بی بی جی مرحومہ کے صحن میں موجود تھے۔ بریلی شریف میں کسی پھول کا اُگ آنا ہی آپ کی پسند کا باعث بن گیا۔ [۴]

بریلی شریف کے اسی تعلق کی وجہ سے آپ کراچی کے ایامِ علالت میں فرمایا کرتے کہ میرے

---

[۱] ہفت روزہ محبوبِ حق، لائل پور۔ ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء، ص ۲۳

[۲] روایت حاجی منظور احمد، لال کڑتی، راولپنڈی، ۱۳ رجب ۱۴۰۵ھ

[۳] مکتوب حکیم محمد حسنین رضا بریلوی بنام حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ محررہ ۶ جولائی ۱۹۵۹ء

[۴] روایت حضرت قاضی محمد فضلِ رسول، فیصل آباد۔ ۱۴ ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ

کمرے کی سمندر کی جانب کی کھڑکی کھول دو۔ اس طرف سے مجھے بریلی شریف کی خوشبو آتی ہے[1]
انہی ایام میں اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھے بریلی شریف کا پانی پینے کو مل جائے، تو میں صحت یاب ہو جاؤں۔[2]

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ اپنے مشائخ کرام سے کس قدر عقیدت رکھتے تھے۔ آپ کی مجلس میں ایک حاضر ہونے والے عقیدتمند کے تاثرات ملاحظہ ہوں،

"مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد صاحب قادری چشتی قدس سرہ کو ایک بار ان کے دولت کدہ پر عجیب کیفیت میں دیکھا، وہ اپنے دستِ مبارک میں ایک خط لیے ہوئے تھے۔ کبھی اپنا عمامہ مبارکہ اٹھا کر اس خط کو اپنے سرِ مبارک پر رکھ رہے ہیں۔ کبھی چُوم رہے ہیں، کبھی آنکھوں سے لگا رہے ہیں۔ کبھی اپنا کُرتہ مبارکہ اٹھا کر اپنے سینۂ انور سے لگا رہے ہیں۔ یہ پُرسوز منظر دیکھ کر عرض کیا گیا: حضور! یہ کیا ہے؟ ہم بھی زیارت کریں۔ فرمایا: میرے حضور مفتیٔ اعظم کا خط ہے۔ یہ شہزادۂ اعلیٰ حضرت (کا) مکتوبِ گرامی ہے۔ جس میں آپ کو آپ کی عظیم خدمات پر بے پناہ دعاؤں اور شفقتوں سے نوازا تھا۔ کیوں نہ ہو، وہ بارگاہِ رضویت ہی کے پروردہ تھے۔ لوگ انہیں خاندانِ رضوی ہی کا ایک فرد تصوّر کرتے تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"[3]

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ، امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ سے اس قدر عقیدت رکھتے تھے کہ امام احمد رضا سے ملاقات کرنے والوں سے اکثر پوچھا کرتے کہ اس مسئلہ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کیا فرمایا کرتے تھے، حالانکہ حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ملفوظات مرتّبہ موجود ہیں۔ آپ کی تحریریں مطبوعہ و غیر مطبوعہ آپ کی نظر میں تھیں۔ اس سلسلہ میں آپ اکثر حاجی کفایت اللہ بریلوی

---

[1] روایت مولانا سید محمد جلال الدین، بھکھی ضلع گجرات۔ ۲۲ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ

[2] روایت قاضی محمد فضلِ رسول رضوی، فیصل آباد۔ ۱۴ ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ

[3] ہفت روزہ الہام، بہاولپور۔ ۷ اگست ۱۹۷۸ء، ص ۳

سے استفسار فرمایا کرتے تھے ـــــ جناب حاجی موصوف، اعلیٰ حضرت کے پیش کار تھے۔ ؎۱

سیّد قناعت علی قادری بریلوی ایک مدّت تک حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے پیش کار رہے۔ ان کے پاس امام احمد رضا کا ایک استعمال شدہ عمامہ برنگ سبز موجود تھا۔ سیّد قناعت علی ایک عرس قادری رضوی کے موقعہ پر لائل پور وہ دستار لائے اور حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے حضور پیش کی۔ جناب سیّد قناعت علی قادری نے اس وقت ایک درخواست کی کہ حضور! وعدہ کیجیے کہ کل بروزِ قیامت جب آپ جنّت میں داخل ہوں گے فقیر کو نہ بھولیے گا۔ اس پر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا کہ جنّت میں داخلہ تو آپ کے نانا پاک اور آپ کے طفیل ہی ملے گا اور پھر یہ کہ آپ حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی زیارت اور خدمت سے مشرف ہیں۔ خود آپ کا تعلق جس گھرانے سے ہے۔ اسی کے صدقہ سب کو جنّت میں داخلہ نصیب ہوگا۔ آپ اس قسم کی باتیں کرتے رہے اور جناب سیّد قناعت علی قادری اپنی درخواست پر اصرار کرتے رہے۔ یہ منظر حاضرین کے لیے بڑی رقت کا باعث بنا۔ بعد ازاں آپ نے عمامہ لے کر امام احمد رضا قدس سرہ کی طرز پر باندھا۔ ؎۲

امام احمد رضا قدس سرہ کی خدمات کا اعتراف اور آپ کی تجدیدی، علمی و ملّی خدمات کے تعارف کے طور پر برصغیر بلکہ پوری دنیا میں اب تو جا بجا یومِ رضا منعقد کیا جا رہا ہے۔ ایک وقت تھا کہ دشمنوں کے پروپیگنڈے کا یہ اثر تھا کہ امام احمد رضا کا نام لینا ہی مشکلات کو دعوت دینا تھا۔ قیامِ پاکستان کے وقت، کم از کم میری معلومات کے مطابق، اس علاقہ میں امام احمد رضا قدس سرہ کا عرس منعقد نہیں ہوتا تھا۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے لائل پور کے قیام کے ساتھ ہی عرس قادری رضوی کے نام سے حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا عرسِ مقدس منعقد کرنا شروع کیا۔ ہر سال باقاعدہ ۲۴، ۲۵ صفر المظفر کو لائل پور میں عرس منعقد فرماتے۔

؎۱ بروایت مولانا تقدس علی خاں، بریلوی۔ ۲۰ صفر المظفر ۱۴۰۶ھ

؎۲ بروایت قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی ۔ ۱۴ ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ

اس میں خود وعظ فرماتے اور دیگر علماء و مشائخ کو دعوت دے کر بلواتے اور ان کی تقاریر سے اپنے مشائخ کی خدماتِ جلیلہ کی اشاعت کرتے۔ یہ سلسلہ آج بھی آپ کے وصال کے بعد بھی آستانہ عالیہ رضویہ، لائل پور پر جاری ہے۔ آپ کے صاحبزادگان ان تقاریب کو نہایت عقیدت و محبت سے منعقد کرتے ہیں۔

عرس قادری رضوی کی ابتدا محض ایک جلسہ یا عرس کی ابتدا نہ تھی، بلکہ یہ عرس ایک علمی و روحانی تحریک تھی۔ امام احمد رضا کی خدماتِ جلیلہ کے تعارف کی تحریک تھی۔ امام احمد رضا کے معاندین و حاسدین کے پھیلائے ہوئے بے بنیاد الزامات کو تارِ عنکبوت کرنے کی ایک عملی تحریک تھی۔ بحمدہٖ تعالیٰ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی یہ مساعی بارآور ہوئیں۔ اب پاکستان کیا پورے برصغیر کے چپہ چپہ پر، بلکہ دیگر ممالکِ اسلامیہ و غیر اسلامیہ میں بڑے تزک و احتشام سے یومِ رضا منایا جاتا ہے۔ مرکزی مجلسِ رضا، لاہور کے زیرِ اہتمام یومِ رضا امام احمد رضا کا ایک مثالی عرس ہوتا ہے۔

امام احمد رضا کے عرس مبارک کے علاوہ اپنے دیگر مشائخِ طریقت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی (م ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء) حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی (م ۷ ذی قعدہ ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء) اور شیخ المشائخ حضرت خواجہ شاہ سراج الحق چشتی (م ۲۸ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ / ۱۹۳۲ء) کے ایامِ وصال پر آپ ان کی فاتحہ خوانی کرواتے، اور باقاعدہ جلسہ کی صورت میں ان حضراتِ مقدسہ کی سیرت و کردار کو خود بیان کرتے اور دوسروں کو بیان کی دعوت دیتے۔

شہبازِ لامکانی، قطبِ ربانی، غوثِ صمدانی، حضور غوث الاعظم جیلانی قدس اللہ اسرارنا بسرہ النورانی کے ایصالِ ثواب کی محفل، گیارھویں شریف، ہر ماہ نہایت اہتمام سے گیارہ چاند رات کو منعقد کرتے، اس میں ناغہ نہ ہوتا۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو اپنے اساتذہ و مشائخ سے جو گہرا روحانی رابطہ حاصل تھا

اور جس کے نتیجہ میں آپ کی زندگی خدماتِ مشائخ میں بسر ہوئی۔ اس کیفیت کو حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی ناظمِ اعلیٰ مرکزی انجمن حزب الاحناف، لاہور نے نہایت جامع الفاظ میں یوں بیان کیا،

"مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ اور بریلی لازم و ملزوم ہیں۔" [۱]

حضرت علامہ مولانا پیر محمد فاضل ڈھانگری، ضلع میرپور فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دارالعلوم منظرِ اسلام مسجد بی بی جی مرحومہ (بریلی) میں ختم شریف کی محفل تھی۔ غالباً یہ خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ یا کسی اور بزرگ کا یومِ وصال تھا۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے دونوں شاہزادوں کو خصوصی دعوت پر مدعو کیا تھا۔ دونوں شاہزادے (حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا اور مفتیٔ اعظم مولانا مصطفےٰ رضا) موجود تھے۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے اپنے دونوں اساتذہ و مشائخ کے لیے دو تین دستاریں ملا کر اپنے حجرہ تک بچھا دیں اور دونوں مخدوموں سے عرض کیا کہ میرے حجرہ تک تشریف لے چلیں۔ دونوں شاہزادوں کو دستاروں کے اوپر سے گزار کر اپنے حجرہ تک ساتھ لے گئے۔ [۲]

اپنے اساتذہ و مشائخ کرام سے عقیدت و محبت کے مناظر آپ کی سیرت میں حاضرینِ مجلس اکثر مشاہدہ کرتے تھے۔

---

[۱] قلمی یادداشت مولانا سید محمود احمد رضوی، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

[۲] روایت حضرت مولانا پیر محمد فاضل ڈھانگری، ضلع میرپور، ۲۶ رجب ۱۴۰۶ھ

نوٹ: حضرت مولانا پیر محمد فاضل صاحب موصوف نہایت عالم، کامل، فاضل، متورع اور مرتاض بزرگ ہیں۔ ان کے ارادت مندوں کا سلسلہ وسیع ہے۔ بریلی شریف میں ۵۹-۱۳۵۸ھ / ۱۹۴۰ء دارالعلوم منظرِ اسلام میں حضرت شیخ الحدیث اور دیگر اساتذہ کرام سے درسِ حدیث لیا۔ نہایت محبت اور عقیدت سے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ سے متعلق اپنے مشاہدات بیان فرماتے ہیں۔ ان کے خلفِ اصغر مولانا عتیق الرحمٰن صدر جمعیت علماء جموں و کشمیر نے اپنے والد ماجد کے مشاہدات اس فقیر قادری کی استدعا پر قلمبند کروا کر ارسال فرمائے ہیں۔ یہ فقیر ان حضرات کا ممنون ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

دستورِ طریقت کے مطابق حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ اپنے اساتذہ کرام اور اپنے مشائخِ طریقت کو ہمیشہ نذرانہ پیش کرتے تھے، بلکہ خاندانِ رضویت سے منتعلق حضرات اور سلسلۂ عالیہ قادریہ میں حضور امام احمد رضا قدس سرہ سے متوسل حضرات کو حسبِ قاعدہ نذر پیش کرتے۔ چنانچہ ایک موقعہ پر جب چند احباب بریلی حاضری کا قصد فرما رہے تھے۔ آپ نے اُن کے ہاتھ حضرت مفتیٔ اعظم قدس سرہ کے لیے دیگر نذرانوں کے ہمراہ جُبّہ کے لیے بہترین کپڑا خرید کر روانہ کیا۔ [1]

حضرت مفتیٔ اعظم مولانا محمد مصطفےٰ رضا بریلوی قدس سرہ نے اپنے ایک مکتوب میں آپ کے مرسلہ تحائف کی وصولی کی اطلاع دی۔ آپ لکھتے ہیں:

"آپ کی محبت و عنایت کا شکر گزار ہوں۔ حضرت مولانا بُرہان الحق صاحب نے جبل پور میں آپ کے تحفے دیئے تھے، تسبیح اور کپڑے . . . ." [2]

اپنے مشائخِ عظام کے حوالہ سے بریلی شریف سے آپ کو ایک ایسا تعلّق پیدا ہو گیا تھا جس کا بیان الفاظ میں مشکل ہے۔ اکثر و بیشتر اوقات بریلی کے در و دیوار اور کوچہ و بازار کے تصوّر میں مستغرق رہتے۔ شعبان المعظّم ۱۳۸۰ھ / جنوری ۱۹۶۱ء میں جلسۂ دستارِ فضیلت فضلاءِ دارالعلوم جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام کے اختتام پر جب حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں بدایونی، گجراتی آپ سے الوداعی ملاقات کر رہے تھے، تو حضرت مفتی صاحب سے اپنے اور اپنے دارالعلوم کے احوال بیان کرتے ہوئے جو کچھ فرمایا اس سے بریلی شریف سے آپ کا تعلّق ظاہر ہوتا ہے۔ فرمایا:

"مولانا! جب میں مدرسہ میں ہوتا ہوں تو محسوس کرتا ہوں کہ بریلی شریف میں ہوں اور جب گھر کی چار دیواری میں داخل ہوتا ہوں، تو احساس ہوتا ہے کہ

[1] مضمون میاں محبوب الٰہی الجنینہ "چونیاں" روزنامہ سعادت 'لائل پور۔ ۱۹ رجون ۱۹۸۳ء

[2] مکتوب حضرت مفتی اعظم بنام حضرت شیخ الحدیث قدس سرہما۔ محررہ ۹ رجب ۱۳۷۶ھ

لائل پور میں ہوں۔" [1]

بریلی شریف سے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی وابستگی کے احوال بیان کرتے ہوئے جناب صوفی محمد بشیر ساکن چک نمبر ۲۶۷ گ ب تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث اکثر رات گئے تک علمی کام میں مصروف رہتے۔ ایک رات دو بجے مجھے فرمایا کہ صوفی صاحب! چائے لاؤ۔ اس وقت بازار کے قریبی ہوٹل بند ہو چکے تھے۔ میں گھنٹہ گھر کے قریب ایک ہوٹل سے چائے لے کر حاضر ہوا، تو آپ نے دریافت فرمایا کہ کتب خانہ سے چائے لائے ہو؟" عرض کیا" گھنٹہ گھر کے پاس سے لایا ہوں" آپ نے فرمایا"! ارے بندۂ خدا! میں تو بریلی شریف کے تصور میں بیٹھا ہوں۔ چونکہ بریلی شریف میں چائے کتب خانہ کے پاس سے آیا کرتی تھی، اس لیے میں اسی تصور میں تھا۔" [2]

صوفی محمد بشیر مذکور بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد آپ نے چند واقعات اور بیان فرمائے، جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ لائل پور میں ہوتے ہوئے مجھے بریلی شریف میں موجودگی کا تصور رہتا ہے، چنانچہ ایک مرتبہ غلام محمد آباد (محلہ فیصل آباد) میں جلسہ کے بعد رات کو واپس آتے ہوئے میں نے تانگہ والے کو بریلی شریف کے محلہ سوداگراں کا نام لے لیا کہ مجھے وہاں چلنا ہے [3]

ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ منظر اسلام بریلی میں علم معقول کی مشہور کتاب حمد اللہ پڑھا رہے تھے کہ آپ کے استاد محترم و شیخ طریقت حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی قدس سرہ تشریف لے آئے۔ آپ کو دیکھ کر بہت مسرور ہوئے۔ محبت و شفقت سے فرمایا:

"مولانا! ابھی آپ کے متعلق میرے دل میں آیا ہے کہ آپ جو فتوٰی تحریر

---

[1] اس گفتگو کے وقت حسن اتفاق سے یہ فقیر قادری عفی عنہ الہادی بھی موجود تھا۔ شاہی مسجد (لائل پور) سے متصل اپنے مکان کے دروازہ پر حضرت مفتی صاحب سے گفتگو فرما رہے تھے۔ رات کے کوئی بارہ بجے کا عمل تھا۔

[2] قلمی روایت صوفی محمد بشیر، محررہ ۱۳ ذی القعدہ ۱۴۰۳ھ [3] ایضاً:

فرماتے ہیں، اس پر آپ کی مُہر ثبت ہو، جس میں کندہ ہو سہ

بنہ سر بخاکِ درِ دار احمد
کہ جُملہ رُسل راست سردار احمد

یا یُوں لکھا جائے:

بسر دار سرِ سردار احمد
تمام رُسل راست سردار احمد [1]

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے ذاتی کتب خانہ میں ایک تحریر محفوظ ہے جو حضرت حجۃ الاسلام کے قلم سے ہے، جس پر تحریر ہے:

بجاں دارو دل دار و سر دار احمد
کہ جُملہ رُسُل راست سر دار احمد
تمامی رُسُل راست سر دار احمد

یہ تحریر مذکورہ واقعہ سے متعلق معلوم ہوتی ہے۔ بہرحال یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی کے عرصۂ تدریس ۱۳۵۱ھ تا ۱۳۵۶ھ (۱۹۳۲ء تا ۱۹۳۷ء) کے زمانہ کی ایک تحریر، وہ بھی کاغذ کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے پر، کی حفاظت، اپنے مشائخ سے عقیدت کی مظہر ہے۔ اس عرصہ میں آپ کو ہجرت کرنا پڑی۔ کتابیں بریلی میں رہ گئیں۔ کچھ عرصہ بعد جب فسادات کم ہوئے، تو کتابیں یہاں پہنچیں۔ بہرحال اس صورتِ حال کے باوجود اپنے شیخ طریقت کی ایک تحریر کی حفاظت اپنے مشائخ سے وابستگی کی مظہر ہے [2]
حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے نہایت اہتمام سے مشائخ کرام کے تبرکات کو محفوظ

---

[1] محدثِ اعظم پاکستان، مرتبہ مولانا حسن علی رضوی، میلسی۔ ص ۱۰، ۱۱

[2] نوٹ: اس تحریر کا عکس حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضلِ رسول، فیصل آباد کی عنایت سے حاصل کیا۔ فقیر ان کا ممنون ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

فرمایا۔ آپ کے کتب خانہ میں امام احمد رضا، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا، مفتیٔ اعظم مولانا محمد مصطفےٰ رضا، صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی، شیخ المشائخ خواجہ سراج الحق قدست اسرارہم اور دیگر اکابر کے تبرکات محفوظ ہیں۔ [۱]

ایامِ علالت میں مولانا محمد بشیر، خطیب مدینہ مسجد، ساہیوال عیادت کے لیے حاضر ہوئے۔ دورانِ گفتگو آپ نے مولانا محمد بشیر سے فرمایا،

"آپ کے صاحبزادہ سراج الحق . . . ."

اتنا ہی کہہ پائے کہ زار و قطار آنسو جاری ہو گئے۔

دراصل آپ مولانا کے صاحبزادہ کا حال دریافت کرنا چاہتے تھے، مگر یہ نام تو آپ کے مرشدِ گرامی کا نام تھا۔ مولانا کے صاحبزادہ کا نام بھی سراج الحق آپ نے خود ہی اپنے مرشدِ گرامی کے نام کی رعایت سے رکھا تھا، مگر ایامِ علالت میں قلبِ مقدس ایسا رقیق ہو گیا تھا کہ مرشدِ گرامی کا نام نامی زبان پر آنے سے ہی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ [۲]

زمانۂ تعلیم اجمیر مقدس میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے ایک بیاض پر اپنا نام اپنے شیخِ طریقت حضرت شاہ سراج الحق کے حوالہ سے یوں لکھا:

"فقیر حقیر سراپا تقصیر خادم العلماء والفقراء سردار احمد غفر لہ الاحد الصمد گورداسپوری طالب حضرت قدوۃ السالکین و زبدۃ العارفین شاہ محمد سراج الحق قادری چشتی صابری کرنالوی ثم گورداسپوری . . . ."

اتفاق کہ اس بیاض پر اور کچھ نہیں۔

---

[۱] آج کل یہ تبرکاتِ عالیہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے خلفِ اکبر حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضلِ رسول زیب سجادہ نشین آستانہ قادریہ فیصل آباد کی حفاظت میں ہیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے بڑے اہتمام سے ان تبرکات کو محفوظ کر رکھا ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

[۲] بروایت مولانا عبد الغفار ظفر صابری، فیصل آباد، ۱۴ ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ

۱۵ رشعبان المعظم ۱۳۴۷ھ / جنوری ۱۹۲۹ء کی ایک سادہ تحریر کی مرورِ زمانہ کے باوجود وصال تک اس طرح حفاظت فرمائی کہ شاید و باید۔ زمانۂ تعلیم کے بعد تدریس کا دور، ہجرت اور دیگر پیش آمدہ واقعات کے باوجود شیخِ طریقت کے مقدس نام کا ادب و احترام، شیخ کامل سے کامل وابستگی کے بغیر ممکن نہیں۔ [1]

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے فطری امور اور طبعی جذبات کو بھی اپنے اساتذہ و مشائخ کی مرضیات کے تابع کر دیا تھا۔ دلی وابستگی کی یہ اعلیٰ منزل ہے۔ گزشتہ ابواب میں گزر چکا ہے کہ آپ حضرت صدر الشریعۃ کی اتباع میں مچھلی کے گوشت کو نہایت رغبت سے تناول فرماتے[2]

مولانا عبد المصطفیٰ ازہری، کراچی فرماتے ہیں کہ وصال سے ایک سال قبل حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے سجادہ نشین کے طور پر آپ نے دار العلوم امجدیہ کراچی کے سالانہ جلسہ دستارِ فضیلت کے موقعہ پر میری دستار بندی فرمائی۔ [3]

---

[1] حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے وصال کے بعد بعض ناگفتہ بہ حالات کے پیش آنے کے باوجود حضرت صاحبزادہ محمد فضلِ رسول نے اپنے والد ماجد اور دیگر مشائخ کرام کے تبرکات کو جس اہتمام سے محفوظ کر رکھا ہے، اس سے اپنے مشائخ طریقت سے گہری عقیدت و محبت اور وابستگی کا بخوبی اظہار ہوتا ہے۔ اہتمام کی حالت یہ ہے کہ جو کاغذ جس لفافہ میں، حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے وصال کے وقت تھا، آج تک اسی لفافہ میں رکھا گیا ہے۔ اگر ان تبرکات و نوادرات سے استفادہ کی اجازت دیتے ہیں، تو اس اہتمام اور شرط کے ساتھ کہ وہ کاغذ اسی حالت میں، اسی لفافہ میں رکھا جائے۔ فقیر قادری عفی عنہ۔

[2] بالی (بھارت) کے مناظرہ کے موقعہ پر حضرت صدر الشریعہ کی رضا کی خاطر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے گوشت کی بجائے مچھلی کو رغبت سے تناول فرمایا۔ اس کے بعد ہمیشہ مچھلی کو رغبت سے تناول فرماتے، حالانکہ پنجابی ہونے کے باعث طبعی طور پر آپ کو گوشت مرغوب تھا۔ اپنے استاذِ گرامی کی اتباع میں اپنی پسندیدگی پر شیخ کی پسندیدگی کو ترجیح دے لی۔ یہ واقعہ حضرت مولانا عبد المصطفیٰ ازہری نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے ختم قل کے موقعہ پر بیان فرمایا۔ [3] روایت حضرت مولانا عبد المصطفیٰ ازہری۔ یکم جنوری ۱۹۶۳ء (قل شریف کے موقعہ پر)

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ اپنے اساتذہ کرام کے نام ہمیشہ ادب و احترام سے لیتے۔ بغیر القاب کے کبھی محض نام زبان سے نہ لیا اور نہ کبھی تحریر کیا، بلکہ عادت کریمہ تو یہ تھی کہ ہر سنی عالم کا نام بغیر القاب کے نہ لیتے۔ آپ اس انداز و پیار سے علماء کا تذکرہ فرماتے کہ حاضرین کے دل میں علماء کرام کی عظمت بیٹھ جاتی اور وقارِ علماء کی اہمیت واضح ہو جاتی۔

ایامِ علالت میں ایک مرتبہ آپ صدیقی ہسپتال فیروز شاہ سٹریٹ سے دارالعلوم امجدیہ عالمگیر روڈ کراچی ٹیکسی پر سوار ہو کر تشریف لے جانے لگے۔ مولانا حافظ اسد احمد (حال خطیب چک جھمرہ ضلع فیصل آباد) اور مولانا عنایت اللہ شاہ (فیصل آباد) آپ کے ہمراہ تھے۔ اتفاق کہ ٹیکسی والا کو راستہ بھول گیا۔ مولانا اسد احمد اور مولانا عنایت اللہ شاہ ٹیکسی رکوا کر جس سے پوچھتے کہ دارالعلوم امجدیہ کس طرف ہے، وہی لاعلمی کا اظہار کرتا۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ اس عرصہ میں خاموش رہے۔ بالآخر آپ نے ٹیکسی رکوا کر ایک آدمی سے پوچھا:

"ہمارے صدر الشریعہ بدر الطریقہ قبلہ علیہ الرحمہ کے نام سے ایک دارالعلوم یہاں ہے، ہمیں وہاں پہنچنا ہے۔"

اتفاق کی بات یہ کہ آپ کا اتنا فرمانا تھا کہ عالمگیر روڈ سامنے آ گئی اور دارالعلوم امجدیہ سامنے تھا۔ اساتذہ کرام کے ادب و احترام سے بھولی ہوئی منزلیں سامنے آ جاتی ہیں۔ [1]

آپ کا تعلق چونکہ غیر منقسم پنجاب سے تھا۔ مادری زبان پنجابی تھی، مگر آپ کے اساتذہ کرام کا تعلق یو۔پی (بھارت) سے تھا۔ چونکہ اساتذہ کرام کی زبان اُردو تھی۔ اس حوالہ سے آپ بھی اُردو زبان کو مادری زبان کے طور پر بولتے، حتیٰ کہ گھر کی چار دیواری میں بھی اہل خانہ اور دیگر اقارب سے اُردو میں گفتگو فرماتے۔ زندگی بھر عموماً آپ کے لباس میں شلوار شامل رہی، مگر آخری ایام میں اپنے استاذ الاساتذہ اور شیخ المشائخ امام احمد رضا بریلوی کی اتباع میں آپ نے پاجامہ بھی استعمال فرمایا۔ اپنے مشائخ کرام سے وابستگی کی معراج ہے کہ لباس، خوراک وغیرہ امور میں بھی ان کی اتباع ملحوظ رہی۔

---

[1] روایت مولانا اسد احمد، خطیب چک جھمرہ، ضلع فیصل آباد۔ ۷ شعبان المعظم ۱۴۰۶ھ

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خواب مانندِ وحی ہوتے ہیں، ان سے احکام ثابت ہوتے ہیں اور وہ حجت ہوتے ہیں۔ غیر انبیاء کے خواب مستقلاً کسی حکم کے مثبت نہیں ہوتے۔ ہاں بطورِ شاہد کسی حکم یا امر کے مؤید ہو سکتے ہیں۔

انسان جس کو اکثر یاد کرے، اس سے محبت رکھے، اسی کے تصور میں اس کے اکثر اوقات گزریں۔ اگر اس سے بظاہر بیداری میں ملاقات ممکن نہ ہو سکے، تو کم از کم خواب میں اس سے ملاقات زیارت اور کلام ہوتی رہتی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ اپنے مشائخ طریقت کے ذکرِ خیر سے اکثر رطب اللسان رہتے۔ انہی کے تصور میں آپ کے اوقات گزرتے۔ ظاہر ہے کہ خواب میں بھی اکثر ان سے ملاقات رہتی۔ اس سلسلہ میں آپ کے چند خواب کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ ان خوابوں سے اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو اپنے مشائخِ طریقت اور اساتذہ کرام سے گہرا روحانی رابطہ تھا اور یہ روحانی رابطہ دائمی اور حضوری تھا۔ اس تصور میں آپ تکلف سے گزر چکے تھے۔

مذکورہ ذیل خواب آپ نے مختلف ادوار میں دیکھے، چونکہ آپ کو اپنے محسنین سے روحانی رابطہ تھا، اس لیے آپ نے یہ خواب اپنے وظیفہ کی کتاب کے ملحقہ صفحات پر خود اپنے ہاتھ سے لکھے۔ بعض خواب آپ نے کسی سے لکھوائے، مگر اُن کے آخر میں تصدیقی دستخط ثبت فرمائے۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے اپنے قلمِ خاص سے لکھا:

"آج شب کو خواب میں دیکھا کہ فقیر بریلی شریف میں ہے اور حضرت سیدی حجۃ الاسلام قدس سرہ لباس فاخرانہ زیب تن فرمائے، تنہا تخت پر جلوہ گر ہیں اور تمام حاضرین نیچے فرش پر موجود ہیں اور حضرت سیدی مفتی اعظم قبلہ اور سیدی حجۃ الاسلام قبلہ نہایت محبت و اُلفت کے ساتھ آپس میں گفتگو فرما رہے ہیں اور دونوں اس فقیر سے خوش ہیں اور حاضرین کا مجمع عظیم تھا۔ شب میں اکثر حصہ یہ خواب دیکھا

اور بہت لطف و کیف رہا۔

دو شنبہ مبارکہ ۶ ربیع الاول شریف ۷۶ھ بھکھی ضلع گجرات [1]

"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ رمضان المبارک بروز ۔ ۔ ۔ قرآن مجید ورد دلائل الخیرات شریف و قصیدہ غوثیہ شریف پڑھ کر بڑے کمرے میں تہ خانہ کے اوپر سو گیا۔ خواب دیکھا کہ فقیر بریلی شریف حاضر ہوا ہے۔ مزار پُر انوار سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہل سنّت قدس سرہ پر فقیر حاضر ہے۔ جب وہاں پر احباب کو معلوم ہوا کہ فقیر آستانہ عالیہ رضویہ پر حاضر ہے تو احباب کا ہجوم ہو گیا ہے۔ حاجی کفائت اللہ صاحب رضوی وہاں موجود ہیں۔ فقیر اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مزار شریف کی مشرقی جانب حاضر ہے۔ سیدنا مفتیٔ اعظم حضرت مولانا مصطفےٰ رضا خاں صاحب قبلہ تشریف لائے اور فقیر سے فرمایا کہ تم پاکستان سے کس طرح یہاں آئے۔ فقیر نے کہا کہ یہ سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا جُبّہ شریف ہے۔ فقیر نے اس کو پہنا اور اس میں چُھپ کر یہاں حاضر ہوا اور اس سفر میں عزیزم مولوی عبدالرشید صاحب سلمہ فقیر کے ہمراہ بریلی شریف حاضر تھے، چنانچہ چند روز کے بعد ماہِ شوال میں مولوی صاحب مدرس ہو کر جامعہ رضویہ میں آئے۔ اس خواب سے فقیر نے اندازہ لگایا تھا کہ مولوی صاحب ممدوح اس جامعہ رضویہ میں مدرس ہو کر آئیں گے، حالانکہ ان کے والد صاحب نے انکار کر دیا تھا، چنانچہ مولوی صاحب مدرسہ جامعہ رضویہ میں تشریف لائے [2]

۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۵ء میں موسمِ برسات کی بارشیں معمول سے زیادہ ہوئیں جس کے باعث پورا ملک سیلاب کی زد میں آگیا۔ متعدد مکانات منہدم ہو گئے۔ کافی لوگ بے گھر ہو گئے۔

---

[1] نقل بیاض حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ، مخزونہ کتب خانہ شیخ الحدیث، فیصل آباد [2] ایضاً،

نوٹ: بیاض میں تاریخ اور دن کی جگہ خالی ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

لاہور میں حضرت سید ایوب علی اور حضرت سید قناعت علی بریلوی (جو امام احمد رضا کے نازپروردہ تھے) کے مکانات بھی سیلاب کی زد میں آگئے۔ ان سیدین کا کافی نقصان ہوا۔ اس نقصان کی اطلاع حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو لائل پور میں ہوئی۔ آپ اپنے طور پر ان کی امداد کرنے کا ارادہ رکھتے تھے، مگر چند سے تاخیر ہوگئی۔ امام احمد رضا کے نازپروردہ حضرات پریشانی میں ہوں اور امام احمد رضا کا دلدادہ ان کی اعانت میں تاخیر کرے، امام احمد رضا کو یہ کب گوارا تھا، چنانچہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے خواب میں بالواسطہ آپ کو ان کی اعانت کا اشارہ فرمایا۔ پورا خواب، اس کی تعبیر اور اس پر عمل کی کیفیت، بیاض حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ سے نقل ہے:

"بروز جمعرات سولہ ربیع الاول شریف ۱۳۷۵ھ (۳ نومبر ۱۹۵۵ء) شب کو یعنی شب جمعہ کو تقریباً ساڑھے دس بجے بڑے کمرے میں لیٹا اور مولوی محمد حسین سکھروی کتاب دیکھ رہے تھے اور مولوی غلام رسول، لائل پوری بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ آنکھ لگ گئی، تو دیکھا کہ جناب مولانا سید ایوب علی صاحب اور جناب سید قناعت علی صاحب میرے پاس سامنے کھڑے ہیں اور میں ان کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسا کہ بیدار ہوں۔ تھوڑی دیر تک وہ مجھے دیکھتے رہے اور میں انہیں دیکھتا رہا۔ وہ بھی خاموش ہیں اور میں بھی خاموش ہوں۔ پھر تھوڑی سی گفتگو جناب سید ایوب علی صاحب اور میرے درمیان ہوئی۔ گفتگو یاد نہیں کہ کیا ہوئی۔ ہاں اتنا ضرور یاد ہے کہ جناب سید ایوب علی صاحب، بلکہ جناب سید قناعت علی شاہ صاحب کو بھی پریشان پایا۔ ان کی (پریشانی کا اثر) خواب میں بھی میرے دل پر ہوا۔ چنانچہ جب آنکھ کھلی، تو اپنے کو بے قرار پایا۔ اس وقت دل میں یہ بات آئی کہ غالباً سیدین صاحبین سیلاب اور طغیانی کی وجہ سے پریشان ہیں۔ لہٰذا صبح کو ایک سو بارہ روپے کا انتظام کیا اور ہفتہ کے دن دربار داتا (صاحب) حاضر ہوا اور وہاں سے

جنابِ سیدین صاحبین کی خدمت میں۔

کئی دن سے خیال تھا کہ سیلاب کی وجہ سے چونکہ سید صاحب کا کافی نقصان ہوا ہے، جیسا کہ اُن کے گرامی نامہ سے ظاہر ہے، جناب سید صاحب کی خدمت کی جائے، کچھ نذر پیش کی جائے، مگر اس میں تاخیر ہوئی۔ تو اس خواب سے غفلت دُور ہوئی اور فوری خدمت انجام دی۔ یہ سیدین صاحبین، اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے بہت نازپروردہ ہیں۔ اعلیٰ حضرت ان کی بہت نازبرداریاں فرماتے یہ بھی اعلیٰ حضرت کا فیض ہے کہ مجھ سے ان سادات کرام کی خدمت لے لی۔

ابوالفضل عفرلہٗ[1]

زین العرفا شاہ سراج الحق چشتی صابری قدس سرہ کا اکثر تذکرہ فرماتے۔ اسی بدولت خواب میں بھی ان سے ملاقات وزیارت ہوتی رہتی اور ان کے فیوضات سے فیض یاب ہوتے۔ ایک خواب ملاحظہ ہو،

"آج شب کو سحری کے وقت ایک بابرکت خواب دیکھا۔ ایک جلسہ ہے، غالباً ایک باغ کے اندر ہے، میدان وسیع ہے، مجمع بہت ہے۔ اس جلسہ میں حضرت سیدی و سندی شاہ سراج الحق قدس سرہ العزیز رونق افروز ہیں اور بھی اہلِ علم ہیں۔ حسبِ ارشاد پہلے فقیر نے تقریر کی۔ حضرت صاحب قبلہ کی برکت سے تقریر کامیاب ہوئی۔ پھر حضور قبلہ قدس سرہ العزیز نے خود تقریرِ پُرتنویر فرمائی، جس کا اثر حاضرین پر بہت ہوا۔ تقریر کا موضوع حیاتِ نبوت تھا اور یہ کہ اولیائے کرام بعد وصال بھی زندہ ہیں۔ بڑا ہی لطف آیا۔ حضرت قبلہ یہ آیت تلاوت فرمارہے تھے، وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ۔ اتنے میں آنکھ کھُلی تو مؤذن صاحب اذان

---

[1] نقل بیاض حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ

نوٹ: اس خواب کی تحریر آپ کے اپنے قلم سے نہیں، صرف آخر پر آپ کے دستخط ثبت ہیں۔

سے پہلے صلوٰۃ وسلام پڑھ رہے تھے۔

مورخہ ۱۸ رجمادی الاخریٰ ۷۳ھ بروز سہ شنبہ

ابوالفضل محمد سردار احمد غفرلہٗ "[۱]

مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ کے مسلّمہ دستور کے مطابق حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے اوقاتِ عزیزہ تصورِ مشائخ سے معمور رہتے اور آپ ہر حالت میں انہی سے اکتسابِ فیض فرماتے۔ ایک اور خواب پڑھیے اور اس حقیقت سے آگاہی حاصل کیجیے:

"آج پیر اور منگل کی درمیانی رات میں بعد نماز عشاء فقیر تقریباً دس بجے بڑے کمرہ میں لیٹ گیا، آنکھ لگ گئی، تو حضرت آقائے نعمت حجۃ الاسلام قدس سرہٗ کی خواب میں زیارت کی۔ حضرت قبلہ نہایت ہی خوش ہیں۔ چہرۂ انور چمک رہا ہے اور فقیر کو دیدار سے روحانی مسرت حاصل ہو رہی ہے اور فقیر نے سنا کہ آپ کے حضرت قبلہ یہ پڑھ رہے ہیں: اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ فقیر کی آنکھ کھلی، تو فقیر کی زبان پر اَنْتَ الْوَهَّابُ کا ذکر جاری تھا بیشک دین و دنیا کی سب نعمتیں اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے ـــــ اس کے حبیبِ پاک صاحبِ لولاک علیہ الصلاۃ والسلام کے صدقہ سے اور بزرگانِ دین کے طفیل سے ملتی ہیں۔ ابوالفضل محمد سردار احمد غفرلہ

۴ ربیع الاوّل شریف ۷۴ھ "[۲]

دورۂ حدیث پڑھانے میں عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ اشراق سے لے کر ظہر تک سبق پڑھاتے۔

---

[۱] نقل بیاض حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ؛

نوٹ: یہ خواب بھی کسی اور کے قلم سے لکھا گیا ہے۔ آخر میں آپ کے دستخط ثبت ہیں۔

[۲] نقل بیاض حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ،

نوٹ: اس خواب کی تحریر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے قلمِ خاص سے ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

نمازِ ظہر کے بعد عصر تک پھر اسباق پڑھاتے۔ اور بعض ایام میں نماز عشاء کے بعد بھی اسباق پڑھاتے۔ نماز عصر کے بعد عام زائرین سے ملاقات کرتے تبلیغی سفر، اسباق کا مطالعہ فتاویٰ کے جوابات اور دیگر علمی مصروفیات اس کے علاوہ تھیں۔ ظاہر ہے کہ آرام کا وقت بہت کم ملتا۔ مسلسل کام سے تھکاوٹ ہو جانا طبعی اور فطری امر ہے۔ اسی نوعیت کی ایک تکان اور اس کے صلہ میں حاصل ہونے والا انعام، یعنی ایک خواب کی کیفیت ملاحظہ ہو!

"آج بروز سہ شنبہ ۲۶ ربیع الاوّل شریف اپنے غریب خانہ پر سامنے کمرہ میں نماز ظہر کے بعد لیٹا۔ اس دن دورۂ حدیث میں سبق پڑھانے میں تاخیر ہو گئی اور سفر کی وجہ سے تکان بھی خوب تھی۔ ایک گھنٹہ سے کچھ زیادہ خوب میٹھی نیند آئی، جس میں ایک مزار پاک کی زیارت کی اور اس مزار شریف کے پاس حضرت زین العارفین عین الذاکرین حضرت سیّدی و مرشدِ برحق مولانا شاہ سراج الحق قدس سرہ العزیز رونق افروز تھے۔ چہرۂ انور خوب نورانی دیکھا اور سفید لباس شریف پہنے ہوئے ہیں۔ مکرمی سیّد پیر محمد شریف صاحب ساکن چوہدری والا بھی حاضرِ خدمت ہیں۔ بعض احباب اور بھی ہیں۔ فقیر کے دل میں تمنا رہی کہ حضور مرشدِ برحق توجہ فرمائیں، تورات کے آخر حصہ میں قیام کرنا، ذکر کرنا، تہجد پڑھنا نصیب ہو۔ فقیر اسی دُھن میں رہا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد آنکھ کھلی۔ اس خواب کا ذوق دل میں خوب آیا اور ایک عرصہ تک دل میں کیفیتِ عرفانی، روحانی رہی، اور اسی ماہ کی تیئیس ۲۳ تاریخ کو بروزِ ہفتہ دربار داتا حاضر ہوا اور وہاں بھی آپ کے صدقہ سے دُعا کی کہ اللہ تعالیٰ مخدوم داتا صاحب قدس سرہ العزیز کے صدقہ سے رات کے آخر حصہ میں جاگنے اور ذکر و عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس خواب سے معلوم ہوا کہ دربار داتا میں جو دُعا کی، وہ انشاء المولی العزیز قبول ہوئی۔ اللہ تعالیٰ بزرگانِ دین قدست اسرارہم

کے وسیلہ سے توفیقِ خیر عطا فرمائے آمین!

بقلم سید زاہد علی شاہ صاحب سلمہٗ،

فقیر ابوالفضل محمد سردار احمد عفرلہ" [1]

ایک اور خواب کا حال پڑھیں اور اولیاء کاملین کے فیوضات کا اندازہ کریں:

"بروز ہفتہ ۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۴ھ / یکم جنوری ۱۹۵۵ء چک مستی نزد جانی والا اسٹیشن ضلع لائل پور (سردی کا موسم تھا) مغرب کے وقت فقیر وہاں پہنچا۔ عزیزان مولانا عنایت اللہ صاحب، مولانا احسان الحق و مولوی محمد بشیر صاحب سلمہم ساتھ تھے۔ نمازِ عشاء کے بعد نعت خوانی اور تقریریں ہوئیں۔ تقریباً بارہ بجے شب سونا ہوا۔ اس رات خواب دیکھا کہ فقیر بریلی شریف اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہ العزیز کے پھاٹک میں مقیم و موجود ہے۔ سیدی حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ العزیز مکان کے اندر سے پھاٹک میں تشریف لائے فقیر کو دیکھا کہ کمزور ہے۔ فقیر کے دل میں یہ بات تھی کہ اب بہت کمزوری لاحق ہوگئی ہے اور نزلہ کی وجہ سے اکثر دانت نکل گئے ہیں، اب تقریر و بیان مشکل ہے۔ حجۃ الاسلام قبلہ فقیر کے قریب تشریف لا کر بیٹھ گئے اور اپنی زبان شریف کی طرف اشارہ فرمایا کہ اسے چوسو۔ حسب حکم فقیر نے حضرت قبلہ کی زبان شریف کو چوسا، جس سے طبیعت کو سکون و قرار حاصل ہوا۔ ایسا فیض ملا کہ جس سے فقیر کے دل میں یہ بات آگئی کہ اب فقیر بیان و تقریر بلا تکلف کر سکتا ہے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد خواب سے بیدار ہوا اور حضرت قبلہ کے فیض کا اثر دل میں محسوس پایا۔

---

[1] نقل بیاض حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ،

نوٹ: اس خواب کی تحریر مولانا سید زاہد علی شاہ صاحب کے قلم سے ہوئی۔ آخر میں آپ کے دستخط ثبت ہیں۔ نیز خواب کی تاریخ کے ساتھ سن درج نہیں۔ غالباً اس خواب کا عرصہ ۱۳۷۴ھ / ۱۹۵۴ء ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

اس دن اکثر یہ خیال و تصور آیا کہ گویا حضرت قبلہ تشریف فرما ہیں اور فقیر ان کی خدمت میں حاضر ہے۔ حیاتِ ظاہری میں حضرت قبلہ فقیر پر خاص نظرِ شفقت و نظرِ کرم فرماتے رہے۔ احباب پر یہ بات پوشیدہ نہیں۔ الحمد للہ کہ رحلت فرمانے کے بعد بھی حضرت کا فیض جاری ہے اور نظرِ کرم باقی ہے۔"[1]

خواب اور اس کے بیان کا انداز ملاحظہ فرمائیں۔ اولیاء کاملین کے فیوضات بعد وصال بھی جاری و باقی ہوتے ہیں اور پھر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے فنا فی الشیخ کے مقام و مرتبہ کا حال محسوس کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔ قلب و نظر پر حضرات مشائخ کرام کا قبضہ محسوس ہوتا ہے۔

اس خواب میں جو فیوضات مشائخِ کرام کی زبان چوسنے سے حاصل ہوئے۔ اس کا اندازہ کرنا اور الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔ صاحبانِ حال ہی اس مقام سے واقف ہو سکتے ہیں۔ خواب کی تحریر کے بعد حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے اس نوعیت کے فیوضات کی سند اور اصل حضور سید الانبیا و سید الاولیاء علیہ التحیۃ والثناء کی سیرتِ طیبہ، صحابہ کرام اور اولیاء کاملین کے اسوہ سے پیش کی۔ علمی و روحانی طور پر ثابت کیا کہ اس نوعیت کا مجھ پر وارد ہونے والا فیض بھی سندِ علمی و روحانی کی حیثیت رکھتا ہے۔ بطورِ فائدہ آپ نے لکھا:

"حضور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے پیارے نواسوں، نوجوانانِ جنت کے بادشاہوں پیارے سید حسن و پیارے سید حسین رضی اللہ عنہما کو اپنی زبان شریف چوساتے، تو شہزادوں کو دن بھر بھوک پیاس نہ لگتی۔ حضور قطب الاقطاب پیروں کے پیر، پیر دستگیر حضرت غوث اعظم جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خاص خادم کو بوقتِ رخصت اپنی زبان شریف چوسائی تو بغداد شریف

---

[1] نقل بیاض حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ۔

سے لے کر مصر تک سارے سفر میں اس بزرگ کو پیاس اور بھوک محسوس نہ ہوئی۔ (بہجۃ الاسرار)

پہلی دفعہ جب حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ وعظ و تقریر کے لیے مسند پر جلوہ گر ہوئے، تو فصحاء مجلس کے سامنے بیان کرنے میں کچھ جھجک سی محسوس ہوئی۔ خدا کی شان کہ رسولِ پاک تشریف لائے اور کچھ گفتگو کے بعد حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منہ شریف میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سات مرتبہ لعاب شریف ڈالا۔ پھر نمازِ ظہر کے بعد مسندِ تقریر پر جلوہ گر ہوئے۔ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ خاموش رہے تو باب مدینۃ علم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے تو کچھ گفتگو کے بعد حضرت مولیٰ علی شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چھ مرتبہ اپنا لعاب دہن حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منہ شریف میں ڈالا، تو حضور غوث پاک نے مولیٰ علی شیرِ خدا سے عرض کیا کہ آپ نے چھ مرتبہ یہ تبرک دیا، سات مرتبہ کیوں نہیں۔ تو مولیٰ علی شیرِ خدا نے ارشاد فرمایا: تَاَدُّبًا مَّعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یعنی رسولِ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ادب کی وجہ سے۔

بزرگانِ دین کی زبان چوسنے اور ان کے لعابِ دہن کے تبرک کی یہ سند ہے جو اوپر بیان ہوا ——— مولیٰ عزّ وجل اپنے فضل سے بزرگانِ دین کے فیوض و برکات سے سب اہل سنّت وجماعت کو فیض یاب فرمائے۔ آمین!

الوالفضل محمد سردار احمد عفرلہ[1]

---

[1] نقل بیاض حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ

نوٹ: اس خواب اور اس کی سند کی تحریر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے قلم خاص کی ہے۔ اس تحریر کا عکس کتاب میں شامل کر دیا گیا ہے۔

عالمِ رویا میں، اویسی نسبت سے روحانی اور علمی اسناد اور فیوض و برکات کی بات چل نکلی ہے، اسی نوعیت کا ایک اور خواب ملاحظہ ہو۔ اس خواب کا تعلق ایامِ علالت میں مری کے قیام سے ہے،

"آج صبح نماز کے بعد یہاں سے مظفر آباد کی طرف ڈیڑھ میل چوک تک گیا، پھر واپس آیا۔ صوفی اللہ رکھا صاحب فقیر کے ہمراہ تھے۔ پھر واپس آکر ناشتہ کیا۔ پھر حافظ ایوب سلمہ نے پانی گرم کیا، پھر غسل کیا۔ پھر حاضرین کے ساتھ رفعتِ شانِ نبوی کے چند مسائل بیان کیے۔ پھر کھانا کھایا، پھر بارہ بجے قیلولہ کیا۔ آنکھ لگ گئی، اور دیر تک اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجددِ دین و ملت علامہ احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ العزیز کی خدمت میں رہا اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کچھ علمی اجازتیں بھی عطا فرمائیں۔ خدمت میں خوب حاضر رہا۔ آنکھ کھلی تو دوپہر کے دو بجے تھے۔ جب آنکھ کھلی تو زبان پر اعلیٰ حضرت کا ذکرِ خیر تھا اور دل میں یہ بھی تھا کہ خوب حاضری ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے حبیبِ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے، غوث پاک کے فیض سے ایسا کرم ہوا۔

فقیر ابوالفضل عفرلہ،

مکان جناب امان اللہ خاں صاحب۔ سنی بنک مری

۹ ربیع الاول شریف بروز پیر" [1]

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ اپنے اساتذہ و مشائخ طریقت کی ایک ایک ادا پر نثار ہوتے تھے۔ اپنے آقایانِ نعمت کی ایک ایک ادا کے تصور میں مستغرق رہتے۔ حتیٰ کہ خواب میں بھی وہی صورت آپ کے سامنے یوں پیش آتی، گویا عالمِ بیداری ہے۔ مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا

---

[1] نقل بیاض حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ۔

نوٹ: تاریخ کے ساتھ سن درج نہیں، غالباً ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء ـــ اب کسی اور کے قلم سے ہے۔

بریلوی قدس سرہ کا حُسنِ قرأت اور حُسنِ صوت عالمِ رویا میں بھی آپ کے سامنے آتا، چنانچہ اپنے قلم سے تحریر شدہ ایک خواب کا حال پڑھیے:

"بُدھ کا دن گزار کر شبِ جمعرات کو تقریباً سحری کے وقت خواب دیکھا کہ حضرت مفتیِ اعظم مولانا مولوی شاہ مصطفےٰ رضا خاں صاحب قبلہ فقیر کے مکان (غریب خانہ) پر تشریف لائے ہیں اور نہایت نورانی چہرہ ہے، بہت خوش ہیں اور حسن صوت و تجوید کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت فرما رہے ہیں جس کا دل میں بہت اثر ہو رہا ہے اور زیارت سے دل میں فیض پہنچ رہا ہے۔ خواب سے بیدار ہوا، تو دل میں عجیب کیفیت تھی اور اس دن خوب ذوق رہا۔ فقیر ابوالفضل غفرلہ

بُدھ کو ۲ جمادی الاولیٰ ۷۷ھ تاریخ تھی۔" [1]

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا ایک اور خواب ملاحظہ ہو۔ اس کو آپ نے اپنی قلم سے تحریر فرمایا۔ اس کے ایک ایک حرف سے محبتِ شیخ کی بُو آتی ہے۔ خواب کے بیان کے بعد اس کی تعبیر بھی خود لکھی۔ اس سے بھی محبتِ شیخ کا درس ملتا ہے۔

"بروزِ جمعرات ۲۹ صفر کا دن گزار کر شبِ جمعہ مبارکہ ۳۰ صفر المظفر کو بڑے کمرے میں، جو مسجد کے متصل ہے، خواب دیکھا کہ یہ فقیر امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مزار پُر انوار پر بریلی شریف حاضر ہے۔ آقائے نعمت حضرت حجۃ الاسلام قبلہ قدس سرہ وہاں تشریف رکھتے ہیں، ان کی زیارت سے مشرف ہوا۔ حضرت سیّدی مفتیِ اعظم قبلہ کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوا۔ جب فقیر نے سیّدی حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ کے چہرۂ انور کو دیکھا تو حضرت کا چہرہ بہت ہی زیادہ نورانی تھا اور حضرت نے اس فقیر کو دیکھا اور خوش ہوئے اور مسکرائے اور

---

[1] بنقل بیاض حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ۔

نوٹ: اس خواب کی تمام تحریر قلمِ خاص حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ سے ہے۔

محبت اور پیار کی نظر سے خنداں پیشانی، اس خادم کو دیکھا، جس سے ایک کیفیت طاری ہوئی اور روحانی مسرت حاصل ہوئی۔ حضور حجۃ الاسلام قدس سرہ جب لاہور تشریف لائے تھے، خادم خدمت میں زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ حضرت نے رُوح پرور نظرِ محبت سے دیکھا۔ ایسا دیکھا کہ فقیر تارکِ وطن ہوا۔ یہ اُس ایک نظرِ کرم کا صدقہ ہے کہ فقیر نے علمِ دین حاصل کرنا شروع کیا۔ اس خواب میں نظرِ کرم سے روحانی ذوق، باطنی شوق حاصل ہوا۔ اس نظرِ کرم سے وہ نظرِ کرم یاد آئی اور ذوق دوبالا ہوا۔ یہ نظرِ کرم خواب میں تھی اور وہ بیداری میں اس بڑے کمرے میں تبرکات رکھے ہیں اور عنقریب عرس مبارک شان و شوکت سے ہوا۔ اس مبارک خواب سے فقیر یہ سمجھا کہ تبرکات کا فیض ہے اور عرس مبارک قبول ہوا ہے، جس سے آقائے نعمت بہت خوش ہیں۔

ابوالفضل غفرلہ

جمعہ مبارکہ، ۳۰ صفر المظفر ۱۳۷۴ھ لائل پور" [1]

محبتِ شیخ کے جلوے ہر خوش نصیب کو عطا ہوتے ہی ہیں، مگر ایسا شاذ ہی دیکھنے میں آیا کہ بعد وصال کوئی اپنے شیخ کی محبت کے جلووں سے بہرہ ور ہو۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ وصال کے بعد بھی نہ صرف محبتِ شیخ سے سرشار رہے، بلکہ شیخ کے خدام کی خدمت کی تاکید فرمایا کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے ایک عاشق اور جاں نثار خادم صوفی فرزند علی، پنواں اڈا، ضلع شیخوپورہ کی زبانی انہیں کو پیش آنے والا واقعہ پڑھیے اور روحانی لذت حاصل کیجیے،

"ناچیز خادم دربار شریف پر حاضر تھا۔ تقریب عرسِ مقدس کی تاریخ قریب آئی۔ صاحبزادگان نے تمام طلبا کو جمع کیا اور عرس پاک کے معاملے میں ہر طالب علم

---

[1] نقل بیاض حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ

کی ڈیوٹی مقرّر فرما دی، لیکن مجھے کچھ نہ فرمایا۔ مجھے بہت افسوس اور غم ہوا کہ میں کس قدر نااہل اور بے نصیب ہوں کہ کسی کام کے لیے مجھے نہیں فرمایا۔ نہایت ہی افسردہ اور مایوسی کی حالت میں وضو کیا اور سُنّی رضوی جامع مسجد میں نفل نیّت کر رونا شروع کیا۔ دُعا مانگی اور مدرسہ چلا آیا۔ دفتر میں جمگھٹا سا معلوم ہوا دیکھا تو سرکارِ اعلیٰ حضرت کے مرید (اور ناز پروردہ) سید ایوب علی[1] رضوی رحمۃ اللہ علیہ جو سرکارِ اعلیٰ حضرت کے وقت بریلی شریف میں ناظمِ اعلیٰ بھی رہے تھے جلوہ گر تھے۔ صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم اور غازی محمد فضل احمد صاحبان بھی موجود تھے، اور حضرت موصوف سے خیر و عافیت پوچھ رہے تھے، بعد میں سیّد صاحب موصوف کی آرام گاہ کے لیے قبلہ قاری علی احمد صاحب امام سُنّی رضوی جامع مسجد کی بیٹھک تجویز ہوئی۔ صاحبزادگان نے سیّد صاحب کی خدمت کے لیے مجھے ارشاد فرمایا۔ میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ ایسا معلوم ہوا کہ لوگوں کو تو عرس مبارک ملا ہے اور مجھے ان شاء اللہ عرس مبارک کی رُوح مل گئی ہے۔ سیّد صاحب قبلہ کی طبیعت نہ صرف بہت ہی کمزور تھی، بلکہ رعشہ بھی تھا۔ اپنے دستِ مبارک سے تو پانی بھی نہیں پی سکتے تھے۔ ناچیز انہیں سہارا دے کر قیام گاہ میں لے گیا۔ آرام کے دوران مجھے اپنے ہاتھ سے سیّد صاحب قبلہ کو چائے وغیرہ پلانے کا بھی شرف حاصل ہوتا رہا اور باقی خدمات بھی حسبِ توفیق کرتا رہا اور سیّد صاحب بھی شفقتِ خاص سے نوازتے اور سرکار اعلیٰ حضرت کی زندگی پاک کے اکثر واقعات اور حالات سُناتے رہتے۔ غالباً حضرت مولانا عنایت اللہ مرحوم کی تقریر تھی۔ میں نے تقریر سننے کی اجازت مانگی۔ آپ نے خوشی سے قبول فرمایا۔ خادمِ ناچیز مدرسہ سے

---

[1] فدائے رضویت سیّد صاحب موصوف قیامِ پاکستان کے بعد لاہور میں آکر مقیم ہو گئے۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے ساتھ ان کے گہرے روحانی روابط تھے۔ آخری چند سال آپ نے جامعہ رضویہ لائل پور میں گزرے۔ ۲۶ رمضان ۱۳۹۰ھ / ۲۶ نومبر ۱۹۷۰ء بروز جمعہ ان کا وصال ہوا۔ لاہور میانی صاحب کے قبرستان میں ان کا مزار ہے۔

سُنّی رضوی جامع مسجد کی طرف چلا۔ دربار شریف کے پاس پہنچا، تو سرکارِ محدّثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے دربار پاک سے آواز آئی، فرزند علی! سیّد صاحب کے پاس جاؤ"۔ سرکار کی جاں فزا آواز میرے سر کے کانوں نے سنی اور سرکار کے چہرۂ انور کو میرے دل کی آنکھوں نے ہو بہو دیکھا۔ خادمِ ناچیز اسی وقت آ گیا۔ سیّد صاحب قبلہ نے دیکھ کر فرمایا کیا بات ہوئی۔ اتنی جلدی کیوں واپس آ گئے ہو۔ میں نے ایسے ہی عرض کر دیا کہ سرکارِ محدّثِ اعظم علیہ الرحمہ نے واپسی کا حکم دیا ہے۔ سیّد صاحب بہت ہی خوش ہوئے اور بار بار پوچھتے رہے کہ واقعی کہا ہے اور کیا کہا ہے اور خوش ہوتے رہے اور اکثر فرماتے رہے کہ میری مولانا محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت یک جان دو قالب کی ہے"۔[1]

زین العلماء مولانا ابو العلاء محمد امجد علی اعظمی (م ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء) امام احمد رضا بریلوی قدس سرہما کے خلیفہ اور حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے استادِ محترم تھے۔ آپ حضرت صدر الشریعہ کا اکرام و احترام دو سبب سے فرمایا کرتے تھے۔ ایک یہ کہ آپ کے استادِ گرامی ہیں۔ اکثر کتبِ دینیہ معقول و منقول کا درس انہی سے لیا۔ دوسرے یہ کہ اپنے روحانی پیشوا امام احمد رضا بریلوی سے سلسلۂ عالیہ قادریہ میں ماذون و مجاز تھے۔ زمانۂ طالب علمی اور زمانۂ تدریس کے دوران اپنے استاد کی حیاتِ ظاہری بلکہ بعد وصال بھی ان کا ادب و احترام حد درجہ فرماتے۔ اس سلسلہ میں چند واقعات ذکر کیے جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ دار العلوم مظہرِ اسلام، بریلی کے سالانہ جلسہ دستارِ فضیلت میں شرکت کے بعد واپسی کے لیے اسٹیشن بریلی پر جلوہ گر ہوئے۔ حضرت شیخ الحدیث اپنے استادِ محترم کو الوداع کہنے کے لیے اسٹیشن تک ساتھ آئے۔ آپ کے کافی طلباء بھی، جو امسال فضلاء میں شمار ہوتے، ہمراہ تھے۔ گاڑی آنے میں ابھی تاخیر تھی۔ آپ نے اپنے استادِ محترم

---

[1] مکتوب صوفی فرزند علی، پنواں اڈا، بنام فقیر قادری عفی عنہ، محررہ ۲۴/۱۲ اپریل ۱۹۸۶ء

کے پاؤں دبانے شروع کیے۔ کافی دیر تک یہ عمل جاری رہا۔ آپ نے اس امر کی پروا نہ کی کہ اسی شہر، بلکہ عالمِ اسلام کی بہت بڑی درس گاہ مظہرِ اسلام کا میں شیخ الحدیث ہوں۔ میرے ملنے والے اور میرے مدرسہ کے طلباء موجود ہیں، بلکہ آپ نے عزت اسی میں سمجھی کہ اپنے ہاتھوں سے استاذِ محترم کی خدمت کی جائے۔[1]

مولانا علامہ عبد المصطفٰی ازہری فرماتے ہیں کہ زمانہ تدریس اجمیر میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا جسم بھاری ہوگیا۔ حکماء نے تجویز کیا کہ آپ روزانہ سیر کیا کریں۔ چنانچہ حضرت صدر الشریعہ ہر روز درگاہ شریف سے اناساگر تالاب تک پیدل سیر کو نکلتے۔ اس سیر میں آپ کے شاگرد رشید حضرت مولانا محمد سردار احمد صاحب بطورِ خادم آپ کے ہمراہ ہوتے۔ یہ سیر بعد نماز عصر ہوتی۔ حضرت شیخ الحدیث اس خادمانہ حیثیت سے فائدہ اٹھاتے اور دورانِ سیر کچھ اسباق پڑھ لیتے یا تکرار کر لیتے۔"[2]

دار الخیر اجمیر مقدس کی تدریس کے دوران عرس خواجہ غریب نواز اجمیری علیہ الرحمہ کے موقعہ پر مدرسہ میں یکم سے نو رجب تک تعطیلات رہتیں۔ تعطیلات کے ان ایام میں آپ اپنے استاذِ محترم کے فتاویٰ کی نقل کا کام کرتے۔[3]

قیامِ پاکستان کے بعد حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ ہجرت کر کے پاکستان آگئے۔ چونکہ آپ کا آبائی علاقہ ضلع گورداسپور فسادات کی لپیٹ میں تھا۔ مجبوراً آپ کو ہجرت کرنا پڑی۔ یہاں پہنچنے کے بعد اکثر مقتدر آستانوں کے زیبِ سجادہ حضرات اور دیگر اہلِ ثروت حضرات نے کوشش کی کہ آپ ان کے ہاں رہ کر تدریس کا کام کریں، مگر آئندہ کے بارے میں اپنے تمام پروگراموں میں بجائے خود فیصلہ کرنے کے اپنے استاذِ گرامی حضرت صدر الشریعہ اور اپنے اُستاذِ گرامی و شیخِ طریقت اور امام احمد رضا کے خلف و خلیفہ حضرت مفتئ اعظم علیہم الرحمہ میں استرشاد فرمایا۔[4]

---

[1] روایت مولانا عبد المصطفٰی ازہری، کراچی۔ یکم شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ

[2] ایضاً، [3] ایضاً،

[4] ہفت روزہ رضائے مصطفٰی، گوجرانوالہ۔ ۲۵ رشعبان ۱۳۷۸ھ / ۶ رمارچ ۱۹۵۹ء، ص ۳

گزشتہ سطور میں ان اساتذہ کرام سے عقیدت و احترام کی جھلکیاں تھیں، جن سے آپ نے علوم دینیہ حاصل کیے اور وہ آپ کے روحانی مربّی اور شیخِ طریقت بھی تھے۔ آپ ان اساتذہ کرام کا ہمیشہ ادب و احترام فرمایا کرتے، جن سے آپ نے سکول کے دوران تعلیم پائی۔ مولانا ذوالفقار علی آپ کے درجہ پرائمری کے استاد تھے۔ جب اُن کا وصال (۲۲ جمادی الاولی ۱۳۷۶ھ / ۲۴ جنوری ۱۹۵۷ء) ہوا تو آپ ان کی فاتحہ خوانی کے لیے لاہور تشریف لائے۔ استادِ محترم کی قبر پر مراقبہ فرمایا۔ بعد میں ان کے ختمِ چہلم منعقدہ ۳ مارچ ۱۹۵۷ء پر تشریف لا کر اپنے استادِ گرامی کو خراجِ عقیدت پیش کیا۔ جناب حاجی مولانا پیر محمد خاں، اسلامیہ ہائی سکول بٹالہ (ضلع گورداسپور) میں آپ کے حصہ ہائی کے استاد تھے۔ مولانا حاجی پیر محمد خاں سکول کے اُستاد ہونے کے ساتھ ساتھ علوم دینیہ سے بھی وافر حصہ رکھتے تھے۔ دورانِ تدریس وہ عموماً دینی امور پر بھی گفتگو فرماتے۔ حضرت شیخ الحدیث کمرۂ جماعت میں ان کی دینی مسائل کی باتیں بڑی توجہ سے سنتے۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ جب بھی اپنے آبائی گاؤں دیال گڑھ میں میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محفل منعقد کرتے، تو اپنے استاد حاجی پیر محمد خاں کو دعوت دیتے اور ان کے مواعظ سے لوگوں کو استفادہ کا موقعہ دیتے۔ دورانِ تعلیم دینیہ اور بعد از تکمیل علومِ دینیہ، آپ کا حاجی صاحب سے سلسلۂ ملاقات برابر جاری رہا۔ [1]

۱۳۵۶ھ / ۱۹۳۷ء میں منظرِ اسلام بریلی میں تدریس کے دوران، بعض ناگزیر حالات کے پیشِ نظر آپ کو منظرِ اسلام سے علیحدہ ہونا پڑا۔ مرکزی جامعات ہمیشہ اس کوشش میں رہتے ہیں کہ ملک کے اعلیٰ پایہ کے مدرسین اُن کے ہاں رہ کر خدمتِ تدریس بجا لائیں۔ اس سے ان جامعات کی شہرت و عزت میں اضافہ ہوتا ہے۔ دارالعلوم منظرِ اسلام، بریلی سے فراغت کے بعد (غیر منقسم) ہندوستان کے مرکزی دارالعلوموں نے اس امر کی خواہش کا اظہار کیا کہ آپ ان کے ہاں تشریف لے آئیں اور تدریس کریں، مگر آپ نے اپنے مشائخ کرام کے وطنِ مالوف کو ترک کرنا گوارا نہ فرمایا۔ وہیں بریلی میں بے سرو سامانی کے عالم میں مسجد بی بی جی مرحومہ میں تدریس کا سلسلہ توکلاً علی اللہ

---

[1] مکتوب ڈاکٹر رشید احمد خاں، پروفیسر لاء کالج لاہور (خلف مولانا پیر محمد خاں)، بنام فقیر قادری عفی عنہ محررہ ۱۲ ستمبر ۱۹۸۴ء

شروع کر دیا۔ ابتدائی چند سالوں میں آپ کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، مگر مشائخ کرام کے آستانہ کی جُدائی برداشت نہ کی۔

۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۷ء کے فسادات میں آپ اپنے گھر تعطیلات گزار رہے تھے کہ آپ کو ہجرت کرنا پڑی۔ یہ دور بڑا نازک تھا۔ ہندوؤں اور سکھوں کے فسادات کے باعث سرحدی علاقوں کے مسلمانوں کی جانیں ہر وقت خطرہ میں تھیں۔ سرحدی علاقوں میں سفر کرنا گویا موت کو دعوت دینا تھا۔ جب یہ فسادات ذرا فرو ہوئے، تو حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ جمادی الاخریٰ ۱۳۶۷ھ / مئی ۱۹۴۸ء، اپنے شیخ کے آستانہ، مرکزِ علم و عرفان بریلی شریف جلوہ گر ہو گئے۔ اور حسب روایت سابق تدریس میں مشغول ہو گئے۔ اس عرصہ میں آپ کے اہل خانہ اور عزیز و اقارب پاکستان میں مقیم تھے۔ بعد میں حکومتوں کے درمیان پاسپورٹ کی پابندی کے باعث آپ کو پاکستان واپس آنا پڑا۔ اوائل رمضان ۱۳۶۷ھ / جولائی ۱۹۴۸ء تک بریلی میں آپ کا قیام ثانی رہا۔ [۱]

اپنے کریم اور شفیق اساتذہ اور مشائخ سے گہرے روحانی رابطہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہی اساتذہ اور مشائخِ طریقت آپ پر ایسے مہربان ہوئے کہ وہ آپ پر اعتماد فرماتے۔ آپ کی ذات پر فخر محسوس فرماتے اور آپ کی ذات کو اپنا سرمایۂ آخرت تصور فرماتے۔

آپ کے شیخِ طریقت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی اپنے ایک مکتوب میں آپ کو لکھتے ہیں:

> "۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ کی ہمدردی سے دل خوش ہوا۔ میں دل سے دعا کرتا ہوں مولیٰ تعالیٰ آپ کو شاد و آباد رکھے اور آپ کے علم و فیوض کے دریا سے عامۂ اہل سنّت کو مستفیض فرمائے۔ نعمانی سلمہ کی تعلیم و تربیت و تہذیبِ اخلاق کی طرف توجہ فرمانا فقیر کے لیے احسان و منّت ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔" [۲]

---

[۱] روایت مولانا محمد عبدالرشید رضوی، جھنگوی، ۱۴ ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ

[۲] مکتوب حجۃ الاسلام بنام شیخ الحدیث، از الور۔ محررہ ۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۴ھ (۸ اگست ۱۹۳۵ء)

مولانا نعمانی میاں، جن کی تعلیم و تربیت اور تہذیبِ اخلاق آپ کے سپرد کی جا رہی ہے، حضور حجۃ الاسلام کے چھوٹے صاحبزادہ ہیں۔ نامِ نامی حماد رضا خاں، نعمانی میاں عرف ہے[۱]

۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۷ء میں ہجرت کے وقت مفتیٔ اعظم مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی، اور صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی نے متعدد علماء اہلِ سنّت کو پاکستان میں بار ہا لکھا کہ حضرت مولانا محمد سردار احمد کی خیریت سے مطلع کریں۔ نیز انہیں ہماری طرف سے ہر قسم کی امداد پہنچائیں۔ حضرت مولانا ابو البرکات سیّد احمد ناظمِ اعلیٰ و شیخ الحدیث حزب الاحناف، لاہور کے نام متعدد خطوط اس امر کے آئے۔ جب آپ نے ساروکی (ضلع گوجرانوالہ) میں عارضی قیام فرمایا اور آپ کے اساتذہ کو آپ کی اقامت گاہ کا ڈاک کا پتہ معلوم ہوا تو انہوں نے خیریت معلوم کرنے کے لیے متعدد خطوط ارسال کیے۔ حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کے ایک مکتوب کا اقتباس ملاحظہ ہو:

"شوال میں بریلی کے ایک خط سے معلوم ہوا تھا کہ تم فتنۂ و فساد کی وجہ سے مع اہل و عیال لاہور چلے گئے ہو۔ میں نے کئی خط مولوی سیّد احمد کے نام لاہور روانہ کیے۔ تمہاری خیریت معلوم کرنے کے لیے سخت بے چین تھا۔ جب کسی صورت پتہ نہ چلا، تو غالباً دو ہفتے ہوئے ہوں گے (اخباروں) میں شائع کرایا، مگر اس کا جواب بھی کسی پرچہ میں شائع نہ ہوا۔ آج عزیزم مولوی اعجاز خاں کا خط بریلی سے آیا ہے، جس میں انہوں نے تمہارا پتہ بھی تحریر کیا، لہٰذا بے چینی کے ساتھ اس خط کے جواب کا انتظار کروں گا۔ اپنی اور اپنے اہل و عیال کی خیریت سے اور وہاں کے حالات سے جلد مطلع کرو . . . ."[۱]

---

[۱] مکتوب حضرت صدر الشریعہ بنام شیخ الحدیث، محررہ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۶۷ھ (یکم دسمبر ۱۹۴۷ء) اس مکتوب کی تحریر حضرت صدر الشریعہ اور حضرت شیخ الحدیث کے تلمیذ رشید حضرت مولانا محمد شریف الحق امجدی کے قلم سے ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: انوارِ رضا، لاہور (۱۳۹۷ھ) ص ۲۴۰)

اس مکتوب کے ہمراہ اشرف العلماء مولانا محمد شریف الحق امجدی نے بھی اپنی طرف سے پیغام لکھا۔ اس پیغام کے الفاظ کے ذریعہ آپ کے اساتذہ کرام کے جذبات کا اندازہ نہایت آسانی سے، ممکن ہے :

"سیدی دامت برکاتہم۔ السلام علیکم! ان حوادث کے دور میں حضور کے احوال سے بے خبری ہم کفش برداروں کے لیے کس قدر جانکاہ ہے۔ یہ ہمارا قلب ہی جانتا ہے۔ حضرت مرشدی آپ کے لیے کس قدر بے چین ہیں، وہ میں شب و روز دیکھتا ہوں اور خود بھی بے چین ہو جاتا ہوں، اس لیے دست بستہ عرض ہے کہ حضور بہت جلد ہمیں اپنے احوال سے مشرف فرمائیں۔

فقط آپ کا کفش بردار، محمد شریف الحق

۱۷ محرم الحرام ۱۳۶۷ھ" [1]

پاکستان آنے کے بعد جب آپ دوبارہ بریلی شریف جلوہ گر ہوئے اور صدر الشریعہ کو آپ کی آمد کی اطلاع ملی۔ وہ ان دنوں اپنے مکان کی از سر نو تعمیر میں مصروف تھے، لیکن اپنے نیاز مند شاگرد سے ملاقات کے کس قدر متمنی تھے، انہی کے الفاظ پڑھیے اور خود اندازہ کیجیے!

"....... میں نے ایک سخت غلطی کی کہ اپنا پرانا مکان گروا کر از سر نو تعمیر کروانا شروع کر دیا۔ نہ عمارتی سامان دستیاب ہوتا ہے اور نہ معمار و مزدور آسانی سے ملتے ہیں۔ اس غلطی پر نادم ہوں اور نہایت درجہ پریشان۔ دیواریں آج کل مکمل ہو گئی ہیں۔ اب ڈاٹ لگنا اور اوپر کا کام باقی ہے۔ دعا کرو کہ جلد اس سے فرصت ملے اور میں کہیں آنے جانے کے قابل ہو جاؤں۔ اگر یہ دشواری نہ ہوتی، تو اجمیر شریف حاضر ہوتا اور پیلی بھیت جاتا اور ممکن تھا کہ بریلی بھی آتا۔ تمہارے دیکھنے کو بہت جی چاہتا ہے اور یہاں سب لوگ تمہارے مشتاق ہیں۔

---

[1] مکتوب مولانا محمد شریف الحق بنام حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ

یہ تحریر کردو کہ تم کب یہاں آؤ گے . . . ." [1]

اسی مضمون کا دوسرا خط ۱۲ مئی ۱۹۴۸ء کو آپ نے تلمیذ رشید کے نام بریلی کے قیامِ ثانی کے عرصہ میں لکھا، جس میں بھی یہی تحریر تھا کہ آپ سے جلد از جلد ملاقات کو جی چاہتا ہے اپنے استادِ محترم کی ملاقات کے لیے جب آپ گھوسی ضلع اعظم گڑھ پہنچے، تو استادِ محترم اپنے شاگرد رشید کے استقبال کے لیے اسٹیشن کی طرف تشریف لا رہے تھے۔ مصافحہ و معانقہ ہوا اور آپ سے مل کر حضرت صدر الشریعہ از حد خوش ہوئے، حمدِ الٰہی بجا لائے۔ اسی خوشی میں رات کو محفلِ میلاد منعقد کی جس میں اپنے شاگردِ رشید حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے متعلق نہایت محبت کے کلمات ارشاد فرمائے۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ لائل پور کے جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام کو اپنے مشائخ و اساتذہ کا ہی مدرسہ تصور فرماتے تھے۔ انہی کی نیابت میں آپ تدریس فرماتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے مشائخ و اساتذہ آپ کے مدرسہ کی طلسماتی ترقی سے ہندوستان میں رہ کر بھی خوش ہوتے اور جب آپ کے ضعف اور علالت کی خبریں بریلی شریف پہنچیں، تو حضرت مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ نہایت مغموم ہوئے۔ آپ کے مدرسہ جامعہ رضویہ کے لیے دعائیں فرمائیں ایک مکتوب میں حضور مفتیٔ اعظم تحریر فرماتے ہیں:

"آپ کے خط سے علالت کا حال، پھر مولانا عبد القادر صاحب سے معلوم ہوا کہ آپ ضعیف ہو گئے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کو صحت و قوت عطا فرمائے اور عرصہ دراز مدت مدیدہ تک آپ کو بصحت و قوت ہزاراں ہزار خدماتِ دین کی انجام دہی کے لئے زندہ و سلامت باکرامت رکھے۔ آپ کے فیوض سے مسلمانوں کو مالا مال فرمائے۔ آپ کے زیرِ اہتمام و سرپرستی مدرسہ مظہرِ اسلام کو بیش از بیش ترقیاں بخشے اور

---

[1] مکتوب حضرت صدر الشریعہ بنام حضرت شیخ الحدیث۔ محررہ مئی ۱۹۴۸ء

نوٹ، مکتوب ہذا کی تحریر مولانا سبحان اللہ امجدی، تلمیذ حضرت صدر الشریعہ کے قلم سے۔

آپ کے اس سرچشمہ فیضِ علوم وعمل صالح سے مسلمانوں کو مستفیض فرماتا رہے آمین! اپنی خیر و عافیت اور اپنے متعلقین اور احباب کی خیر و عافیت سے مطلع فرماتے رہا کیجئے۔" [1]

حضور مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ نے ایک اور مکتوب میں جو کچھ تحریر فرمایا اس کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"مولانا (برہان الحق عبد الباقی) جبل پوری [2] سے آپ کی خیریت دریافت کی تھی، انہوں نے کہا تھا، کمزور ہو گئے ہیں اور بال سفید ہو گئے۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کو قوت بخشے اور آپ کے فیض سے اہلِ سنّت کو بہت بہت بہت دیر تک، عرصہ دراز دراز دراز تک مستفیض رکھے۔ لائل پور جو کبھی وہابیوں کا گڑھ سنا گیا تھا، بڑی مسرت ہوئی کہ اب وہ بفضلہٖ تعالیٰ آپ کے دم کی برکت سے سُنّیوں کا گویا مرکز ہو چکا ہے۔ میں پہلے بھی سنتا رہا تھا، مگر جناب حوالدار صاحب [3] کے بیان سے اس کی تفصیلی تصدیق ہوئی۔ خدا آپ کو بہتر سے بہتر جزاء عطا فرمائے۔" [4]

حضرت مفتیٔ اعظم مولانا محمد مصطفےٰ رضا نوری بریلوی کی جلالتِ علمی و رفعتِ روحانی ہر کہ دمہ پر واضح ہے۔ عالمِ اسلام میں مسلمانوں کی توجّہ کا مرکز تھے۔ بایں جلالت و رفعت اپنے

---

[1] مکتوب حضرت مفتیٔ اعظم بنام حضرت شیخ الحدیث قدس سرہما، ۲۴ ذی قعدہ ۱۳۷۲ھ/ اگست ۱۹۵۳ء

[2] ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۶ء میں دوسرے حج کے موقعہ پر حضرت مولانا برہان الحق جبل پوری سے آپ کی ملاقات ہوتی رہی۔ بھارت واپس پہنچ کر انہوں نے آپ کا حال حضرت مفتیٔ اعظم سے بیان فرمایا۔

[3] جناب حوالدار محمد حسین صاحب، حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے انتہائی عقیدت مند تھے۔ متعدد خدمات کی بدولت حضرت صاحب علیہ الرحمہ آپ کو غازی صاحب کہہ کر پکارتے تھے۔ بریلی شریف حاضر ہوتے تھے۔

[4] مکتوب حضرت مفتیٔ اعظم بنام حضرت شیخ الحدیث قدس سرہما، محررہ ۹ رجب ۱۳۷۶ھ

شاگردِ رشید حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو کن الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ ان کے ایک مکتوب کا ایک اقتباس پڑھیے اور حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی اپنے مشائخِ عظام سے رُوحانی نسبت کی عظمت کا اندازہ کیجیے:

"آپ کے مدرسہ اور خدماتِ دینی کا حال ہر آنے والے سے معلوم ہوتا رہا۔ ماشاء اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کے فیض کو اور زیادہ سے زیادہ کرے اور دارین کی نعمتوں، برکتوں سے آپ کو مالا مال کرے اور بہت بہت ترقیاں ہر قسم کی دینی و دنیوی نصیب فرمائے۔ آپ کی خدماتِ دینی کو شرفِ قبول بخشے اور بیش از بیش توفیقِ خیر دے اور آپ کو اس فقیر حقیر، گناہ گار، عصیاں کار کے لیے سرمایۂ نجات بنائے۔ آپ کی دینی خدمات سُن سُن کر دل باغ باغ ہے۔ . . . . . ." [1]

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ ایک عاشقِ رسول اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسے مخلص اور صادق کہ اُن کی زندگی، باوجود علمی مصروفیات کے، روحانی اعتبار سے اس مرتبہ پر فائز تھی کہ ظاہر بین آپ کے روحانی منازل کا صحیح اندازہ نہیں کر سکتے۔ عارف باللہ، فانی فی الرسول حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ اپنے مشائخ کا اس درجہ ادب و احترام فرماتے کہ انہیں دیکھ کر ائمۂ اولیاء کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

[1] مکتوب حضرت مفتی اعظم بنام حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ۔ محررہ ۱۶ رشوال ۱۳۷۴ھ

اولیاء کاملین کے حضور قدرو منزلت

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ اپنے رب کریم جل وعلا اور نبی رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جمیع معاملات کی بروجہ اکمل ادائیگی کے باعث معارفِ الٰہیہ کا مورد بن چکے تھے۔ آپ کے وارداتِ قلبی اور الطاف واکرامِ الٰہی پر صرف صاحبانِ بصیرت ہی مطلع تھے۔ ظاہر بین نگاہیں آپ کے اس وصفِ عالی کے ادراک سے عاجز و عاری رہیں ــــ یہ عاجز وحقیر آپ کے اس وصفِ عالی کے بیان کی تاب نہ رکھتا ہے۔ یہاں صرف ان آثار کا تذکرہ کیا جاتا ہے جو آپ کے علوِ مرتبت کے غماض ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ تبلیغی سلسلہ میں جب بھی کسی مقام کی طرف سفر اختیار فرماتے، تو اس مقام کے اولیاء اللہ کے مزارات کی حاضری دیتے۔ بعض مزارات کی طرف بطورِ خاص زیارت کی نیت سے سفر فرماتے۔ ایصالِ ثواب، مراقبہ کی کیفیت عجیب ہوتی۔ صاحبِ مزار سے اسی طرح عرض معروض اور گفتگو ہوتی، جس طرح کسی زندہ کامل انسان سے۔ حجابات اس معاملہ میں حائل نہ ہوتے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ اولیاء کرام سے استغاثہ فرمایا، دراں حالیکہ آپ اس مزار پر حاضر نہ ہوئے۔ یہ عدم حاضری حجاب نہ بن سکی۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ مختار و ماذون متصرف بامر اللہ کے حضور حاضر ہو کر استغاثہ کیا ہے جس کی قبولیت میں کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہتی۔

برصغیر پاک و ہند کے جن مزارات پر آپ عموماً تشریف لے جاتے، ان میں سے چند ایک یہ ہیں، اجمیر، بریلی، دہلی، بمبئی، سورت، کاٹھیاواڑ، بہار، گجرات (بھارت) بنارس، بدایوں، مراد آباد، رچھا، تلہر، احمد آباد، مین پور، بنگال، گورداسپور (بھارت) اور دیگر متعدد مقامات کے مزارات۔

پاکستان میں حضرت داتا گنج بخش، میراں حسین زنجانی، شاہ ابوالمعالی، شاہ محمد غوث قادری، میاں میر (لاہور) بارگاہِ پاکپتن، اوچ، ملتان، چشتیاں، ہری پور، حیدر آباد، کراچی، گجرات، شرقپور، ٹھٹھہ، قصور اور دیگر مقامات کے اولیاء اللہ کے مزارات۔

قیامِ بریلی کے دوران آپ بلاناغہ مزار پرانوار حضور اعلیٰحضرت بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر حاضری دیتے اور قیام پاکستان کے بعد مہینہ میں ایک بار بالالتزام دربار حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ میں حاضری دیتے۔ کبھی یہ حاضری دو سے زیادہ مرتبہ بھی بڑھ جاتی۔ دربار داتا صاحب کی حاضری جس کیف اور حضوری سے ہوتی، اس کا احوال الفاظ میں بتانا ممکن نہیں۔ صاحبِ بصیرت اور روشن ضمیر حضرات ہی کچھ اس کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء میں رجب کہ آپ کی عمر شریف چالیس برس کے قریب تھی۔ احمد آباد (بھارت) میں دیوبندی مولوی سلطان حسن علمائے اہل سنت کو بار بار مناظرہ کا چیلنج دے رہا تھا۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ اس کے مقابلے کے لیے احمد آباد پہنچ گئے۔ مخالفین نے اشتعال پھیلا کر خود ہی حکام تک رپورٹ پہنچا دی کہ نقضِ امن کا خدشہ ہے، اس لئے مولانا سردار احمد کو شہر بدر کر دیا جائے، مگر شانِ خداوندی کہ خود ہی دیوبندی خائب و خاسر ہوئے۔ اس واقعہ میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا جلالِ علمی اور سیدنا غوثِ اعظم اور حضرت شاہ عالم (احمد آباد) علیہما الرحمہ سے استمداد نے اپنا اثر دکھایا۔ پورا واقعہ اس سفر کے

شریکِ سفر مولانا محمد شفیع حیدری، خطیب نارہ، ضلع راولپنڈی سے سنیے،

"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان دنوں (۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء) احمد آباد میں فریق مخالف کے مفتی سلطان حسن کے جلسے بھی ہو رہے تھے۔ ایک رات اہلِ سنت وجماعت کا جلسہ نہایت دھوم دھام سے ہو رہا تھا اور حضرت شیخ الحدیث عشقِ رسالت میں مخمور ہو کر نہایت پُرجوش تقریر فرما رہے تھے۔ اسی اثناء میں آپ کے پاس ایک رقعہ پہنچا، جس میں لکھا تھا کہ مفتی سلطان حسن نے تھانہ میں رپٹ درج کرائی ہے کہ مولوی سردار احمد کو شہر بدر کیا جائے، کیونکہ فساد کا خطرہ ہے۔ آپ نے یہ رقعہ پڑھ کر حاضرین سے فرمایا، سنو! اس رقعہ میں لکھا ہے کہ مفتی سُلطان حسن نے ہمارے خلاف تھانہ میں رپورٹ درج کرائی ہے۔ اور ہم اس کے خلاف دربار شاہ عالم (احمد آباد کے ایک مشہور بزرگ) اور دربارِ غوثِ اعظم میں رپورٹ درج کراتے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے حضرت شاہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف کی طرف رُخ کر کے فرمایا: "اے حضور شاہِ عالم! میں آپ کے دربار میں رپورٹ درج کراتا ہوں کہ سلطان حسن کو شہر بدر فرما دو۔" پھر اسی طرح بغداد شریف کی طرف منہ کر کے حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہ میں عرض کیا اور اس کے بعد حاضرین سے فرمایا کہ مفتی سلطان حسن نے بھی رپورٹ درج کرا دی ہے اور ہم نے بھی یہ دو رپورٹیں درج کرا دی ہیں اور ان کا نتیجہ کل اسی وقت اسی جگہ اسی جلسہ میں سنایا جائے گا۔ کل عام لوگ اسی وقت اسی مقام پر آکر فیصلہ سُن لیں۔"

اس کے بعد آپ نے مسلسل تقریر شروع فرما دی اور جلسہ بخیر و خوبی ختم ہوا۔ صبح ہوتے ہی یہ اطلاع ملی کہ خدا جانے مفتی سلطان حسن کو کیا ہوا کہ بوریا بستر باندھ کر پہلی ٹرین پر احمد آباد سے چلے گئے۔ شہر میں جو اُن کے پروگرام تھے، وہ دھرے کے دھرے رہ گئے ہیں۔ رات کو اسی جگہ پر اہلِ سنّت وجماعت کا جلسہ کمال شان و شوکت

سے ہو رہا تھا اور آپ گذشتہ رات کی طرح پُرجوش تقریر فرما رہے تھے۔ اس دوران میں ایک رقعہ آیا جس میں یہ لکھا تھا کہ کل کا فیصلہ سنایا جائے۔ آپ نے فرمایا! "ٹھیک ہے، لو اب فیصلہ سنو: فیصلہ یہ ہے کہ شہر میں مفتی سلطان حسن کے اشتہارات لگے ہوئے ہیں، پروگرام چھپے ہوئے ہیں، لیکن مفتی سلطان حسن شہر میں موجود نہیں ہیں۔ حضور غوث اعظم اور سرکار شاہ عالم نے خدا کے فضل سے انہیں شہر بدر کر دیا ہے اور فقیر، جس کے خلاف مفتی سلطان حسن نے تھانے میں رپورٹ کرائی تھی، کل کی طرح آج بھی تقریر کر رہا ہے اور آپ کے سامنے کھڑا ہے۔ اب خود سمجھ لو کہ تھانے کی طاقت زیادہ ہے، جس سے مفتی سلطان حسن نے مدد مانگی تھی یا اللہ والوں کا زیادہ تصرف ہے جن کے دربار میں ہم نے رپورٹ کرائی تھی" آپ کے اس ارشاد پر مجمع تڑپ گیا اور نعرہ ہائے تکبیر و رسالت، نعرہ غوثیہ اور مولانا سردار احمد زندہ باد کے پُرجوش نعروں سے شہر گونج اٹھا۔[1]

مسلمان اولیاء اللہ سے استمداد کرتے ہیں اور اولیاء اللہ باذن اللہ ان کے امور میں متصرف ہوتے ہیں، لیکن جس شان اور اعتماد سے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے حضور غوث پاک اور حضرت شاہ عالم (احمد آبادی) کے حضور استمداد فرمائی، وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اولیاء کاملین سے آپ کو ایک خصوصی نسبت حاصل تھی، جس پر آپ کا پُر اعتماد انداز شاہد ہے۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے تلامذہ و مریدین میں سے شاید ہی کوئی ایسا ہو، جو آپ کی معیت میں دربار سرکار حضور داتا گنج بخش قدس سرہ میں حاضر نہ ہوا ہو۔ آپ کثرت سے دربار شریف کی حاضری دیتے۔ آپ کا ہر متوسل، جس نے آپ کی معیت میں دربار سرکار حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ میں حاضری دی ہے۔ آپ کی حاضری کے وقت آپ کے احوال کما حقہ بیان کرنے سے قاصر ہے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ دربار حضور داتا میں

---

[1] روزنامہ عوام، لائل پور (اشاعتِ خاص) ۸ مارچ ۱۹۶۳ء، ص ۲

آکر اپنے احوال بیان فرماتے ہیں۔ حضور داتا سے عرض و معروض کرتے ہیں۔ اپنے مخلصین کے حوائج باذنِ الٰہی ان سے عرض کرتے ہیں بعض امور میں سفارش کرتے ہیں اور حضور سرکار داتا گنج بخش علیہ الرحمہ سے بلاواسطہ کلام کرتے ہیں، ان سے ہدایات لیتے ہیں۔ بایں ہمہ ضبط آپ کا شعار تھا۔

بقیۃ السلف قدوۃ العلماء العارفین مولانا مفتی عزیز احمد قادری بدایونی، لاہور نے ایک ملاقات پر فرمایا،

"حضرت مولانا شیخ الحدیث قدس سرہ روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ دربار داتا گنج بخش قدس سرہ میں اکثر حاضر ہوتے۔ خاص طریقہ سے مراقبہ فرماتے، وہیں سے فیض پاتے۔ ان کا مدرسہ حضرت داتا صاحب (علیہ الرحمہ) کے اشارے سے قائم ہوا۔" [1]

چند واقعات کا تذکرہ پڑھیے اور خود اندازہ لگائیے کہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ روحانیت کے کس اعلیٰ مقام پر فائز تھے اور اولیاء اللہ اور ان کے مزارات سے آپ کو نسبتِ خصوصی کس درجہ کی تھی۔

صوفی اصغر علی رضوی، فیصل آباد، اپنی یادداشت میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت شیخ الحدیث قبلہ دربار داتا کی حاضری کے لیے لاہور تشریف لے گئے۔ اس زمانہ میں بسوں کا اڈا سرائے میں ہوتا تھا۔ آپ اڈا سے تانگہ پر سوار ہو کر براستہ لنڈا بازار روانہ ہوئے۔ جب تانگہ لنڈا بازار میں آیا تو ایک مست حال مجذوب نے تانگہ روک لیا۔ پانچ منٹ تک خاموشی سے وہ مست تانگے کے آگے کھڑا رہا۔ اس کے بعد پیچھے ہٹ گیا۔ تانگہ چل پڑا۔ ہمارے ایک پیر بھائی نے اس مست سے دریافت کیا کہ کیا بات ہے۔ نہ آپ بولے نہ حضرت صاحب نے کچھ فرمایا، مجذوب نے آنکھیں لال کیں اور فرمایا کہ آپ کو کیسے جرأت ہوئی پوچھنے کی۔ اگر تم قبلہ شیخ الحدیث کے مرید نہ ہوتے تو میں ابھی

---

[1] روایت مولانا مفتی عزیز احمد بدایونی، لاہور۔ ۲۱ صفر المظفر ۱۴۰۴ھ

آپ کو زمین میں غرق کر دیتا۔ ہمارے پیر بھائی نے عرض کی کہ میرے پیر کا صدقہ بتا دو۔ مجذوب نے فرمایا، اچھا ہمیں حلوا کھلاؤ۔ ہمارے پیر بھائی نے قریبی حلوائی کی دکان سے حلوہ لا کر مجذوب کے نذر کیا۔ مجذوب نے حلوہ کھانے کے بعد فرمایا کہ میری ڈیوٹی سرکار حضور داتا، شہر لاہور سے باہر لگا دیتے ہیں۔ جب میں باہر جاتا ہوں، تو اداس ہو جاتا ہوں۔ تیرے پیر کی سرکار داتا سے گفتگو ہے۔ میں نے انہیں عرض کر دیا ہے کہ جب آپ کی سرکار داتا سے گفتگو ہو تو میرے بارے میں بھی عرض کر دینا کہ میری ڈیوٹی شہر لاہور سے باہر نہ لگائی جائے۔ آپ کے پیر مجھے کہہ گئے ہیں کہ میں سرکار داتا کے حضور عرض کر دوں گا اور انہیں منالوں گا۔ جب آپ لائل پور واپس تشریف لائے، تو اس مرید کو حجرہ میں طلب فرمایا اور اسے فرمایا، ارے بندۂ خدا! تو لاہور میں لنڈا بازار میں مست سے کیا پوچھنے لگ گیا تھا؟ کیا ہم پر اعتماد نہیں؟ خبردار! آئندہ کسی مست آدمی سے ایسی حرکت نہ کریں۔ مجذوب اپنی مرضی کا مالک ہوتا ہے۔[1]

اسی نوعیت کا ایک اور واقعہ صوفی بابا فرزند علی، خادم حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ حال مقیم اڈا پنواں ضلع شیخوپورہ، مولانا غلام رسول، سمندری والے کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ شب برأت کی رات تھی۔ آدھی رات گزرنے کے بعد مولانا غلام رسول صاحب سمندری والے حاضری کے لیے دربار شریف (حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ) آئے۔ میں نے عرض کیا، مولانا! کچھ سنا دیجیے۔ فرمانے لگے، "شب برأت کی رات ہے، سحری کا مبارک وقت ہے، پیر طریقت کے دربار میں حاضر ہوں اور مسجد بھی ہے، اس لیے آنکھوں دیکھی کہوں گا۔ ایک دفعہ سرکار محدث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ سرکار داتا صاحب کے حضور حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ سرکار نے دعا شروع فرمائی۔ گرمی کی وجہ سے پیاس تھی۔ خیال کیا کہ دعا سے فارغ ہو کر سرکار میں لسی کے لیے عرض کرتے ہیں۔ اتنے میں ایک

---

[1] قلمی یادداشت صوفی اصغر علی رضوی، فیصل آباد۔ محررہ ۲۹ رجب المرجب ۱۴۰۵ھ

اجنبی شخص حاضر ہوا اور پاؤں میں گر کر زار و قطار رونے لگا۔ سرکار نے اس کے سر پہ دستِ شفقت پھیرا اور فرمایا "ہو جائے گا، کروا دیں گے۔"

اتنا فرمانا تھا، وہ خوشی سے اُٹھا اور چلتا بنا۔ ہمیں حیرت اور تعجب ہوا کہ اس آنے والے نے تو بتایا کچھ بھی نہیں اور سرکار نے خود ہی فرما دیا،

"ہو جائے گا، کروا دیں گے۔"

یہ کیا بات ہے؟ اس میں ضرور کوئی راز ہے۔ ہم نے اس اجنبی کا تعاقب کیا اور اس کے قریب پہنچ کر آواز دی۔ اُس نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور دیکھتے ہی کہنے لگا "لسّی پینی ہے؟"

ہم حیران ہوئے کہ ہم تو اس کا درد پوچھنے آئے ہیں اور یہ ہمارے درد کی دوا بتا رہا ہے۔ بے اختیار منہ سے نکل گیا "لسّی نہیں پینی۔" ہماری بات ابھی پوری بھی نہ ہوتے پائی وہ فوراً بولا "پینی بھی ہے اور جھوٹ کہہ رہے ہو۔"

ہم نے کہا بھئی یہ تو بتاؤ کہ یہ ماجرا کیا ہے؟ آپ نے سرکار سے کچھ بھی نہیں فرمایا۔ صرف قدموں پر گر کر رونا شروع کر دیا اور سرکار نے بجائے کچھ دریافت کرنے کے اپنا دستِ شفقت تمہارے سر پر پھیرتے ہوئے فرمایا "ہو جائے گا، کروا دیں گے۔" یہ کیا معاملہ ہے؟ بڑے اصرار کے بعد وہ کہنے لگا کہ بات یہ ہے کہ میں اس علاقہ کا ابدال ہوں۔ سرکار داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہماری ڈیوٹیاں بدل رہے تھے۔ میرا تبادلہ سندھ فرما دیا۔ میں آپ کے حضور رہنا چاہتا ہوں۔ میری قسمت کا ستارہ چمکا کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب تشریف لے آئے۔ سرکار داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ جتنی بات حضرت محدثِ اعظم کی مانتے ہیں، اتنی اور کسی کی نہیں مانتے۔ میں نے موقع کو غنیمت سمجھ کر حضرت صاحب قبلہ کی خدمت میں درخواست پیش کر دی، تو آپ نے فرمایا "ہو جائے گا، کروا دیں گے۔"

چنانچہ میرا تبادلہ رُک گیا ہے۔ [1]

---

[1] مکتوب بابا فرزند علی، حال مقیم اڈا پنڈوان، بنام فقیر قادری عفی عنہ، محررہ ۲۴ اپریل ۱۹۸۶ء

مولانا سید حبیب الرحمٰن ضلع قاضی راولاکوٹ (آزاد کشمیر) جو حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے شاگرد ہیں، فرماتے ہیں کہ آپ ہر بات کی اجازت حضرت گنج بخش قدس سرہ سے لیتے۔ اپنی تمام مشکلات ان کے حضور پیش کر کے استغاثہ فرماتے۔ آپ کی معیت میں دربار داتا میں بھی متعدد بار حاضر ہوا۔ ایک مرتبہ رات کو آپ نے حضرت سید محمد معصوم شاہ نوری علیہ الرحمہ کے حجرہ میں قیام فرمایا۔ میں بھی بطور خادم آپ کے ہمراہ تھا۔ خصوصی امور عرض کرنے کے لیے آپ عموماً نصف شب کے بعد دربار میں حاضری دیتے، چنانچہ اس مرتبہ بھی ایسا ہی پروگرام تھا۔ میں نے سن رکھا تھا کہ آپ جب بھی رات کو حاضری دیتے ہیں، کچھ خصوصی حاضری ہوتی ہے۔ میں نے بھی جی میں ٹھان لی کہ آج آپ کی آنکھوں سے اوجھل رہ کر آپ کی حاضری کی کیفیت دیکھوں گا اور آپ کے واردات کا جائزہ لوں گا۔ یہ میری غلطی تھی، جس کا احساس مجھے بعد میں ہوا۔ چنانچہ حسب دستور آپ نصف شب کو بیدار ہوئے۔ آپ نے غسل فرمایا۔ اُجلا لباس زیب تن فرمایا اور دربار حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ میں حاضری کے لیے قبلہ کی جانب سے آگے بڑھے۔ ان دنوں دربار شریف اور مسجد کی حد پر ایک چھوٹی سی جالی دار دیوار تھی۔ میں چونکہ آپ کی حرکات کا جائزہ لے رہا تھا، چپکے سے آنکھ بچا کر، آپ کی پشت کی طرف دیوار کی آڑ میں بیٹھ گیا۔ میں نے پوری کوشش کر رکھی تھی کہ آپ مجھے نہ دیکھ سکیں، لیکن میں آپ کی تمام حرکات و سکنات کا جائزہ لے لوں۔ فاتحہ شریف کے بعد آپ نے مراقبہ فرمایا۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد عنایت اللہ، خطیب سانگلہ ہل اور حضرت مولانا ابوداؤد محمد صادق خطیب گوجرانوالہ ایک تقریر کے سلسلہ میں گرفتار کر لیے گئے۔ یہ دونوں حضرات گوجرانوالہ جیل میں تھے۔ ضمانت کے لیے ہائی کورٹ میں اپیل دائر تھی۔ تاریخ سماعت سے ایک دن پیشتر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ، لاہور، دربار داتا پر حاضر ہوتے۔ سانگلہ ہل سے

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد بھی ہمراہ ہو گئے۔ حضرت موصوف حسب عادت رات دربار پر رہے دربار کی ملحقہ مسجد میں کافی دیر تک نعت خوانی ہوتی رہی۔ نعت خوانی کے بعد آپ نے نہایت پُر اعتماد لہجہ میں یہ اشعار پڑھنا شروع کیے ؎

؎ تمنا ہو پوری جو فرمائیں حضرت
کہ صادق، عنایت کو چھٹی ملی ہے

؎ تیرے صادق، عنایت دوڑے آئیں
کرم تیرا اگر باذل ہو، یا غوث

خدا تعالیٰ کی شان کہ صبح تاریخ تھی۔ اسی دن دونوں حضرات ضمانت پر رہا ہو گئے۔ یہ حضور غوث پاک اور حضور داتا گنج بخش قدس سرہما سے استغاثہ کی برکت تھی۔ [1]

حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ سے خصوصی روحانی تعلق کا ہی نتیجہ تھا کہ آپ کے حضور داتا نے جنازہ میں شرکت فرمائی۔ [2]

اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری کے وقت آپ پر انوار و تجلیات اور فیوض و برکات کی بارش کس قدر ہوتی ہے، اس کو الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔ اس کا اندازہ اس ایک مثال سے کیجیے، جو مولانا محمد شفیع حیدری خطیب نارہ ضلع راولپنڈی کو پیش آیا۔ مولانا موصوف کے الفاظ میں واقعہ پڑھیے:

"جب فقیر حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ احمد آباد (بھارت) پہنچا، تو آپ نے سب سے پہلے حضرت شاہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پُر انوار پر حاضری دی۔ اس وقت فقیر آپ کے بائیں جانب کھڑا تھا۔ حاضری کے

---

[1] مولانا صاحبزادہ عزیز احمد کا مضمون، مندرجہ ہفت روزہ محبوب حق، لائل پور۔ ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء، ص ۲۱

[2] روایت حضرت مولانا صاحبزادہ سید فیض الحسن، آلو مہار، روزنامہ غریب، لائل پور، ۹ مارچ ۱۹۶۳ء، ص ۳

دوران فقیر کے قلب پرفیض کا ایک ایسا شعلہ نمودار ہوا کہ جس کی کیفیت بیان سے باہر ہے۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ کیسا نور تھا اور اُس کی چمک ولذت کا کیسا عالم تھا۔ یہ سب کچھ حضرت شیخ الحدیث کا صدقہ تھا اور ان کی معیت کی برکت سے مجھ کو یہ حصّہ نصیب ہوا۔ جن کے صدقہ میں فقیر پر اس قدر فیضان ہوا۔ ذرا اندازہ لگائیے ان پر حضرت شاہ عالم کا فیضان کس قدر ہوا ہوگا۔"[1]

یاد رہے کہ حضرت سراج الدین محمد شاہ عالم المعروف بہ ابوالبرکات نویں صدی ہجری کے اولیاء کاملین میں سے ہیں۔ ان کا وصال ۸ رجمادی الاخری ۸۸۰ھ بروز شنبہ ہوا۔ احمد آباد (بھارت) میں ان کا مزار مرجعِ خلائق ہے۔[2]

---

[1] روزنامہ عوام، لائل پور۔ ۸ رمارچ ۱۹۶۳ء، ص ۲

[2] شہزادہ دارا شکوہ نے ان کے احوال یوں لکھے ہیں: "آپ کی کنیت ابوالبرکات اور نام محمد بن قطب عالم ہے۔ اپنے والد ماجد کے خلفِ صادق اور خلیفہ رشید و مرید ہیں۔ صاحبِ کشف و کرامات اور مقاماتِ عالیہ کے حامل تھے۔ ظاہر و باطن میں اپنے وقت کے سردار تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کا حلیہ شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک سے بہت مشابہ تھا اور آپ کی عمر اور والدین نیز دایہ کا نام بھی آنحضرت کے والدین و عمر کے مطابق تھا۔ روایت ہے کہ ایک بوڑھی عورت آپ سے بیعت تھی۔ اس کا ایک بیٹا تھا جس کی عمر چار پانچ سال تھی جو بیمار ہو کر فوت ہو گیا۔ وہ ضعیفہ اس کی جدائی اور فراق میں اس درجہ رنجیدہ تھی کہ اس نے فرطِ الم میں آپ کا دامن پکڑ لیا اور گڑگڑانا شروع کیا کہ جب تک میرا لڑکا مجھے نہیں مل جائے گا، میں آپ کا دامن نہیں چھوڑوں گی۔ جب اس کا گریہ و تضرع حد سے بڑھا۔ آپ نے اس کو تسلی دی اور اندر تشریف لے گئے۔ آپ کا بھی ایک لڑکا تھا جو چھوٹا تھا، اُس کو گود میں اُٹھا کر اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور دُعا کی کہ خدایا وہ لڑکا نہیں، یہ لڑکا! اسی وقت آپ کا لڑکا فوت ہو گیا۔ باہر آ کر اس ضعیفہ سے فرمایا: جا! تیرا لڑکا زندہ ہو گیا۔ جب وہ عورت گھر گئی، اپنے لڑکے کو زندہ پایا۔ آپ کی ولادت ۷، ذی قعدہ ۸۱۷ھ کو ہوئی اور وفات شنبہ کی شب ۲، جمادی الاخری ۸۸۰ھ کو ہوئی۔ عمر شریف ۶۳ سال پائی۔ مزار مبارک شہر احمد آباد میں ہے۔" (سفینۃ الاولیاء، اردو، مطبع انٹرنیشنل پریس کراچی دسمبر ۱۹۵۹ء) ص ۱۵۵، ۱۵۶

ملک کے ممتاز ادیب اور دانشور جناب عنصر صابری، لاہور، حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے نہ تو شاگرد ہیں اور نہ ہی مرید۔ مگر انہیں آپ کی مجالس اور درسِ حدیث کے حلقہ میں اکثر بیٹھنے کا موقعہ ملا ہے۔ نہایت ناقدانہ نظر رکھتے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے دوسرے حج سے متعلق جو کچھ لکھتے ہیں، انہیں کے الفاظ میں پڑھیے۔ اگرچہ اس واقعہ کا تعلق آپ کا حضور سیدِ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاں مرتبہ کا پتہ چلتا ہے۔ تاہم ضمناً سید العارفین حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ العزیز سے آپ کی نسبتِ روحانی مترشح ہوتی ہے ——جناب عنصر صابری کے ایک مضمون "خوشبو کا سفر" کا ایک اقتباس پڑھیے؛

"انارکلی بازار (لاہور) کے لوہاری گیٹ کے چوراہے کے ایک کونہ میں اخبارات کا ایک سٹال ہے۔ یہ سٹال اس لحاظ سے منفرد ہے کہ اس پر اضلاعی اخبار، جن میں فیصل آباد کے غریب، سعادت، ڈیلی بزنس اور کنگال تک ہوتے تھے۔ ایک دن کنگال فیصل آباد کی شہ سرخی تھی؛

"مولانا سردار احمد، مکہ معظمہ سے گرفتار کر لیے گئے۔" [1]

میں کنگال اخبار سے لے کر تمام معروف اخبار لے کر (پنجاب یونیورسٹی) ہوسٹل جانے کی بجائے اپنے دوست کے ہمراہ ہو لیا۔ ان کی والدہ نے ہمارے لیے نہایت ہی عمدہ اور طرح طرح کے کھانے تیار کر رکھے تھے۔ دوسرے دوست، جنہوں نے آنا تھا، وہ نہ آئے۔ ان کا انتظار کرتے رہے۔ کھانا کھانے سے جی بھر گیا۔ شام کے قریب سب باری باری معذرت کے لیے آئے تو دعوت شروع ہوئی۔ وہی کھانا جوان کا مقدر بن چکا تھا، کھانے کے بعد "سعودی" حکومت کو کوستے رہے۔ رات ایسا ہوا کہ میں وہاں لیٹ گیا۔ بار بار اخبار کی سرخی اور مفصل خبر ذہن میں گھومتی رہی۔

---

[1] نوٹ، اس بے بنیاد اور شر انگیز خبر اور اس کے محرکات کا بیان حج کے باب میں گزر چکا ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

بہت سے منکر، صوفی اور صاحبِ دل تو شب خیزی کی تعریف کرتے ہیں، مگر میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ شب خیزی نہیں، نیند میں میرے نصیبہ نے یاوری کی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آقائے نامدارِ مدنی تاجدار فخرِ رُسل صلی اللہ علیہ وسلم، جن کے چہرۂ اقدس کو دیکھنے کی تاب نہ ہے۔ آپ اپنے بازو میں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ بلکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بائیں بازو میں اسی جسامت کی شخصیت یعنی جسم کے اعتبار سے اسی قدر ہیں، حضرت مولانا محمد سردار احمد کو لئے ہوئے شاہ عالمی اور موچی دروازہ کے درمیان باغ کے درختوں کے اوپر بلندیوں میں پرواز کرتے جا رہے ہیں ـــــــ زہے مقدر ـــــــ

خدایا ایں کرم بارِ دگر کُن" [۱]

---

[۱] "خوشبو کا سفر" از قلم عنصر صابری، ایم۔ اے چاہ میراں، لاہور

نوٹ: اسی نوعیت کی ایک سرگزشت حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ نے اپنی معروف تصنیف کشف المحجوب میں ذکر کی ہے۔ لکھتے ہیں:

"من کہ علی بن عثمان ام رضی اللہ عنہ بشام بودم بر سر روضۂ بلال مؤذن پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم خفتہ بودم، خود را بمکہ دیدم اندر خواب، کہ پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم از باب بنی شیبہ اندر آمد و پیرے را در کنار گرفتہ چناں کہ اطفال را گیرند بشفقتی، من پیش وے دویدم و بر سر پشت پائش بوسہ دادم و اندر تعجب آں بودم تا آں پیر کیست۔ وے بحکم اعجاز بر باطن و اندیشہ من مشرف شد۔ مرا گفت ایں امام تست و اہلِ دیار تو، یعنی ابوحنیفہ۔ و مرا ازیں خواب امید بزرگ است و باہل شہر خود ہم و درست شد ازیں خواب مرا کہ وی یکے از آناں بودہ است کہ از اوصاف طبع فانی بودہ اند و باحکام شرع باقی و بدو قائم، چنانکہ برندۂ وے پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم بودہ است و اگر وی خود رفتی باقی الصفت بودی و باقی الصفت یا مخطی بود یا مصیب، چوں برندۂ وی پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم فانی الصفت باشد ببقاءِ صفت پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم و چوں بر پیغامبر خطا صورت نگیرد برآنکہ بدو قائم بود ہم نگیرد و ایں رمز لطیف است۔" (باقی حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

اس واقعہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ ان نفوسِ قدسیہ میں سے ہیں، جنہوں نے اپنی ذات و صفات کو حضور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات و صفات میں فنا کر کے بقاء دوام حاصل کر لیا ہے۔ ان کی ذات و صفات حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات و صفات سے قائم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ ان محفوظ عن الخطاء حضرات کی طرح اپنی زندگی میں بحمدہٖ تعالیٰ خطاء سے محفوظ رہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

اس کے ساتھ ساتھ اس واقعہ میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا حضور داتا گنج بخش قدس سرہ سے روحانی تعلق اور مناسبت کا پتہ ملتا ہے۔

اس خواب میں جناب عنصر صابری کے لیے لطیف اشارہ تھا کہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں ہیں، انہیں دنیا کی کوئی طاقت گزند نہیں پہنچا سکتی۔

اس خواب کے بعد جناب عنصر صابری اپنی سرگزشت ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں،

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ سے) (ترجمہ) حاصل کلام یہ ہے: میں (داتا گنج بخش علی بن عثمان جلابی ہجویری رضی اللہ عنہ) ایک مرتبہ حضرت بلال مؤذنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار واقع ملکِ شام پر سو رہا تھا۔ خواب میں دیکھا کہ میں مکہ معظمہ میں ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باب بنی شیبہ سے تشریف لائے اور ایک بوڑھے آدمی کو اس طرح گود میں لیے ہوئے ہیں جیسے لوگ شفقت سے بچوں کو اٹھا لیتے ہیں۔ میں نے آگے بڑھ کر قدم بوسی کی۔ حیران تھا کہ یہ پیرانہ سال آدمی کون ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے دل کی بات سمجھ لی اور فرمایا، یہ تیرا امام اور تیرے اپنے دیار کا رہنے والا ابو حنیفہ ہے۔ مجھے اس خواب سے معلوم ہو گیا کہ امام ابو حنیفہ ان لوگوں میں سے تھے جو اوصافِ طبع میں فانی اور احکام شرع سے باقی اور قائم ہیں۔ یہ حقیقت اس امر سے ظاہر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اٹھا کر لائے۔ اگر وہ خود چل کر آتے، تو باقی الصفت ہوتے۔ باقی الصفت لوگ منزل کو پا بھی سکتے ہیں اور منزل سے بھٹک بھی سکتے ہیں، چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اٹھایا ہوا تھا، یقیناً ان کے ذاتی صفات فنا ہو چکے تھے اور وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات کے ساتھ صاحبِ بقا تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خطا سے بالاتر ہیں اور یہ ناممکن ہے کہ جسے ان کا سہارا نصیب ہو، وہ خطا کا مرتکب ہو سکے۔ یہ ایک لطیف رمز ہے۔

"بالآخر آپ کی واپسی زیارتِ مدینہ منورہ کے بعد ہوئی۔ حج و زیارت روضۂ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے واپسی اور فیصل آباد میں آمد کی خبر اخبارات میں شائع ہوئی۔ دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ اُڑ کر فیصل آباد چلا جاؤں، مگر کچھ ایسی مجبوری آڑے آئی کہ نہ جا سکا۔ دوسرے دن آپ کو جلوس کی شکل میں اسٹیشن سے، جامعہ رضویہ لایا گیا۔ میں تصور کی دنیا میں اس جلوس کو دیکھتا رہا۔ کچھ دنوں بعد حضرت مولانا کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا۔ جب آپ درس دے رہے تھے۔ درس دیتے ہوئے فرمایا "خوب رہی، یہ سوچتے رہے کہ جلوس میں ملاقات کا مزا نہ آئے گا، کیونکہ رش ہوگا ——— اچھا ہوا آپ آ گئے۔" پھر آپ درس میں مشغول ہو گئے۔ میں اپنی جگہ سے آہستہ آہستہ بڑھتا ہوا آپ کے قریب ہو گیا اور دل میں سوچا کہ خواب کے واقعہ کو زبان پر لایا جائے۔ میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ آپ نے اپنی انگشتِ شہادت اپنے منہ پر رکھ کر مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ میں نے خیال کیا کہ میں درس میں مداخلت کر رہا ہوں۔ شاید اس لیے آپ نے منع فرما دیا ہے۔ دوسری مرتبہ پھر کوشش کی، تو آپ نے منع فرما دیا۔ درس کے فارغ ہو کر فرمایا "اگر آپ نے کچھ دیکھ ہی لیا ہے، تو ضبط فرمایئے ———"

لوگ پوچھتے ہیں کہ آپ اکثر محدثِ اعظم حضرت مولانا محمد سردار احمد "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" لکھتے ہو، حالانکہ "رحمۃ اللہ علیہ" لکھنا چاہیے ——— جس آنکھ نے انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کے جلو میں دیکھ لیا، اس پر یہ لازم آتا ہے کہ وہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی لکھے۔" ؎

؎ "خوشبو کا سفر" از قلم عنصر صابری، لاہور۔ محررہ محرم الحرام ۱۴۰۷ھ

تلامذہ

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کو معقولات میں خیر آبادی، اور منقولات میں دہلوی سلسلۂ تلمذ حاصل تھا۔ مزید برآں بریلوی سلسلۂ تلمذ نے علم وعرفان اور حُبِّ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وہ لازوال دولت عطا کی جو اس سلسلۂ تلمذ کا خاص امتیاز ہے۔ اس طرح حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ خیر آبادی، دہلوی اور بریلوی سلاسل تلمذ کی بدولت علوم وعرفان کے وارث وامین بنے۔ [1]

عموماً ہمارے مدارس کے اکثر اساتذہ ان سلاسل معقول یا منقول میں سے کسی ایک میں ممتاز ہوتے ہیں۔ ان سلاسل علم وعرفان کا ایسا حسین امتزاج، جو حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی ذات میں فضلِ ربانی سے جمع ہوا، بہت کم دیکھنے میں آیا ہے۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

مزید برآں آپ کے اساتذہ اپنے دور کے عظیم اور باکمال اولیاء اللہ میں سے تھے۔ ان اساتذۂ کرام کی تربیت نے علم وعمل کی دولت کو ایسا راسخ کر دیا کہ آپ کی ہر ادا سنتِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کی آئینہ دار بن گئی۔ گویا علم وعمل مجسم ہو کر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی صورت اختیار کر گیا۔

استاذ کی سیرت وکردار، علم وعمل کی پختگی اور قول وفعل کی یکسانیت اور ہم آہنگی کا اثر تلامذہ پر ضرور پڑتا ہے۔ بالخصوص جبکہ استاذ کی علمی وروحانی قوت اپنے معاصر علماء سے بھی خراجِ عقیدت وصول کر چکی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے تلامذہ رسوخ فی العلم، استقامت، مسلک سے والہانہ محبت، حُبِّ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر مقاصدِ علم میں ایسے ممتاز ہیں کہ یہ اپنی مثال آپ ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء سے ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء تک

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، شجرہ اساتذہ کرام حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ جو اسی کتاب میں شامل ہے۔

تینتیس سال تک مسلسل درس دیا۔ ابتدائی پانچ چھ سال میں آپ نے معقول و منقول کی تمام کتابیں پڑھائیں۔ باقی عرصہ حدیث شریف کی تدریس میں گزرا۔ دورہ حدیث کے دوران آپ بعض دیگر فنون بھی پڑھاتے تھے۔ بالخصوص شرح عقائد، خیالی، قصیدہ بردہ، توضیح و تلویح، علم میراث میں سراجی معقول سے حمد اللہ اور تفسیر کے بعض حصے ______ قصیدہ بُردہ سے آپ کا والہانہ ذوق ضرب المثل بن چکا تھا۔ اس کی باقاعدہ تدریس کے علاوہ درسِ حدیث کی ابتدا اسی قصیدہ کے اشعار سے ہوتی۔ سراجی آپ بڑے اہتمام سے پڑھاتے تھے، کیونکہ اکثر مدارس عربیہ میں وراثت کی تعلیم و تمرین کی طرف توجہ نہیں دی جاتی۔ طلبہ عموماً اس سے بہرہ یاب نہیں ہوتے، حالانکہ وراثت کے مسائل فقہ کا عظیم باب ہیں۔ حدیث شریف میں وراثت کی تعلیم کی اہمیت واضح طور پر بتائی گئی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہوا:

العلم ثلاثة وما سوى ذلك فهو فضل آية محكمة اوسنة قائمة اوفريضة عادلة۔ [1]

یعنی ضروری سیکھنے کی تین چیزیں ہیں۔ کتاب، سنت اور وراثت، ان کے علاوہ باقی علوم کی تعلیم میں فضیلت ہے۔

دوسری حدیث کا ارشاد یوں ہے:

تعلموا الفرائض وعلموه الناس فانه نصف العلم وهو ينسى وهو اول شيئ ينزع من امتى [2]

یعنی وراثت کا علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ، کیونکہ یہ نصف علم ہے۔ میری اُمت سے سب سے پہلے یہی علم اٹھایا جائے گا۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے تلامذہ و مستفیدین عالم، عامل، مدرس، مقرر، مفسر، محقق اور مفتی ہونے کے ساتھ ساتھ ملک و ملت کے بہی خواہ، ہمدرد اور بے لوث خادم ہیں۔

[1] رواہ ابوداؤد وابن ماجہ وحاکم فی المستدرک عن ابن عمرو — جامع صغیر للسیوطی

[2] رواہ ابن ماجہ وحاکم فی المستدرک عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ جامع صغیر للسیوطی

ان حضرات میں تمام سنّی اکابر علماء و مشائخ سے عقیدت و محبت کا جذبہ ہوتا ہے۔ اِن کی نظر اُن کے محاسن و کمالات پر پڑتی ہے۔ بشری تقاضوں کی بدولت ان کی لغزشوں اگر کوئی ہوں تو) سے یہ صرفِ نظر کر لیتے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ خیرآبادی اور دہلوی سلسلۂ تدریس کے ساتھ ساتھ عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مظہر بریلوی سلسلۂ تدریس کے امین و وارث تھے، اس لیے آپ کے تلامذہ میں عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک حسین تڑپ پیدا ہو گئی جس نے ان کی فکری و اعتقادی زندگی میں اجتماعیت، روحانیت، عزمِ صمیم، یقینِ محکم اور عملِ پیہم کی بے بہا اور بے کراں دولت جمع کر دی۔ آپ کے مکتب اور فیضانِ نظر نے انہیں باطل خطرات سے بالکل بے نیاز کر دیا۔ آپ کے فیض یافتہ حضرات علماء اپنے اندر ایسی توانائی اور قوت پاتے ہیں کہ جہاں ہوں، وہاں ایک جہان آباد کرتے۔ آپ کے حلقۂ درس میں آنے والے اگر عقیدہ کے اعتبار سے متذبذب ہوتے، تو حُسنِ عقیدہ سے مالا مال ہو جاتے۔

اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ ایک استاد کے تلامذہ مختلف العقائد ہوتے ہیں، بلکہ بعض اوقات تو اُن کے عقائد میں بُعد المشرقین ہوتا ہے ——— مگر الحمد للہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے تلامذہ و مستفیدین میں کوئی ایک مثال بھی ایسی دیکھنے سننے میں نہ آئی کہ ان میں کوئی بھی آپ کے مسلک سے منحرف ہوا ہو۔

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی چند خصوصیات کا ذکر اجمالاً کیا گیا ہے۔ اگر کوئی محقق و مؤرخ آپ کے تلامذہ و مستفیدین کی سیرت و کردار کی طرف توجہ کرے گا۔ تو اسے محسوس ہوگا کہ آپ کے تلامذہ زمانہ کے ہر چیلنج کا جواب دینے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں۔ امید ہے کہ اس محقق کو کئی اور خصوصیات بھی نظر آئیں۔

مدارسِ اسلامیہ عربیہ میں بالعموم طلباء کے داخلہ اور اُن کے دیگر کوائف کو مرتب و منضبط

رکھنے کا کوئی اہتمام نہیں ہوتا اور نہ ہی علوم عصریہ کے سرکاری وغیر سرکاری مدارس کی طرح اساتذہ کے مفوضہ اسباق کا ریکارڈ محفوظ رکھا جاتا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے جن مدارس میں علوم وفنون کا درس دیا اور فیضانِ نظر عام کیا۔ یعنی منظر اسلام بریلی، مظہر اسلام بریلی اور جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائل پور ——— ان میں بھی مندرجہ بالا کوائف کے منضبط رکھنے کا کوئی خاطر خواہ اہتمام نہ تھا۔ دراں حالیکہ ان مدارس میں ہر سال سینکڑوں طلباء موجود رہتے۔ ——— اس پس منظر میں ——— اور وہ بھی آپ کے وصال کے ربع صدی بعد ——— آپ کے تلامذہ کی تعداد کا شمار ممکن نہیں رہا۔ اس سلسلہ میں ایک بڑی رکاوٹ تقسیم ملک سے پیدا ہونے والی صورت حال بھی ہے۔ ہاں یہ حقیقت تو واضح ہے کہ آپ کے ان گنت تلامذہ آسمانِ علم وفضل کے مہر وماہ بن کر چمکے اور آج تک آپ کا علمی فیض پاک وہند اور اس کی سرحدوں کے پار بھی ——— فضاؤں کو منور کر رہا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ اور آپ کے معاصر علماء کے تلامذہ کا اگر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ برصغیر کی علمی فضاؤں میں آپ کے جلیل القدر تلامذہ کا ہی غلغلہ ہے اور اکثر مدارس میں قال اللہ اور قال الرسول (جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بہاریں آپ کے فیض یافتہ حضرات کے دم قدم سے قائم ہیں۔

زمانہ قیام بریلی کے آپ کے بے شمار تلامذہ میں سے چند ایک اسماء ملاحظہ فرمائیں:

——— مولانا محمد شریف الحق امجدی، مفتی دارالافتاء، بریلی

——— مولانا محمد صابر نسیم بستوی

——— مولانا مجیب الاسلام اعظمی

——— مولانا غلام رسول رضوی، شیخ الحدیث، فیصل آباد

——— مولانا محمد عبدالرشید رضوی جھنگوی

——— مولانا سید محمد جلال الدین بھکھی ضلع گجرات

— مولانا عنایت اللہ، سانگلہ ہل

— مولانا پیر محمد فاضل ڈھانگری، آزاد کشمیر

— مولانا سید منصور حسین شاہ،

— مولانا مفتی وقار الدین، کراچی

— مولانا مختار الحق صدیقی، ٹوبہ ٹیک سنگھ

— مولانا سید محمد یعقوب، کیراں والا سیداں، ضلع گجرات

— مولانا مختار احمد دیال گڑھی، فیصل آباد

— مولانا محمد نواز شیخ الحدیث بھکھی

— مولانا غلام یحییٰ، ہزارہ [۱]

تقسیمِ ہند کے بعد ہجرت سے پیدا ہونے والے مسائل کو مدِنظر رکھتے اور اس بے سروسامانی کے عالم میں جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام، لائل پور سے فارغ ہونے والے آپ کے تلامذہ کا ایک جائزہ پڑھیے۔ یہ وہ فضلاء ہیں جنہوں نے آپ سے درسِ حدیث لیا۔ وہ علماء جنہوں نے آپ سے دیگر فنون حاصل کیے، وہ ان کے علاوہ ہیں۔ ان فضلاء کی تعداد بھی کثیر ہے۔

سال	تعداد فضلاء
۱۔ ۱۵؍شعبان ۱۳۶۹ھ / ۲۰؍جون ۱۹۵۰ء	۱۵
۲۔ ۱۹/۲۰ رجب ۱۳۷۰ھ / ۲۶/۲۷ اپریل ۱۹۵۱ء	۱۴
۳۔ ۲۴/۲۶ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۱ھ / ۲۱/۲۲ مارچ ۱۹۵۲ء	۱۵
۴۔ ۱۵/۱۶ شعبان المعظم ۱۳۷۲ھ / ۳۰؍اپریل، یکم مئی ۱۹۵۳ء	۹
۵۔ ۱۳۷۳ھ / ۱۹۵۴ء	۲۳
۶۔ ۱۳۷۴ھ / ۱۹۵۵ء	۱۷

[۱] حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ العزیز کے تدریسِ بریلی کے دوران طلباء کا فقیر قادری عفی عنہ نے اپنے ایک مقالہ "فضلائے مظہرِ اسلام" میں جائزہ لیا ہے۔

۷۔ ۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۶ء	۲۲
۸۔ ۱۳۷۶ھ / ۱۹۵۷ء	۲۸
۹۔ ۱۳۷۷ھ / ۱۹۵۸ء	۲۴
۱۰۔ ۱۳۷۸ھ / ۱۹۵۹ء	۲۸
۱۱۔ ۱۳۷۹ھ / ۱۹۶۰ء	۴۷
۱۲۔ ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۱ء	۶۹[1]
۱۳۔ ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۲ء	۱۱۳[2]

آپ کے وصال کے بعد بھی آپ کے قائم کردہ جامعہ رضویہ سے ہر سال ایک کثیر تعداد فضلاء کی سندِ فراغت سے مشرف ہوتی ہے۔ یہ فضلاء اپنے اپنے علاقوں میں آپ کے مسلک کی بھرپور تبلیغ و تعلیم کرتے ہیں۔

---

[1] مذکورہ بالا کوائف رجسٹر اسماء فضلائے جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام، لائل پور سے لیے گئے ہیں۔

[2] ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۲ء میں درجہ حدیث سے فارغ ہونے والے فضلاء کے اسماء گرامی اسی سال کے اشتہار جلسۂ تقسیم اسناد (۳۶" × ۴۸") میں درج کردیئے گئے تھے۔

(نوٹ) ہفت روزہ (اب ماہنامہ) رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ کے مندرج ذیل شماروں میں بھی فضلاء جامعہ رضویہ، لائل پور کی تفصیل درج ہے،

(ا) شمارہ مجریہ ۲۵ شعبان المعظم ۱۳۷۸ھ
(ب) شمارہ مجریہ ۲۱ شعبان المعظم ۱۳۷۹ھ
(ج) شمارہ مجریہ ۳۰ شعبان المعظم ۱۳۸۰ھ

مذکورہ بالا شماروں میں جامعہ رضویہ سے درجۂ حفظ قرآن اور درجہ قرأت و تجوید کے فارغ ہونے والوں کے کوائف بھی موجود ہیں۔ ــــ فقیر قادری عفی عنہ

اخلاف

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے چار بیٹے اور چھ صاحبزادیاں پیدا ہوئے۔

۱۔ محمد فضلِ رسول

۲۔ محمد فضلِ رحیم

۳۔ محمد فضلِ احمد

۴۔ محمد فضلِ کریم

صاحبزادہ محمد فضلِ رسول مدظلہ کے بعد ایک صاحبزادہ پیدا ہوئے، جن کا انتقال بچپن ہی میں ہوگیا تھا۔ اُن کا نام محمد فضلِ رحیم تھا۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے وصال کے وقت آپ کے تین صاحبزادے اور چھ صاحبزادیاں بقیدِ حیات تھیں۔ آپ کی تمام اولاد خود صاحبِ اولاد ہوئی آئندہ سطور میں آپ کے صاحبزادگان کے حالات نہایت اختصار سے پیش کیے جاتے ہیں۔ اگرچہ ان کے سوانح و سیرت ضخیم مجلّدات کی متقاضی ہیں۔

حضرت مولانا قاضی محمد فضلِ رسول حیدرؔ رضوی

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی نرینہ اولاد میں سب سے بڑے صاحبزادے قاضی محمد فضل رسول ہیں۔ آپ کی ولادت سے قبل آپ کے والدین کے ہاں تین صاحبزادیاں متولد ہوئیں۔ ولادت سے قبل آپ کے والدِ گرامی نے بریلی شریف میں خواب دیکھا، جس میں حضور نبی اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارتِ سے مشرف ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب ہی میں بیٹے کی ولادت کی بشارت دی اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا، نومولود کا نام میرے نام پر رکھنا۔ صبح اُٹھ کر آپ نے طلباءِ جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام، بریلی کو جمع فرمایا۔ محفلِ میلاد منعقد ہوئی۔ اختتام پر آپ نے شیرینی تقسیم فرمائی چند روز بعد اپنے آبائی گاؤں دیال گڑھ سے بذریعہ خط اطلاع ملی کہ آپ کے ہاں فرزند ارجمند کی ولادت (۹ رمضان المبارک ۱۳۶۱ھ / ۱۹ ستمبر ۱۹۴۲ء) ہوئی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت اور ہدایت کے مطابق آپ کا نام "محمد" رکھا گیا۔ بلانے کے لیے فضلِ رسول تجویز ہوا۔ عرفِ عام میں آپ "قاضی صاحب" اور "پیر صاحب" کے نام سے متعارف ہیں۔ آپ کی ولادت سے خاندان اور احباب نے مسرت کا اظہار فرمایا۔ طریقۂ مشائخ کرام کے مطابق چار سال چار ماہ اور چار دن کی عمر میں رسمِ بسم اللہ ادا ہوئی۔

برصغیر کی تقسیم کے وقت آپ نے والدین کے ہمراہ ہجرت کی۔ سارو کی ضلع گوجرانوالہ میں ہوش سنبھالا۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ جب لائل پور (فیصل آباد) میں قیام پذیر ہوئے تو آپ بھی والدین کے ہمراہ لائل پور آگئے اور یہیں سے سکول کی تعلیم شروع کی چھٹی جماعت تک سکول کی تعلیم حاصل کی۔

استاذ القراء قاری علی احمد رہتکی سے ناظرہ قرآن مجید پڑھا۔ درسِ نظامی کی ابتدا جامعہ رضویہ لائل پور کے اساتذہ کرام سے کی۔ صرف، مولانا سید محمد منصور حسین شاہ (فاضل جامعہ رضویہ مظہر اسلام، بریلی) نحو، مولانا حافظ محمد احسان الحق، فارسی، مولانا حاجی محمد حنیف اور مولانا سید محمد منصور حسین شاہ، فقہ مولانا مفتی نواب الدین، اصولِ فقہ مولانا حافظ محمد احسان الحق اور مولانا غلام رسول رضوی سے پڑھا۔ معقول و منقول کی دیگر اعلیٰ کتب کی تعلیم جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں مولانا علامہ غلام رسول رضوی سے حاصل کی۔ ابھی آپ حصولِ تعلیم کے آخری مراحل میں تھے کہ آپ کے والدِ گرامی حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ اور والدہ ماجدہ کی علالت نے طوالت اختیار کی۔ ان کی خدمت، تیمارداری، علاج اور گھریلو ذمہ داریوں کے پیشِ آپ کو گھر آنا پڑا۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ طویل علالت سے جامعہ رضویہ، شاہی مسجد اور سُنّی رضوی جامع مسجد، لائل پور کا انتظام و انصرام خود فرماتے تھے۔ درس و تدریس کی مصروفیات اور طویل علالت کے پیشِ نظر آپ نے جامعہ رضویہ کے انتظام کے لیے شہر کے مخلص احباب پر مشتمل ایک جماعت "جمعیتِ رضویہ" کے نام سے تشکیل دی، جس کا پہلا انتخاب [illegible]ء کو ہوا۔ اس اجلاس میں جمعیت کے پہلے صدر و مہتمم باتفاق رائے حضرت مولانا قاضی محمد فضل رسول منتخب ہوئے۔ اس طرح جامعہ رضویہ کے انتظام کی ذمہ داری براہِ راست آپ کے کندھوں پر ڈال دی گئی۔ والد ماجد (حضرت شیخ الحدیث) کی حیاتِ ظاہری تک اور اُن کے وصال کے بعد ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء تک جامعہ رضویہ مظہر اسلام اور دیگر اداروں کا اہتمام و انتظام اس خوش اسلوبی سے کیا کہ [illegible]

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے وصال کے بعد اگرچہ آپ کو کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ان مشکلات سے معمولی اعصاب والا آدمی عہدہ برآ نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ آپ ہی کی غیر معمولی صلاحیتوں کا نتیجہ ہے کہ جامعہ رضویہ نہ صرف باقی رہا، بلکہ اعلیٰ ترقی کی منازل طے کر رہا ہے۔

جامعہ رضویہ کی تعمیر، شاہی مسجد کی تعمیرِ جدید، جامعہ رضویہ سے ملحق قادری کلاتھ مارکیٹ کی ایک سو کے قریب دکانوں کی تعمیر آپ کے حسنِ تدبر اور اعلیٰ کارکردگی کا نتیجہ ہے۔

جامعہ رضویہ کی تعمیر میں آپ نے اپنا ذاتی مکان (ملحقہ جامعہ رضویہ) بھی جامعہ میں شامل کر دیا۔ جذبۂ ایثار کی یہ مثال ہمارے علماء کرام، مشائخ عظام اور ناظمینِ مدارس کے لیے قابلِ تقلید ہے۔

جامعہ رضویہ کے مدرسین میں ملک بھر کے ممتاز اور تجربہ کار اساتذہ کا اضافہ کیا۔

جامعہ رضویہ کی لائبریری میں ہر فن کی کثیر کتب کا اضافہ کر کے جدید انداز سے مرتب کروایا۔

سُنّی مدارسِ اسلامیہ کی تنظیم کے لیے جب حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی شیخ الحدیث ملتان نے تحریک کی، تو آپ نے اس آواز پر لبیک کہی۔ مدارسِ اسلامیہ کو مربوط کرنے میں آپ نے بھرپور تعاون فرمایا۔ حضرت علامہ کاظمی، حضرت مولانا ابو البرکات سید احمد قادری، مولانا مفتی محمد حسین نعیمی، مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی اور دیگر علماء اکابر سے مل کر تنظیم المدارس کی تشکیل کی۔ قواعد و ضوابط مرتب کرائے اور اسے متعارف کرانے اور تنظیم المدارس کی سند کو سرکاری طور پر منظور کرانے میں اپنے اثر و رسوخ سے بھرپور کام لیا۔ تنظیم المدارس کے نصاب مرتب ہونے پر اس کا نفاذ جامعہ رضویہ میں بھی کر دیا۔ اب طلباء جامعہ رضویہ تنظیم المدارس کے امتحان میں شرکت کرتے ہیں۔

۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء کے عرس رضوی قادری کے موقعہ پر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ نے علماء و مشائخ کی موجودگی میں اپنے خلفِ اکبر کو جمیع سلاسل کی خلافت عطا فرما کر اپنا سجادہ نشین مقرر کر دیا۔ دستارِ سجادگی زیبِ سر کی گئی۔ ۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۳ء کو عرسِ چہلم حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے موقع پر ملک بھر سے آئے ہوئے علماء و مشائخ اور خلفاء حضرت شیخ الحدیث نے آپ کو حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا سجادہ نشین قرار دیتے ہوئے خراجِ تحسین و عقیدت پیش کیا۔

۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء کو سالانہ جلسۂ دستارِ فضیلت کے موقعہ پر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے آپ کو جملہ علوم و فنون کی روایت کی سند عطا فرمائی اور دستارِ فضیلت سے مشرّف فرمایا۔

حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضلِ رسول حیدر رضوی، جامعہ رضویہ کے وسیع انتظام کے ساتھ ساتھ مرکزی سنی رضوی جامع مسجد، فیصل آباد، مزار حضرت شیخ الحدیث اور آستانہ عالیہ کی تعمیر و ترقی میں شبانہ روز مصروف رہے تا آنکہ آپ کی صحت کمزور ہوتی گئی۔ جامعہ رضویہ کے وسیع تر مفاد کی خاطر آپ نے جمعیتِ رضویہ کے اراکین کو اعتماد میں لے کر ۱۹۸۲ء میں اپنے برادرِ خورد مولانا غازی فضل احمد کو جامعہ رضویہ کا مہتمم و صدر اور حاجی محمد فضل کریم کو جمعیت رضویہ کا سیکرٹری نامزد کر دیا اور جامعہ رضویہ کے تمام انتظام ان کے سپرد کر دیئے اور خود پوری توجہ سے آستانہ عالیہ حضرت محدثِ اعظم کی تعمیر و ترقی میں مصروف ہو گئے ہیں۔

مولانا قاضی محمد فضلِ رسول حیدر رضوی نے اپنے عنفوانِ شباب ہی میں مختلف سیاسی اور مذہبی تحریکات میں حصہ لے کر قوم و ملک سے اپنی قائدانہ حیثیت کا لوہا منوالیا ہے۔ بحمدہٖ تعالیٰ آپ نے جن تحریکات میں عملی حصہ لیا، ان کو کامیابی سے ہمکنار کر کے ہی دم لیا۔ چند تحریکات میں آپ کے عملی کردار کا مختصر جائزہ پیشِ خدمت ہے۔

۱۹۶۸ء میں سابق صدرِ پاکستان محمد ایوب خان کے خلافِ اسلام اقدام اور دھاندلیوں کے خلاف جو تحریک چلی، آپ نے اس میں بھرپور حصہ لیا۔ جمہوریت کی اس تحریک میں اکابرِ سیاسی قائدین کے شانہ بشانہ کام کیا۔

اسی دور میں جمعیت العلماء پاکستان کے جمود کو ختم کرنے اور اس کی تنظیم نو کا مرحلہ پیش آیا۔ آپ نے مولانا مفتی محمد حسین نعیمی، مولانا عبدالنبی کوکب، مولانا مفتی محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی، مولانا عبدالحامد بدایونی کی ہمراہی میں جمعیت علماء پاکستان کو فعال بنایا اور آپ ہی کی کوششوں

سے مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی جمعیت کے صدر منتخب ہوئے۔ تنظیم نو میں آپ کو جمعیت علما پاکستان کا صوبائی صدر منتخب کیا گیا۔ اس حیثیت سے آپ نے جمعیت کو ہر سطح پر فعال بنادیا۔

سنہ ۱۹۷۰ء میں سوشلزم، مودودی ازم اور دیگر باطل نظریات نے سر اٹھایا۔ انتخابات کے اس ہنگامہ خیز دور میں آپ نے ان باطل ازموں کی بلا خوف لومۃ لائم اعلانیہ تردید کی۔ اعلانِ حق کی خاطر آپ کے جلسوں میں ہنگامہ آرائی کی گئی، مگر آپ کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ اس سلسلہ میں لاہور میں موچی دروازہ سیرت کانفرنس کے جلسہ میں جماعتِ اسلامی کی ہنگامہ آرائی کی مثال ہی کافی ہے۔ ہنگامہ آرائی کے باوجود آپ نے صدارتی خطبہ میں جو کلمۂ حق کہنا تھا، وہ کہہ کر دم لیا۔

سنہ ۱۹۷۴ء میں تحریکِ ختمِ نبوت میں آپ نے تحریک کے بانی اور مرکزی حیثیت سے کام کیا۔ مجلسِ عمل تحریکِ ختمِ نبوت کے مرکزی قائدین کے ساتھ مل کر مسئلۂ ختمِ نبوّت کو ہمیشہ کے لیے طے کروادیا، اور مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لیے حکومت اور قومی اسمبلی پر مسلسل دباؤ ڈالا۔ بحمدہٖ تعالیٰ یہ مسئلہ بھی آپ کے رفقار کی منشا کے مطابق حل ہو گیا۔

سنہ ۱۹۷۷ء میں حکومت کی غیر اسلامی روش کے خلاف جب تحریکِ نظامِ مصطفےٰ چلی تو آپ نے اس تحریک میں بھرپور عملی حصہ لیا۔ نظامِ مصطفےٰ کے عملی اور فوری نفاذ کے لیے آپ نے بنفسِ نفیس جلوسوں کی قیادت فرمائی۔ حکومت نے مزاحمت کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کے سر پر چوٹیں آئیں، مگر آپ نے اپنے موقف سے دستبرداری نہ کی۔ اس تحریک میں آپ کے برادر خورد مولانا حاجی محمد فضل کریم آپ کے شانہ بشانہ کام کرتے رہے۔ عوامی دباؤ اور دیگر علماء کے ساتھ آپ کی مساعی سے نام نہاد عوامی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

بحیثیتِ سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت محدثِ اعظم علیہ الرحمہ کا انتظام، سالانہ عرس کا انعقاد، حضرت شیخ الحدیث کے متوسلین، زائرین کی دلجوئی وغیرہ امور سلسلۂ عالیہ کے معمولات کی پابندی آپ اپنا اہم فریضہ سمجھ کر ادا فرماتے ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ کا کردار سجادہ نشین حضرات

کے لیے قابلِ تقلید ہے۔ پاکستان کی عظیم ترین مسجد کے متولی کی حیثیت سے سنی رضوی جامع مسجد کی تعمیر و ترقی، تزئین و آرائش اور دیگر انتظامات آپ کی ذاتی توجہ اور سرپرستی میں انجام پاتے ہیں۔ ایک عرصہ سے احاطۂ مسجد میں مزار شریف سے ملحقہ زمین پر چند خاندانوں نے ناجائز قبضہ کر رکھا تھا، آپ نے ان سے یہ جگہ خالی کروائی۔ وہاں مہمان خانہ کی تعمیر شروع کرادی ہے۔ بحمداللہ بڑی تیزی سے تکمیل کے مراحل طے ہو رہے ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا آپ نے اپنے خلفِ اکبر قاضی محمد فیض رسول کو سنی رضوی جامع مسجد اور مزار حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا متولی بنا دیا ہے تاکہ آپ کی مصروفیات کم ہو سکیں اور پوری توجہ سے سلسلہ شریفہ اور متوسلین حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی خدمت میں مصروف رہ سکیں۔ چونکہ صاحبزادہ قاضی محمد فیض رسول ابھی زیرِ تعلیم ہیں، اس لیے ان اداروں کی سرپرستی ابھی تک خود فرماتے ہیں۔

۱۹۶۶ء میں آپ نے شادی کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولاد سے نوازا ہے۔ اس وقت تک آپ پانچ مرتبہ حج و زیارت حرمین طیبین سے مشرف ہو چکے ہیں۔ ہندوستان میں مارہرہ شریف، بریلی شریف، اجمیر شریف، دہلی شریف، کلیر شریف، فتح پور سیکری شریف، بدایوں شریف وغیرہ کے علاوہ بغداد شریف، موصل، کربلا، نجف اشرف اور عراق کے دیگر مزارات کی زیارت سے مشرف ہو چکے ہیں۔

آپ قدوقامت، شکل و صورت اور حُسن و جمال میں اپنے والد ماجد کا حسین پرتو ہیں۔ آپ کو دیکھ کر الولد سرٌ لابیہ کے قول کی صداقت واضح ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں صرف ایک مثال پیشِ خدمت ہے:

پہلی مرتبہ جب آپ بریلی شریف حاضر ہوئے، تو آپ کے ہمراہ آپ کے اہل خانہ بھی تھے۔ آپ نے اپنے قیام کے لیے ہوٹل کا کمرہ مخصوص کروایا۔ آپ ہوٹل میں داخل ہو رہے تھے تو پیچھے سے دیسی سٹوو مرمت کرنے والے ایک مستری نے آپ کا دامن پکڑ لیا اور پوچھا "آپ کہاں سے آئے ہیں؟" آپ نے بتایا کہ پاکستان سے آیا ہوں۔ اُس نے دوسرا سوال کیا کس شہر سے آئے ہو؟

آپ نے لائل پور کا نام لیا۔ اس نے تیسرا سوال کیا کہ شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد سے آپ کا کیا تعلق ہے؟ آپ نے بتایا کہ وہ میرے والدِ گرامی ہیں۔ اتنا کہنا تھا کہ وہ مستری آپ سے لپٹ گیا اور سو جان سے تصدق ہونے لگا۔ بعد ازاں اُس نے قیامِ بریلی کے عرصہ میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے واقعات کو بڑے پیار و محبت سے بیان کیا اور بتایا کہ میں نے پہلی ہی نظر میں محسوس کر لیا کہ آپ ان کے صاحبزادہ ہیں۔ آپ کے بیان نے میرے وجدان کی تصدیق کر دی ہے۔

حضرت مولانا قاضی محمد فضلِ رسول اعلیٰ اخلاق کے مالک ہیں۔ صورت و سیرت، گفتار و کردار، جذبۂ خدمت، ایثار، محبت، سخاوت، صبر و تحمل اور دیگر اخلاقِ فاضلہ میں اپنے والد ماجد کا حسین پرتو ہیں۔ طبیعت ہمیشہ ہشاش بشاش رہتی ہے۔ مرنجاں مرنج مزاج پایا۔ اپنی طبیعت پر ایسا ضبط ہے کہ بڑے بڑے حادثات کے باوجود حاضرینِ مجلس آپ کے چہرے پر کسی قسم کے حزن و ملال کے آثار نہیں پاتے۔ کوئی سائل آپ کے دروازہ سے کبھی خالی نہ گیا۔ علماء اور طلباء کی حوصلہ افزائی کے علاوہ در پردہ ان کی مالی امداد بھی کرتے ہیں۔ متعدد غرباء آپ کی مستقل مالی امداد سے صاحبِ منصب بنے ہیں۔

سلسلۂ شریفہ کے وظائف، بڑی باقاعدگی سے ادا فرماتے ہیں۔ اس سلسلہ میں کوئی رکاوٹ مانع نہیں بن سکتی۔ آپ کے مریدین ہزاروں کی تعداد میں ہیں جو ملک اور بیرونِ ملک مقیم ہیں۔ مریدین کو نماز باجماعت اور دیگر فرائض و واجبات کی ادائیگی کی تاکید فرماتے ہیں بے دینوں اور بدمذہبوں سے کلی اجتناب کی ہدایت فرماتے ہیں۔ اس وقت آپ کے خلفاء میں سے مولانا غازی محمد فضل احمد، فیصل آباد، مولانا قاری محمد غفران، امریکہ، صوفی نیاز احمد منصور آباد، فیصل آباد۔ کیپٹن ڈاکٹر سید عبدالرشید فیصل آباد، سید محمد سعید الحسن شاہ چنڈیاں تلاواں فیصل آباد، مولانا نذر محی الدین جہانگیر کلاں فیصل آباد کے اسمائے گرامی معلوم ہو سکے ہیں۔ [1]

---

[1] حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضلِ رسول حیدر رضوی نے اپنی زندگی کے حالات خود ایک مجلس میں بیان فرمائے۔ اخلاق و سیرت کو آپ کے دیرینہ واقف کار حکیم محمد رمضان فیصل آباد نے بیان کیا ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

حضرت مولانا غازی محمد فضل احمد

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے منجھلے صاحبزادے مولانا محمد فضل احمد کی ولادت سارد کی ضلع گوجرانوالہ میں ۱۴ر شعبان ۱۳۶۹ھ / یکم جون ۱۹۵۰ء بروز جمعرات ہوئی۔

قیامِ پاکستان اور ہجرت کے بعد حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ ان دنوں سارد کی میں مقیم تھے۔

حافظ غلام یٰسین بھیروی مدرس جامعہ رضویہ، لائل پور سے ناظرہ قرآن مجید پڑھا لائل پور میں سکول کی تعلیم حاصل کی۔ میٹرک کی تیاری کی، مگر امتحان نہ دے سکے۔

درسِ نظامی کی ابتداء دارالعلوم نوریہ رضویہ بھکھی ضلع گجرات کی ۔ بعدازاں جامعہ قطبیہ، قطب آباد ضلع جھنگ میں مولانا حافظ محمد عبدالرشید رضوی جھنگوی (فاضل جامعہ رضویہ، بریلی) سے کنزالدقائق اور شرح ملاجامی وغیرہ تک کتابیں پڑھیں۔

تعلیم سے فراغت کے ساتھ ہی ۱۹۶۶ء میں آپ کی شادی ہوگئی۔

۱۹۷۸ء کو آپ نے حج کیا اور زیارتِ گنبدِ خضرا سے مشرف ہوئے۔

بیعت کا شرف خلفِ اصغر و خلیفہ امام احمد رضا، حضرت مولانا محمد مصطفےٰ رضا مفتیٔ اعظم بریلی سے بذریعہ خط حاصل کیا۔ ان دنوں آپ زیر تعلیم تھے۔ بریلی سے واپس آکر حوالدار غازی محمد حسین نے یہ اجازت نامہ آپ کی خدمت میں پیش کردیا۔ بعدازاں برادرِ اکبر مولانا قاضی محمد فضلِ رسول نے آپ کو سلاسلِ طریقت کی اجازت دی۔

مولانا محمد فضل احمد "غازی صاحب" کے نام سے مشہور ہیں۔ سیاسی بصیرت سے ممتاز اور ملی خدمات کے جذبہ سے سرشار ہیں۔ پاکستان میں نظامِ مصطفےٰ اور مقامِ مصطفےٰ کے تحفظ کے لیے عملی طور پر متعدد تحریکوں میں حصہ لے چکے ہیں۔

سنہ ۱۹۶۹ء میں جمعیت علماء پاکستان کو فعّال بنانے اور اس کی تنظیمِ نو میں اپنے برادرِ بزرگ مولانا قاضی محمد فضلِ رسول کے شانہ بشانہ کام کرتے رہے۔

سنہ ۱۹۷۴ء میں جب تحریک ختمِ نبوت شروع ہوئی، تو آپ نے مرکزی مجلسِ عمل میں بحیثیت صدر انجمن فدایان مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک اہم رُکن کی حیثیت سے کام کیا۔ سرگودھا ڈویژن میں آپ مجلسِ عمل کے صدر منتخب ہوئے۔ دیگر علماء کے ساتھ آپ کی مساعیٔ جمیلہ سے تحریک ختمِ نبوت کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ مجلسِ عمل کے مطالبات کے سامنے حکومت کو جھکنا پڑا۔

اسی دور میں ملک میں فحاشی کی ایک نئی لہر دوڑ گئی۔ بلیو پرنٹ فلم کے نام سے فحاشی، اور بے حیائی نے فروغ حاصل کرنا چاہا۔ اس صورتِ حال کا علماء نے سختی سے نوٹس لیا۔ جن علماء نے اس فحاشی کی لہر کو ختم کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا، ان میں آپ کا نامِ نامی سرِ فہرست ہیں جامعہ رضویہ کے صدر ہونے کی حیثیت سے آپ اس کی تعمیر و ترقی میں مصروف رہتے ہیں۔ مسلسل کام کرنے سے آپ کی صحت کمزور ہوگئی۔ مقامی طور پر بھی علاج معالجہ ہوتا رہا مگر افاقہ نہ ہوا۔ سنہ ۱۹۸۶ء کو آپ بغرضِ علاج برطانیہ تشریف لے گئے۔

باوجود علالتِ طبع کے آپ کو ملّی مفادات کا حصول ہمیشہ عزیز رہا ہے۔ جہاں بھی سُنّیت کی ترجمانی کا مرحلہ آئے، وہاں آپ غازیانہ حیثیت سے دیکھے جاسکتے ہیں۔ فیصل آباد میونسپل کارپوریشن حدود میں مساجد کی الاٹمنٹ کمیٹی کے آپ رُکن ہیں۔ حکومت نے امنِ عامہ بحال کرنے کے لیے جو ڈویژنل کمیٹی بنا رکھی ہے، اس میں آپ شامل ہیں۔ رویتِ ہلال کمیٹی اور انسدادِ منشیات کمیٹیوں کے آپ ممبر ہیں۔ محرّم اور ربیع الاوّل کے جلوسوں میں امنِ عامہ بحال رکھنے اور احترامِ رمضان کمیٹیوں کے آپ رُکن ہیں۔[۱]

---

[۱] یہ تمام واقعات حضرت مولانا غازی محمد فضل احمد نے جامعہ رضویہ فیصل آباد میں ایک مجلس میں خود بیان فرمائے ہیں۔ فقیر قادری عفی عنہ

مولانا حاجی محمد فضل کریم

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے مولانا حاجی محمد فضل کریم کی ولادت شب برات (۱۵ شعبان ۱۳۷۳ھ / ۱۹ اپریل ۱۹۵۴ء بروز پیر لائل پور میں ہوئی۔ ان دنوں آپ کے والد گرامی بغرض تبلیغ ہارون آباد تشریف لے گئے تھے۔ نماز عشاء کے بعد تقریر فرمائی اور رات کو سو گئے۔ خواب میں نبی اکرم نورِ مجسّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت باکرامت سے مشرف ہوئے۔ بچے کی بشارت دی گئی اور ساتھ ہی ایک نورانی تختی پر سنہری حروف سے "محمد" "شفیع" لکھا دکھائی دیا۔ لائل پور واپسی پر بچے کی پیدائش کی نوید ملی۔ محمد نام رکھا گیا اور بلانے کے لیے فضل کریم تجویز ہوا۔ بچپن ہی سے آپ "حاجی صاحب" کے عرف سے مشہور ہیں۔

ہوش سنبھالا، تو حضرت مولانا مفتی نواب الدین مدرس جامعہ رضویہ سے قرآن مجید ناظرہ پڑھا۔ درسیات کی تعلیم اساتذہ جامعہ رضویہ مولانا سید منصور حسین شاہ (فاضل منظر اسلام بریلی)، مولانا علامہ غلام رسول (فاضل منظرِ اسلام بریلی) اور دیگر علماء سے حاصل کی۔ والد ماجد حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے انہیں بچپن ہی میں، دیگر بھائیوں کی طرح حضرت مفتیٔ اعظم مولانا محمد مصطفےٰ رضا نوری بریلوی سے بیعت کروا دیا تھا۔

لائل پور ہی میں آپ نے سکول کی تعلیم حاصل کی۔ حاجی صاحب نے جس علمی و روحانی ماحول میں آنکھ کھولی، اُس کا تقاضا تھا کہ آپ ملک و ملت کی مذہبی و سیاسی خدمت کے جذبہ سے سرشار ہوتے، چنانچہ قدرت نے انہیں ملی خدمت سے سرشار قلب عطا فرمایا ہے۔

اپنوں کے لیے ریشم سے نرم دل اور باطل قوتوں کے لیے آہنی پنجہ کے مالک ہیں۔ زبان و بیان کی حلاوت اور قوتِ فیصلہ اور قوتِ اظہار کی بے کراں دولت ودیعت ہوئی۔

آپ نے اس جوانی کے عالم میں اب تک جتنی مذہبی و سیاسی تحریکوں میں حصہ لیا ہے، ان سے آپ کے درخشاں مستقبل کا پتہ چلتا ہے۔ سیاسی مدبرین جہاں حکومت کی ہر قسم کی مزاحمت سے بے بس نظر آتے ہیں، وہاں آپ کے جوہر کھلتے ہیں۔ حکومت کی ہر قسم کی مزاحمت اور دباؤ کے باوجود آپ اپنے عزائم کو پورا کر کے ہی دم لیتے ہیں۔ اس وقت اعلیٰ حکام اور سیاسی مدبرین آپ کی کارکردگی پر حیرت کناں ہوتے ہیں۔

اختصار کے پیشِ نظر آپ کی ملّی، مذہبی اور سیاسی خدمات کو مختصر انداز میں بیان کیا جاتا ہے ۱۹۷۴ء میں تحریک تحفظِ ختمِ نبوّت میں آپ کا عملی کردار، غیرتِ ایمانی کا آئینہ دار تھا۔ مجلسِ عمل کی تنظیم، مختلف مکاتبِ فکر کے لوگوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا اور مرزائیت کو غیر مسلم اقلیت قرار دلانے میں حکومت پر مسلسل دباؤ کے لیے شبانہ روز جلسوں جلوسوں میں شرکت اور قیادت بڑی تفصیل کی متقاضی ہیں۔ ان جلسوں جلوسوں میں ولولہ انگیز تقاریر نے تحریک تحفظِ ختمِ نبوت کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔

۱۹۷۷ء میں حکومت کے غیر آئینی اور غیر اسلامی اقدام کے خلاف تحریک نظامِ مصطفےٰ شروع ہوئی، اسلامی آئین اور نظامِ مصطفےٰ کے مکمل نفاذ کے جذبہ و جنون نے ایک مرتبہ پھر آپ کو فعال بنا دیا۔ حکومت نے تحریک نظامِ مصطفےٰ کو دبانے اور ختم کرنے کے لیے جتنے حربے استعمال کیے، وہ سب آپ کی راہ کو نہ روک سکے۔ جلسوں جلوسوں پر مکمل پابندی اور انتظامیہ کے سخت حفاظتی تدابیر کے باوجود آپ نے ان جلوسوں کی قیادت کی۔ سیاسی مدبرین بھی آپ کے طرزِ عمل سے حیران رہ گئے۔ حکومت کے تشدّد سے آپ زخمی بھی ہوئے۔ گرفتاری بھی عمل میں آئی، مگر یہ سب حربے آپ کے لیے مہمیز کا کام دیتے تھے۔ بالآخر حکومت کا تشدّد رہا نہ حکومت رہی۔

۱۹۷۸ء میں کُل پاکستان سُنّی کانفرنس، ملتان کے عدیم المثال اجتماع کے انعقاد کا فیصلہ کیا

گیا اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ اہل سنت کی غیر سیاسی ایک ایسی تنظیم کا ہونا ضروری ہے جو اہل سنت کے مفادات کا تحفظ کر سکے۔ جماعت اہل سنت اگرچہ ایک عرصہ سے قائم ہو چکی تھی مگر اس کی حیثیت محض علاقائی جماعت کی تھی۔ اس موقع پر ملک بھر کے مقتدر جید علماء کی موجودگی میں جماعت اہل سنت کی تنظیم نو کی گئی اور اس کو پورے ملک بلکہ پوری دنیا میں سنیت کے تحفظ کے لیے فعال بنایا گیا اور ملتان کانفرنس کے موقعہ پر حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی کو جماعت اہل سنت کا مرکزی صدر اور مولانا حاجی محمد فضل کریم کو جنرل سیکرٹری نامزد کیا گیا۔

جماعت اہل سنت کے جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے

آپ نے سُنّی مفادات کا تحفظ فرمایا۔ حضرت علامہ کاظمی علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد جب جماعت اہل سنت کا دوبارہ انتخاب ہوا تو آپ کو دوبارہ جنرل سیکرٹری چن لیا گیا۔ یہ آپ کی اسلامی آئین اور نظام مصطفےٰ کے عملی نفاذ کی کوششوں کی بدولت قوم نے آپ کو یہ اعزاز دیا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کی مساعیٔ جمیلہ کا احاطہ اس مختصر مقالہ میں ممکن نہیں۔ جماعت اہل سنت کی تنظیم اور اس کو فعال بنانے کے لیے آپ ملک بھر کے دوروں کے علاوہ بیرونی ممالک برطانیہ، مصر اور دیگر ممالک کا بھی متعدد مرتبہ دورہ کر چکے ہیں۔

ان مصروفیات کے علاوہ آپ ان دنوں مرکزی دارالعلوم جامعہ رضویہ فیصل آباد کے مہتمم ہیں، جبکہ صدارت آپ کے برادرِ بزرگ مولانا غازی محمد فضل احمد کے پاس ہے۔ ان برادران کی صدارت و اہتمام سے جامعہ رضویہ ترقی کی طرف گامزن ہے۔

۱۹۷۷ء میں آپ کی شادی ہوئی۔ آپ صاحبِ اولاد ہیں۔

معاصرینِ کرام

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے مرکزِ علم و عرفان اور نشانِ محبت بریلی شریف سے دینی و رُوحانی تعلیم کا آغاز کیا۔ بعد ازاں مرکزِ روحانیت اجمیرِ مقدس میں اپنی تعلیم کو پورا کیا۔ ظاہر ہے کہ برِ صغیر بلکہ عالمِ اسلام کے مشائخِ عظام، علمائے کرام اپنی علمی و روحانی تسکین کے لیے ان مراکزِ علم و عرفان پر حاضر ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ ان مراکز پر تعلیم آنے والے حضرات کی ملاقات قدرتی اور فطری امر ہے۔ اس ملاقات سے تعلق پیدا ہوتے ہیں، بڑھتے ہیں اور یہ تعلقات باعثِ محبت بنتے ہیں۔ اساتذہ کرام کی شفقت اور آپ کی ذاتی محنت سے آپ جلد ہی صفِ اوّل کے علمائے کرام میں شمار ہونے لگے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد آپ منظرِ اسلام بریلی شریف کے مدرس بنے۔ دوسرے ہی سال آپ نے وکیل علماء دیوبند مولوی محمد منظور نعمانی سے تین روز کے مناظرہ میں ایسی شاندار اور واضح فتح مبین حاصل کی کہ ہر طرف سے تحسین و آفرین کی صدائیں بلند ہوئیں۔ آپ کی ذات اہلِ سنّت کی امیدوں کا مرکز بن گئی۔ آپ سے ملاقات کرنا، تعلق پیدا کرنا باعثِ فخر بنا۔ مشائخ و علماء نے آپ کی ذات کو نعمتِ خداوندی جانا۔

منظرِ اسلام بریلی، مظہرِ اسلام بریلی اور پھر مظہرِ اسلام لائل پور میں تدریس کے باعث پاک و ہند اور عالمِ اسلام کے مشائخ و علماء کے خانوادوں کے طلباء نے آپ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ مشائخ و علماء نے اپنے متوسلین طلباء کو آپ کے حلقۂ تدریس میں داخل کرایا۔ ظاہر ہے کہ یہ امر بھی ان حضرات سے روابط کا باعث بنا۔ اس طرح برِ صغیر کا شاید ہی کوئی عالم یا شیخِ طریقت ہو جس کا آپ سے روحانی و علمی رابطہ نہ رہا ہو۔

مولانا مبارک حسین صدیقی صابری، ہلدوانی (بھارت) نے رجب المرجب ۱۳۵۴ھ/ اکتوبر ۱۹۳۵ء کو علماء و مشائخ کرام کی خدمت میں ایک طویل عرضداشت بنام "ایک پُر درد آواز" پیش کی جس میں التجا کی گئی کہ ملتِ اسلامیہ پر اس مشکل وقت میں خصوصی توجہ فرمائیں۔ اس کی اصلاح کے لیے کوئی مشترکہ لائحہ عمل بنائیں۔ مولانا موصوف کی نظر میں اس وقت برصغیر میں جو حضرات ملتِ اسلامیہ کو درپیش مشکلات سے نجات دے سکتے تھے، ان میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا نامِ نامی شامل ہے۔

یاد رہے کہ اس وقت حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی عمر کوئی تیس برس کے قریب ہوگی اور تدریس کا عرصہ دو سال کے لگ بھگ ہوگا۔

مولانا موصوف کے طویل مضمون کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس کے بعد جملہ حسبِ ذیل حضرات سے میری دردمندانہ التجا ہے کہ خدا کے واسطہ اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے اپنی نظر اور توجہ کو بھولے بھالے غریب مسلمانوں کی طرف مبذول فرما کر مسلمانوں کو مشکوری کا موقع دیں اور ہر وہ خدمت جس سے اسلام مذہبِ اہلِ سنّت کو ترقی ہو، یک جگہ جمع ہو کر، یعنی ایک کانفرنس منعقد کی جائے اور دورِ حاضرہ کے دفع کرنے کی تدبیر پر غور کیا جائے، خواہ کسی مقام پر ہو، حسبِ ذیل حضرات علمائے کرام کا اس کانفرنس میں شرکت لازمی اور ضروری سمجھیں اور کوشاں ہوں کہ ایک جلسہ ضرور منعقد منعقد ہو تاکہ غور کر سکیں کہ ہم کو کیا کرنا چاہیے۔ سب سے پیشتر میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا مولوی سید پیر جماعت علی شاہ صاحب، محدث علی پوری و نیز حضرت پیرانِ طریقت حضرت شاہ اشرفی میاں صاحب کچھوچھہ شریف، و نیز حضرت مولانا مولوی سید محمد میاں صاحب آلِ رسول مارہرہ مقدسہ و نیز حجۃ الاسلام حضرت مولانا مولوی شاہ حامد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی و نیز حضرت مولانا

مولوی شاہ مصطفےٰ رضا خاں صاحب بریلوی، ونیز حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی، اعلیٰ حضرت زبدۃ العارفین مولانا پیر خواجہ محمد حسن جان صاحب قبلہ سرہندی مجددی فاروقی سندھی ونیز حضرت مولانا مولوی ابو العلا محمد امجد علی صاحب رضوی اعظمی ونیز حضرت مولانا مولوی سید دیدار علی صاحب الوری لاہوری مفتی پنجاب ونیز حضرت محدث صاحب کچھوچھہ شریف ونیز حضرت مولانا مولوی سید احمد صاحب لاہوری سیکرٹری انجمن حزب الاحناف پنجاب ونیز حضرت مولانا مولوی ظہور الحسن، درس کراچی ونیز حضرت مولانا مولوی نظام الدین صاحب بدایونی ونیز حضرت مولانا مولوی حبیب الرحمٰن صاحب بہاری الہ آبادی ونیز حضرت مولانا مولوی محمد عمر نعیمی مراد آباد ونیز حضرت مولانا ابرار حسین صاحب صدیقی، مفتی جماعت رضائے مصطفےٰ، بریلی ونیز حضرت مولانا مولوی سردار احمد صاحب فاتح دیوبند، مولانا مفتی حشمت علی صاحب بریلوی، حضرت مولانا مولوی سید شاہ محمد شرف الدین صاحب سمری دیو، حضرت مولانا مولوی ابو یوسف محمد شریف صاحب کوٹلوی و مولانا مولوی ابو النور محمد بشیر صاحب کوٹلوی، ونیز جملہ علمائے کرام وصوفیائے عظام اس فقیر حقیر کی درد بھری آواز سن کر بے دینی اور لامذہبی کے فساد عظیم کو متفق علیہ ہو کر روکیں . . . . . .[1]

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا اپنے معاصرین علماء ومشائخ کرام سے گہرے روابط اور حسنِ سلوک کے متعدد واقعات ہیں۔ اختصار کے پیشِ نظر صرف ایک واقعہ ملاحظہ ہو:

جامع مسجد نزد گھنٹہ گھر کے ہمسائیگان نے جلسہ کا پروگرام بنایا جلسہ کے مقررکے انتخاب کے لیے ایک میٹنگ جامعہ رضویہ میں بلائی گئی۔ بہت سے علماء کرام کا نام سامنے آیا، لیکن حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے اس علمی محاذ پر تقریر کرنے کے لیے غزالی دوراں حضرت

---

[1] ہفت روزہ الفقیہ امرتسر، مجریہ ۲۱ رجب المرجب ۱۳۵۴ھ/ ۲۱ اکتوبر ۱۹۳۵ء، ص ۱۱ تا ۱۲

علامہ سید احمد سعید کاظمی صاحب علیہ الرحمہ کا نام تجویز کیا۔ آپ نے علامہ کاظمی صاحب کا تعارف ایسے پیارے انداز میں کرایا جسے سُن کر نہ صرف حاضرین آپ کی تقریر سننے کے شائق ہوئے، بلکہ زیارت کے مشتاق نظر آنے لگے۔

وقتِ مقررہ پر علامہ کاظمی صاحب تشریف لائے۔ حضرت صلعب انہیں اپنے کمرے کی اپنی نشست گاہ تک لے گئے۔ دونوں حضرات کی اس وقت ایک دوسرے سے عقیدت و محبت بلکہ نیاز مندی قابلِ دید تھی۔ حاضرین نے مشاہدہ کیا کہ نشست گاہ کا درمیانی حصّہ دونوں حضرات کی نشست کے لیے ترس گیا۔ اس کے دونوں کناروں پر دونوں نورانی وجود تشریف فرما تھے، جیسے بڑی شخصیات ایک دوسرے کے اعزاز میں عموماً کرتی ہیں۔[1]

حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی، ترکی ٹوپی استعمال فرمایا کرتے تھے۔ اس موقعہ پر جب آپ لائل پور، حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی دعوت پر تشریف لائے۔ آپ نے انہیں دستار پیش کی تاکہ اسے باندھ کر تقریر فرمائیں۔ ازاں بعد حضرت علامہ کاظمی نے دستار کو اپنے لباس میں شامل کر لیا۔[2]

آئندہ صفحات میں ان مقتدر علماء کرام اور مشائخِ عظام کے اسماء کا تذکرہ کیا جارہا ہے، جن کو حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ سے روحانی اور علمی تعلق رہا۔ ان میں اکثر حضرات کا ذکرِ خیر اس کتاب کے متعدد مقامات پر موجود ہے۔ ان حضرات کے سوانح اختصار کے پیشِ نظر شامل نہیں کیے جارہے۔ کتاب ہذا کے علاوہ درج ذیل مآخذ بھی اس فہرست کی ترتیب میں معاون بنے:۔

(۱) اکابر علماء و مشائخ کے بیانات اور قلمی یادداشتیں

(۲) ہفت روزہ الفقیہ، امرتسر ۱۹۳۴ء تا ۱۹۳۶ء اور ۱۹۴۰ء تا ۱۹۴۷ء کی فائلیں۔

---

[1] قلمی یادداشت مولانا ابوصالح فیض احمد اویسی، بہاولپوری

[2] ایضاً،

(۳) اخبار دبدبہ سکندری، رامپور ۱۹۴۶ء تا ۱۹۴۸ء کی فائلیں۔

(۴) ماہنامہ نوری کرن، بریلی، سال ۱۹۶۲ء اور ۱۹۶۳ء کے شمارے۔

(۵) ہفت روزہ (اب ماہنامہ) رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ
۱۹۵۸ء تا ۱۹۶۳ء کی فائلیں

(۶) مناظرہ بریلی کی مفصل روئداد، مرتبہ مولانا محمد حامد فقیہ شافعی

(۷) تذکرہ علماء اہل سنّت۔ مرتبہ مولانا محمود احمد قادری کانپوری

(۸) تذکرہ اکابرِ اہل سنّت۔ مرتبہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری

(۹) خطوطِ اکابر بنام حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ، مخزونہ کتب خانہ حضرت شیخ الحدیث

(۱۰) خطوطِ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ بنام اکابرِ اہل سنّت، مملوکہ فقیر قادری عفی عنہ

(۱۱) مشاہدات مؤلّف اوراقِ ہذا، فقیر قادری عفی عنہ

○

— حضرت دیوان سید آلِ رسول علی خاں سجادہ نشین سلطان الہند خواجہ غریب نواز اجمیر، حال سرگودھا

— حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری، شیخ الحدیث حزب الاحناف، لاہور

متولد: ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء متوفی: ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء

— حضرت مولانا سید اولادِ رسول فخر العالم محمد مارہروی (بھارت)

متولد: ۱۳۰۹ھ/۱۸۸۱ء متوفی: ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۱ء

— حضرت مولانا سید آلِ مصطفےٰ اولادِ حیدر مارہروی (بھارت)

متولد: ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء

— حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم فریدی سمستی پوری (بھارت) صدر مدرس شمس العلوم بدایوں و ناظم سنی کانفرنس ضلع بدایوں۔

متولد: ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء

—حضرت مولانا سیّد احمد سعید کاظمی، شیخ الحدیث انوار العلوم، ملتان، ناظم جمعیت علماء پاکستان و صدر جماعت اہل سنّت (پاکستان)

متولد: ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء — متوفی: ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء

—حضرت مولانا محمد ابراہیم رضا نبیرہ امام احمد رضا بریلوی، جانشین حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی

متولد: ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء — متوفی: ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ء

—حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں بدایونی، گجراتی، شیخ الحدیث والتفسیر جامعہ غوثیہ، گجرات

متولد: ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء — متوفی: ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء

—حضرت پیر طریقت مولانا سیّد اختر حسین زیب آستانہ علی پور سیّداں ضلع سیالکوٹ

—حضرت مولانا مفتی محمد اعجاز ولی بریلوی، صدر جمعیت علماء پاکستان، صوبہ پنجاب

متولد: ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء — متوفی: ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء

—حضرت پیر امین الحسنات، مانکی شریف، ضلع پشاور

متولد: ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۳ء — متوفی: ۱۳۷۹ھ/۱۹۶۰ء

—حضرت مولانا قاری احمد حسین فیروز پوری، گجراتی، خطیب جامع مسجد عیدگاہ، گجرات

متولد: ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء — متوفی: ۱۳۷۹ھ/۱۹۶۰ء

—حضرت مولانا مفتی محمد اُمید علی خاں گیا وی (بھارت) مفتی دار العلوم انوار العلوم، ملتان

متولد: ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء — متوفی: ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۴ء

—حضرت مولانا سیّد ایوب علی رضوی بریلوی، پیش کار امام احمد رضا بریلوی

متولد: — متوفی: ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء

—حضرت مولانا ابراہیم خفتنی بخاری، مدنی

—حضرت مولانا ابوبکر، مدنی

—حضرت مولانا انوار الحق، پیلی بھیتی (بھارت)

حضرت مولانا سید محمد اسمٰعیل چتوڑی (بھارت)

—— حضرت مولانا ابرار حسین صدیقی بریلوی

—— حضرت مولانا احسان الحق مراد آبادی

—— حضرت مولانا عبدالباقی بُرہان الحق جبل پوری، خلیفہ امام احمد رضا بریلوی

متولد: ۱۳۱۰ھ/ ۱۸۹۱ء متوفی:

—— حضرت مولانا مفتی تقدس علی خاں رضوی، سابق مہتمم جامعہ رضویہ منظر اسلام، بریلی، حال شیخ الجامعہ جامعہ راشدیہ پیر جوگوٹھ، ضلع خیرپور (سندھ)، اتالیق پیر پاگارہ

متولد: ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء

—— امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ، محدث علی پوری

متولد: ۱۲۵۷ھ/ ۱۸۴۱ء متوفی: ۱۳۷۰ھ/ ۱۹۵۱ء

—— مجاہد ملت فاضل جلیل حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری

—— حضرت مولانا حبیب الرحمٰن کانپوری

متولد: ۱۲۹۲ھ/ متوفی: ۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۷ء

—— حضرت مولانا حبیب الرحمٰن دھام نگری، صدر مدرس مدرسہ سبحانیہ الہ آباد

متولد: متوفی:

—— حضرت صوفی باصفا ڈاکٹر پیر حبیب الرحمٰن برق، فاضل فرنگی محل، فاضل دیوبند، فاضل مصر، پی۔ ایچ۔ ڈی

متولد: متوفی: ۱۳۸۷ھ/ ۱۹۶۸ء

—— شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی، فاروقی مجددی، سندھ

متولد: ۱۲۷۸ھ/ ۱۸۶۲ء متوفی: ۱۳۶۵ھ/ ۱۹۴۶ء

— حضرت شیر بیشۂ اہل سنت مولانا حشمت علی لکھنوی

متولد: متوفی: ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۰ء

— حضرت پیر سید حیدر حسین شاہ علی پوری، مؤلف تذکرہ شہِ جماعت

متولد: متوفی:

— حضرت مولانا حافظ حمید الدین، کوٹ نجیب اللہ، ضلع ہزارہ، خلیفہ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی

متولد: متوفی:

— سید المحدثین حضرت مولانا سید دیدار علی الوری، شیخ الحدیث دار العلوم حزب الاحناف، لاہور

متولد: ۱۲۷۳ھ/ ۱۸۵۶ء متوفی: ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء

— امینِ شریعت حضرت مولانا شاہ رفاقت حسین سرپرست مدرسہ احسن المدارس قدیم کانپور

متولد: ۱۳۱۷ھ/ ۱۹۰۰ء

— شمس العلماء حضرت مولانا رحم علی مظفر نگری، صدر مدرس منظرِ اسلام، بریلی، خلیفہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

متولد: متوفی: ۱۳۶۳ھ/ ۱۹۴۴ء

— سراج الفقہاء حضرت مولانا سراج احمد خانپوری، مفتی سراج العلوم خانپور، ضلع رحیم یار خان

متولد: ۱۳۰۳ھ/ ۱۸۸۶ء متوفی: ۱۳۹۲ھ/ ۱۹۷۲ء

— حضرت مولانا سلیمان بھاگل پوری، مدرس مدرسہ اہل سنت، مراد آباد

— حضرت مولانا سلامت اللہ دہلوی

— حضرت مولانا سلیم الدین، قاضی شہر جونپوری

— حضرت مولانا سردار علی، مدرس منظرِ اسلام، بریلی

— شرف العرفاء حضرت مولانا محمد شرف الدین، سمری دیو سہسرام (بھارت)

متولد: ۱۲۸۳ھ/ متوفی: ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء

—فخر المدرسین حضرت مولانا قاضی شمس الدین جونپوری، مدرس منظر اسلام، بریلی

—زین العلم حضرت مولانا شمس الدین اعظمی (بھارت)

—حضرت پیر سید محمد صدر الدین جیلانی، مسند آرا حضرت موسیٰ پاک شہید، ملتان

—قدوۃ الفضلاء حضرت مولانا مفتی صاحب داد خاں، قاضی القضاۃ علاقہ قلات، شیخ الجامعہ جامعہ راشدیہ پیر جو گوٹھ (سندھ)

متولد: ۱۳۱۶ھ/۱۸۹۸ء متوفی: ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ء

—بقیۃ السلف حضرت مولانا صبغت اللہ فرنگی محلی

—قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد مدنی، مدینہ منورہ، خلیفہ امام احمد رضا بریلوی

متولد: ۱۲۹۴ھ/ متوفی ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء

—حضرت مولانا صفی الدین، مدرس بنارس (بھارت)

—شیخ المشائخ حضرت پیر سید طاہر علاء الدین جیلانی قادری، مقیم کوئٹہ

—ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین بہاری، خلیفہ امام احمد رضا بریلوی

متولد: ۱۳۰۳ھ/ متوفی: ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء

—رئیس المجاہدین حضرت مولانا ظہور الحسن درس، ناظم سُنّی کانفرنس، کراچی

—حضرت مولانا ظہور الاسلام، مدرس بنارس

—ضیغم اسلام حضرت مولانا محمد عارف اللہ قادری میرٹھی، خطیب مرکزی جامع مسجد راولپنڈی

متولد: ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء متوفی:

—فخر العلماء حضرت مولانا ابو النصر محمد عابد محدث رامپوری

—شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ عبد الباری فرنگی محلی

متولد: ۱۲۹۵ھ/ متوفی ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۶ء

—فخر دودمان غوثیہ پیر سید عبد القادر جیلانی، سفیر عراق متعینہ پاکستان و سیلون

— فخر المشائخ حضرت خواجہ محمد عبد الرحمٰن بھرچونڈی، ضلع سکھر
متولد: ۱۳۱۰ھ / ۱۸۹۲ء — متوفی ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۰ء

— شیخ القرآن حضرت مولانا ابو الحقائق محمد عبد الغفور ہزاروی، صدر جمعیت علماء پاکستان
متولد: ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء — متوفی ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء

— استاذ الافاضل حضرت مولانا مفتی عبد الحفیظ حقانی، خطیب آگرہ، شیخ الحدیث انوار العلوم ملتان
متولد: ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء — متوفی ۱۳۷۷ھ / ۱۹۵۸ء

— حضرت مولانا مفتی ابو الرشید محمد عبد العزیز، مزنگ لاہور
متولد: ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۸ء — متوفی: ۱۳۸۳ھ / ۱۹۶۳ء

— مبلغ اسلام حضرت مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی، خلیفہ امام احمد رضا بریلوی
متولد: ۱۳۱۰ھ / ۱۸۹۲ء — متوفی: ۱۳۷۴ھ / ۱۹۵۴ء

— مجاہد ملت حضرت مولانا شاہ محمد عبد الحامد بدایونی، صدر جمعیت العلماء پاکستان
متولد: ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء — متوفی: ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء

— بدر الطریقت حضرت مولانا عبد العزیز خاں، محدث بریلوی بجنوری، خلیفہ امام احمد رضا
متولد: — متوفی: ۱۳۶۹ھ /

— حافظ الحدیث حضرت مولانا عبد العزیز محدث، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
متولد: ۱۳۱۴ھ /

— حضرت مولانا عبد الرحمٰن اعظمی، جے پوری

— حضرت مولانا عبد الحق، پیلی بھیتی

— زبدۃ الکاملین حضرت خواجہ عبد الکریم چاچڑاں، ضلع بہاول پور

— حضرت مولانا محمد عبید اللہ سندھی

— حضرت مولانا عبد الواحد، خطیب خانپور

— حضرت مولانا سید عبدالقادر راندیری

— حضرت مولانا عبدالغنی، کانپوری

— حضرت مولانا شاہ عبدالرشید، زیب سجادہ، بنارس

— مجاہدِ ملت حضرت مولانا شاہ عبدالسلام، باندوی

— فاضلِ جلیل حضرت مولانا علامہ عبدالمصطفےٰ ازہری، ایم این اے
شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ، کراچی
متولد: ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۸ء

— بقیۃ السلف مولانا مفتی عزیز احمد قادری بدایونی، خطیب عیدگاہ، گڑھی شاہو، لاہور
متولد ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۰ء

— استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا عطا محمد بندیالوی شیخ الجامعہ دارالعلوم مظہریہ امدادیہ بندیال (خوشاب)
متولد: ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۸ء

— زین العرفاء حضرت مولانا علاء الدین مدنی، مدینہ منورہ

— سلطان المشائخ حضرت سید علی حسین وکیل جاورہ، سرپرست دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر

— شیخ العصر حضرت میاں علی محمد، بستی شریف، پاک پتن
متولد ۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۱ء متوفی: ۱۳۹۵ھ / ۱۹۷۵ء

— فخر المشائخ حضرت شاہ علی حسین اشرفی، کچھوچھوی
متولد: ۱۲۶۶ھ / متوفی: ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۶ء

— عزیز المشائخ حضرت مولانا سید علی حسین نقشبندی، علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ

— تاج العلماء حضرت مولانا مفتی محمد عمر نعیمی، نائب ناظم سُنّی کانفرنس
خطیب جامع مسجد آرام باغ، کراچی
متولد: ۱۳۱۱ھ / ۱۸۹۳ء متوفی: ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۶ء

— مناظرِ اسلام حضرت مولانا محمد عمر اچھروی، لاہور

متولد: /۱۹۰۲ء متوفی ۱۳۹۱ھ/ ۱۹۷۱ء

— قدوۃ السالکین حضرت مولانا عبدالحلیم، سجادہ نشین صدیقیہ، شہداد کوٹ (سندھ)

— مجدالعلماء حضرت مولانا عنایت محمد خان غوری فیروز پوری، خلیفہ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی

— مناظر اہل سنت حضرت مولانا عنایت اللہ، سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ

متولد: ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء

— عزیز العلماء حضرت میاں غلام اللہ شرقپوری، زیب آستانہ شرقپور، ضلع شیخوپورہ

متولد: ۱۳۰۹ھ/ ۱۸۹۱ء متوفی: ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۷ء

— حضرت مولانا مفتی غلام جان ہزاروی، مدرس منظرِ اسلام، بریلی و جامعہ نعمانیہ، لاہور

خلیفہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

متولد: ۱۳۱۶ھ/ ۱۸۹۶ء متوفی: ۱۳۷۹ھ/ ۱۹۵۷ء

— حضرت مولانا علامہ غلام رسول، بہاول پوری

— وحید العصر حضرت مولانا غلام جیلانی میرٹھی، مدرس اندر کوٹ میرٹھ، مصنف بشیر القاری وغیرہ

متولد: ۱۳۱۷ھ/ ۱۹۰۰ء

— استاذ العلماء حضرت مولانا غلام جیلانی اعظمی، صدر المدرسین دارالعلوم فیض الرسول براؤں ضلع بستی

متولد: ۱۳۲۰ھ/ ۱۹۰۲ء

— استاذ العلماء حضرت مولانا غلام جہانیاں، ڈیرہ غازی خاں

— صدر المشائخ حضرت مولانا فضل عثمان مجددی، ملّا شور بازار، لاہور

متولد: ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱ء متوفی: ۱۳۹۳ھ/ ۱۹۷۳ء

— امام المدرسین حضرت مولانا فضلِ حق رامپوری، پرنسپل مدرسہ عالیہ لکھنؤ

متولد: ۱۲۷۸ھ/ متوفی: ۱۳۵۹ھ/ ۱۹۴۰ء

—رئیس المتکلمین حضرت مولانا سید فیض الحسن، زیب آستانہ آلو مہار، ضلع سیالکوٹ

متولد:　　　　　　متوفی:

—عمدۃ الاصفیاء حضرت مولانا پیر فقیر حسین، راوَوالی، ضلع گورداسپور

—حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدنی، خلف قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی، مدینہ منورہ

—استاذ العلماء حضرت مولانا محمد قدیر بخش، بدایونی، صدر مدرس تعلیم الاسلام، جے پور، کراچی

متولد: ۱۳۰۷ھ / ۱۸۸۹ء　　　　　　متوفی: ۱۳۷۶ھ / ۱۹۵۶ء

—مناظرِ جلیل حضرت مولانا حکیم محمد قطب الدین جھنگوی

متولد:　　　　　　متوفی: ۱۳۷۹ھ / ۱۹۵۹ء

—شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی، زیب آستانہ سیال شریف ضلع سرگودھا

متولد: ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء　　　　　　متوفی: ۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱ء

—استاذ الاساتذہ حضرت مولانا علامہ محب النبی، بھوئی، ضلع کیمبل پور

متولد: ۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۷ء　　　　　　متوفی: ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء

—مجاہد ملت حضرت مولانا علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری، صدر جمعیت علماء پاکستان، امیر مرکزی دار العلوم حزب الاحناف، لاہور

متولد: ۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۶ء　　　　　　متوفی: ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۱ء

—سراج الملت حضرت پیر سید محمد حسین، زیبِ آستانہ علی پور، ضلع سیالکوٹ

متولد: ۱۲۹۸ھ / ۱۸۷۸ء　　　　　　متوفی: ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء

—فقیہ اعظم مولانا ابو یوسف محمد شریف، کوٹلی لوہاراں، ضلع سیالکوٹ، خلیفہ امام احمد رضا بریلوی

متولد:　　　　　　متوفی: / ۱۹۵۱ء

—مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی مظہر اللہ، امام شاہی مسجد فتح پوری، دہلی

متولد: ۱۳۰۳ھ ۱۸۸۶ء　　　　　　متوفی: ۱۳۸۶ھ / ۱۹۶۶ء

— سحبان الہند وحید العصر حضرت مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی، صدر عمومی آل انڈیا سنی کانفرنس، صدر اعلیٰ جماعت رضائے مصطفےٰ، بریلی

متولد: ۱۳۱۱ھ / متوفی: ۱۳۸۳ھ / ۱۹۶۳ء

— عارفِ ربانی حضرت مولانا سید محمد معصوم نوری، زیب آستانہ چک سادہ ضلع گجرات

متولد: ۱۸۹۸ء متوفی: ۱۳۸۸ھ / ۱۹۶۹ء

— زعیمِ اہلِ سنت حضرت مولانا محبوب علی خاں لکھنوی، خطیب بمبئی

متولد: متوفی: ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۵ء

— عمدۃ المحدثین حضرت مولانا سید محمد خلیل احمد کاظمی، محدث امروہی

— قدوۃ السالکین حضرت پیر سید محمد نواز، مسوشاہ، ضلع مظفر گڑھ

— بقیۃ السلف حضرت مولانا قاری مصلح الدین، مظہرِ اسلام، بریلی

— عمدۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد عبد الرب قادری، جبل پوری

— زین المدرسین حضرت مولانا سید محمد عبد المسجود قادری، جبل پوری

— بقیۃ السلف حضرت مولانا محمد سعید شبلی فیروز پوری، خطیب دربار پاک پتن

— زعیمِ ملت حضرت پیر محمد شفیع نقشبندی، چورہ شریف، ضلع کیمبل پور

— زبدۃ العرفاء حضرت مولانا پیر محمد اکبر علی نقشبندی، پاک پتن

— لسان الحسان حضرت مولانا محمد یعقوب حسین ضیاء القادری، ناظم سنی کانفرنس بدایوں، کراچی

متولد: ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۲ء متوفی: ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء

— فخر العلماء حضرت مولانا قاری محبوب رضا قدسی، کراچی

— عمدۃ الفقہاء حضرت مولانا محمد مظفر احمد صدیقی قادری بدایونی جامعہ مظفریہ قصبہ داتا گنج، ضلع بدایوں، بھارت

— خطیب ملت حضرت مولانا محمد یوسف، سیالکوٹ

۔۔۔فخر المحدثین حضرت مولانا مفتی محمد محمود الوری، حیدرآباد

متولد: ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۴ء

۔۔۔اُستاذ العلماء حضرت مولانا محمد مہر الدین جماعتی، لاہور

متولد: ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱ء

۔۔۔عمدۃ السالکین حضرت مولانا حافظ محمد مظہر الدین رمداسی، گورداسپوری، راولپنڈی

متولد: ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء متوفی:

۔۔۔خطیب ملت حضرت مولانا ابو النور محمد بشیر، مدیر ماہنامہ ماہِ طیبہ، کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ

متولد:

۔۔۔حضرت مولانا محمد محسن فقیہ شافعی، بھمبڑی، کراچی

۔۔۔حضرت مولانا محمد یوسف فقیہ شافعی، بمبئی

۔۔۔حضرت مولانا منسوب احمد، شاہ جہان پوری

۔۔۔حضرت مولانا محمد حسین رمز مدنی، مدینہ طیبہ

۔۔۔قدوۃ الواعظین حضرت مولانا محمد مطیع الرضا، خطیب لال کرتی، راولپنڈی

مولد: متوفی: ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء

۔۔۔مجاہدِ اسلام حضرت مولانا محب الدین، الٰہ آباد (بھارت)

۔۔۔حضرت مولانا محمد حسین قادری، بنارس

۔۔۔زین العرفاء حضرت مولانا سید محمد میاں آل رسول، مارہرہ مقدسہ (بھارت)

۔۔۔شیخ طریقت حضرت مولانا الحاج پیر محمد سعید قادری، جلال پور، پیروالا

متولد: ۱۲۷۶ھ/ ۱۸۹۰ء متوفی: ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء

۔۔۔مفسرِ قرآن حضرت مولانا نبی بخش حلوائی، مصنف تفسیر نبوی

متولد: ۱۲۷۶ھ/ ۱۸۶۰ء متوفی: ۱۳۶۵ھ/ ۱۹۴۵ء

— فخر العلماء حضرت مولانا نظام الدّین، بدایونی

— عمدۃ العلماء حضرت مولانا نعمت اللّٰہ، بنارس

— صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدّین مراد آبادی، بانی جامعہ نعیمیہ، مراد آباد

متولّد: ۱۳۰۰ھ/   متوفی: ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء

— سراج السالکین حضرت سید نور الحسن بخاری، کیلیانوالہ، ضلع گوجرانوالہ

متولّد: ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۹ء   متوفی: ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۲ء

— فقیہ اعظم حضرت مولانا ابوالخیر محمد نور اللّٰہ نعیمی، محدث بصیر پوری، ضلع ساہیوال

متولّد: ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء

— فدوۃ العلماء حضرت مولانا وصی احمد، سہسرام بہار

— عارفِ ربّانی حضرت مولانا سید ولایت علی شاہ، نقشبندی، گجرات

متولّد: متوفی: ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء

— زینت المدرسین حضرت مولانا ولی النّبی، ببکی، ضلع مردان

متولّد: ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء

— مجاہدِ ملّت حضرت مولانا ہاشم میاں، فرنگی محلی

— خطیب العصر حضرت مولانا یار محمد فریدی، گڑھی اختیار خاں

تأثرات

شیخ بشیر احمد، صدر مرچنٹ ایسوسی ایشن، فیصل آباد
سیکرٹری انجمن اسلامیہ، فیصل آباد
صدر انجمن اہل سنت (تعلیمی)، فیصل آباد
نائب متولی جامع مسجد کچہری بازار فیصل آباد

نے ۷ ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ / ۲۹ ر جنوری ۱۹۸۶ء کو حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ سے متعلق جو تأثرات اور معلومات بیان فرمائے۔ انہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں،

۱۹۲۷ء سے ۱۹۳۲ء کے درمیان حضرت شاہ سراج الحق قدس سرہ جامع مسجد کچہری بازار تشریف لائے۔ جامع مسجد کچہری بازار میں پہلے مولانا فیض محمد بھیروی خطیب تھے۔ ان کے وصال کے بعد مولوی محمد یونس خطیب بنے۔ ابتداءً مولوی محمد یونس کی موجودگی میں اسی مسجد میں محافلِ میلاد منعقد ہوتی تھیں۔ قیامِ پاکستان سے پہلے یہی مولوی محمد یونس مشہور بارگاہ مکان شریف (مشرقی پنجاب، انڈیا) اور شرقپور شریف (ضلع شیخوپورہ) بھی جاتے۔ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمہ بھی یہاں تشریف لاتے۔ اس وقت پورا شہر اعتقادی جنگ سے پاک تھا۔

قیامِ پاکستان کے بعد مولوی محمد یونس (دیوبندی) کے اصلی عقائد میں اظہار آگیا یا ان کے سابقہ عقائد میں تبدیلی آگئی۔ انہوں نے دیوبندی عقائد کی تبلیغ شروع کر دی۔ جامع مسجد کچہری بازار میں سُنّیت کے اظہار اور نعت خوانی کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ سُنّی عقائد کے مسلمانوں کو علماء دیوبند سے مایوسی شروع ہوگئی۔ سُنّیوں نے پھر صابری مسجد ڈگلس پورہ، قادری مسجد سنت پورہ، مسجد تحصیل والی، مسجد جھال خانوآنہ وغیرہ میں نعت خوانی کا سلسلہ شروع کر دیا۔

حضرت مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۴۹ء میں لائل پور تشریف لائے۔ حافظ واحد بخش مرحوم، چوہدری عزیز دین، چوہدری مختار احمد انور، خان محمد عمر خاں، میں اور دیگر متقدر سُنّی حضرات نے مولانا کی تشریف آوری پر مسرّت کا اظہار کیا۔ میں چونکہ لائل پور شہر کا مسلم لیگ کا صدر تھا۔ مہاجرین کی آباد کاری میں میرا گہرا حصہ تھا۔ نیم سرکاری بھی اور عوامی بھی۔

میں نے حضرت مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی کہ آپ جامع مسجد کچہری بازار میں جمعہ پڑھائیں۔ آپ نے فرمایا، میں کسی خالی جگہ قیام کروں گا، وہیں کام کروں گا اور جُمعہ پڑھاؤں گا۔ چنانچہ دربار حضرت لسوڑی شاہ کے مشرقی کونے میں ایک مسجد زیرِ تعمیر تھی۔ اس میں حضرت صاحب نے ڈیرہ لگالیا۔ حافظ واحد بخش اور دیگر اہلِ محلہ نے آپ کی آمد کو غنیمت جانا۔ احبابِ اہلِ سنّت نے آپ کے قریب ہوکر محسوس کیا کہ آپ کے ارشادات سے سکونِ قلب اور حضوریٔ حضور حاصل ہوتی ہے۔ اس زیرِ تعمیر مسجد میں توکلاً علی اللہ جمعہ شروع کر دیا گیا۔ چونکہ یہ مسجد زیرِ تعمیر تھی، اس لیے اس کی تکمیل اور وہاں نماز جمعہ شروع کرنے کے لیے کسی اجازت کی ضرورت نہ تھی۔ مسجد میں آنے سے پہلے مسجد کی انتظامیہ اور اہلِ محلہ نے حضرت صاحب کے لیے رضامندی ظاہر کر دی۔

تشنگانِ حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بسُرعت حضرت مولانا کی زبان فیض ترجمان کے ساتھ تعلق پیدا کرلیا اور کثیر تعداد میں وہاں حاضری شروع ہوگئی —— تین چار سال بعد "جائے تنگ است و مردانِ بسیار" کی کیفیت پیدا ہوگئی، چنانچہ میونسپل کمیٹی سے گول باغ کے مغربی حصہ میں نماز جمعہ ادا کرنے اور عارضی طور پر شیڈ بنانے کی اجازت حاصل کرلی گئی۔ حضرت مولانا نے شروع ہی میں احباب کو بلا کر واضح کر دیا کہ میری خدمات دینیہ للّٰہ ہوں گی۔ فرمایا "درویش کا رزّاق خدا ہوتا ہے، میں حق الخدمت قبول نہیں کروں گا۔"
۱۹۵۵ء میں سُنّی رضوی جامع مسجد کے لیے باقاعدہ اجازت حاصل کرلی گئی۔ میں اس

وقت چیئرمین میونسپل کمیٹی تھا۔ تمام اجازتیں باضابطہ متفقہ طور پر منظور ہوئیں۔

دوسری طرف اہلِ اختلاف نے یہ ترقی محسوس کی۔ انہوں نے اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کر لیا۔ اب ان کی تمام تر توانائی حضرت مولانا کی مخالفت میں صرف ہونے لگی اور پبلک مقامات، گھنٹہ گھر، کارخانہ بازار وغیرہ میں محافل میلاد کے انعقاد کے خلاف کارروائی کرنے سے گریز نہ کیا۔

مرکزِ اہلِ سنّت جامعہ رضویہ اور حضرت صاحب کے خلاف بیان بازی شروع کر دی انہوں نے آپ کے خلاف شکایات بھی درج کرائیں۔ اسی بنیاد پر ہاورا نگریز ڈی۔سی نے شاہی مسجد کا معائنہ کیا، تعلیم و تدریس کو جاری اور حضرت مولانا کا وقار دیکھ کر بہت متاثر ہوا۔ وہیں کہنے لگا کہ میں اس پلاٹ کی اجازت دے دوں گا۔ اس طرح جامعہ رضویہ کے لیے اراضی حاصل ہو گئی۔

حضرت مولانا صاف ستھرے انداز اور قانونی طریقہ کے مطابق کام کرنے کو بہت پسند کرتے اور ہمیشہ قانون کا احترام کرتے، لیکن جہاں کہیں خدا اور رسول کے واضح احکام کے خلاف کوئی مجاز افسر یا سرکاری ایجنسی غلط احکام صادر کرتی، تو اس کے مقابلہ میں آپ فرمانِ الٰہی، سنّتِ رسول اور فقہ و شریعت کے مطابق عمل کرتے۔ مثلاً چاند کے متعلق آپ کا موقف ہمیشہ وہی رہا جو خدا اور رسول کا فرمودہ ہے۔

جامعہ رضویہ کا قیام درحقیقت علم و ہدایت کا چشمہ ہے، جو آب و تاب سے جاری ہوا اور ہے۔ اس مرکزِ ہدایت سے علماء فارغ ہو کر نکلتے ہیں، جن کا اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک ایک خاص مقام ہے۔

آپ کے جنازہ کا جلوس لائل پور کی تاریخ میں منفرد تھا۔ احباب اور عقیدت مندوں کا ایک سمندر تھا۔ اس میں اعتقادی اختلاف رکھنے والے بھی شامل تھے۔ آپ کا مزارِ اقدس آج بھی طالبانِ حق کے لیے منبعِ فیض کی حیثیت رکھتا ہے۔

حضرت مولانا کی پوری زندگی امانت و دیانت سے گزری۔ لین دین، حساب و کتاب کے ضمن میں آپ کا کردار ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ آپ کے پاس طالبانِ حق، کالج کے طلبا، اساتذہ، وکلاء، دانشور اور عامۃ الناس، غرضیکہ ہر حیثیت کے لوگ حاضر ہو کر مسائل میں اپنی تسکین حاصل کرتے اور تسلی بخش جواب پاتے۔

ایک مرتبہ ایک تعلیم یافتہ طبقہ حاضر ہوا۔ انہوں نے آپ سے سوال کیا کہ قیام کی حالت میں تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے جیسے نماز۔ اور صلوٰۃ و سلام کی محفل میں اگر قیام کیا جائے تو یہ عبادتِ الٰہیہ سے مشابہ ہو جائے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صلوٰۃ و سلام میں قیام ناجائز ٹھہرا۔ آپ نے اس کا جواب یوں دیا کہ تمام اعمال، نیت پر موقوف ہیں۔ اگر دیوار پر کلام مجید رکھا ہو تو قاری اُس کو لینے کے لیے قیام کرتا ہے، اور وہاں دیوار تک جاتا ہے۔ اس کا قرآن مجید لینے کے لیے دیوار تک جانا اور قیام کرنا باعثِ اجر ہے اور اگر اسی دیوار پر شراب کی بوتل پڑی ہو تو اُس کو لینے کے لیے دیوار تک جانا موجب غضبِ الٰہی ہے۔ تو گویا دیوار تک جانا اور قیام کرنا نیت کے اختلاف کے باعث، باعثِ اجر اور باعثِ گناہ بن سکتا ہے۔ پھر فرمایا، اسی طرح قیام کرنا اگر نماز میں نیت عبادت سے ہے، تو باعثِ اجر ہے اور اگر صلوٰۃ و سلام میں نیت تعظیم سے ہے، تو باعثِ خیر و برکت ہے، لہٰذا جائز ہے۔

اس جواب سے وہ تعلیم یافتہ طبقہ بہت متاثر ہوا، بلکہ ان میں سے چند ایک نے اسی مجلس میں آپ سے بیعت کر لی۔

اسی طرح ایک اور واقعہ آپ کی حق گوئی کا ہے۔ چاند کے طلوع ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف ہوا۔ شیر محمد لالی انتظامیہ کے اعلیٰ افسر تھے۔ انہوں نے آکر حضرت صاحب سے کہا کہ ڈی سی صاحب کا خیال ہے کہ کل عید کر لی جائے۔ اگر یہاں چاند نہ ہوا ہو تو کوئی بات نہیں۔ آپ نے فرمایا، اس ضمن میں معذرت چاہتا ہوں۔ یہ خدا اور رسول کے احکام کا مسئلہ ہے۔ اس کے مقابل میں کسی اور حکم پر عمل کرنے کا میں قائل نہیں۔ کوئی واضح شہادت بھی چاند کے طلوع پر نہ

گزری، لہٰذا میرے متعلقین کل عید نہیں کریں گے۔ باقی رہا حکومت اور انتظامیہ کا معاملہ۔ سو اس بارے میں میرا موقف یہ ہے کہ احکامِ الٰہیہ پر عمل کرنے کے لیے انسانی حکومت کی ہر ممکنہ سزا بھگتنے کے لیے تیار ہوں، مگر خدا اور رسول کے حکم کے خلاف کرنا گوارا نہیں۔ آپ کا یہ واضح جواب سُن کر بہت متاثر ہوا۔ رفتہ رفتہ وہ خود اور اُس کا سارا خاندان آپ سے بیعت ہو گیا۔

حضرت مولانا بغیر وجہ اور بغیر سند کے کسی سے نہ اُلجھتے۔ مسائل کے جواب میں خواہ وہ اختلافی ہی کیوں نہ ہوں، احسن طریقہ اور خوشگوار انداز اختیار فرماتے۔ اس امر کی پرواہ نہ کرتے کہ یہ جواب کسی کو پسند نہ آئے گا یا نہ، حق بات واضح انداز میں فرما دیتے۔ حق گوئی آپ کا معمول تھا۔ عامۃ النّاس کی بھلائی کی خاطر ہمہ وقت مصروف رہتے۔

میں دل کی گہرائیوں سے اعتراف کرتا ہوں اور میری طرح لاکھوں افراد اعتراف کریں گے کہ حضرت مولانا اپنی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے تابع اور عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مستغرق رہتے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی سنتے ہی چہرے پر رونق آ جاتی۔ دُرود و سلام پیش کرتے وقت ایک عجیب رونق آپ کے چہرے بُشرے سے نمایاں ہوتی۔ حاضرین بھی اس کیف و سرور سے فیض یاب ہوتے۔

یہ بات ماننا پڑے گی کہ حضرت مولانا جہاں علمِ دین کے نور سے معمور تھے اور دنیوی معاملات میں نہایت ستھرے تھے، وہاں اس کے ساتھ ساتھ آپ کو قربِ الٰہی اور حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے ساتھ گہرا تعلق حاصل تھا۔ اللہ بس باقی ہوس۔
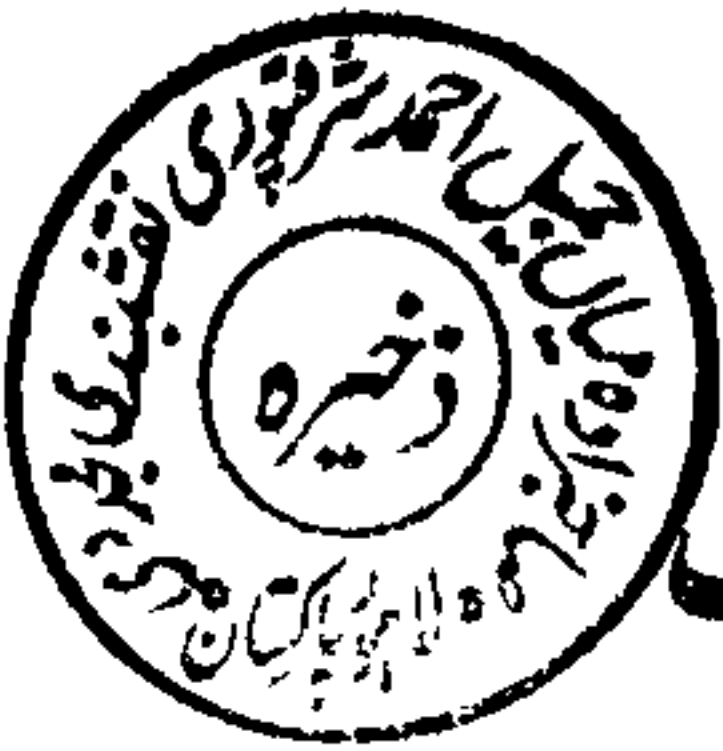
مکتوبات

کسی شخصیت کی سیرت معلوم کرنے کے لیے اس کے وہ ذاتی مکتوب بنیادی اور اہم ماخذ ہوتے ہیں، جو اُس نے اپنے متعلقین کو خالص ذاتی حیثیت سے لکھے ہوتے ہیں۔ ان ذاتی مکتوبات اور اُس شخصیت کی سیرت میں فاصلہ نہیں ہوتا اور فاصلہ جس قدر کم ہوگا، ہم خود شخصیت سے قریب تر ہوں گے۔ شخصیت کی سیرت بلاواسطہ انتہائی صاف و شفاف نظر آئے گی۔ عقیدت کا غلاف اور نفرت کا غبار وہاں معدوم ہوگا۔ یہ خطوط شخصیت کے قول و عمل کی بہترین کسوٹی ہوتے ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے اپنے متعلقین کو مختلف اوقات میں متعدد خطوط لکھے۔ آپ کے یہ مکاتیب قطعاً ذاتی حیثیت کے حامل ہیں۔ آپ کی شخصیت اس سے بلند تھی کہ آپ یہ سوچ کر خط لکھتے کہ میرا یہ خط کبھی طبع ہو کر عام ہوگا۔ آپ کے جملہ مکاتیب خالص ذاتی نوعیت کی تحریریں ہیں۔ اس لحاظ سے ان میں تصنع کا شائبہ نہیں۔ ان مکاتیب میں آپ کی سیرت اپنے تمام محاسن کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ شخصیت پر کوئی ملمع نہیں۔ نہ اُس کے چہرے پر غازے کی تہیں ہیں۔ فطری حُسن جلوہ فرما ہے۔ ان خطوط میں آپ کے اخلاق و سیرت، اخلاص و محبت، قومی و ملّی احساسات، اسلامی جذبات، دشمنی و نفرت اور دوستی و مروت کے معیار کی نہایت واضح تصویر سامنے آتی ہے۔ آپ نے فرصت کے اوقات میں وقت گزاری کے لیے خطوط نہیں لکھے، بلکہ شب و روز کی انتہائی مصروفیتوں اور ہنگاموں میں ضرورتاً قلم اٹھایا اور لکھا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے دستیاب مکاتیب میں سے چند ایک بطورِ نمونہ پیشِ خدمت ہیں۔ ان مکاتیب کے مطالعہ سے آپ کی سیرت کے چند پہلو نمایاں ہوتے ہیں۔

اکابر علماء کرام و مشائخ عظام کی عزت و وقار، اصاغر پر شفقت، ان کی عزت افزائی اور حوصلہ افزائی، اعلاء کلمۃ الحق سے متعلق آپ کی مساعی، مسلمانوں کے لیے دل سوزی، ذاتی مخالفت سے بے نیازی، اپنے متوسلین کی مذہبی و تدریسی امور کی نگرانی، صبر و استقلال کا عملی نمونہ اور عقائد و اعمال کی پختگی اور اصلاح کا جذبہ کامل، تبلیغ و اشاعت سنیت پر اظہار مسرت اور دیگر دنیوی امور سے کامل بے تعلقی ــــــ غرضیکہ سیرت کے متعدد عنوانات عیاں و بیان ہوتے ہیں۔[1]

شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری قدس سرہ کے خلیفۂ ارشد حضرت مولانا سید نور الحسن، کیلیانوالہ، ضلع گوجرانوالہ (قدس سرہ) کے مریدان با صفا مولانا محمد سعید اور مولانا عبد القادر مانگٹ، ضلع گجرات، اپنے شیخ طریقت کے ایماء پر بریلی شریف میں دورۂ حدیث میں شامل ہوئے۔ فراغت سے قبل ان کی لیاقت و استعداد علمی کے بارے میں حضرت مفتیٔ اعظم محمد مصطفےٰ رضا نوری قدس سرہ نے حضرت مولانا سید نور الحسن کو ایک مکتوب تحریر فرمایا۔ اسی مکتوب کے حاشیہ پر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے بطور استاذ حدیث اپنے ارشد تلامذہ مولانا محمد سعید اور مولانا عبد القادر کی علمی ترقی کا حال لکھ بھیجا۔

۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۶۱ھ / ۲۳ جون ۱۹۴۲ء کا لکھا ہوا مکتوب گرامی پڑھیں:

۷۸۶/۹۲ بملاحظۂ عالیہ عامل شریعت عارف طریقت واقف رموز حقیقت مکرم و محترم معظم و محتشم ذو المجد والکرم عالی جناب مولانا سید شاہ نور الحسن صاحب نے یدہٗ لطفہٗ

تسلیمات مسنونہ و اثنیہ مقبولہ معروض۔ خیر و عافیت حضور والا و جملہ احباب اہل سنت و جماعت و اصحاب طریقت و ارباب عقیدت مطلوب و محبوب۔

فقیر نہایت مسرت کے ساتھ خبر فرحت اثر سناتا ہے۔ وہ یہ کہ عزیزان محترمان سعیدان

---

[1] حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے منتشر مکاتیب کو جمع کرنا اور ترتیب دینا ایک مستقل مقالہ کا متقاضی ہے۔ مکاتیب جتنی زیادہ تعداد میں جمع ہوں گے، سیرت کے اسی قدر پہلو اور نمایاں ہوں گے۔ آپ کی سیرت و کردار سے زیادہ قریبی واقفیت رکھنے والا کوئی صاحب علم اگر اس طرف توجہ فرماتے تو اخلاف پر احسان عظیم ہوگا۔ فقیر قادری عفی عنہ

جناب مولانا مولوی محمد سعید شاہ صاحب سلمہ و مولانا مولوی فاضل نوجوان جناب عبدالقادر صاحب سلمہ نے نہایت بہتر امتحان دیا اور نمبر اعلیٰ کے ساتھ کامیاب ہوئے جیسا کہ سیدنا حضرت مفتی اعظم قبلہ کے گرامی نامہ سے واضح ہے۔ یہ ان دونوں عزیزوں سلمہما کی خوش قسمتی ہے کہ جناب کے حلقۂ عقیدت و ارادت میں خلوص سے داخل ہیں۔ حضور والا نے ان کو طلب علم حدیث شریف کے لیے روانہ فرمایا۔ بزرگان دین کی دعا سے مذہب اہل سنت و جماعت کے مطابق و مسلک بزرگانِ دین کے موافق علمِ حدیث کی تعلیم دی گئی۔ حضور والا کی توجہ سے یہ دونوں عزیز سلمہما بانیلِ مرام علی وجہ تمام جناب کی خدمتِ عالی میں حاضر ہو رہے ہیں۔ ان کی ظاہری تکمیل کر کے بزرگانِ دین کے صدقہ سے اور ان کو جبہ عمامہ پہنا کر اور ان کے ہاتھوں میں سند دے کر جناب کی خدمت میں روانہ کر رہے ہیں۔ ان کے سروں پر دین کا بہت بڑا بھاری بوجھ رکھ دیا ہے۔ اب جبہ، عمامہ، سند کی لاج آپ کے ہاتھ میں ہے۔ جناب ان کی باطنی روحانی دستار بندی فرمائیں، ان کی روح کو باطنی جبہ اور نورانی لباس پہنائیں۔ ان کو علمِ باطن کی سند سے مشرف فرمائیں اور ان کی دستگیری فرمائیں۔ یہ آپ کے روحانی فرزند ارجمند ہیں اور جناب ان کے روحانی مربی۔ فقیر کا ارادہ تھا، حاضر ہوتا، مگر بعض وجوہ سے اس وقت حاضر نہ ہو سکا۔ یہ عزیز آنجناب سے خود عرض کر دیں گے۔ پھر موقع ہوا تو فقیر شرفِ زیارت سے مشرف ہوگا۔ ادعیۂ خیر میں فقیر کو یاد فرماتے رہیں۔ جناب والا اور ان عزیزوں سلمہما کے جملہ رشتہ داروں گھر والوں دوستوں نیز ان کے احباب طریقت اور ضلع گجرات کے سب اہل سنت و جماعت کی خدمت میں نہایت پُرزور الفاظ سے مبارکباد عرض کرتا ہے کہ یہ دونوں عزیز درجۂ اعلیٰ میں کامیاب ہوئے۔ والسلام!

فقیر محمد سردار احمد عفرلہ سنی حنفی گورداسپوری، بریلی شریف[1]

---

[1] مکتوب ہذا کی فوٹو سٹیٹ مولانا سید محمد عرفان شاہ خلف الرشید حضرت مولانا سید محمد جلال الدین بھکھی، ضلع گجرات نے مہیا فرمائی ہے۔ ان کے شکریہ کے ساتھ شاملِ اشاعت ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

مکتوب محولہ بالا سے چند روز پیشتر آپ نے ایک مکتوب مولانا رشید احمد صاحب سرپرست مولانا محمد سعید و مولانا عبد القادر کو مانگٹ ضلع گجرات روانہ فرمایا۔ اس مکتوب میں آپ نے منظر اسلام بریلی کے دورہ حدیث کی کیفیت اور مولانا محمد سعید اور مولانا عبد القادر طالب علمان دار العلوم منظر اسلام کی علمی استعداد کا حال لکھا،

۷۸۶
۹۲

مکرم و محترم برادرِ دینی و یقینی جناب مولوی رشید احمد سلمہ المولیٰ الاحد الصمد

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ خیر و عافیت مطلوب۔ گرامی نامہ تشریف لایا۔ عزیزان سعیدان جناب مولانا شاہ محمد سعید صاحب و جناب مولانا فاضلِ نوجوان عبد القادر صاحب سلمہما سے آپ کا ذکرِ خیر سنا۔ یہ پہلا ہی حُسنِ اتفاق ہوا کہ آپ نے فقیر کے نام براہِ راست گرامی نامہ تحریر فرمایا، باعثِ فرحت و سرور ہوا۔ آپ نے دو باتوں پر بہت زور دیا ہے۔ ایک یہ کہ دورۂ حدیث شریف کی تکمیل ہو۔ دوسرے یہ کہ جلدی ہو۔ الحمد للہ کہ ان باتوں پر آپ کے گرامی نامہ تشریف لانے سے پہلے ہی عمل ہو رہا تھا اور آپ کے گرامی نامہ سے مزید تاکید اکید ہوئی یہ دونوں صاحبان یہاں سے کامل ہو کر، سندِ تکمیل لے کر خیر و عافیت سے انشاء المولی العزیز جمادی الآخرہ ۱۳۶۱ھ کے شروع میں مانگٹ پہنچیں گے۔ اپنے تمام عزیز و اقارب کو اور دونوں عزیزوں کے مکان پر تمام حضرات چھوٹوں بڑوں کو درجہ بدرجہ سلام کہہ دیں۔ والسلام فقیر کو اس کے متعلق کہنے کی ضرورت نہیں کہ دونوں عزیزان نہایت ذوق و شوق محبت سے پڑھ رہے ہیں۔ آپ ان کی واپسی پر نہایت مسرور ہوں گے۔ مولیٰ عزوجل نے چاہا تو یہ دونوں صاحبان ایک نفیس چیز بن کر آئیں گے۔ والسلام

فقیر سردار احمد عفرلہ

۲۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۶۱ھ، بریلی شریف [1]

---

[1] مکتوب ہذا کی فوٹوسٹیٹ مولانا سید محمد عرفان مشہدی بھکھی ضلع گجرات نے مہیا فرمائی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ اپنے تلامذہ کا تذکرہ کس محبت سے فرماتے۔ آپ نے محولہ بالا مکاتیب میں پڑھ لیا۔ اب انہی تلامذہ کے نام ایک مکتوب محررہ ۲۵ رجب المرجب ۱۳۶۱ھ / ۸ اگست ۱۹۴۲ء بھی ملاحظہ ہو۔ پتہ میں ان تلامذہ کا ذکر یوں ہے:

"بمطالعۂ ساطعہ عزیز محترم مولانا مولوی شاہ محمد سعید صاحب سلمہ
وعزیز فاضل نوجوان مولانا عبدالغفار سلمہ"

مکتوبِ گرامی یہ ہے:

۶-۷
۹۲

بریلی شریف

۲۵ رجب ۶۱ھ عزیزان سعیدان رشیدان سلمہا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، خیر و عافیت۔ دعواتِ وافرہ

انتظارِ شدید کے بعد لطیفہ و مکتوبِ سفرنامہ موصول ہوا۔ دہلی و پانی پت و سرہند و شرقپور مقاماتِ متبرکہ، مزاراتِ طیبہ کی حاضری سے آپ نے شرف حاصل کیا، اس سے فقیر کو نہایت ہی سرور حاصل ہوا، مگر اس کا بہت صدمہ ہوا کہ آپ دونوں میں سے کسی نے دیوبند سوالات بھیجنے کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔ آپ اس کے متعلق ضرور لکھیں تاکہ اطمینان ہو۔ آپ کی روانگی کے بعد دیوبند سے مولوی حبیب اللہ آئے تھے۔ وہ دیوبند دورۂ حدیث پڑھتے تھے۔ مجھے پہلے سے جانتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دیوبند اب تک دورہ صرف یہ ہوا کہ بخاری شریف کے تقریباً چار پارہ کل، اور طحاوی شریف تا کتاب الاذان۔ ترمذی شریف تا باب رفع الیدین چند اسباق مؤطا شریف کے ____ اور حسین احمد مدنی دیوبند کا صدر اب گرفتار ہے۔ یہ ہے وہاں کے دورہ کی حقیقت، جس کی اتنی شہرت ہے۔ اس درمیان میں اگر انھی والے دیوبندی طلبہ یا کسی دیوبندی مولوی سے آپ دونوں میں سے کسی کی گفتگو ہو تو ضرور اطلاع دینا۔ اب جو بھی آپ کا مکتوب آئے، اس میں مذہبِ سنیت کی تبلیغ و اشاعت کے متعلق لکھیں کہ میں نے یہ تبلیغ کی، میں نے یہ اشاعت کی، میں نے بدمذہب کا یوں رد کیا۔ اپنی دینی خدمتوں کو

لکھیں، اس سے فرحت و سرور ہوگا، ورنہ اور باتوں سے بالذّات کیا خوشی ؟ فقیر متعدد روز سے صاحبِ فراش ہے۔ دائیں ران پر پشت کی جانب ایک بہت بڑا زہریلا پھوڑا نکلا۔ چند روز کے بعد پھوٹا، کئی دن مواد بہتا رہا۔ اب آرام ہے، مگر بلا تکلف نہیں چل سکتا۔ امید ہے کہ دو تین روز تک طبیعت صاف ہو جائے گی۔ پھر جے پور، اجمیر شریف جلسہ کے لیے حاضر ہوں گا۔ راولپنڈی سے بھی کوئی نہیں آیا۔ جالندھر سے پیہم اور تقاضے پر تقاضا آرہا ہے۔ وہاں راستہ میں غالبًا تین چار روز کے لیے اترنا پڑے گا۔ ۱۵ شعبان کو آپ کے ہاں پہنچنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ شعبان کے آخری ہفتہ میں شاید ہو سکے۔ ہاں عید کے بعد ہی متصل ہو تو فقیر کو آسانی ہوگی۔ دیکھیں جے پور، اجمیر شریف سے واپسی کب ہوتی ہے۔ اس خط کے پہنچنے کے ایک ہفتہ تک اگر آپ کوئی خط لکھیں، تو اس پتہ پر ـــــ ریاست راجپوتانہ جے پور۔ گھاٹ دروازہ، تکیہ آدم شاہ، مولانا صوفی عبد الرحمٰن و کریم اللہ صاحب جوہری کی معرفت سردار احمد غفرلہ ـــــ حضرت محدث صاحب کو خط دے دیا ہے اور مولوی عبد الحق سلمہ کو پہنچا دیا گیا۔ وہ بے چارہ زیادہ بیمار ہے۔ حضرت مفتیِ اعظم قبلہ غالبًا آج گاؤں سے تشریف لائیں گے۔ آپ نے دہلی خواجہ نظام الدین اولیا محبوبِ الٰہی قدس سرہ کی زیارت کی۔ حضرت زر زری زر بفت کا مزار مقدس مقام روضہ خلد آباد ضلع اورنگ آباد، حیدر آباد دکن ہے۔ فقیر وہاں امسال حاضر ہوا تھا اور زیارت سے مشرف ہوا تھا۔ آپ نے کیسے لکھا کہ دہلی حضرت زر زری زر بفت کی زیارت کی اور سب یہاں خیریت ہے۔ آپ دونوں اپنے عزیزوں، بزرگوں سے اہلِ سنت سے سلام کہیں۔ آپ خیر و عافیت کا ایک خط مستقل طور پر حضرت مفتیِ اعظم قبلہ کی خدمت میں ضرور لکھیں۔ والسلام۔ والدّعا:

فقیر سردار احمد غفرلہ [1]

اس طویل مکتوب کو آپ نے کارڈ پر لکھا ہے۔ یہ آپ کی تحریر کی خوبی ہے۔ طلبا اور علما،

---

[1] اس مکتوب کی فوٹو سٹیٹ جناب محمد مرید احمد چشتی مؤلف "جہانِ رضا" کی وساطت سے دستیاب ہوئی۔

کو آپ اپنی برادری تصور فرماتے۔ ان کی خوشی کو آپ اپنی خوشی اور ان کی غمی کو آپ اپنی غمی سمجھتے دینی کامیابی پر آپ مسرت کا اظہار فرماتے۔ دنیوی معاملات میں کامیابی سے آپ بے تعلق رہتے۔ اَلْحُبُّ لِلّٰہِ اور اَلْبُغْضُ لِلّٰہِ آپ کی سیرت کا نمایاں پہلو ہے۔ مذہب حق اہل سنت وجماعت کی تبلیغ واشاعت کے ساتھ ضروری ہے کہ مخالفین کے کردار وعمل سے واقفیت حاصل کی جائے تاکہ مناسب طور پر ان کی تردید کی جا سکے۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نہایت کامل احتیاط سے مخالفین کے کردار وعمل کا جائزہ لیتے تاکہ حقیقت واضح ہو۔ محض افواہوں پر آپ اعتماد نہ فرماتے، اس کے لیے ٹھوس معلومات حاصل کرنے کی کوشش فرماتے۔ اسی سلسلہ کا ایک اور مکتوب ملاحظہ ہو۔ ۱۳۷۲ھ / ۱۹۵۲ء کی تحریک ختم نبوت میں اہل سنت نے گرفتاریاں پیش کیں۔ دیگر فرقے، جو مجلس عمل تحریک ختم نبوت میں بظاہر شامل تھے، بھی گرفتاریاں پیش کرنے کے دعویدار تھے، لیکن ان کا عمل کچھ مختلف تھا۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے ۱۶ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۲ھ / ۳ مارچ ۱۹۵۳ء کو ایک مکتوب مولانا معین الدین شافعی کو لکھا جو ان دنوں کراچی مقیم تھے:

۷۸۶
۹۲

از لائل پور

فقیر قادری غفرلہ

۱۶ جمادی الاخریٰ ۷۲ھ — عزیز محترم محتشم سلمہ

سہ شنبہ — دعائیں۔ سلام مسنون۔ خیر وعافیت

پرسوں بروز اتوار مولوی دیوبندی یونس یہاں سے لاہور مع چند رضا کار گرفتاری کرانے کے سلسلے میں گیا اور وہاں جا کر خاموش رہا۔ اپنے کو گرفتاری کے لیے نہیں پیش کیا۔ آج "غریب" میں چھپا ہے کہ کل مولوی یونس مع رضا کار کراچی کو روانہ ہو گیا ہے۔ آپ مولوی ظفر علی صاحب کی معرفت ضرور تحقیق کریں کہ وہ دیوبندی مفتی وہاں پہنچا ہے یا نہیں۔ کتنے رضا کار

اس کے ساتھ ہیں اور وہاں وہ گرفتار ہوا ہے یا نہیں؟ وہاں کس کے پاس رہتا ہے۔ اگر وہ گرفتار نہیں ہوا، تو آپ فوراً تار دے دیں۔ مضمون ایسا ہو۔ یونس مفتی آزاد ہے یا مفتی یونس محلہ میں ہے۔ اگر مولانا معین الدین روانہ ہو گئے ہوں، تو سراج احمد بلکہ مولانا محسن تحقیق کر کے تار دیں۔ نماز جمعہ سے پہلے تار یہاں مل جائے۔ سب اہل سنت پرسانِ حال کو سلام۔"[1]

۱۳۷۳ھ / ۱۹۵۳ء کو مولانا معین الدین شافعی، مقیم کراچی کے ہاں چوری کی واردات ہوئی جس کے نتیجہ میں ان کا کافی نقصان ہوا۔ ظاہر ہے اس صورتِ حال میں انسان کا پریشان ہونا فطری امر ہے۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو اس صورتِ حال کا علم ہوا تو آپ نے انہیں خط لکھا۔ اس مکتوب میں آپ نے ان سے اظہارِ تاسف فرمانے کے بعد تسلی دی اور اپنی سارنگی کے قیام کی چوری کا یاد دلایا اور لکھا کہ ایسے موقعوں پر صبر ہی باعث اجر اور خیر و برکت ہے۔ دنیوی مال سے انسان کے تعلق کا شرعی و روحانی حکم واضح فرمایا۔ نیز عظمت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلوے دکھائے۔ مکتوب کیا ہے شرعی اور روحانی مسائل کی ایک عظیم دستاویز ہے۔ کاش! ہم میں ہر ایک ان پر کاربند ہو سکے۔ اب مکتوب کی اصل عبارت پڑھیں:

۷۸۶
۹۲

فقیر ابوالفضل غفرلہ

۲۵ ربیع الآخر شریف ۷۳ھ

از لائل پور

عزیز محترم فاضل محتشم زید اخلاصہ

ادعیہ صالحہ۔ سلام مسنون۔ خیر و عافیت

کل جمعہ مبارکہ کو آپ کا خط ملا۔ کاشفِ احوال ہوا۔ سامان کے چوری ہونے اور نقصان عظیم ہونے کا سخت صدمہ ہوا۔ آپ صبر کریں اور اطمینان رکھیں۔ مولیٰ عزوجل کے فضل و کرم سے نعم البدل مقدر ہو جائے گا۔ ایسے مواقع بھی پیش آجاتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے

---

[1] اس مکتوب کی فوٹو سٹیٹ، مولانا معین الدین، فیصل آباد نے مہیا کی ہے۔

کہ سارو کی مکان سے کتنا نقصان ہوا۔ اون دنوں آپ فقیر کے ساتھ رہے۔ ہزاروں کے نقصان، لاکھوں کروڑوں کے اموال برباد ہوئے۔

یہ دنیا اور دُنیا کے اموال فانی ہیں۔ ان اموال سے بظاہر تعلق رہے اور جو مال جائے اس کی پرواہ نہ کی جائے۔ مال کیا چیز ہے؟ دین و ایمان باقی و محفوظ رہے۔ عقیدہ صحیحہ دائم رہے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہمارے عقیدہ میں خزائنِ الٰہیہ کے مختار ہیں جو چاہیں، جب چاہیں، جس کو چاہیں باذنِ پروردگار عطا فرمائیں۔ ایسے کریم رؤف و رحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہوتے ہوئے گھبرانے کی کیا ضرورت ہے ؎

کریم ایسا ملا کہ جس کے کھلے ہیں ہاتھ اور بھرے خزانے
پھر بتاؤ اے مفلسو! تمہارا دل کیوں اضطراب میں ہے

خدا کرے آپ خیریت سے بمبئی جائیں اور شاد شاد واپس آئیں۔ ایک عسر کے ساتھ دو یُسر ہیں۔ اس حادثۂ سرقہ سے مفہوم ہوتا ہے کہ آپ کو فتوحات حاصل ہوں گی۔ مولیٰ عزوجل اپنے حبیب لبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ سے آپ کو دینی دنیوی برکتوں سعادتوں سے نوازے۔ آمین! جملہ پُرسانِ حال کی خدمت میں سلام مسنون۔ عزیزانِ کاظم، ناظم، طارق سلمہم کو دُعا پیار۔ عزیزم حاجی عبدالعزیز صاحب سلمہ اور اُن کے صاحبزادوں سلمہم اور حاجی غلام رسول صاحب سلمہ اور اُن کے صاحبزادوں کو سلام۔ مولانا محسن صاحب و مفتی صاحب و قاری صاحب پُرسانِ حال اہل سنّت کو سلام و دُعا۔" [1]

برصغیر بالخصوص پاکستان میں اور دیگر ممالکِ اسلامیہ میں آج کل غیر مقلدیت کا شور مچا ہے کہ آئین و قانون کی بنیاد غیر مقلدیت و نجدیت پر ہو۔ اس امر کے لیے ہر قسم کے وسائل کام میں لائے جا رہے ہیں، مگر علماء اہل سنّت شکر اللہ سعیہم کی تمام تر خدمات فقہ حنفی کو آئین و قانون

---

[1] مکتوب ہذا کی فوٹوسٹیٹ مولانا محمد معین الدین شافعی، حال مقیم فیصل آباد (مکتوب الیہ) نے مہیا کی ہے۔ ان کے شکریہ کے ساتھ شاملِ اشاعت ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

بنانے کے لیے وقف ہیں۔ چونکہ برصغیر میں گزشتہ ایک ہزار سالہ اسلامی حکومت کے آئین و قانون کا مدار فقہ حنفی ہی رہا ہے، اب بھی انشاء اللہ فقہ حنفی کا رواج ہوگا۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ اس آنے والے خطرات کو ملاحظہ فرما کر اپنے تلامذہ کی تربیت اس طرح فرماتے کہ فقہ حنفی کی حقانیت کو قرآن و سنت اور دلائل عقلیہ سے واضح کرسکیں۔ اس سلسلہ میں صرف ایک ہی مکتوب پیش کر دینا کافی ہے۔ آپ نے یہ مکتوب مولانا غلام رسول حال شیخ الحدیث جامعہ رضویہ، فیصل آباد کے نام ۱۳۶۴ھ / ۱۹۴۵ء کو لکھا۔ آپ نے یہ مکتوب گرامی دورانِ تعطیلات دیال گڑھ سے لکھا:

۱۷ رمضان ۱۳۶۴ھ ۷۸۶/۹۲

عزیز محترم محتشم فاضل نوجوان سلمہ الرحمٰن

ادعیہ صالحہ۔ دعواتِ زاکیہ۔ سلام مسنون۔ خیر و عافیت۔

آپ کے والدِ محترم تشریف لائے۔ آپ کا مکتوب اور حل کتاب ہمراہ لائے جسے دیکھ کر فرحت و سرور حاصل ہوا۔ مولیٰ عزوجل آپ کی سعیِ جمیل اور کوششِ جلیل کو قبول فرمائے آمین! اور اس امرِ مہم کو پایۂ تکمیل تک پہنچائیے۔ اگر ہوسکے تو آپ شرح میں اس امر کا التزام رکھیں کہ ہر مسئلہ پر کم از کم ایک دلیل آیتِ کریمہ یا حدیث شریف اور ایک دلیلِ عقلی تحریر کریں اور کنز کی شروح کثرت کے ساتھ ہیں۔ مختصر بھی اور مطول بھی۔ ان دیار میں اس زمانہ کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے آپ کو چاہیے کہ فقہ حنفی کے عنوان سے رسائلِ جدیدہ تحریر کریں اور ان رسائل میں مسائلِ احناف پر ادلہ قائم کریں اور غیر مقلدین کے مسائل کا ضعف دکھائیں۔ شیعہ و روافض کے رد میں علم اٹھائیں۔ دیوبندیہ وہابیہ کے مذہبِ باطل کے پرخچے اڑائیں۔

الغرض جیسا کہ شرح عقائد میں فرق ضالہ معتزلہ، کرامیہ، خارجیہ وغیرہا کا رد کیا ہے۔ ایسے آپ اور باقی احباب اہل سنت کو چاہیئے کہ فرق باطلہ حاضرہ کے رد میں خصوصیت سے قلم اٹھائیں۔

فقیر کا ارادہ تھا کہ آپ کم از کم چھ ماہ، آٹھ ماہ کے لیے بریلی شریف چلتے اور وہاں مدتِ مذکورہ

تک قیام کرتے۔ کتاب الایمان و کتاب العلم صرف بخاری شریف کا اگر مرضی ہوتی تو سُن لیتے، یا کتبِ مختلفہ کا مطالعہ کرتے رہتے اور سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی تحریرات نقلیہ عقلیہ کا مشاہدہ کرتے اور وہاں سے سند لے کر پنجاب میں آتے ـــــــ میں پنجاب میں آپ کا مزید اعزاز ہوتا۔ دین و دنیا کے فوائد اس میں مضمر ہیں۔ آپ کی تنخواہ میں بھی معقول ترقی ہوتی۔ اور سب اہل سنت کے نزدیک آپ معزز اور ہر دلعزیز ہوتے۔ آئندہ اختیار بید مختار۔ آپ کو یہ مشورہ صرف کی ترقی دینی دنیوی اور ہمدردی کے لیے دیا جاتا ہے۔ فتدبر۔

فقیر سردار احمد غفرلہٗ [1]

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ اپنے متوسلین پر بڑے شفیق تھے اور ان کے لیے خیر و برکت کے خواہاں۔ اس سلسلہ میں چند مکاتیب ملاحظہ ہوں:

مولانا ابو داؤد محمد صادق، گوجرانوالہ، آپ کے اجلّہ تلامذہ میں سے ہیں۔ آپ کے مرید اور خلیفہ مجاز بھی ہیں۔ ان کے نام ایک مکتوب یہ ہے:

جامعہ رضویہ مظہر اسلام — ۷۸۶/۹۲

لائل پور

۵ر صفر المظفر ۱۳۸۰ھ — عزیز محترم فاضل نوجوان سلمہ الرحمٰن

سلام مسنون۔ دعوات صالحہ۔ خیر و عافیت۔

اس جمعرات کو دربار گوہر بار حضرت مخدوم علی قبلہ ہجویری داتا گنج بخش قدس سرہ میں حاضری کا ارادہ ہے۔ آپ کے متوسلین کے لیے شجرے ہمراہ ہوں گے۔ یہاں پر سب احباب خیر و عافیت سے ہیں۔ گھر میں بھی خیریت ہے۔ مولیٰ عزوجل آپ کو مخلوق کے لیے چشمۂ فیوض و برکات بنائے۔ آمین

---

[1] مکتوب ہذا کی فوٹو سٹیٹ مولانا حافظ محمد احسان الحق، فیصل آباد نے مہیا فرمائی ہے۔ ان کے شکریہ کے ساتھ شاملِ اشاعت ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

ہفتہ کے روز دعوت کاٹن ملز میں تھی۔ تانگہ پر واپس آرہا تھا، تو شجرہ میں آپ کے متعلق شعر کے اضافہ کرنے کا خیال آیا، تو ذہن میں یہ آیا ؎

زینتِ صدق وصفا سے کر مجھے آراستہ
مرشدی صادق محمد باصفا کے واسطے

آپ کے مریدین اس شعر کو پڑھیں گے۔ والسّلام والدّعا
عزیزانِ طریقت واحباب پُرسانِ حال کو سلام۔ والسلام والدّعا

فقیر ابوالفضل غفرلہ [1]

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ عموماً شعر نہ کہتے تھے، لیکن گاہے گاہے شعر موزوں فرمالیتے۔ مکتوب بالا میں شجرہ میں اضافہ کے لیے شعر موزوں فرمایا جو مکتوب الیہ حضرت مولانا ابوداؤد محمد صادق پر کمال شفقت ومحبت کی دلیل ہے۔

دوسرے حج کے موقع پر آپ نے اپنے متعلقین کو جو مکتوب مدینہ منورہ سے ارسال فرمائے۔ ان میں سے صرف دو مکتوب پیشِ خدمت ہیں۔ مولانا حافظ محمد شفیع صاحب صدر انجمن فدایانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، فیصل آباد کے نام ایک مکتوب یہ ہے:

۷۸۶   از مدینہ منوّرہ
۹۲   ۱۴ محرم ۱۳۷۶ھ

عزیزم حافظ محمد شفیع صاحب صدر انجمن سلمہ

دعواتِ صالحہ وسلام مسنون۔ خیر وعافیت

لنا فہ ملا۔ کاشف کو انکشاف ہوا۔ بیت المقدس، بغداد شریف، حمص وحلب، عمان، دمشق ودیگر مقاماتِ متبرکہ پر حاضری کا ارادہ تھا، مگر بعض وجوہ سے ملتوی ہوگیا، لہٰذا فقیر کا

---

[1] مکتوب ہذا کی فوٹو سٹیٹ مولانا ابوداؤد محمد صادق، گوجرانوالہ (مکتوب الیہ) نے مہیا فرمائی ہے۔ ان کے شکریہ کے ساتھ شاملِ اشاعت ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

ارادہ تیسرے جہاز میں آنے کا ہے۔ غالباً ۱۲؍اگست کو جدہ سے چلے گا۔ کراچی کتنے روز قیام رہے گا۔ اس کے متعلق ابھی تحریر نہیں کر سکتا۔ کراچی پہنچ کر یہ فیصلہ ہو سکتا ہے۔ آپ احباب مفتی ظفر علی صاحب کو تحریر کر دیں کہ وہ فقیر کے متعلق آپ کو مطلع کر دیں۔ بذریعہ تار کہ فقیر کس تاریخ کو کراچی پہنچ رہا ہے۔ اون کو جدہ سے تار دیتے کا ارادہ ہے۔ عزیزم چوہدری محمد عبداللہ سلمہٗ کے لیے صحت و شفاء کی دعائیں بھی کی ہیں۔ عزیزانِ غلام رسول، محمد عبداللہ، ماسٹر محمد صدیق، عنایت علی، محمد حنیف، محمد اسمٰعیل، محمد امین، محمد الیاس، احمد دین، عبد المجید و محمد طفیل و سعید و برکت علی پہلوان، ماسٹر فضل دین و دیگر سب احباب کے لیے دعائیں کی ہیں۔ مولیٰ عزّ و جل سب کے دین و ایمان، روزی، کاروبار، اولاد میں برکتیں عطا فرمائے آمین! ان عزیزوں کو اور سب احباب اہلِ سنت پُرسانِ حال کو سلام کہہ دیں۔ غازی محمد حسین حوالدار کو بھی، اور عزیزم حکیم محمد شریف و منظور احمد و عزیزم مولانا محمد یعقوب صاحب و جناب محمد شفیع صاحب انارکلی، جھنگ بازار کے سب دکاندار احباب اہلِ سنت ارشد مارکیٹ کے سب اہلِ سنت بلکہ تمام اہلِ سنت و جماعت کو سلام کہہ دیں، کہلا دیں۔ والسلام والدعا

فقیر ابوالفضل محمد سردار احمد غفرلہٗ [1]

مدینہ منورہ سے ایک مکتوب مولانا حافظ محمد احسان الحق، فیصل آباد کو لکھا :

۷۸۶
۹۲

از مدینہ منورہ
۸ محرم الحرام ۷۶ھ

عزیزِ محترم فاضل نوجوان مولانا احسان الحق صاحب سلمہ

سلام مسنون۔ خیر و عافیت۔ آپ کا مفصل لفافہ ملا۔ کاشفِ کوائف ہوا۔ آپ اور آپ کے والدین اور اہل و عیال برادران و اقربا بلکہ سب احباب کے لیے زیارت

---

[1] مکتوب ہذا کی فوٹو سٹیٹ حافظ محمد شفیع (مکتوب الیہ) نے مہیا کی ہے۔ ان کے شکریہ کے ساتھ شاملِ اشاعت ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

حرمین طیبین وسعادتِ دارین کے لیے دعائیں کی ہیں اور دربارِ رسالت ودربارِ خلافت میں صلوات وتسلیمات، تسلیمات عرض کردیئے ہیں۔ مولیٰ عزّ وجل دین وایمان و عملِ صالح وعلمِ نافع میں ترقی عطا فرمائے اور مذہبِ اہل سنّت کی تبلیغ واشاعت کی مزید توفیق بخشے۔ مولانا حاجی مفتی محمد امین صاحب و مولانا حاجی محمد حنیف صاحب، دیگر احباب پُرسانِ حال کو سلام کہہ دیں۔ والسلام والدعا

فقیر ابوالفضل محمد سردار احمد غفرلہٗ [لہ]

بعض اوقات شیخ الحدیث قدس سرہ اپنی تبلیغی مصروفیات سے اپنے احباب کو مطلع فرماتے۔ اسی نوعیت کا ایک مکتوب مولانا تقدس علی خاں رضوی بریلوی شیخ الجامعہ جامعہ قادریہ پیر گوٹھ (سندھ) کے نام ہے۔ اس مکتوب میں بعض تبلیغی سفر اور چند تاریخی واقعات کا تذکرہ ہے:

۷۸۶
۹۲

فقیر ابوالفضل غفرلہٗ
از لائل پور
۲۵ رمضان المبارک
(۱۳۷۵ھ)

عید مبارک
مولانا المکرم زید لطفہٗ

ہدیۂ سلام مسنون۔ خیر وعافیت۔ مزاجِ گرامی! جلسہ سالانہ میں بہت اشتیاق وانتظار تھا کہ جناب تشریف لائیں گے، مگر عزیزم نعمانی میاں سلمہ کی علالت کی وجہ سے آپ تشریف نہ لاسکے۔ فقیر جلسہ کے چند روز بعد حیدرآباد بعض احباب کے اصرار پر گیا۔ ایک دفعہ پہلے حاضر ہوا تھا۔ غالباً رجب المرجب میں تین اجلاس ہوئے تھے، اچھا اثر رہا پھر وہابیہ نے اجلاس کیے۔ احباب نے بلایا، اس وقت نہ جا سکا۔ آخر شعبان میں گیا۔

لہ مکتوب ہٰذا کی فوٹو سٹیٹ مولانا حافظ محمد احسان الحق (مکتوب الیہ) نے مہیا کی ہے۔ ان کے شکریہ کے ساتھ شاملِ اشاعت ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

دو اجلاس ہوئے۔ بہت کامیاب ہوئے۔ سُنّیت و رضویت کی خوب اشاعت ہوئی۔ ہفتہ کو یہاں سے روانہ ہوکر اتوار کو حیدر آباد پہنچا۔ اتوار، پیر دو دن قیام رہا۔ منگل کو پانچ بجے صبح روانہ ہوکر دس بجے کراچی پہنچا۔ مفتی ظفر صاحب، حاجی اسمٰعیل صاحب لے جانے کے لیے کار لائے تھے۔ رات کراچی رہا۔ دن کو عزیزم مولانا نعمانی میاں صاحب کو دیکھنے گیا اور احباب سے ملاقات ہوتی رہی اور شام کو وہاں سے روانہ ہوکر جمعرات کو مغرب سے پہلے یہاں پہنچا۔ چاند دیکھا اور جمعہ کو روزہ رکھا، مگر لائل پور اکھاڑہ بنا ہوا۔ غیر مقلدیہ و دیوبندیہ نے دو تین سال کے بعد پھر پوری قوت سے سر اٹھایا، ان کے رد میں مشغول رہا۔ اب وہ مغلوب ہیں۔ امن و سکون ہے۔ جناب والا کو صحت و عافیت حاصل ہوئی۔ بہت مسرت ہوئی۔ یہاں دعاؤں کا سلسلہ جاری تھا، مگر جناب نے اس کے متعلق کوئی اطلاع نہیں دی جس کا سخت افسوس رہا۔ جلسہ سے پہلے کچھ دن عزیزم نعمانی میاں سلمہ ربہ کی علالت اور وہاں جانے کے متعلق آپ کا خط ملا۔ ہوسکتا ہے کہ آپ نے اپنی صحت کے متعلق خط تحریر فرمایا ہو اور فقیر (کو) نہ ملا ہو۔ آپ کے والد صاحب کی خدمت میں سلام۔ عزیزم اختر حامد سلمہ کو دعا۔ احباب پُرسانِ حال کو سلام۔ والسّلام

فقیر ابو الفضل محمد سردار احمد غفرلہ
خادم اہل سنت و جماعت[1]

ریڈیو، ٹیلی فون وغیرہ پر چاند کی خبر کا مسئلہ آپ کی لائل پور کی زندگی میں ایک معرکۃ الآراء حیثیت کا حامل رہا۔ اس سلسلہ میں آپ کا موقف واضح تھا۔ مخالفین اہل سنّت نے متعدد مرتبہ چاند کے مسئلہ کو اپنی انا کا مسئلہ بنالیا، مگر ہمیشہ مغلوب ہوئے۔ چاند کے مسئلہ کی آڑ میں انہوں نے آپ کے خلاف مقدمہ بازی کی، مگر ہمیشہ ناکام رہے۔ شوال ۱۳۷۳ھ / جون ۱۹۵۴ء چاند کا معاملہ بھی مختلف فیہ رہا۔ اس سلسلہ میں آپ کا ایک اور مکتوب مولانا تقدس علی بریلوی کے نام ہے؛

[1] مکتوب ہذا مکتوب الیہ مولانا تقدس علی بریلوی نے مہیّا فرمایا ہے۔ ان کے شکریہ کے ساتھ شاملِ اشاعت ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

۷۸۶
۹۲

ابوالفضل محمد سردار احمد غفرلہ

خادم اہل سنت وجماعت

جھنگ بازار۔ لائل پور

۲۵ ذی قعدہ ۷۳ھ   مولانا المکرم المحترم زید لطفہ،

ہدیۂ سلام مسنون۔ خیر وعافیت۔ مزاج گرامی

گرامی نامہ تشریف لایا، باعث فرحت وسرور ہوا۔ مسمی حاجی محمد صدیق، جس لڑکے کے متعلق آپ نے تحریر فرمایا ہے، وہ یہاں نہیں آیا۔ انگریزی اسکول یہاں کثرت سے ہیں۔ وہاں کے متعلق معلوم نہیں اور آج کل تو یہاں انگریزی اسکولوں میں تعطیلات ہیں، لہٰذا بند ہیں، وہاں تفتیش کرنا نہایت دشوار ہے۔

معلوم ہوا ہے کہ عزیزم مولانا اعجاز ولی خاں صاحب سلمہ لاہور دارالعلوم نعیمیہ میں تشریف لے آئے ہیں اور جہلم سے لاہور مع اہل وعیال منتقل ہوئے ہیں۔

کئی سال سے وہابیہ موقع تلاش کرتے تھے، چنانچہ اس سال انہوں نے صرف ریڈیو، ٹیلیفون کی اطلاع پر عید کرلی اور وہابیہ دیوبندیہ غیر مقلدیہ، چکڑالویہ، مودودیہ، مرزائیہ قادیانیہ لاہوریہ، شیعہ، رافضیہ سب نے مل کر مقابلہ کیا اور بدنام کیا اور بہت ہی زیادہ غلط پروپیگنڈے کیے۔ پہلا مقدمہ جو خارج ہو، اوس میں یہ بہت ذلیل وخوار ہوئے۔ اور اس میں ان شاء المولی العزیز ذلیل وخوار ہوں گے۔ کل تاریخ ہے۔ دعا فرمانا۔ والسلام والدعا۔

ابوالفضل غفرلہ [۱]

[۱] مکتوب ہذا مولانا تقدس علی خاں بریلوی (مکتوب الیہ) نے مہیا فرمایا ہے۔ ان کے شکریہ کے ساتھ شامل اشاعت ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

ریڈیو، ٹیلی فون، ٹیلی وژن خط او راخبار کی اطلاع وخبر پر چاند کے شرعی ثبوت وعدم ثبوت کو سمجھنے اور اس بارے میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے موقف کو معلوم کرنے کے لیے آپ کا ایک طویل مکتوب پیش خدمت ہے۔ خط کی تحریر مولانا محمد حسین سکھروی متعلم جامعہ رضویہ لائل پور، حال شیخ الحدیث سکھر (سندھ) کے قلم سے ہے۔ آخر میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے دستخط ہیں۔ مکتوب کے ابتدائی کلمات (تاحال) دستیاب نہ ہو سکے۔ یہ خط مولانا ابوالفیض عبدالکریم ابدالوی، خانقاہ ڈوگراں، ضلع شیخوپورہ کے نام ہے:

"... اس سال حضرت مولانا ولی النبی صاحب، جو پشاور کے علاقہ کے ہیں اور قابل مدرس ہیں اور پیرزادے اور شریف طبیعت ہیں۔ تقریباً ۴۵ سال ان کی عمر ہے۔ میرے اجمیر شریف کے زمانۂ تعلیم میں جب میں اوپر کی کتابیں پڑھتا تھا، تو یہ وہاں ابتدائی کتابیں پڑھتے تھے۔ ان مولانا کا تقرر ہمارے جامعہ میں ہو گیا ہے۔ علم ریاضی اور معقول کی تعلیم دیتے ہیں۔ جامعہ میں رونق ہے۔ حضور غوث پاک، حضرت داتا صاحب، حضرت سلطان الہند غریب نواز قدست اسرارہم کی برکت ہے۔ آپ نے چاند کی تاریخ کے متعلق پوچھا ہے، تو اس کے متعلق آپ کیا پوچھتے ہیں، جیسے اور سینکڑوں باتوں کا رونا ہے، دین کے دشمن، ملک کے بدخواہ، دین کے غدار مولویوں نے پاکستان میں ایک فتنہ وفساد برپا کر رکھا ہے۔ کئی بھیس بدلتے ہیں اور اسلام کا نام لے کر بیچارے سیدھے سادے مسلمانوں کو خراب کرتے ہیں۔ رمضان المبارک کا پیارا مہینہ تیس دن کا ہوا، مگر ان غدار مولویوں نے صرف حکومت کے کہنے پر ہزاروں مسلمانوں کے روزے برباد کئے۔ لائل پور میں بھی بعض حکام کے اصرار کرنے پر مولوی یونس احراری دیوبندی اور اُن کے ساتھی دیوبندی مولویوں نے مل کر جعلی فرضی شہادتیں بنا لیں اور رات کے ڈیڑھ دو بجے جبکہ مسلمان سحری کھانے اٹھے، تو بغیر ثبوت شرعی گولا چھوڑوا دیا اور اعلان کر دیا کہ صبح عید ہے۔ سارے شہر لائل پور میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔ ارد گرد کے چکوک میں شور وغل مچ گیا۔ ہم نے اسی رات کے ایک بجے شہر کے مختلف محلوں میں اپنے آدمی بھیج دیئے

اور لاؤڈ سپیکر پر اعلان کرادیا کہ خبردار آج عید کے چاند کا کوئی ثبوت شرعی نہیں ہے۔ سحری کھاؤ، روزے رکھو، چنانچہ لاؤڈ سپیکر کے ذریعے بازاروں میں بھی اعلان کرایا۔ ہفتہ کے دن وہابیوں نے عید کی، لیکن چوری چھپے۔ ہفتہ کے دن شہر میں کوئی عید کے آثار نمایاں نہ تھے۔ خدا کے فضل سے دو سال سے تقریباً تمام جمہور پبلک کو جامعہ رضویہ کے فتویٰ کا اعتبار ہے جو تاریخ عید کی ہمارے یہاں سے منقرر ہوتی ہے۔ پبلک عموماً اس پر عمل کرتی ہے۔ رات کے ۲ بجے سے لے کر تقریباً دن ۱۰ بجے تک شہر کے محلوں سے، گرد و نواح کے چکوں سے دور دور مقامات سے، یہاں تک کہ چنیوٹ اور سرگودھا سے کثرت سے لوگ آئے یہ تحقیق کرنے کے لیے کہ آج عید ہے کل۔ یہاں پر سے تحریر لکھ کر دی گئی، جامعہ کی مہر کر دی گئی کہ عید ہفتہ کی نہیں بلکہ اتوار کی ہے۔ جب اتوار کو کمپنی باغ کھیل والی گراؤنڈ میں نماز عید ہوئی، تو تقریباً ایک لاکھ کا مجمع تھا۔ جس میں سینکڑوں وہابی بھی تھے کہ ہفتہ کو نمازِ عید پڑھ چکے تھے، وہ بھی اتوار کو دوبارہ اہل سنت کے ساتھ شامل ہو گئے۔ جن حکام نے ہفتہ کو عید کی تھی، وہ بھی بہت نادم، پشیمان ہوئے اور اتوار کو انہوں نے بھی عید دوبارہ پڑھی ہفتہ کے دن عید کا جن وہابی مولویوں نے فتویٰ دیا تھا، وہ سب گھروں میں چھپے رہے۔ دو تین روز تک عام طور پر باہر نہیں نکلے۔ وہابیوں کے نزدیک یہ عید کا مہینہ ۳۱ دن کا ہوا۔ انہوں نے ہفتہ کو عید کی اور پیر کو چاند دیکھا ذی قعدہ کا، تو ان کے نزدیک عید کا مہینہ ۳۱ دن کا ہوا۔ جب سے چاند اور سورج پیدا ہوئے اور جب سے دنیا ہے چاند کا مہینہ ۲۹ کا ہوتا ہے یا ۳۰ کا۔ مگر چودھویں صدی کے وہابیوں دیوبندیوں نے خلافِ شرع ۳۱ کا مہینہ بنالیا۔ بعض مہینے انگریزوں کے نزدیک ۳۱ کے ہوتے ہیں اور بعض مہینے ہندوؤں کے نزدیک ۳۲ کے ہوتے ہیں۔ یہ کانگرسی اثر کی نحوست ہے اور انگریزی اثر کی یبوست ہے کہ دیوبندیوں نے ۳۱ دن کا قمری مہینہ منایا۔ آئندہ یہ لوگ ۳۲ دن کا مہینہ منائیں تو کیا تعجب۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔ یہ لوگ وعظوں میں یہ کہیں کہ انگریزی طریقے پر نہ چلو اور خود ۳۱ دن کا

مہینہ منا کر انگریزوں کے طریقے پر چلے، لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ فقیر ابوالفضل غفرلہٗ“ [1]

شریعتِ مطہرہ پر عمل کرنے والا ہر سُنّی آپ کا تعلق دار تھا اور خلاف شرع کرنے والے سے آپ غیر متعلق رہتے۔ اس سلسلہ میں کسی چھوٹے بڑے کی تمیز نہ تھی۔ نام نہاد پیر اور مولوی جو خلاف شرع حرکات کے مرتکب ہوتے، آپ ان سے نہایت نفرت کا اظہار فرماتے۔ لاہور کے ایک نام نہاد پیر نے آپ کو دعوتِ تقریر دی۔ آپ نے منظور فرمالی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ نام نہاد پیر خلاف شرع حرکات کا مرتکب ہے۔ سجدۂ تعظیمی کے جواز کا قائل ہے اور اپنے مریدوں سے سجدہ کرواتا ہے۔ آپ نے اس نام نہاد پیر کو تحریری طور پر کہا کہ اگر وہ اس خلافِ شرع حرکت سے باز آئے تو فقیر جلسہ میں شرکت کرے گا۔ آپ نے اس واقعہ کی اطلاع اپنے متوسل جناب مختار احمد ــــــــــــــ مقیم لاہور، حال مقیم راولپنڈی کو دی۔ وہ مکتوبِ مبارک یہ ہے:

عزیزم مختار احمد صاحب سلّمہٗ

سلام مسنون۔ دعواتِ صالحہ۔ خیر و عافیت۔ لفافہ ملا، کاشفِ احوال ہوا۔ آپ کی کامیابی سے فرحت و سرور ہوا۔ فقیر اس جلسہ میں حاضر ہوتا، مگر چند روز پہلے معلوم ہوا کہ جلسہ کروانے والے پیر و مرید سجدہ کرتے ہیں۔ یعنی مریدین اس پیر کو سجدہ کرتے ہیں اور پیر اپنے کو سجدہ تعظیمی کرواتا ہے۔ اس پر خوش ہے۔ فقیر نے جلسہ سے چند روز پہلے ادن کو لکھ دیا کہ چونکہ آپ اور آپ کے مریدین سجدۂ تعظیمی کراتے ہیں کرتے ہیں، شرعاً یہ ناجائز ہے۔ لہٰذا فقیر حاضری سے معذور ہے۔ پھر وہاں سے کوئی جواب نہ آیا اور نہ فقیر وہاں گیا ــــ بے شرع پیر کی حالت نہایت خراب ہے۔ مولیٰ عزّ و جل ہدایت فرمائے۔ آمین، اور سب کو

---

[1] مکتوب ہذا کی فوٹوسٹیٹ جناب محمد نور المصطفےٰ سابق صدر انجمن طلباء اسلام، پاکستان نے مہیا کی۔ ان کے شکریہ کے ساتھ شامل اشاعت ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

شریعت کی پابندی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ۲۸ر رجب بروز ہفتہ گڑھی شاہو لاہور کے احباب وعدہ لے گئے ہیں، لہٰذا اس تاریخ کو فقیر حاضر ہوگا۔ نماز عشاء کے بعد جلسہ ہے محلہ کے اندر جلسہ ہے۔ اگر فقیر کی طبیعت ٹھیک ہوئی، تو کچھ بیان کرے گا۔ والسلام والدعاء

فقیر ابوالفضل محمد سردار احمد غفرلہ

خادم اہلِ سُنّت وجماعت ۔ لائل پور۔[1]

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ طلباء کے خطوط کا جواب ضرور دیتے اور کوئی طالب علم مسلکِ اہلِ سنّت کی اشاعت میں دلچسپی لیتا، تو آپ اظہارِ مسرت فرماتے اور حوصلہ افزائی فرماتے۔ اس سے طلباء میں علمِ دین حاصل کرنے کا جذبہ مزید بڑھ جاتا اور وہ بہترین انداز میں اشاعت مسلکِ اہلِ سنّت میں کوشاں رہتے۔ اس سلسلہ میں صرف ایک مکتوب حاضر ہے۔ یہ مکتوب مولانا محمد اقبال رضوی خطیب جامع مسجد مجددیہ، سرگودھا روڈ۔ فیصل آباد، کے نام ہے۔ مکتوب کی تحریر کا عرصہ مولانا موصوف کے زمانۂ طالب علمی ہے۔

فقیر ابوالفضل غفرلہ   ۷۸۶ / ۹۲

جھنگ بازار۔ لائل پور

۲۹ر ذی قعدہ ۱۳۷۷ھ   عزیزم فاضل نوجوان سلمہ

سلام مسنون۔ دعواتِ صالحہ۔ خیر و عافیت۔ آپ کا خط ملا۔ پھر آپ کا لفافہ ملا۔ ہر دو کا شفِ احوال ہوئے۔ مولیٰ عزوجل نے آپ کو دیوبندی مولوی پر فتح و نصرت عطا فرمائی۔ بہت مسرت حاصل ہوئی۔ مولیٰ عزوجل اپنے حبیبِ پاک صاحب لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ سے ہمیشہ مظفر و منصور فرمائے اور بے دینوں پر غلبہ و فتح عطا فرمائے۔ آمین۔ آپ کے اور دیوبندی مولوی سے جو گفتگو ہوئی، اُس کو قلمبند کر لینا اور چھوٹے سے اشتہار یا رسالہ کی شکل میں

---

[1] مکتوب ہذا کی فوٹو سٹیٹ جناب مختار احمد مکتوب الیہ، لال کڑتی، راولپنڈی نے مہیا کی ان کے شکریہ کے ساتھ شاملِ اشاعت ہے۔ فیضی قادری عفی عنہ

محفوظ رکھنا۔ وہ مکالمہ کبھی کام آئے گا۔ مع تاریخ لکھنا اور گفتگو کے وقت مجلس میں جو سُنی اور بابی تھے، ان کا نام لکھ لینا اور جگہ محلہ مقام۔

مولیٰ عزّ وجل اس سے پاک ہے کہ اس کا کوئی جزء یا ٹکڑا ہو۔ اس باری تعالیٰ نے نور پیدا فرمایا۔ وہ نور مخلوق کا خاص واحد تھا۔ اس طور سے خاص نور حضور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات مقدس کا ہے جو غیر منقسم ہے اور اس نور کے دوسرے حصہ سے مخلوق پیدا فرمائی۔ تو نور مخلوق کا ٹکڑا ہوا نہ کہ خالق کا ٹکڑا ہوا۔ والعیاذ باللہ من ذٰلک۔ قصیدہ بردہ شریف میں ہے:

ع فجوھر الحسن فیہ غیر منقسم

یعنی حضور کے حُسن کا جوہر غیر منقسم ہے۔ والسلام والدعا

فقیر ابوالفضل عفرلہ [1]

آپ کے ہاں وقارِ علماء ملحوظ رہتا، بلکہ وقارِ علماء کا درس آپ کے ہاں سے ملتا۔ اس سلسلہ میں یہ ضروری نہ تھا کہ درجہ اوّل کے علماء کا ہی احترام کیا جاتا، بلکہ معمولی طالب علم بھی عزت و وقار کا مستحق سمجھا جاتا۔ بعض علماء، خطباء اور ائمہ مساجد کی انتظامیہ کی بے جا مداخلت کو برداشت نہیں کر سکتے۔ ایسے علماء و خطباء کو آپ خدمتِ دین و علم کی ترغیب نہایت ... اور احسن انداز میں دیتے۔ مکتوب ذیل پڑھیں۔ اس کے مخاطب مولانا محمد بشیر احمد رضوی رتو بالہ ڈاکخانہ ضلع گوجرانوالہ تھے:

عزیزم سلمہ

دعوات صالحہ، سلام مسنون، خیر و عافیت۔ بغدادی مسجد (لائل پور) کی امامت و خطابت و بچوں کی تعلیمی خدمات انجام دیں اور تعمیر کے سلسلہ میں سعی اور کوشش کریں۔ آپ انجمن کے ماتحت نہ ہوں گے، بلکہ شریعتِ مطہرہ کے مطابق کام کریں۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کے آنے سے بغدادی مسجد میں نمازیوں اور تعمیر میں ترقی ہو۔ اہلِ محلہ آپ کو چاہتے ہیں۔ آپ غور کر لیں اور

---

[1] مکتوب ہذا کی فوٹو سٹیٹ مولانا محمد اقبال رضوی (مکتوب الیہ) فیصل آباد نے مہیا فرمائی۔ ان کے شکریہ کے ساتھ شاملِ اشاعت ہے۔

بغدادی مسجد کو آباد کریں۔ والدعا!

فقیر ابوالفضل غفرلہ

خادم اہل سنت وجماعت، جامعہ رضویہ، لائل پور

۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۰ھ [1]

خلاف شرع حرکات کے مرتکب کا درجہ ولایت تک پہنچنا ناممکن ہے۔ یہ حقیقت محققین کے نزدیک مسلّم ہے۔ آپ کے تلمیذ رشید مولانا حکیم محمد رمضان علی قادری خطیب سنجھورو ضلع سانگھڑ (سندھ) نے اپنے جمعہ کے خطبات میں ایسے ہی نام نہاد پیر کی تردید کی منتظمین سیخ پا ہوئے مولانا موصوف ان کے اس وطیرہ سے دل برداشتہ ہوئے اور انہوں نے ایک عریضہ میں تمام واقعات لکھ کر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو ارسال فرمائے۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے انہیں جواب لکھوایا۔ مولانا محمد صدیق خادم کتب خانہ جامعہ رضویہ نے اپنے قلم سے خط لکھا۔ آخر میں آپ کے دستخط ہیں۔

عزیز مکرم ومحترم فاضل نوجوان مولانا محمد رمضان سلمہ الرحمٰن

سلام مسنون۔ دعوات صالحہ۔ خیر وعافیت۔ پہلے بھی آپ کے متعدد محبت نامے ملے اور اب بھی ایک لفافہ ملا۔ سب کا شف احوال ہوئے اور یہ بھی۔ عالم اختیار میں ہوش وحواس میں رہ کر کبھی کوئی شخص خلاف شرع حرکت کر کے بزرگ نہیں ہو سکتا شریعت مطہرہ کی پابندی ضروری ہے ؎

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

آپ کا تقرر وہاں اس لیے کیا گیا کہ آپ شریعت مطہرہ کی مذہب اہل سنت وجماعت کی

---

[1] مکتوب ہذا کی فوٹوسٹیٹ مولانا محمد بشیر احمد (مکتوب الیہ) نے مہیا کی ہے۔ ان کے شکریہ کے ساتھ شامل اشاعت ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

تبلیغ واشاعت کریں۔ جب بعض لوگوں کو اشاعتِ حق سے ناراضی ہوتی ہے اور آپ کا دل وہاں سے اُچاٹ ہو گیا ہے تو آپ دینی خدمات کو ہرگز ترک نہ کریں۔ وہاں کسی سُنّی عالم کا تقرر کر دیں اور آپ یہاں تشریف لے آئیں جس مسجد میں آپ پہلے تھے۔ اس میں آپ کا تقرر کیا جائے گا۔ عزیزم محمد اقبال سے گفتگو ہوئی ہے، وہ بھی متمنی ہیں کہ آپ تشریف لے آئیں اور اب آپ یہ تحریر کریں کہ آپ کی کیا خدمت کی جائے کہ آپ وہاں تشریف لے آئیں اور اتنا انتظار گوارا نہ ہو تو آپ تشریف لائیں۔ عزیزم محمد اقبال سلمہ خدمت گزار ہیں۔ آپ کی خدمت میں خوب سعی کریں گے اور آپ کے لیے مکان کی بھی تجویز کریں گے اور مسجد کے سامنے جو کمرہ ہے اس میں آپ کے مطب کی کوشش کریں گے۔ آپ چاہیں تو یہ لفافہ ملتے ہی تشریف لے آئیں اور تار دیں کہ فلاں گاڑی سے آ رہا ہوں۔ آپ کو اور کاروبار کرنے کی ہرگز اجازت نہیں ہے آپ صرف دینی خدمات انجام دیں گے اور حکمت کا کام اور مسلمانوں کا علاج بھی ایک لحاظ سے دینی خدمت ہے۔ اب رہی یہ بات کہ آپ کی جگہ کس کا تقرر ہو تو یہ انتخاب آپ کے ذمے ہے۔ اگر آپ فراخ دلی سے کام لے کر عزیزم مولانا محمد شفیع صاحب سلمہ کو بلا لیں تو یہ بھی اچھا ہے۔ یا آپ کی نظر میں کوئی اور سنّی عالم ہو تو اُس کو رکھوا دیں تاکہ اس مسجد میں کوئی بیدین نہ آ جائے اور مسلمانوں کو خراب نہ کرے۔ جواب جلد دیں۔ انتظار رہے۔ عزیز و احباب اہل سنت کو السلام والدعا۔ بچوں کو پیار۔

ایک عرصہ سے فقیر کی طبیعت ضعیف وعلیل ہے، اسی لیے آپ کے مکتوبات کا جواب نہ دے سکا۔ معاف کرنا۔ صحت، وقوت کے لیے بھی دعا کرنا۔

بقلم فقیر محمد صدیق غفرلہ خادم کتب خانہ

فقیر ابوالفضل محمد سردار احمد غفرلہ [۱]

---

[۱] مکتوب ہذا کا عکس مولانا محمد رمضان علی سجھورو، سندھ (مکتوب الیہ) نے مہیا کیا ہے، ان کے شکریہ کے ساتھ شامل اشاعت ہے۔ مکتوب ہذا کی تحریر آپ کے قلم سے نہ ہوئی، اس لیے بعض الفاظ کی املا غلط واقع ہوئی جو درست کر کے درج کی جا رہی ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

صوفی محمد ریاض قادری، خانیوال کے ایک سوال کے جواب میں مزارات پر حاضری کا شرعی طریقہ لکھا،

مزار شریف پر حاضری صاحبِ مزار شریف کے قدم شریف کی طرف سے ہو، مواجہہ میں چار قدم یا اس سے زیادہ فاصلہ سے قبلہ کو پشت کر کے ادب سے سلام عرض کریں اور کھڑے رہ کر سورۂ فاتحہ ایک دفعہ اور سورۂ اخلاص گیارہ یا بارہ یا جتنی مرتبہ چاہیں پڑھیں اور درود پاک پڑھ کر حضور نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے وسیلہ سے ثواب حاضر کریں، یعنی صاحبِ مزار شریف کی روحِ پُر فتوح کو۔ اور ان کے صدقہ سے مولیٰ عزوجل سے نیک دعائیں کریں۔ حاضری کے وقت سب، دل حاضر رہے، ادب رہے۔ اولیاء کرام قدست اسرارہم زائرین کی مدد بلیغ بفضلہٖ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

فقیر ابو الفضل غفرلہ

۱۴ ار رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ [1]

کسی شخصیت کے کردار کی عظمت کا اندازہ مخالفتوں کے طوفان میں اس کے صبر و استقلال سے کیا جا سکتا ہے۔ ۱۳۷۱ھ / ۱۹۵۲ء کی تحریکِ ختم نبوت میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے موقف پر گزشتہ ابواب میں گفتگو ہو چکی ہے۔ مرزائی تو دشمن تھے ہی بعض اپنے بھی آپ کے موقف کے مخالف تھے۔ اگرچہ انہیں بعد میں اپنی غلطی اور حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی اصابتِ رائے کا علم ہو گیا۔ تاہم وہ دور عجیب ہیجانی اور طوفانی تھا۔ ذرا ذرا سی حرکت کو مخالفت کے اسباب میں شمار کیا جانے لگا۔ اور انہونی باتیں آپ کی طرف خواہ مخواہ منسوب ہونے لگیں۔ ان مخالفتوں میں بھی آپ کے کردار کی رفعت اور سیرت کی عظمت کا مشاہدہ ہر خاص و عام نے کیا۔ اسی سلسلہ میں ظفر اللہ خاں قادیانی سابق وفاقی وزیر خارجہ

---

[1] مکتوب ہذا کی فوٹو سٹیٹ رانا خلیل احمد، جہانیاں منڈی، ضلع ملتان نے مہیا کی ہے، ان کے شکریہ کے ساتھ شاملِ اشاعت ہے۔ شفیق قادری عفی عنہ۔

حکومتِ پاکستان سے ملاقات کا افسانہ گھڑا گیا۔ ہوا یوں کہ ظفر اللہ خاں مرزائی ریل گاڑی میں سفر کرتے ہوئے لائل پور اسٹیشن پر پہنچا۔ گاڑی اسٹیشن پر رُکی۔ اُس کا دیرینہ دوست چوہدری سردار محمد پروفیسر زرعی یونیورسٹی لائل پور، اُسے ملنے اسٹیشن پر آیا۔ مخالفین نے اخبار میں شائع کروادیا کہ مولانا محمد سردار احمد نے مرزائی وزیر ظفر اللہ خاں سے ملاقات کی۔ اس دروغ بے فروغ کو شہرت دینے کے لیے مختلف ہتھکنڈے استعمال کیے۔ اخبارات کے علاوہ اشتہارات بھی شائع کیے گئے۔ جمعہ کے خطبوں میں اس کی اشاعت کی گئی۔ مخالفت کے جنون میں انہیں یہ ہوش نہ رہا کہ جب حقیقت کھُل کر سامنے آئے گی، تو ہماری کس قدر رسوائی ہوگی۔ اہلِ سنّت نے بھی اس دروغ گوئی کی تردید کی۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے اس امر کی سختی سے تردید کی۔ بالآخر ڈپٹی کمشنر نے سرکاری طور پر ۲۸ رمئی ۱۹۵۲ء کو اعلان کیا کہ میری سرکاری اور غیر سرکاری اطلاعات کے مطابق حضرت مولانا محمد سردار احمد نے ظفر اللہ خاں قادیانی سے کوئی ملاقات نہیں کی۔ [1]

انہی ایّام میں آپ کا تحریر کردہ ایک مکتوب درج ذیل ہے۔ اس مکتوب کے مخاطب مولانا خلیل اشرف اعظمی ہیں۔ اس مکتوب میں اس دور کی تاریخ محفوظ ہے:

عزیز محترم مولانا خلیل اشرف صاحب سلمہٗ

ہدیۂ سلام مسنون۔ خیر و عافیت۔ آپ کا خط ملا، کاشفِ احوال ہوا۔

جس اشتہار کا آپ نے ذکر کیا ہے، وہ اشتہار فتنہ پرور دیوبندیوں کی ذہنیت کا نتیجہ ہے۔ چند روز ہوئے "ڈیلی بزنس" میں ایک مضمون شائع ہوا کہ لائل پور کے چوٹی کے عالم نے وزیرِ خارجہ ظفر اللہ خاں مرزائی قادیانی سے ملاقات کی، جس سے پبلک میں انتشار پھیلا۔ کسی نے کہا کہ مولوی یونس دیوبندی نے وزیرِ خارجہ مرزائی قادیانی سے ملاقات کی اور کسی نے میرے متعلق۔ میں نے اپنی تقریروں میں ہزاروں کے مجمع میں مرزائیت قادیانیت کا ردِّ بلیغ کیا اور کہا کہ

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ، ۵ صفر ۱۳۷۹ھ، ص ۲

میں وزیرِ خارجہ قادیانی مرزائی سے ملاقات کرتے نہیں گیا، حالانکہ مجھے اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہ تھی، کیونکہ احبابِ اہلِ سنت و جماعت کو مجھ پر اعتماد ہے کہ میں مرزائیوں اور دیوبندیوں، وہابیوں سے نہیں ملتا، مگر پھر بھی پبلک کے انتشار کو دور کرنے کے لیے جمعہ میں اس حقیقتِ حال کا اظہار کیا، بلکہ مجھے اس کے آنے اور جانے کا بھی علم نہ تھا۔ یہ اطلاع مجھے اس وقت ملی کہ لوگ میرے پاس اخبار "ڈیلی بزنس" لائے۔ اب جو یہ کہتا ہے کہ میں نے ملاقات کی وہ افترا کرتا ہے، سراسر جھوٹ بولتا ہے۔ لائل پور کے دیوبندیوں نے اپنے جلسہ وغیرہ میں بھی اس جھوٹ کی کافی اشاعت کی، مگر یاد رکھو دروغ کو فروغ نہیں۔ آپ دیوبندیوں کے اس جھوٹے اشتہار سے ہرگز متاثر نہ ہوں۔ ان کا تو آئے دن کام ہی فتنہ و فساد برپا کرنا اور پبلک امن کو خطرہ میں ڈالنا ہے۔ آپ امن و اطمینان کے ساتھ رہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں سچائی کی توفیق عطا فرمائے اور جھوٹوں کے شر اور فتنہ سے محفوظ فرمائے آمین! فقط والسلام والدعا

فقیر سردار احمد غفرلہ

خادم جامعہ رضویہ اہلِ سنت و جماعت لائل پور

۱۷ شعبان المعظم ۱۳۷۱ھ / ۱۲ مئی ۱۹۵۲ء [1]

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ علومِ شرعی اور علومِ روحانی کے ماذون و مجاز تھے، جس طرح آپ درس حدیث شریف سے فراغت عطا فرماتے۔ اسی طرح بعض متوسلین کو اوراد و اشغال سلاسلِ طریقت کی اجازت بھی عطا فرماتے۔ اس سلسلہ میں چند سنداتِ اجازت اوراد و اشغال کی نقل درج ذیل ہے۔

مولانا محمد معین الدین شافعی آپ کے خادم اور جامعہ رضویہ مظہر اسلام کے ناظم تھے۔ دوسرے سفرِ حج کے موقعہ پر وہ آپ کے ساتھ تھے۔ قیام مدینہ منورہ میں انہوں نے اجازت سلاسل طلب کی، آپ نے یوں لکھا:

---

[1] منقول از اشتہار "اظہارِ حقیقت" منجانب جمعیت اصلاح و ترقی اہل سنت و جماعت۔ لائل پور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہٖ الکریم وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ و حزبہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔ امّا بعد فقد سالنی الفاضل الجلیل والعالم النبیل المحب السعید الرشید مولانا المولوی ابوالمعالی معین الدین سلمہ المولی المعین الاجازۃ فاجزتہ علیٰ برکۃ اللہ ثمّ علیٰ برکۃ رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم للسلاسل العلیۃ العالیۃ القادریۃ والچشتیۃ والسہروردیۃ والنقشبندیۃ القدیمۃ والجدیدۃ ولقرأۃ دلائل الخیرات والقصیدۃ المعروفۃ بالبردۃ والقصیدۃ الغوثیۃ والاوراد والاذکار والوظائف والاشغال المشہورۃ بالاداب والشرائط المعروفۃ عند المشائخ العظام والصوفیاء الکرام واجزتہ ایضا لبیان الروایات المعتبرۃ عند اھلھا کما اجازنی بہا المشائخ العظام والعلماء الکرام ثبتنا اللہ وایاہ علیٰ مذھب اھل السنۃ والجماعۃ وعلیٰ طریق اھل الطریقۃ المقبولۃ و اوصیہ ان تبلغ ویعمل ویعتقد موافقا لمذھب اھل السنۃ والجماعۃ وان لا ینسانی فی دعواتہ الصالحۃ فی الاوقات المخصوصۃ انا الفقیر ابوالفضل محمد سردار احمد غفرلہ خادم اھل السنۃ والجماعۃ ببلدۃ لائل فور باکستان المغربی خادم الجامعۃ الرضویۃ نزیل المدینۃ المنورۃ علیٰ ساکنھا الصلوات والتسلیمات۔ کتبہ فی المسجد النبوی الشریف بعد صلاۃ المغرب یوم الاحد یعنی لیلۃ الاثنین

خمسۂ صفر المظفر ۱۳۷۶ھ [1]
مولوی عبدالحق قادری اور صوفی عبدالخالق قادری، خانیوال کے لیے ختم غوثیہ کا طریقہ اور دیگر اوراد و اشغال کے لیے سندِ اجازت ان کلمات سے تحریر فرمائی:

۷۸۶

لا الٰہ الا اللہ	یا رحمٰنُ یا رحیمُ	یا منّانُ یا کریمُ
	۳۳	۳۳
یا حنّانُ یا حلیمُ	یا دیّانُ یا علیمُ	یا سبحانُ یا عظیمُ
۳۳	۳۳	۳۳
یا رؤفُ یا رحیمُ	یا غنیُّ یا کریمُ	یا ستّارُ یا غفّارُ
۳۳	۳۳	۳۳
یا باقی انت الباقی	یا شافی انت الشافی	یا کافی انت الکافی
۳۳	۳۳	۳۳
یا مالک انت المالک	یا خالق انت الخالق	یا رازق انت الرازق
۳۳	۳۳	۳۳
یا حافظ انت الحافظ	یا قادر انت القادر	یا غافر انت الغافر
۳۳	۳۳	۳۳
یا غنیّ انت المغنی	لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	
۳۳	۳ مرتبہ	

قد اجزت علی برکۃ اللہ وبرکۃ رسولہ جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعزیزی المولوی عبدالحق السنی القادری الرضوی و للعزیز الصوفی عبدالخالق السنی القادری الرضوی سلمہما المولی

---

[1] سند ہذا کا فوٹو سٹیٹ مولانا محمد معین الدین فیصل آباد نے مہیا فرمایا ہے ان کے شکریہ کے ساتھ شامل اشاعت ہے۔

القوی لقرأة دلائل الخیرات وقصیدة البردة وحزب البحر والقصیدة الغوثیة والاوراد والاذکار والوظائف والاشغال الجائزة بالاداب المعروفة عند المشائخ واھل الطریقة واصحاب الشریعة واصیھما بالتجنب عن اھل البدعة والضلالة واھل الکفر والشناعة والرد والنکایة علی اھل البدعة والقباحة واوصیھما بالقیام والثبات والاستقامة علی مذھب اھل السنة والجماعة وارجوا منھما الدعا فی دعواتہ الصالحة فی الاوقات المبارکة فی المقامات المتبرکة اللھم تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

انا الفقیر ابو الفضل محمد سردار احمد غفرلہ

خادم اھل السنة والجماعة

۶ شوال المکرم ۱۳۷۸ھ

عزیزان مولوی عبدالحق وصوفی عبدالخالق سلمہا کو نقوش وتعویذات لکھنے اور دینے کی اجازت ہے اور سورۂ فاتحہ اور آیاتِ کریمہ اور احادیثِ شریفہ کے مطابق، شریعتِ مطہرہ کے موافق اوراد و وظائف پڑھ کر بیمار پر دم کرنے اور پانی پر دم کرنے کی اجازت ہے۔ مولیٰ عزوجل اپنے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ جلیلہ سے اور حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیض سے برکت عطا فرمائے اور مسلمانوں کو ان سے نفع عطا فرمائے۔ آمین!

فقیر ابو الفضل محمد سردار احمد غفرلہ

خادم اہل سنت وجماعت، ۱۱ جمادی الآخرة ۱۳۸۰ھ [1]

---

[1] سندِ اجازت کا عکس صوفی خلیل احمد رانا، منڈی جہانیاں کی وساطت سے دستیاب ہوا۔ ان کے شکریہ کے ساتھ شامل اشاعت ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

باب ۳ :

تعلیمی خدمات

۱۔ تدریس

۲۔ حضرت شیخ الحدیث مدرّس کی حیثیت سے

۳۔ حضرت شیخ الحدیث محدّث کی حیثیت سے

۴۔ حضرت شیخ الحدیث محقّق کی حیثیت سے

۵۔ حضرت شیخ الحدیث مفتی کی حیثیت سے

۶۔ حضرت شیخ الحدیث مناظر کی حیثیت سے

۷۔ اندازِ تربیت و اصلاح

۸۔ تاجدارِ اقلیمِ علوم

۹۔ مرجعِ علماء اعلام

تدریس

مرکزِ علم وعرفان دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی (قائم شدہ ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۴-۰۵ء) میں اپنی تعلیم کا آغاز کرنے والے طالب علم محمد سردار احمد نے تقریباً آٹھ سال بعد ۱۳۵۱ھ/ ۱۹۳۲ء میں اسی دارالعلوم میں حضرت حجۃ الاسلام کی سرپرستی میں مدرس دوم کی حیثیت سے اپنی تدریس کا آغاز کیا۔ اس وقت دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی میں صدر المدرسین کے منصب پر آپ کے اُستادِ گرامی حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی (م ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء) تھے۔ [1]

کم وبیش تین سال بعد حضرت صدر الشریعہ، حضرت مولانا سید مصباح الحسن کچھوچھوی (م ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۸۴ھ/ ۱۵ جنوری ۱۹۶۵ء) کی وساطت سے نواب حاجی غلام محمد خاں شروانی رئیس ریاستِ دادوں ضلع علی گڑھ کی دعوت پر دارالعلوم حافظیہ سعیدیہ دادوں تشریف لے گئے۔ [2]

استاذِ گرامی حضرت صدر الشریعہ کے دادوں تشریف لے جانے کے بعد حضرتِ مولانا شیخ الحدیث علیہ الرحمہ منظرِ اسلام بریلی کے صدر المدرسین کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوئے۔ اس عرصہ میں آپ نے منظرِ اسلام میں درسِ نظامی کے جملہ فنون کی منتہی کتابیں بڑی خوش اسلوبی اور

---

[1] روایت مولانا عبد المصطفےٰ الازہری، ہفت روزہ محبوب حق لائل پور، مجریہ ۱۲ دسمبر ۱۹۶۳ء، ص ۳۲

[2] (ا) دیباچہ فتاویٰ امجدیہ، جلد اوّل۔ مطبوعہ کراچی (بارِ اوّل ۱۳۸۰ھ) ص ۲

(ب) تذکرہ علمائے اہل سنت، مرتبہ مولانا محمود احمد قادری، مطبوعہ کانپور ص ۵۲

نوٹ: مولانا محمد شریف الحق امجدی نے نواب صاحب کا نام نواب ابوبکر لکھا ہے۔

ملاحظہ ہو: ماہنامہ نوری کرن، بریلی، شمارہ مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء، ص ۲۷

کامیابی سے پڑھائیں۔

شرح عقائد، خیالی، امورِ عامہ، حمد اللہ، قاضی مبارک، صدرا، مُلّا حسن، مُلّا جلال، شمس بازغہ، شرح جامی، ہدایہ آخرین، بیضاوی، مشکوٰۃ وغیرہ کتابیں خداداد استعداد سے اس انداز سے پڑھائیں کہ طلباء اور علماء کے درمیان آپ کے علم کا شہرہ پھیل گیا۔ [1]

درسِ نظامی اور علومِ اسلامیہ عربیہ سے واقفیت رکھنے والے حضرات پر بخوبی روشن ہے کہ مذکورہ بالا کتابیں علومِ اسلامیہ (عقلیہ و نقلیہ) میں پڑھائی جانے والی منتہی کتابیں ہیں۔ ان کا پڑھانا اور طلبہ کو مطمئن کرنا مہارتِ تامہ کے بغیر ممکن نہیں۔ ان کتابوں کی تدریس حلقہ علماء میں باعثِ افتخار ہے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے اپنی تدریس کے آغاز ہی میں ان منتہی کتابوں کو پڑھا کر علماء میں مقبولیتِ عامہ حاصل کر لی۔ دور و نزدیک کے طلباء آپ سے شرفِ تلمذ حاصل کرنے کے لیے آپ کے گرد پروانہ وار جمع ہونے شروع ہو گئے اور عنفوانِ شباب میں ہی آپ کا شمار درجۂ اوّل کے علماء میں ہونے لگا۔

۱۳۵۶ھ / ۱۹۳۷ء میں دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی کا قیام عمل میں آیا۔ ہوا یوں کہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ اور مولانا عبدالعزیز محدث بجنوری (م جمادی الاولیٰ ۱۳۶۹ھ / ۲۸ مارچ ۱۹۵۰ء) انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں توکلاً علی اللہ مسجد بی بی جی مرحومہ بریلی میں آن بیٹھے۔ ان کے ساتھ ہی سو کے قریب طلباء بھی آ گئے۔ نہ طلباء کا کوئی کفیل تھا، نہ ان مدرسین حضرات کے مشاہرہ کا کوئی ذمہ دار۔ حسبتاً للہ تعلیم و تدریس شروع ہو گئی۔ [2]

---

[1] روایت مولانا محمد شریف الحق امجدی، ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ شمارہ مارچ اپریل ۱۹۶۳ء، ص ۳

نوٹ: اس دور میں دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی کے فاضل اساتذہ میں سے چند ایک کے اسماء گرامی یہ ہیں: حضرت مولانا محمد سردار احمد شیخ الحدیث، حضرت مولانا عبدالعزیز محدث بجنوری خلیفہ امام احمد رضا، مولانا احسان علی مظفر پوری خلیفہ حجۃ الاسلام، مولانا عبدالمجید در بھنگی۔

[2] ہفت روزہ الفقیہ، امرتسر، مجریہ ۲۱/۲۸ اکتوبر ۱۹۳۵ء، ص ۳۰

ہر کجا چشمۂ بود شیریں
مردماں، مُرغ و مور گرد آیند

حضرت صدر الشریعہ کے اصرار پر مفتیٔ اعظم مولانا محمد مصطفےٰ رضا بریلوی (م ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء) نے اس دارالعلوم کی سرپرستی قبول فرمالی۔ آپ نے سالہا سال تک دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی کے تمام اخراجات خود برداشت کیے، جس سے آپ مقروض بھی ہوگئے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ اور دیگر اساتذہ کے ایثار، محنت، خلوص اور مسلسل مجاہدانہ مساعی سے، تھوڑے ہی عرصہ میں، یہ دارالعلوم دُنیائے سُنّیت کا ایک ممتاز اور مرکزی دارالعلوم بن گیا۔ درآں حالیکہ مدرسہ کی نہ کوئی عمارت تھی، نہ طعام و قیام کا کوئی معقول انتظام۔ مسجد بی بی جی مرحومہ، بریلی کے صحن میں ٹین کے چھپر کے نیچے تعلیم و تدریس کا کام ہوتا۔ گرمی سردی کے شدید اثرات سے بچاؤ کی کوئی تدبیر نہ تھی، مگر طلباء کی یہ کیفیت تھی کہ ہر طرف سے پروانہ وار جمع ہوتے رہے۔ یو۔پی کے علاوہ متحدہ ہندوستان، افغانستان، بخارا، سیلون، افریقہ اور دیگر ممالک کے کثیر طلباء کا اجتماع تھا۔ [۱]

دارالعلوم منظرِ اسلام میں محدثِ اعظم نے علوم و فنون کی کتابوں کے علاوہ صحاحِ ستّہ کا درس شروع کردیا۔ ہر سال تیس، چالیس طلبہ دورۂ حدیث مکمل کرکے سندِ فراغت حاصل کرتے اور خادمِ دین بن کر اپنی نئی منزل کی ابتدا کرتے۔ شعبان المعظم ۱۳۶۶ھ / جولائی ۱۹۴۷ء (تقسیم ہند کے وقت) تک آپ منظرِ اسلام بریلی کے شیخ الحدیث رہے۔ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ / جولائی اگست ۱۹۴۷ء کی تعطیلات میں آپ اپنے آبائی گاؤں دیال گڑھ (ضلع گورداسپور) میں تھے کہ ملک کی تقسیم ہوگئی اور پنجاب کے فسادات شروع ہوگئے۔ اس لیے محدثِ اعظم علیہ الرحمہ ۳ شوال ۱۳۶۶ھ اپنے گاؤں سے ہجرت فرماکر لاہور تشریف لے آئے۔ چند روز آپ جھبکھی (ضلع گجرات) میں مولانا سید محمد جلال الدین مدظلہ (جنہوں نے اسی سال ۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۷ء

---

[۱] (ا) ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ شمارہ مارچ اپریل ۱۹۶۳ء، ص ۲۸ - ۳۷

(ب) قلمی یادداشت مولانا معین الدین شافعی مہتمم جامعہ قادریہ رضویہ، فیصل آباد، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

میں منظرِ اسلام بریلی سے آپ سے دورۂ حدیث پڑھا تھا) کے ایک وفد کی درخواست پر اُن کے
مدرسہ میں تشریف لے آئے۔ یہاں بھکھی میں آپ نے ہجرت سے پیدا ہونے والی بے سروسامانی
اور اہل و عیال کی تکالیف کی پروا کیے بغیر بطور صدر المدرسین چار پانچ ماہ طلباء کو سبق پڑھایا۔ لہ
یہ عرصہ شوال ۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۷ء اور ربیع الثانی ۱۳۶۷ھ / مارچ ۱۹۴۸ء کے درمیان کا ہے
تقسیم ملک کے بعد ابتدائی ایام میں دونوں ملکوں کے درمیان پاسپورٹ کی پابندی نہ تھی۔
آپ اہل و عیال کو چھوڑ کر دوبارہ بریلی تشریف لے گئے۔ بریلی آتے ہی طلبا بھی آپ کے گرد جمع ہو گئے۔
آپ نے انہیں پڑھانا شروع کر دیا، مگر یہ سلسلہ زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکا۔ کچھ دنوں کے
بعد حکومت نے آنے جانے پر پرمٹ کی پابندی لگا دی جو بعد میں پاسپورٹ کی شکل میں باقی
رکھی گئی۔ اس لیے چند ماہ بعد ہی آپ کو دوبارہ پاکستان آنا پڑا۔ ؎
مولانا عبد الغفور ہزاروی علیہ الرحمہ (م ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء) خطیب اعظم وزیر آباد کی
کوشش سے آپ نے وزیر آباد کے قریب سارو کی (ضلع گوجرانوالہ) میں قیام فرمایا اور وعظ
و تبلیغ کے ساتھ طلباء کو بھی پڑھانا شروع کر دیا۔ ؎
بریلی میں دوبارہ تدریس اور سارو کی میں قیام و تدریس کا عرصہ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۷ھ
اپریل ۱۹۴۸ء سے رمضان المبارک ۱۳۶۸ھ / جولائی ۱۹۴۹ء ہے۔
سارو کی کے قیام کے دوران ملک کے طول و عرض سے علماء و مشائخ، سجادہ نشین
حضرات اور رؤسا کراچی نے آپ کو اپنے اپنے ہاں تشریف لانے کا تقاضا کیا اور تدریس
جاری رکھنے کی پیش کش کی لیکن آپ نے جواباً سب سے یہی فرمایا کہ میں اُستاذی المکرم حضرت
صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا شاہ علامہ حکیم محمد امجد علی اعظمی و سیدی و سندی حضرت فیض درجت

لہ قلمی یادداشت مولانا سید محمد جلال الدین بھکھی، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور۔
(ب) قلمی یادداشت مولانا سید منظور قیوم ابن سید محمد جلال الدین۔ مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
؎ روایت مولانا تحسین رضا بریلوی، نوری کرن، مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء ص ۴۲
؎ قلمی یادداشت مولانا محمد معین الدین شافعی فیصل آباد۔ مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

مفتیِ اعظم زیبِ آستانہ عالیہ رضویہ بریلی شریف کے حکم کا منتظر ہوں۔ جس جگہ وہ حکم فرمائیں گے یا غیبی اشارہ ہوگا، وہیں قیام کروں گا۔ [۱]

مفتیِ اعظم علیہ الرحمہ (م ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء) کی طرف سے لائل پور میں قیام کا اشارہ پاکر سارو کی سے لائل پور آگئے۔ یہیں محلہ سنت پورہ میں شوال ۱۳۶۸ھ / جولائی ۱۹۴۹ء میں عارضی طور پر پڑھانا شروع کر دیا اور ساتھ ہی ساتھ کسی موزوں اور وسیع جگہ کی تلاش شروع کر دی۔ چند ہی دنوں بعد دار العلوم مظہرِ اسلام جامعہ رضویہ، فیصل آباد کی مسجد شاہی کے بغیر چھت کے فرش پر درس شروع کر دیا۔ [۲] پانچ ماہ بعد ۱۲ ربیع الاول ۱۳۶۸ھ / ۲ جنوری ۱۹۵۰ء کو آپ نے گول باغ میں جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام کی عمارت کا سنگِ بنیاد رکھ دیا اور اسی دار العلوم میں آپ نے وصال (۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۲ء) تک درسِ حدیث کے علاوہ مختلف علوم و فنون کی تعلیم دی۔

حضرت محدثِ اعظم علیہ الرحمہ ۱۳۵۱ھ / ۱۹۳۲ء سے لے کر ۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۲ء تک تیس سال سے زائد طویل مدت میں علم کی وہ خدمت کی جو اس دور میں ایک تاریخ ساز حیثیت کی حامل ہے۔

---

[۱] (الف) ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ، ۲۵ شعبان المعظم ۱۳۷۸ھ / ۲ مارچ ۱۹۵۹ء، ص ۳

(ب) ماہنامہ نوری کرن، بریلی، مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء ص ۲۰

نوٹ: صدر الشریعہ اور مفتیِ اعظم ۱۹۴۸ء میں حج و زیارت مدینہ منورہ کے لئے تیار ہوئے۔ صدر الشریعہ تو ذی قعدہ ۱۳۶۷ھ میں بمبئی ہی میں بیمار ہو کر واصل باللہ ہوئے۔ مفتیِ اعظم نے حج و زیارت کا شرف حاصل کیا۔ ملاحظہ ہو: دیباچہ فتاویٰ امجدیہ۔ جلد اول (مطبوعہ کراچی)

[۲] قلمی یادداشت مولانا مفتی محمد امین مدظلہ، فیصل آباد۔ مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ۔ لاہور

نوٹ: مولانا مفتی محمد امین وہ خوش نصیب بزرگ ہیں، جنہیں دار العلوم مظہرِ اسلام فیصل آباد کا اولین طالب علم ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ ۳ شوال ۱۳۶۸ھ / ۳۱ جولائی ۱۹۴۹ء کو حضرت مولانا غلام رسول (موجود شیخ الحدیث جامعہ رضویہ فیصل آباد) کے ایما پر فیصل آباد میں محدثِ اعظم کے پاس حاضر ہوئے اور وصال تک آپ کے پاس رہ کر استفادہ کرتے رہے۔

[۳] بعض روایات میں ۱۲ ربیع الاول ۱۳۶۸ھ کو جنوری ۱۹۵۰ء کی بجائے ۱۹۴۹ء بتایا گیا ہے جو درست نہیں۔

حضرت شیخ الحدیث مدرّس کی حیثیت سے

ملک کے ممتاز دانشور اور ماہرِ تعلیم جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی صدر شعبہ عربی گورنمنٹ کالج، فیصل آباد، بنیادی طور پر استاد اور مدرّس ہیں۔ کلیات اور جامعات کے علمی ماحول کے بخوبی شناسا ہیں۔ اسی زاویہ نگاہ سے انہوں نے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی تدریس کا مشاہدہ کیا اور درج ذیل سطور میں بیان کیا۔ ان کے شکریہ کے ساتھ انہی کے الفاظ میں مضمون پیشِ خدمت ہے۔ (فقیر قادری عفی عنہ)

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ دورِ حاضر کے اُن برگزیدہ علماء دین میں ممتاز حیثیت کے حامل تھے، جن کے وجود سے کثیر خلقِ خدا کو حق شناسی اور صداقت شعاری کی دولت نصیب ہوئی۔ ذاتی سیرت و کردار میں صفحۂ آفتاب کی طرح درخشاں، معاشرتی و سماجی فلاح و بہبود کے لیے ہمہ وقت مضطرب و کوشاں بزرگ اس ہمہ پہلو زوال پذیر معاشرے میں ناپید ہوتے جا رہے ہیں۔ وقتی مصلحت، ذاتی مفاہمت اور دنیاوی منفعت نے عصرِ جدید کو بہت بے توفیق بنا دیا ہے۔ چہار جانب نفسا نفسی کے عالم میں انسان اصلاح و فلاح کے تصوّر سے بھی مایوس ہوتا جا رہا ہے۔ یہ مایوسی آوازۂ وقت بن جائے۔ اگر محدثِ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ ایسی تابدار شخصیتیں اس تاریکی میں روشنی کی پیامبر کی حیثیت سے نمودار نہ ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ ایسی مینارۂ نور ہستیاں اللہ تعالیٰ کے کرم کا مظہر ہوتی ہیں اور اس امتِ مرحومہ کو بطورِ انعام عطا کی جاتی

ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی ذاتِ گرامی بھی عطیۂ خداوندی تھی۔ آپ اُس دور میں اپنے مقدس مشن کے لیے مصروفِ جہاد ہوئے۔ جس وقت جراتِ اظہار پر پہرے بیٹھے اور پیغامِ حق وصداقت پر بے یقینی کا کُہر چھا گیا تھا۔ ضرورت شدید تھی، حالات نامناسب تھے۔ مخالفت عروج پر تھی اور حق کی بات کہنا مشکل ہو رہا تھا۔ آپ نے جراتِ ایمانی اور اخلاقی قوت سے مسلح ہو کر علمِ صداقت لہرایا۔ دینِ حق کے دفاع اور عظمتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کے لیے اس قدر سرفروشی سے برسرِ عمل آئے کہ دیکھتے ہی دیکھتے اُن کی بات کو سُنا جانے لگا اور اُن کے خیالات دلوں میں اُترنے لگے۔ یہ جان کاری کا مرحلہ تھا اور یہ جاں سپاری کی روایت تھی، جسے تائیدِ ایزدی حاصل تھی اور جس پر رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی کرم گستریاں سایہ فگن تھیں۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے تبلیغِ دین اور اشاعت عقائد کا فریضہ یُوں انجام دیا کہ اس مقصد کے حصول کے لیے ہر ممکن ذریعہ اور ہر جائز وسیلہ استعمال کیا۔ لفظ جب جذبے کی شدت اور مقصود کی لگن کی تپش سے زندگی پاتے ہیں، تو مقرر کی تقریر ہو یا واعظ کا وعظ، دلوں پر دستک دینے لگتا ہے۔ سامعین سراپا نیاز اور ہمہ تن گوش بر آواز ہو جاتے ہیں۔ لفظوں کے تیر وجدان کو گھائل کر لیتے ہیں۔ یہ تبھی ہوتا ہے کہ مقرر کا دل بھی لذتِ گداز سے آشنا ہو۔ کاتب کا قلم صفحۂ قرطاس پر بکھرے ہوئے کلمات میں رُوح پھونک دیتا ہے۔ جب قلمِ دل کا ترجمان اور باطن کا نقش گر ہو۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی گفتگو کانوں میں رس گھولتی تھی، تو دلوں کو آتشِ محبت میں گداز ہونے کے انداز سمجھاتی تھی۔ لاکھوں انسان گواہ ہیں کہ بپھرا ہوا مجمع اور شرارت پر آمادہ گروہ گفتار کی شیرینی کا اسیر ہوا۔ ان گنت سامعین، مگر سب دم بخود کہ ایک آواز گونج رہی تھی جس میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا امرت گھُلا ہوتا، لفظ سماعت پر یوں دستک دیتے جیسے آبشار کی پھوار پڑ رہی ہو۔ لہجے کا زیروبم پہاڑی ندی کے خروش کا آئینہ دار ہوتا۔ جذب وانجذاب کا انوکھا منظر بھی آنکھوں نے دیکھا کہ ہزاروں آنکھیں ٹکٹکی باندھے

ایک نورانی چہرے کو تکتے جاتے اور ہمہ تن گوش افراد یوں ساکت و جامد محسوس ہوتے جیسے ان میں رُوح ہی نہیں رہی۔ بہت کم ایسے اجتماع دیکھے گئے، جہاں اس قدر محویت و سرشاری کا عالم ہوتا۔

اس بے پناہ جذب و تکلم کے باوصف آپ کو احساس تھا کہ لفظوں کی رسائی سامعین کے کانوں تک محدود رہ جاتی ہے اور فرطِ محبت بعض اوقات ہنگامی کیفیت سے آگے نہیں بڑھتا، اس لیے پیغام کی ابدیت کو حاضر باشی کی تنگ نائے میں اسیر نہ کرنا چاہیے۔ ہر صاحب مشن شخصیت اپنے مشن کا دوام چاہتی ہے، اس لیے اُسے ایسے انداز اپنانے ہوتے ہیں جس سے پیغام کا تواتر قائم رہے۔ شمع کس قدر بھی فروزاں ہو، آخر اُس کو فطری انجام تک پہنچنا ہے، اس لیے اس لَو کو برقرار رکھنے کے لیے شمع سے شمع جلنی چاہیے۔ عالم کی زندگی بھی ظلمت کدہ حیات میں ذریعۂ نور ہے۔ علم کی شمع کو بھی جلتے رہنا چاہیے۔ روزمرّہ کی زندگی شاہد ہے کہ جس عالم، صوفی یا صاحبِ فن نے اپنے علم، تصوّف یا فن کو منتقل نہ کیا، اُس کو وقت کا عفریت نگل گیا۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی علمی بصیرت اور ذہنی رسائی اس نقطۂ دوام کو پا گئی تھی۔ اسی لیے آپ نے وعظ و تقریر کی مجالس بھی منعقد کیں، مگر انہیں پر اکتفا نہ کیا، بلکہ ان کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کی مسند بچھائی تاکہ شاگردوں کی شخصیات میں آپ کی شخصیت یوں منعکس ہو جائے کہ یہ انعکاس دُور دُور تک اور تادیر امتِ مسلمہ کے لیے روشنی فراہم کرتا رہے۔ درحقیقت یہی وہ کارنامہ ہے جس کی وجہ سے آپ کی نظریاتی وراثت پورے برِ صغیر بلکہ قرب و جوار تک منتقل ہوتی گئی۔

شعبۂ تدریس میں کامیاب نتائج حاصل کرنے کے متعدد ذرائع ہیں، جنہیں اکثر مدرسین نے آزمایا اور من پسند نتائج کا استخراج کیا۔ مگر ان بے شمار وسائط کو تین مبادی اوصاف میں مجتمع کیا جا سکتا ہے۔ مدرس کی شخصیت، علمی استعداد اور اندازِ تدریس بعض شخصیات کو دربارِ خداوندی سے جذب کی وہ قوت حاصل ہوتی ہے کہ مخاطب کا مسحور ہونا بدیہی ہوتا

ہے یہ حُسن و جمال، طرزِ خطاب، آواز کی مٹھاس، لہجے کا زیر و بم اور توضیحی حرکات اتنی توانا اور اثر آفریں ہوتی ہیں کہ سامعین اور تلامذہ کو گرویدہ کرلیتی ہیں۔ صاحبِ درس کی شخصیت کا رول نہایت اہم اور بنیادی ہوتا ہے، مگر اس کے ساتھ دوسری اہم ضرورت علمی استعداد بھی ہے۔ شخصیت کا حُسن تا دیر قائم نہیں رہتا، اس کا دوام علمی عظمت کا مرہون ہے۔ وارفتگی کو دائمی شیفتگی علم عطا کرتا ہے اور جس مدرس میں علمی وجاہت نہ ہو، اُس کا کھوکھلا پن جلد ظاہر ہوجاتا ہے۔ تدریس کا بنیادی عنصر علم ہی ہے۔ شخصیت جاذب ہو، علمی استطاعت کامل ہو اور ان دو اوصاف کے ساتھ اندازِ تدریس بھی دل نشین ہو، تو فنِ تدریس کے معجزے رونما ہوتے ہیں۔ تدریس کے ان ارکانِ ثلاثہ کو حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے تدریسی کارناموں میں تلاش کیا جاسکتا ہے۔ شخصی وجاہت کہ دیکھنے والا دیکھتا ہی رہے۔ لفظوں کا ... اس قدر شیریں کہ کان محوِ سماعت ہی رہیں اور موضوع کو تلامذہ کے ذہن کے مطابق اور علمی استعداد کی مناسبت سے یوں پیش کرنا کہ نافہمی کا کوئی عقدہ یا نارسائی کا کوئی شکوہ باقی نہ رہے۔ مضمون واضح اور استنباط کا ہر رُخ بے نقاب ہوجائے اور موضوع زیرِ بحث ہر پہلو المنشرح ہو۔ یہ تھا آپ کا تدریسی معیار۔

بارہا مسندِ تدریس سجی دیکھی۔ ایک نصف دائرہ جس میں طلبہ کندھے سے کندھا جوڑے صف بستہ، سامنے حضرت شیخ الحدیث نہایت ادب و احترام کی تصویر بنے موضوع کے تقدس کا عملی اظہار بن کر تشریف فرما ہوتے۔ ایک طالب علم حدیث شریف کی قرأت کرتا۔ سب اُس کے اندازِ قرأت اور اسلوبِ تکلم پر نظر رکھتے۔ حرکات و اعراب پر توجہ رہتی، غلطی کی نشان دہی ہوتی اور بالآخر متن کی مکمل تصحیح کے بعد اس کی توضیحات کا لمحہ آتا۔ ہر لفظ کی تفسیر بیان ہوتی اور عربی الفاظ کی تفہیم کی ہر صورت آزمائی جاتی۔ ترجمہ و تفہیم کا حق ادا ہوتا، تو استنباطِ مسائل اور تطبیقِ احکام کی منزل آتی۔ بین السطور مفہوم کا بیان ہوتا۔ صراحۃ النص سے مسائل اخذ کیے جاتے۔ پھر اشارہ و کنایہ کی بنیاد پر مطالب کا بے پایاں دفتر کھل جاتا۔ ہم معنی،

قریب المعنیٰ روایات کی تطبیق ہوتی اور بظاہر مخالف روایات کی تاویل کا حق ادا کیا جاتا۔ یوں محسوس ہوتا کہ قرآن و حدیث اور اقوالِ علماء مستحضر ہیں اور استشہاد میں کہیں نہ سقم ہے نہ ژولیدہ بیانی کا گلہ، بے تکان اور والہانہ انداز میں گفتگو ہوتی۔ مفہوم کی وضاحت کا ہر انداز آزمایا جاتا، حتیٰ کہ متنِ حدیث کی مراد سطحِ ذہنی پر جگمگانے لگتی۔ روایات کے استشہاد سے حافظے کی قوت کا اندازہ ہوتا اور ہر ہر حرف کے درپے جھانکنے کے پُرتاثیر انداز سے موضوع سے محبت اور خلوص کا ثبوت ملتا۔ شرحِ حدیث میں ہمہ تن محویت کے باوصف نہ لفظ بے وزن ہوتے، نہ معانی میں کوئی جھول آتا۔ چار پانچ گھنٹے مسلسل درس ہوتا، مگر کسی طالب علم کے چہرے پر تھکاوٹ یا اکتاہٹ کا کوئی نشان نظر نہ آتا۔ اختتامِ درس پر محسوس ہوتا کہ جیسے تشنگی بھی برقرار ہے اور سیرابی کا اطمینان بھی حاصل ہے۔ شاگردوں کو مطالب کی ترسیل اور اذہان میں ان مطالب کی ترسیخ مسلسل ریاض چاہتی ہے۔ محنت اور مخلصانہ محنت جو عقیدت کی رِدا اور محبت کے ہالے میں پروان چڑھے، دینی مسائل اور علمی نکات کی توضیح کے لیے ضروری ہے اور یہ تبھی ممکن ہو سکے گی، جب اس شعبۂ حیات، یعنی درس و تدریس کو حاصلِ زیست بنا لیا جائے۔ یہ کاروبار نہ ہو اپنی ذات کا اقتضاء اور اپنے ذوق کی تسکین کا باعث ہو۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی دورانِ درس محویت کا یہ عالم ہوتا کہ سر دیکھنے والا اس کی وجد آفرینی سے متاثر ہوتا۔ حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ آپ راہ چلتے یا کسی اور کام میں مشغول ہوں، تو حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر گفتگو نہ فرماتے، بلکہ فرماتے کہ مجھ سے راستوں میں، سوتے میں، آرام کے اوقات میں یا لوگوں سے عمومی گفتگو کے دوران میں، دین کے بارے میں سوال نہ کیا کرو کہ ان حالات میں دلجمعی نہیں ہوتی۔

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درس کا اس قدر اہتمام فرماتے کہ خوشبو لگاتے، تمکنت سے بیٹھتے اور بڑے پُروقار لہجے میں آغاز کرتے۔ فرماتے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیثِ مبارکہ کی تعظیم چاہتا ہوں۔ یہ رویّہ ان بزرگوں کے دلوں میں

حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نشان دہی کرتا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کا دل بھی ایسی ہی محبت سے سرشار تھا اور یہ سرشاری آپ کے اندازِ تدریس سے بھی عیاں تھی۔ سراپا سپاس، ہمہ تن عقیدت اور بہر پہلو محبت و گرویدگی اُن کے تدریسی انداز کے عمومی مظاہر تھے۔ موضوع و متن کی وضاحت میں استشہادات کا طویل سلسلہ اور معانی و مطالب کی صداقت کے لیے اقوال و نظائر کا بے تکان بیان آپ کے درس کی خصوصیات تھیں۔ نظر اتنی مردم شناس کہ ہر طالب علم کے ذوق و سطح ذہنی کا خیال رہتا عقائد کی وہ پختگی کہ ان کے اثرات ہر طالب علم پر ہویدا ہوتے۔ محویت کا یہ عالم کہ کسی کی طرف توجہ نہیں۔ ہر آنے والا اگرچہ بلند مرتبہ ہی کیوں نہ ہو، اختتامِ درس کا انتظار کرتا۔ بھلا آپ ایسا عاشقِ صادق گفتگوئے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے دوران میں کسی اور گفتگو کو اہمیت یا توجہ دے سکتا تھا؟

مدرس کا کمال یہ ہے کہ وہ موضوع سے مخلص ہو اور یہ خلوص طلباء میں منتقل کر سکے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مسند بچھائی تھی؛ اس لیے لفظ لفظ میں، اشارے وکنایے میں اور نشست و برخاست میں موضوع سے بے پایاں محبت و خلوص مترشح تھا، الفاظ منتخب مگر واضح ہوتے کہ فصاحتِ کلام اسی کا تقاضا کرتی۔ دورانِ درس طلباء عمومی کیف میں ڈوبے رہتے، لیکن کیفِ مسلسل کے باوجود تفہیم کلمات و خطاب سے کوتاہی نہ ہوتی۔ ہر الجھن پیش کی جاتی، ہر وضاحت چاہی جاتی۔ لفظی مغالطوں اور معنوی نارسائیوں کی تحلیل ہوتی اور ہر ممکن کوشش کی جاتی کہ کوئی طالب علم ذہنی گرہ لے کر نہ اُٹھے تاکہ ایک استغناء کی سی کیفیت پیدا ہو۔ میں نے اکثر طلباء کی جبینوں پر توضیحی لمحات میں ایک انشراح کا عالم دیکھا ہے جو ہر مقصود کے حصول پر حاصل ہوا کرتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ طالب علم جب موضوعِ بحث میں ذہنی و عقلی قوتوں کے ساتھ شامل ہو جاتے، تو وقتی حد بندیاں بھی ٹوٹ جاتی ہیں اور دورانیہ جتنا طویل ہوتا جاتے، حظ بڑھتا جاتا ہے، اس لیے اکتاہٹ پیدا نہیں ہوتی۔

جو تقریروں یا درسی نشستوں میں عام ہوتی جا رہی ہے۔ کمالِ درس یہ ہے کہ طلباء یوں شریکِ درس ہو جائیں کہ اُن پر ایک بے خودی کا عالم ہو اور یُوں مائلِ سماعت ہوں کہ جیسے اُن کے سروں پر پرندے آبیٹھے ہیں۔ یہی لمحاتِ درس ترسیلِ مطالب کا حق ادا کرتے ہیں اور ایسے حاصل ہونے والا علم، عمل میں ڈھلنے کے لیے بے تاب رہتا ہے۔ علم و عمل کا حسین امتزاج ہی تدریسی کمال ہے۔ لفظ بے جان استعارے نہیں رہتے بلکہ ان میں عمل کا جوش موجزن ہو جاتا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ اُن مدرسین میں سے ہیں جو علم کی دولت ہی نہیں بانٹتے، بلکہ عمل کے جوہر کی کو بھی کرتے ہیں۔ تدریس ان کا کاروبار نہیں، تکمیلِ ذات کا ایک ذریعہ ہے۔ اُن کے پیشِ نظر بَلِّغُوا عَنِّيْ وَلَوْ آيَةً کا فرمان رہتا ہے اور وہ ایصالِ علم کو فریضۂ دین سمجھ کر عبادت کے طور پر انجام دیتے ہیں۔ اس لیے اُن کے تدریسی انداز میں عبادت کا سا خضوع ہوتا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ مدرس قوموں کا مدبر ہے۔ قومیں درس گاہوں میں تشکیل پاتی ہیں اور جس قوم کی درس گاہیں بے توفیق ہو جائیں۔ وہ قوم بتدریج ذلت کدہ حیات میں اترنے لگتی ہے۔ قومی شعور کا سب سے بڑا مظہر درس گاہ ہے، اس لیے اس کی حفاظت و صیانت قوم کا مجموعی فرض ہے۔ مدرسہ یا مکتب مدرّس یا استاذ سے عزّت پاتا ہے۔ کم علم استاذ اخلاق باختہ مدرّس قوموں کے زوال کو قریب لے آتے ہیں، اسی لیے دینِ حق نے علم کی عظمت کے ساتھ معلّم کی ذات کو بھی ایک وقار عطا کیا ہے اور اسے وارثِ نبوّت قرار دیا ہے۔ بد قسمتی سے غلامی کی سیاہ رات نے ہمیں علم و عمل کے پیکروں سے محروم کر دیا اور ہم ہر مدعیٔ علم کو عالم سمجھنے لگے۔ ہماری کوتاہ نظری سے بہت طالع آزماؤں نے فائدہ اُٹھایا، ایسی تاریک رات میں جہاں دین کے دشمن اس قدر ہوشیار ہو گئے تھے کہ بقولِ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ؎

آنکھ سے کاجل صاف چرا لیں
یاں وہ چور بلا کے ہیں!

کی کیفیت تھی، ایسے میں وہ چند محترم ہستیاں جنہوں نے الم کدہ حیات میں اُمید کا چراغ روشن کیا، ہماری محسن ہیں۔ ان محسنین میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی ذات بابرکات بڑی پُر وقار اور سربلند ہے۔ ان کے تلامذہ کی ایک فوج ہے، جو ارضِ پاک کے ہر حصے میں حق کی آواز بلند کر رہی ہے۔ مدرّس کی صلاحیت اس کے تلامذہ کی استعداد اور تعداد سے پہچانی جاتی ہے۔ طلباء میں استاد کے احترام اور ذات سے شیفتگی بھی مقامِ تدریس کی عظمت کا پتہ دیتی ہے۔ ہر گلی کوچے میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کا نام حق پر پختگی کا استعارہ بن گیا ہے اور ہر کہیں اُن کا ذلہ خوار دینِ متین اور مذہبِ مہذب کی ترویج و اشاعت میں مصروفِ جہاد ہے۔ یہ آپ کا تدریسی کارنامہ ہے جس کی مثال اس دور میں بہت کم نظر آتی ہے۔ اللہ کرے کہ ایسی شمعیں فروزاں ہوں اور اساتذہ و مدرسین حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے تدریسی مشن کو راہنما بنائیں تاکہ تبلیغِ دین کا فریضہ بدستور جاری ہے، جو ہماری قومی ضرورت ہے اور دینی احتیاج بھی۔

اللہ تعالیٰ حضرت ممدوح علیہ الرحمہ کے فیوضات سے متمتع ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی
گورنمنٹ کالج۔ فیصل آباد۔

حضرت شیخ الحدیث محدّث کی حیثیت سے

حضرت مولانا محمد سردار احمد علیہ الرحمہ کی زندگی کا امتیازی وصف یہ تھا کہ آپ "شیخ الحدیث" اور اپنے زمانہ کے "محدثِ اعظم" تھے۔ آپ کے یہ دونوں اوصاف بطورِ علم مشہور تھے۔ علماء و مشائخ کی محفل ہو یا طالبانِ علم کی مجلس، یہاں تک کہ عامۃ المسلمین کی گفتگو میں بھی آپ کے نام کے بجائے یہ دونوں القاب مقبول و مشہور تھے۔

(۱) تدریسِ حدیث میں تمام عمر وقف

دارالعلوم منظرِ اسلام، بریلی میں پانچ برس تک مختلف علومِ عربیہ کی تدریس فرمائی۔ پھر جب ۱۹۳۷ء میں دارالعلوم مظہرِ اسلام، بریلی قائم ہوا تو اس کے قیام سے ۱۹۴۷ء تک وہاں درسِ حدیث دیا اور قیامِ پاکستان کے بعد سے ۱۹۶۲ء تک جامعہ رضویہ فیصل آباد میں درسِ حدیث دیا، مجموعی طور پر پچیس سال تک یہ مقدس فریضہ ادا کیا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد ــــــــ آخر عمر تک طالبانِ علومِ اسلامیہ اور طالبانِ درسِ حدیث کی بھرپور انداز میں اس طرح خدمت کی کہ "شیخ الحدیث" اور "محدثِ اعظم" کے پیارے لقب سے ملقب و متعارف ہوئے۔ ان کی قبولیت و شہرت کی کیفیت یہ ہے وصال کے رُبع صدی بعد بھی آپ اسی لقب سے پہچانے جاتے ہیں۔

مولانا علی احمد سندیلوی، لاہور، بیان کرتے ہیں؛

"ہم بندیال شریف میں حضرت استاذی المکرم علامہ عطا محمد بندیالوی مدظلہ العالی سے "شرح تہذیب" پڑھ رہے تھے۔ استادِ مکرم نے لفظ اللہ پر بحث

کرتے ہوئے فرمایا:

"لفظ اللہ میں اختلاف ہے، علامہ تفتازانی اور علامہ بیضاوی کا۔
علامہ تفتازانی کا مذہب ہے کہ لفظ اللہ وضعی طور پر عَلَم ہے اور وضعی طور پر جزی حقیقی ہے اور وضعی لحاظ سے تکثر سے مانع ہے۔ اور علامہ بیضاوی کا مذہب یہ ہے کہ لفظ اللہ کی وضع تو کلی معنوں کے لیے ہے، لیکن غلبہ کے طور پر عَلَم ہو گیا اور غلبہ کے طور پر جزی حقیقی ہو گیا اور غلبہ کے طور پر تکثر کو مانع ہو گیا جیسے لفظ "شیخ الحدیث" وضعی تو کلی معنی کے لیے کیا گیا ہے۔ یعنی جو حدیث پڑھائے، اُس کو شیخ الحدیث کہہ سکتے ہیں، لیکن غلبہ کے طور پر قبلہ حضرت مولانا محمد سردار احمد صاحب کا عَلَم ہو چکا ہے۔ جب ہم لفظ شیخ الحدیث بولیں، تو فوراً ذہن انہی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور غلبہ کے طور پر جزی حقیقی اور مانع تکثر ہے۔" [1]

(ب) جامع علوم حدیث

محدثین کی تصریح کے مطابق حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ ان تمام علوم میں بہ کمال مہارت رکھتے تھے، جو حدیث فہمی کے لیے لازمی ہیں۔ کم و بیش آٹھ برس تک اجلہ اساتذہ کی خدمت میں رہ کر اکتسابِ فیض فرمایا۔ عام روش سے ہٹ کر، شب و روز اساتذۂ کرام سے سبق پڑھتے، ان کا تکرار کرتے۔ اس محنت کا نتیجہ یہ تھا کہ آپ کے اساتذہ کرام بھی آپ کے علم و فضل کے معترف نظر آتے ہیں۔

آپ کے استاذِ گرامی صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ (م ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء) فرمایا کرتے تھے:

---

[1] مکتوب مولانا علی احمد سندیلوی، لاہور بنام فقیر قادری عفی عنہ۔ محررہ ۱۲ جنوری ۱۹۸۶ء

"میری زندگی میں دو ہی باذوق پڑھنے والے ملے۔ ایک مولوی سردار احمد تھے اور دوسرے حافظ عبدالعزیز۔" [۱]

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے ہم درس اور جامعہ اشرفیہ (عربی یونیورسٹی) اعظم گڑھ کے بانی حضرت شیخ الحدیث حافظ عبدالعزیز علیہ الرحمہ نے علماء کے ایک مجمع میں آپ کا تعارف یوں فرمایا:

"آپ عدل العلم یعنی علم کی گٹھڑی ہیں۔" [۲]

واقعی کتنی عمدہ تشبیہ ہے آپ کے گنجینۂ علم و معارف ہونے کی۔

آپ کے استادِ گرامی، مفتیٔ اعظم مولانا محمد مصطفےٰ رضا خاں بریلوی نوری (م ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء) (جن کی جلالتِ علم عیاں ہے اور آپ الفاظ کے استعمال میں انتہائی محتاط تھے) حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے وصال پر اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

"اگرچہ مولانا سردار احمد صاحب کو میں نے پڑھایا، مگر آج وہ اس قابل تھے کہ مجھے پڑھاتے۔" [۳]

ع شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

اگرچہ بندہ پروری اور کمالِ محبت سے حضرت مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ نے ان خیالات کا اظہار فرمایا، تاہم اس سے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے کمالِ علمی اور جامعیت کا پہلو نمایاں ہوتا ہے۔

---

[۱] روایت مولانا ضیاء المصطفےٰ قادری ابن حضرت صدر الشریعہ، قلمی یادداشت حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، (انڈیا)

نوٹ: یہ قلمی یادداشت مولانا محمد منشا تابش قصوری کے پاس محفوظ ہے۔

[۲] ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء ص ۳۲

[۳] روایت مولانا مجیب الاسلام اعظمی، ماہنامہ نوری کرن بریلی۔ مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء ص ۱۳

(ج) مرجعِ طالبانِ حدیث

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ دورۂ حدیث کی تمام کتابیں عموماً خود پڑھاتے تھے۔ صحاح ستہ اور مؤطا اور طحطاوی کے علاوہ تفسیر اور فنون کی بعض کتابیں بھی پڑھاتے تھے۔ آپ کا درسِ حدیث اس قدر مؤثر اور مبارک ہوتا کہ سب سے زیادہ طالبانِ حدیث آپ کے حلقۂ درس میں شامل ہوتے۔ محتاط اندازے کے مطابق پچیس برس میں ساڑھے چھ (۶۵۰) سو سے زائد فضلاء نے آپ سے حدیث پڑھی[1] اس طرح ہر سال اوسطاً پچیس تیس طلباء[2] آپ سے علمِ حدیث پڑھ کر علماء و فضلاء کی صف میں شامل ہوتے حدیث کے ماہر علماء و مشائخ بھی اپنے شاہزادوں اور متعلقین کو آپ ہی کے درسِ حدیث میں داخل کرتے۔[3]

---

[1] آپ کے حلقۂ درس سے فارغ ہونے والے فضلاء کا تفصیلی تذکرہ "تلامذہ" کے عنوان سے کتاب ہذا میں ملاحظہ فرمائیں۔ یہ وہ تعداد ہے جنہوں نے آپ سے باقاعدہ حدیث پڑھی اور سندِ حدیث حاصل کی۔ بعض فضلاء نے آپ سے تبرکاً سندِ حدیث حاصل کی۔ ان کی صحیح تعداد معلوم نہ ہو سکی۔ وہ فضلاء جنہوں نے آپ سے جامعہ رضویہ منظرِ اسلام بریلی میں فنون کی تکمیل کی۔ وہ اس کے علاوہ ہیں۔ آپ کے معاصر محدثین اساتذۂ کرام سے اتنی بڑی تعداد میں فضلاء درسِ حدیث لے کر فارغ نہیں ہوئے۔ (فقیر قادری عفی عنہ)

[2] مولانا محمد شریف الحق امجدی نے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ سے منظرِ اسلام، بریلی میں دورۂ حدیث پڑھا۔ وہ فرماتے ہیں:

"میں نے ۶۲/۱۳۶۱ھ میں دورۂ حدیث پڑھا، میرے ساتھ بتیس طلباء اور تھے۔"

(ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء ص ۳۹)

[3] مفسرِ قرآن، دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی کے شیخ الحدیث و سجادہ نشین آستانہ عالیہ رضویہ بریلی مولانا محمد ابراہیم رضا خاں صاحب (م ۱۳۸۵ھ - ۱۹۶۵ء) نے اپنے خلف اکبر مولانا ریحان رضا عرف رحمانی میاں کو فیصل آباد میں آپ کے درس میں ۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۵ء کو دورۂ حدیث پڑھنے کے لیے روانہ فرمایا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ پر)

آپ کے حلقۂ درس میں وہ طلباء بھی شامل ہوتے، جو دیگر مدارس سے کئی کئی مرتبہ دورۂ حدیث پڑھ چکے ہوتے۔ مدارسِ اہلِ سُنّت کے علاوہ دیوبند، سہارنپور، دہلی وغیرہ سے حدیث کی تعلیم مکمّل کر لینے والے بعض طلباء بھی آپ کے پاس آکر حدیث پڑھتے۔

مولانا محمد شریف الحق امجدی مفتی دارالافتاء بریلی فرماتے ہیں:

(بقیہ حاشیہ صـ سے آگے) ۱۳۶۴ھ / ۱۹۴۵ء کو مولانا قطب الدین جھنگوی نے اپنے صاحبزادے مولانا محمد عبدالرشید کو بریلی میں دورہ پڑھنے کے لیے روانہ کیا۔ پیر سیّد فقیر حسین، راؤ والی ضلع گورداسپور نے اپنے صاحبزادہ مولانا نذر محی الدین کو بریلی میں دورہ پڑھنے کے لیے ۱۳۶۱ھ / ۱۹۴۲ء کو روانہ کیا۔

۱۳۶۱ھ / ۱۹۴۲ء ہی کو مولانا محمد سعید اور مولانا عبدالقادر ساکنانِ مانگٹ ضلع گجرات بہ ایماء مرشدِ خود حضرت سید نور الحسن شاہ کیلیانوالہ، ۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۷ء کو مولانا سیّد محمد جلال الدین بھکھی ضلع گجرات بہ ایماء مرشدِ خود حضرت سید نور الحسن کیلیانوالہ ضلع گوجرانوالہ، ۱۳۶۹ھ / ۱۹۵۰ء کو حضرت مولانا محمد شریف نقشبندی بہ ایماء حضرت امیرِ ملّت محدّث علی پوری، ۱۳۷۳ھ / ۱۹۵۴ء کو مولانا غلام نقشبند بہ ایماء پیر محمد شفیع چورہ شریف ضلع کیمبل پور، اسی سال مولانا محمد نقشبند بہ ایماء پیر محمد اکبر علی نقشبندی پاک پتنی، ۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۶ء کو مولانا مختار احمد نعیمی بہ ایماء حضرت حکیم الامت مولانا مفتی احمد یار خاں بدایونی، ۱۳۷۷ھ / ۱۹۵۸ء کو مولانا سُلطان باہو بہ ایماء مناظرِ اسلام حضرت مولانا محمد عمر اچھروی، ۱۳۷۹ھ / ۱۳۸۰ھ کو مولانا محمد اشرف سیالوی بہ اجازت شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی اور مولانا مفتی عبدالشکور بہ اجازت شیخ القرآن حضرت مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی، حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے حلقۂ درسِ حدیث میں شریک ہوتے۔

جلیل القدر مشائخ عظام اور عظیم المرتبت علماء اعلام نے اپنے اخلاف اور متوسلین کو آپ کے درسِ حدیث میں شامل کر کے آپ کی علمی عظمت کا اعتراف فرمایا۔ مزید تفصیل ملاحظہ ہو:

(الف) رجسٹر اسماء۔ فارغ التحصیل منظرِ اسلام بریلی

(ب) رجسٹر اسماء۔ فارغ التحصیل جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام لائل پور۔

فقیر قادری عفی عنہ

"میں نے ۶۲-۱۳۶۱ھ میں دورۂ حدیث پڑھا۔ میرے ساتھ بتیس طلباء اور تھے جن میں بعض افغانی طالب علم وہ تھے جو دیوبند، سہارنپور اور دہلی وغیرہ سے دورۂ حدیث پڑھ کر آئے تھے۔ انہی میں ایک طالب علم عبدالوہاب نام کے تھے۔ یہ پانچ جگہ دورہ پڑھ کر سندیں لے کے آئے تھے۔ یہ قدرے ذہین اور سمجھ دار تھے۔ اکثر وہابیوں میں پڑھنے کی وجہ سے توہب بھی تھا۔ بہت قادر الکلام تھے۔ اسباق شروع ہونے کے ایک ہفتہ بعد میں نے دریافت کیا "آپ تو گھاٹ گھاٹ کا پانی پی چکے ہیں۔ بتایئے یہاں اور دوسری جگہوں میں کیا فرق ہے؟" جواب دیا "شروع شروع میں ہر جگہ جوش وخروش ہوتا ہے، وہ یہاں بھی ہے، لیکن دوسری جگہ خاص خاص جگہ جوش وخروش ہوتا ہے اور یہاں نقطہ نقطہ پر علم کا دریا بہا رہے ہیں۔" آخر میں ایسے گرویدہ ہوئے کہ ہر وقت تعریف میں رطب اللسان رہتے۔ کہتے تھے "میں نے دورۂ حدیث کی حقیقت صرف یہی سمجھی تھی کہ برکت کے لیے پڑھا جاتا ہے۔ مگر اب یہاں آکر معلوم ہوا کہ فنِ حدیث کیا ہے اور دورۂ حدیث کیا ہے۔" اختلافی مسائل پر بہت کثرت سے سوالات کرتے اور ان کے معقول جوابات پر مسرور ہوتے۔ چندہی ماہ کے بعد خود کہنے لگے "اب تک ہم اندھیرے میں تھے، اب آنکھیں کھلیں" وہابیت سے بالکل بیزار ہو گئے۔"[1]

---

[1] ماہنامہ نوری کرن، بریلی، مارچ واپریل ۱۹۶۳ء ص ۳۸، ۸۸

نوٹ: ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۱ء میں اس قلیل البضاعۃ فقیر قادری کے ہم درس بعض طلباء وہ بھی تھے جو برِّصغیر کے مشہور مدرسوں سے دورۂ حدیث پڑھ کر آئے تھے اور بعض افغانی طلباء ایسے بھی تھے جنہوں نے دیگر مختلف مدارس سے چار چار مرتبہ دورۂ حدیث مکمل کر لیا تھا، لیکن جامعہ رضویہ فیصل آباد میں وہ اپنے آپ کو ایک نئی پُر مسرت کیفیت میں پاتے۔ ان کا کہنا تھا کہ اگر ہمیں حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ سے دورہ پڑھنے کا موقع نہ ملتا، تو شاید ہم احادیث سے صاحبِ حدیث کی حقیقی مراد نہ سمجھ سکتے۔ (فقیر قادری عفی عنہ)

(د) کتبِ احادیث پر تعلیقات وحواشی

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے کتبِ احادیث پر عربی میں تعلیقات وحواشی لکھے ہیں۔ سندِ حدیث، متن حدیث، حدیث کی مختلف شروح اور حواشی پر آپ نے حواشی اور تعلیقات تحریر فرمائے ہیں۔ یہ حواشی تاحال قلمی صورت میں موجود ہیں۔ یہ حواشی وتعلیقات آپ کے تبحرِ علمی اور علومِ احادیث پر آپ کے تعمقِ نظر کا واضح ثبوت ہیں۔ درحقیقت یہ تعلیقات اہلِ علم کے لیے سرمایۂ علم اور اہل سنت کے لیے سرمایۂ افتخار ہیں۔ کاش! کوئی محقق اس طرف متوجہ ہو اور اُن کو مرتب کر کے پیش کرے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ دورانِ تدریس، زیرِ تدریس کُتبِ احادیث کی متداول مشہور کے علاوہ نادر شروح کا بھی مطالعہ فرماتے۔ اسی مطالعہ کے دوران علمی، فقہی اور اختلافی مسائل میں حاصل شدہ دلائل کو زیرِ مطالعہ کتب پر رقم فرما دیتے۔

طالبان وخادمانِ علومِ حدیث پر بخوبی واضح ہے کہ آپ کا یہ علمی ورثہ کتنی قدر و منزلت کا حامل ہے۔ نیز یہ کہ آپ کی نگاہ علومِ حدیث پر کتنی گہری ہے۔ ان تعلیقات اور حواشی کے مطالعہ سے یہ حقیقت کھُل کر سامنے آتی ہے کہ اس دَور میں آپ کی ذات فنِ حدیث میں "امتیازی حیثیت" کی حامل تھی ــــــ آپ کی ان نگارشات گوہر ہائے آبدار کو دیکھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ اصطلاحِ محدّثین کے مطابق حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ "حافظ الحدیث" ہیں۔

آپ کی ان تعلیقات کا کوئی محقق یا محدّث ہی تفصیلی طور پر بیان کر سکتا ہے۔ اس فقیر غفرلہ القدیر میں اتنی علمی استعداد نہ اس مختصر تذکرہ میں اتنی وسعت کہ ان کو یہاں تفصیلی طور پر بیان کیا جائے۔ اختصاراً بطورِ تبرک چند تعلیقات کا ذکر کیا جاتا ہے :

بخاری : ج ۱ - ص ۱۵۷

حدیث ابن عباس، قال صلیت مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ثمانیًا جمیعًا وسبعًا جمیعًا قلت یا ابا الشعثاء اظنہ اخر الظھر وعجل العصر وعجل العشاء واخر المغرب قال وانا اظنہ۔

فقہائے احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک حج کے موقعہ پر عرفات میں ظہر اور عصر اور مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کے ماسوائے کسی نماز کو دوسری نماز کے وقت میں ادا کے قصد سے (قضاء نہیں) جمع کرنا جائز نہیں۔ جبکہ بعض ائمہ کرام بارش، سفر یا مرض کے عذر سے ادا کے قصد سے جمع بین الصلاتین کے قائل ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے احناف کے مسلک کے مطابق وضاحت اس طرح فرمائی کہ وہ بے غبار نظر آتا ہے۔ آپ کے الفاظ ملاحظہ ہوں :

لاشك ان المراد بالتعجیل اداء الصلاۃ فی اوّل الوقت وکذلك المراد بالتاخیر اداء الصلاۃ فی اخر الوقت فھٰذا یدل صریحًا علیٰ ان المراد من الجمع ھو الجمع الصوری وھو الحق فتدبر ۱۲۔ فقیر سردار احمد غفرلہٗ

یعنی دو نمازوں کا جمع کرنا دو طرح سے ہو سکتا ہے :

(۱) جمع حقیقی : یعنی ایک ہی وقت میں وقتی نماز اور اس سے بعد کے وقت کی نماز کو جمع کر کے ادا کرنا۔

(۲) جمع صوری : یعنی ایک وقت کی نماز کو اس وقت کے آخری حصہ میں ادا کرنا اور اس سے اگلی نماز کو اس کے اوّل وقت میں ادا کرنا۔ درحقیقت یہ دونوں نمازیں اپنے وقت میں ادا ہوئیں، مگر صورۃً جمع ہوئیں کہ دیکھنے والے کو وہم ہوا کہ اس نے دو نمازیں اکٹھی پڑھیں

حدیث مذکور میں جمع صلاتین سے مراد جمع صوری ہے نہ کہ جمع حقیقی، یہی مسلکِ احناف ہے

بخاری : ج ۱، ص ۱۵۹

حدیث نافع ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان ابن عمر کان لا یصلی من الضحیٰ الا فی یومین یوم یقدم بمکۃ فانہ کان یقدمہا ضحیٰ فیطوف بالبیت ثم یصلی رکعتین خلف المقام ویوم یاتی مسجد قباء فانہ کان یاتیہ کل سبت فاذا دخل المسجد کرہ ان یخرج منہ حتّٰی یصلی فیہ قال وکان یحدث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یزورہ راکبا وماشیا قال وکان یقول لہ انما اصنع کما رأیت اصحابی یصنعون ولا امنع احدا ان صلی فی ای ساعۃ شاء من لیل او نہار غیر ان یتحروا طلوع الشمس ولا غروبہا۔

حضرت محدّثِ اعظم علیہ الرحمہ نے ولا امنع احدا الخ سے امورِ مستحبہ کے لیے تعیینِ اوقات کے اختیار کو ثابت فرمایا۔ آپ کے الفاظ ملاحظہ ہوں :

"فی ای ساعۃ شاء یدل علی اختیار تعین الوقت فان عین احد وقت النفل ماسوی الاوقات المکروہۃ فھذا التعین لیس بممنوع کما قال ولا امنع احدا الخ فالحاصل ان تعین الوقت للامر المستحب المطلق جائز کتعین وقت صلاۃ النفل وتعین یوم الفاتحۃ لایصال الثواب والاعراس ومجالس المیلاد وغیرھا من الامور المستحسنۃ" ۱۲

سردار احمد عفرلہٗ

مخالفینِ اہلِ سُنّت ہمیشہ کہا کرتے ہیں کہ تیجہ، دسواں، چہلم، گیارھویں، میلاد وغیرہ امور

کے لیے تعینِ اوقات کی کوئی دلیل نہیں، لہٰذا یہ امورِ خیر ناجائز ہیں (العیاذ باللہ) حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے امورِ مستحسنہ کے لیے تعینِ اوقات کو حدیث شریف کی روشنی میں جائز ثابت کیا۔

بخاری، ج ۱، ص ۱۵۹

حدیث ابی سعید خدری ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ولا صوم فی یومین الفطر والاضحٰی ولا صلوٰۃ بعد صلاتین الصبح حتّٰی تطلع الشمس وبعد العصر حتّٰی تغرب الشمس الخ

شیخ المحدثین علیہ الرحمہ نے اس حدیث سے ایک فقہی مسئلہ استنباط فرمایا ہے کہ نماز فجر ادا کر چکنے کے بعد طلوعِ آفتاب تک کوئی نماز جائز نہیں، حتّٰی کہ اس روز کی فجر کی سنتیں رہ جائیں، تو طلوعِ آفتاب سے پہلے ان کا ادا کرنا جائز نہیں۔ شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے کلمات یوں ہیں:

"لاصلوٰۃ ھذا بعمومہ ینفی اداء سنۃ الفجر بعد صلاۃ الصبح وعلیہ الحنفیۃ ویخص منہ القضاء بحدیث فلیصلہا اذا ذکرھا او کما قال والقضاء ایضا لا یقضی فی الاوقات المکروھۃ والناقصۃ فتدبر ۱۲"

سردار احمد غفرلہٗ

ایک اور حدیث فلیصلہا اذا ذکرھا سے تو وہم ہوتا ہے کہ اداءِ فجر کے بعد اس روز کی سنتیں ادا کی جا سکتی ہیں، اس کا جواب شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے یوں دیا کہ اس حدیث میں کہ جب یاد آئے نماز پڑھو، میں اوقاتِ مکروہہ اور ناقصہ میں نماز ادا کرنا مستثنٰی ہے۔ لہٰذا بعد اداءِ فجر طلوعِ آفتاب سے پہلے سنتیں ادا کرنا جائز نہیں۔

بخاری : ج ۱، ص ۲۶۹

حدیث عائشۃ فی صلوٰۃ رمضان ؛

قالت ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ الخ

محشی نے صلوٰۃ تراویح کی تعداد رکعت میں اختلاف کی روایات بیان کرتے ہوئے لکھا،

واما ماروی ابن ابی شیبۃ وغیرہ انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ سوی الوتر فضعیف الخ

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ، محشی پر گرفت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں،

"لکنہ صار قویا مقبولا باعتبار عمل الامۃ من لدن عہد الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم الی یومنا ھٰذا فصیر حسنا لغیرہ بلاشبۃ وھو کفی بالحجۃ فتدبر-۱۲"

فقیر سردار احمد غفرلہ

یعنی ابن ابی شیبہ وغیرہ کی حدیث مذکور اگرچہ باعتبارِ سند ضعیف ہی سہی، مگر جب اُمت اجماعِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی عنہم سے آج تک بیس رکعت پر ہے، تو اصولِ حدیث کے مطابق عمل اُمت سے ضعیف حدیث بھی قوی ہو کر حسن لغیرہ کے مرتبہ پر فائز ہو جاتی ہے اور حسن لغیرہٖ احکام میں معتبر ہے۔ پس محشی کا روایتِ مذکورہ کو محض ضعیف کہنا درست نہیں۔

بخاری : ج ۱- ص ۲۶۹

حدیث عائشہ ؛ قال یا عائشۃ ان عینی تنامان ولا ینام قلبی الخ

اس حدیث پر محشی بخاری نے مجمع البحار کے حوالہ سے یوں لکھا:

"ھٰذا لا ینافی نومہ عن صلوٰۃ الفجر فی لیلۃ التعریس

اذا القلب یدرك مثل الحدث ولا یدرك طلوع الشمس[۱۲]"

گویا محشی کے نزدیک، قلب صرف معقولات کا ادراک کر سکتا ہے، محسوسات کا نہیں۔

اس پر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے یوں مؤاخذہ فرمایا:

"وفیه نظر لان القلب یدرك المعقولات والمحسوسات۔ والاوجه ان یقال انه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم کان مستغرقا فی مشاهدة الانوار الملکوتیة والتجلیات الربانیة۔"

خلاصہ کلام یوں ہے کہ قلب (دل) معقولات اور محسوسات کا ادراک کر لیتا ہے، لہٰذا لیلۃ التعریس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دیگر صحابہ کرام کی نماز فجر اس لیے قضا نہ ہوئی کہ دل طلوع شمس کا ادراک نہیں کر سکتا، بلکہ وہ فجر یوں قضا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے اس وقتِ خاص میں انوار اور تجلیات کے مشاہدہ میں آپ کے دل کو مستغرق رکھا ہوا تھا تاکہ امت کو قضاء صلوٰۃ کی مشروعیت حاصل ہو سکے، لہٰذا حدیث ان عینی تنامان ولا ینام قلبی اور حدیث لیلۃ التعریس میں کوئی تضاد و تعارض نہیں۔

بخاری: ج ۱، ص ۳۳۲

حدیث ام سلمہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

.... لعل بعضکم ان یکون ابلغ من بعض فاحسب انه قد صدق وقضیت له بذلك فمن قضیت له بحق مسلم فانما هی قطعة من النار فلیاخذها او فلیترکها۔

قوله: قضیت له بذلك سے وہم ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حقیقتِ حال کا علم نہیں ہوتا۔ اس کا جواب حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے یوں دیا:

"انظر روایة عمر الفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی ص۳۶
وانما تاخذ۔ الان بما ظھر لنا من اعمالکم الحدیث
انظر المصفی والمسوی والزرقانی علی المواھب ج ا۔
وانظر ص۱۲۶ وص۱۲۵ من البخاری شریف۔"

یعنی ہم تو ظاہر دلیل پر اس لیے حکم کرتے ہیں تاکہ بعد میں آنے والے قضاۃ کے لیے آسانی ہوجائے، کیونکہ اگر انہیں ظاہر دلیل کے علاوہ باطن حال کے علم کا بھی مکلف کر دیا جائے، تو اُن کے لیے قضا محال ہوجائے۔ ہمارا فیصلہ ــــــ ظاہر حال پر ــــــ تعلیم امت کے لیے ہے۔ اس کو علم مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نفی پر دلیل بنانا کسی طرح بھی درست نہیں۔

قولہ، فمن قضیت لہٗ بحق مسلم۔ اس سے علم مصطفےٰ کے ساتھ ساتھ عدلِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی حرف آنے کا وہم ہوتا ہے۔ اس کا جواب حضرت محدثِ اعظم علیہ الرحمہ یُوں دیتے ہیں:

"وفی الترمذی ص۲۱۲ بحث احکام عن
ام سلمہ فان قضیت لاحد منکم بشیٔ الحدیث
بحرف الشرط والتعلیق لا یقتضی وقوع الشرط
والجزاء بل الحکم لوقوع الجزاء علی تقدیر وقوع الشرط
حاشا ان یقضی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بغیر حق
فتدبر۔"

فقیر محمد سردار احمد غفرلہٗ

خلاصہ یہ کہ حدیث کا اصل مفہوم یہ ہے کہ اگر میں کسی ایک کے حق کو دوسرے کے لیے فیصلہ کر دوں الخ یعنی یہ کلام شرط و تعلیق سے مشروط ہے۔ وقوع شرط کے بغیر وقوع جزاء کا تصور محال ہے اور یہ کیسے ممکن ہے کہ صاحبِ عدل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی مسلمان کے لیے وہ فیصلہ کریں جو درحقیقت دوسرے مسلمان کا حق ہو۔

بخاری، ج۱، ص ۲۶۵

حدیث برائت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ———— محشی نے لا اقوم کی وضاحت یوں کی،

قالت ھٰذا او لا لا علیہم و عتابا بالکونہم شکوا فی حالہا الخ

شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے شکوا فی حالہا پر گرفت فرمائی:

"ما شکوا کیف و قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واللہ ما علمت علی اھلی الا خیرا و قال الخلفاء الراشدون سیدنا عمر الفاروق و سیدنا عثمان الغنی و سیدنا علی بن ابی طالب ببرأتہا بالدلائل اللطیفۃ النفیسۃ کما صرح بہا الشیخ المحقق قدس سرہ العزیز فی مدارج النبوۃ والعلامۃ النسفی فی المدارک حتی قال عمر الفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ انا قاطع لکذب المنافقین و قد قال الامام الرازی فی التفسیر الکبیر ان قول المنافقین کان معلوم الفساد قبل نزول الوحی و صرح ان امرأۃ النبی لا یجوز ان تکون فاجرۃ فالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متعال ان یشک فی شان المحبوبۃ لہ ام المومنین التی نزل الوحی فی لحافہا علیہ الصلوٰۃ والسلام وجاء جبریل بصورتہا قبل النکاح علی سرقۃ حریرۃ من الجنۃ فمن کانت ھٰذہ شانہا کیف یشک النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام والصدیق فی شانہا فثبت ولا نزل وکون من

المتادبین ولا تکن من المعاندین الوھابین
الذین ضلّوا واضلّوا والعیاذ باللہ ۔۱۲"

فقیر محمد سردار احمد غفرلہ

بخاری: ج ۲، ص ۶۲۱

حدیث عبد اللہ بن مسعود ــــــ غزوۂ حنین کی غنیمت کے تقسیم کے موقعہ پر ایک منافق کا حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام پر اعتراض ــــ ما ارید بھٰذہ القسمۃ وجہ اللہ پر محشی نے قسطلانی کے حوالہ سے لکھا:

ولم ینقل انہ عاتبہ علی ذالک فیحتمل انہ لم یثبت علیہ ذلک وانما نقلہ عنہ واحد و بشہادۃ واحد لایراق الدم اولانہ لم یفہم منہ الطعن فی النبوۃ وانہ نسبہ ترک العدل فی القسمۃ

"ترک العدل" کی نسبت بارگاہِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب منصبِ نبوت کے منافی اور خلافِ ادب ہے ۔۔ اس پر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے تعاقب فرمایا:

"اقول ترک العدل مناف لمنصب النبوۃ ولاریب ان النبوۃ ھی العدالۃ المحضۃ فی الحقیقۃ ۔"

فقیر سردار احمد غفرلہ

بخاری: ج ۲، ص ۷۶۹

باب من قال لا نکاح الا بولی لقول اللہ تعالیٰ واذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فلا تعضلوھن پر محشی نے لکھا:

۰ ۰ ۰ ۰ ۰ وایضا قضیۃ الازار فانہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ زوجتکھا ولم یسئال ھل لھا ولی اولا۔

حاشیہ پر آپ کا تعقب ملاحظہ ہو، عظمتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند نشانات نظر آئیں گے:

"اقول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولیہما بل ولی المسلمین جملۃ بلا ریب وھذا من خصوصیاتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فھو المختار السلطان الولی لمن لا ولی لہ حقیقۃ وھو المختار علی الاطلاق فی الدنیا والاخرۃ باذن المولیٰ تبارک وتعالیٰ فلہ صلی اللہ علیہ وسلم التصرف التام فی العالم کلہ وجلہ وفی خزائن السمٰوٰت والارض خصوصا فی نفوس المومنین وقد قال اللہ عزوجل النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم الایۃ فیتصرف کیف یشاء ویعطی و یقسم من یشاء من خزائن الحق تبارک وتعالیٰ و یمنع من یشاء باذن اللہ تبارک وتعالیٰ فتدبر" ۱۲

الفقیر سردار احمد غفرلہٗ

بخاری: ج ۱ - ص ۴۷۰

حدیث حضرت ابو ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

قولہٗ صلی اللہ علیہ وسلم فیقول بعض الناس الا ترون الیٰ ما انتم فیہ الیٰ ما بلغکم الا تنظرون الیٰ من یشفع لکم الیٰ ربکم فیقول بعض الناس ابوکم آدم فیاتونہ . . . . . الحدیث

لفظ بعض النّاس پر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے لکھا:

"بعض النّاس للتعظیم"

دراصل اس مختصر جملہ میں ایک بہت بڑے سوال کا جواب ہے۔ محدثین کی عادت کے مطابق امام بخاری علیہ الرحمہ جب کسی حدیث سے مسالکِ فقہاء کا تذکرہ کرتے ہیں تو اکثر فقہاء کا نام لکھتے ہیں، مگر جب سراج الائمہ حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک بیان کرتے ہیں، تو ان کا انداز یوں ہوتا ہے: "قال بعض الناس۔"

بعض شارحین نے یوں سمجھا کہ العیاذ باللہ امام بخاری علیہ الرحمہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام حقارت یا نفرت کی وجہ سے نہیں لیتے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ اس وہم کو، کہ امام بخاری، امامِ اعظم کا تذکرہ نہایت کمتر الفاظ میں کرتے ہیں، یوں دُور فرماتے ہیں کہ لفظ "بعض النّاس" امام بخاری علیہ الرحمہ کے نزدیک کلمہ تعظیم ہے۔ اس پر امام بخاری کی اپنی روایت مذکورہ بالا ہی شاہد ہے۔

یاد رہے کہ صحیح بخاری میں امامِ اعظم علیہ الرحمہ کا تذکرہ "بعض النّاس" کے لفظ سے پچیس مرتبہ آیا ہے۔

مُسلم: ج ۱، ص ۱۳۲

حدیث حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر شارح امام نووی علیہ الرحمہ کے قول خروج الحدث الاخر والرائحۃ الکریھۃ پر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے تعقب فرمایا:

"اقول این لہ الرائحۃ الکریھۃ وفضلات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کانت طاھرۃ طیبۃ کما ھو المختار صرح بہ فی شرح الشمائل ونص علیہ فی الیواقیت بل کان الطیب یفرح من موضع غائطہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتبتلعہ الارض کما جاء فی بعض الروایات فاطلاق لفظ الرائحۃ الکریھۃ من الشارح مکروہ جدا کما لا یخفیٰ۔"

فقیر محمد سردار احمد غفرلہ

مُسلم: ج ۱، باب قضاء الصلوٰۃ الفائتۃ واستحباب تعجیل قضائها — حدیث لیلة التعریس۔

روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر امام نووی علیہ الرحمہ نے بحث کرتے ہوئے لکھا،

"لان القلب انما یدرك الحسیات المتعلقة به کالحدث والالم ونحوهما ولا یدرك طلوع الفجر وغیره مما یتعلق بالعین . . . . ."

اس پر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے ان الفاظ میں تعقب فرمایا:

"یقول العبد الضعیف بل الاصح ان القلب یدرك الحدسیات والجزئیات والکلیات والمحسوسات و غیر المحسوسات و فی الحالة المذکورة قلبه الانور کان مشغولا ومصروفا فی مشاهدة الملکوت و التجلیات الربانیة والانوار الالهیة للمصالحة وهی تشریع قضاء الفائتة عملًا وفعلًا . . . ."

مُسلم: ج ۱ - ص ۳۹۱

حدیث حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متن اما هذا فقد صدق فقم حتی یقضی اللہ فیك الخ سے حضرت شیخ الحدیث نے علم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر استدلال فرمایا۔ الفاظ ملاحظہ ہوں:

"فیعلم منه ان نزول الوحی وانتظاره لاینافی سبق علم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم بصدق الحادثة اوکذبها فعلم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم بصدق کعب رضی اللہ تعالیٰ عنه وکذب المنافقین

حیث قال اما ھٰذا فقد صدق یستفاد منہ صدق کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعبارتہ وکذب المنافقین باشارتہ ولکنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ستر علیہم وقبل عذرھم وعلانیتھم ظاھرا واستغفر لھم کما کان خلقہ العظیم لانہ رحمۃ مھداۃ للعلمین ثم نزل الوحی بتوبۃ کعب وصدقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وبکذب المنافقین ومکرھم کذلک علم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ببرأۃ المحبوبۃ عائشۃ الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وکذب المنافقین والقاذفین لانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قال واللہ ما علمت باھلی الاخیرا ومع العلم انتظر الوحی من اللہ عزّوجل فتدبر والحاکم الکبیر قد یعلم الحادثۃ یقینًا ولکنہ ینتظر الحکم والقول الفیصل من الحاکم الاکبر منہ للحکمۃ والمصلحۃ۔"

الفقیر محمد سردار احمد غفرلہ

مُسلم ؛ ج ۲ - ص ۸۶

شارح مسلم امام نووی علیہ الرحمہ نے حدیثِ اوّل نزول وحی پر بحث کرتے ہوئے لکھا؛

ھٰذا الاحتمال الثانی ضعیف لانّہ خلاف تصریح الحدیث....

اس پر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے معارضہ پیش کیا، ملاحظہ ہو؛

"اقول ھٰذا الاحتمال لیس بضعیف ولیس بخلاف تصریح الحدیث مطلقا لانہ ربما یحکی الحاکی حکایۃ فی صورۃ الشک مع العلم الیقینی لفائدۃ اختبار المخاطب کما فی بعض حواشی البخاری۔" [illegible]

مُسلم ، ج ۲، ص ۲۴۳

حدیث "من رانی فی المنام فسیرانی فی الیقظۃ" کی شرح میں امام نووی علیہ الرحمہ نے تین احتمال بیان کرکے لکھا:

"ونحو ذٰلک واللّٰہ اعلم"

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے نئے احتمال کی طرف اشارہ کرکے اس کی ترجیح ثابت کی اور لکھا:

"الرابع انہ یراہ فی الیقظۃ قبل الوفاۃ کرامۃ لہ کما وقع لسیدنا قطب الاقطاب فرد الافراد مرجع الاوتاد سید الاسیاد سند الاولیاء مستند الاتقیاء الشیخ محی الدین عبد القادر الجیلانی المعروف بالغوث الاعظم وغیرہ من الاولیاء الکرام قدست اسرارھم وھذا الاحتمال الرابع رجحہ العلامۃ جلال الملۃ والدین قدس سرہ فی رسالتہ تنویر الحلک فی النبی والملک۔"

سردار احمد غفرلہٗ

نسائی ، ص ۱۲۰

حدیث ام المؤمنین حضرت میمونۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یصلی علی الخمرۃ....

میں لفظ "الخمرۃ" کا اعراب علامہ سندھی محشی نسائی نے بفتح الخاء کے ساتھ لکھا اس پر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے تعقب فرمایا:

انظر ص ۵۳ صرح العلامہ ان الخمرۃ بضم خاء معجمہ وسکون میم مایصلی علیہ الرجل من حصیر ونحوہٖ فاعلم

ان التصریح بفتح الخاء مخالف للتصریح السابق ومخالف
لتصریح زهر الربی ایضا لعل هذا من زلة قلم الناسخ
او مبنی علی جواز الفتح علی شذوذ واللہ تعالیٰ و
رسوله الاعلیٰ اعلم۔ الفقیر محمد سردار احمد غفرلہٗ

نسائی: ص ۱۴۷،۱

حدیث ابی هریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ
اذا امن القاری فامنوا .... سے فقہ حنفی کے موافق فاتحہ
خلف الامام کے بارے میں استدلال فرمایا:
فیه اشارة الی ان القاری الذی یقرء حقیقة
هو الامام دون المقتدی لان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم قال للمقتدی اذا قرء فانصتوا کما مر
فالمقتدی هو المنصت مطلقا فی وقت قراءة الامام
فتدبر ۱۲ فقیر محمد سردار احمد غفرلہٗ

نسائی، ص ۱۷۵،۱

باب التخفیف فی التشهد الاول عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الرکعتین کانه علی الرضف
سے محشی نے شوافع کے مسلک کے مطابق استدلال کیا کہ چار رکعت والی نماز میں پہلی اور
تیسری رکعت کے بعد مختصر قعدہ سنتِ نبوی ہے۔ اس پر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کا
معارضہ ملاحظہ ہو:
"اقول یابی هذا التاویل روایة الترمذی عبد اللہ بن
مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فانه فیه اذا جلس فی الرکعتین

الاولین فالمراد من الرکعتین فی الکتاب الرکعتان
الاولیان وعلی ھٰذا التقدیر المفھوم من الحدیث
انہٗ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان لایزید علی التشھد
شیئًا فی القعدۃ الاولٰی وقال الترمذی بعد روایۃ
الحدیث والعمل علی ھٰذا عند اھل العلم یختارون
ان لا یطیل الرجل القعود فی الرکعتین الاولیین ولا یزید
علی التشھد شیئًا فی الرکعتین الاولیین فثبت من ھٰذا
ان حاصل الحدیث التخفیف فی القعدۃ الاولٰی۔ ففی
دلالۃ الحدیث علی التخفیف فی التشھد تامل الا
ان یقال ان التخفیف فی القعدۃ مستلزم للتخفیف
فی التشھد او المراد من الباب التخفیف قعود التشھد
الاول علی حذف المضاف او المراد من التخفیف عدم
الزیادۃ فی القعدۃ الاولٰی التشھد بل القیام الی الرکعۃ
الثالثۃ بعد الفراغ التشھد من غیر توقف فتدبر حق
التدبیر۔ وظھر مما سبق ان المحشی انما اراد من
الرکعتین الاولٰی والثالثۃ لانہ ما رجع الی روایۃ اُخرٰی
باسناد آخر ولکن اخذ بظاھر الالفاظ وما قال وان
صحیحا وعلیہ عمل الحنفیۃ فغیر ظاھر من الفاظ
الحدیث باعتبار تعدد طرقہ وایضا غیر مناسب
للباب عنوان الباب فی الکتاب التخفیف فی التشھد
الاول فاذا اراد المحشی من الرکعتین الاولٰی والثالثۃ

فکیف المطابقۃ بین الحدیث وعنوان الباب فالحق

ما قلنا وبہ حصل المطابقۃ بین الباب والحدیث

فتدبر" ۱۲ فقیر محمد سردار احمد غفرلہٗ

نسائی: ص ۲۴۱

حدیث دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم بوقت قیام اللیل والنبیّون

حق ومحمد حق پر علامہ سندھی محشی نسائی کے قول "قیل ھو من عطف الخاص

علی العام تعظیما لہ ومقام الدعاء یابی ذلک" پر تعقب فرماتے ہوئے حضرت

شیخ الحدیث علیہ الرحمہ یوں معارضہ کرتے ہیں،

"اقول مقام الدعاء لا یابی ذلک کیف واسمہ

المبارک المعظم ھو الوسیلۃ العظمی لقبول الدعاء

وقد جاء فی الحدیث موقوفاً ان الدعاء معلق بین

السماء والارض لا یصعد منہ شیئ حتی تصلی علی

نبیّک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم اوکما سیّدنا عمر

الفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ فتدبر" الفقیر محمد سردار احمد غفرلہٗ

ابن ماجہ: ص ۸۹

حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

"انی سائلک عن امر انت بہ عالم وانا بہ جاھل" سے حضرت

شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے علمِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر استدلال کیا:

"اذکر سوال الاعرابی متی الساعۃ یا رسول اللہ حیث اعتقد

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم بوقت قیام الساعۃ ولم

ینکرہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فثبت التقریر ان اعتقاد

السائل حق۔ فتدبر" الفقیر محمد سردار احمد غفرلہٗ

(ط) تدریسِ حدیث کی امتیازی خصوصیات:

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کا تعارف تدریسِ حدیث کے حوالہ سے ہوتا تھا اور اب وصال کے ایک طویل عرصہ بعد بھی اسی نسبت سے آپ کی پہچان ہوتی ہے۔ جبکہ اس دور میں اور بھی متعدد علماء کرام تدریسِ حدیث کے فرائض سرانجام دے رہے تھے، بہ ظاہر ہے کہ تدریس حدیث کی حیثیت سے کچھ ایسے اوصاف ہیں جن کی بناء پر مولانا محمد سردار احمد علیہ الرحمہ کو خواص و عوام میں "شیخ الحدیث" اور "محدثِ اعظم" کی حیثیت سے جانا پہچانا جاتا ہے۔

اس مقام پر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی تدریسِ حدیث کا مکمل نقشہ پیش کرنا مقصود نہیں اور نہ ہی قلم و زبان میں اتنی استطاعت ہے کہ آپ کی شانِ تدریسِ حدیث کو بیان کر سکے' بلکہ بعض ان امور کی طرف اشارہ کرنا مطلوب ہے جن کی بناء پر آپ کو شیخ الحدیث اور محدثِ اعظم کہا جاتا ہے۔

سن ستاون کے جہادِ آزادی کے بعد برِصغیر میں دینی مدارس کی صورت میں چند ایسے اداروں کا قیام عمل میں لایا گیا' جن سے بظاہر دین و علم کی خدمت لینا ظاہر کیا گیا، مگر دیکھنے میں آیا کہ انہی دینی و علمی اداروں سے تقدیسِ باری جل و علا اور عظمتِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس مُسلمہ اجماعی حیثیات سے برگشتہ کرنے کا درس دیا جانے لگا۔ باعثِ کائنات، مقصودِ کائنات، محبوبِ ذاتِ کبریا، سید الانبیاء، شفیعِ معظم، رسولِ محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ ارفع و اعلیٰ کو (نعوذ باللہ) ایک عام انسان کے برابر ثابت کرنے کا درس دیا جانے لگا۔ ان اداروں کی علمی و تحقیقی مساعی صرف اسی مذموم حرکت کے لیے وقف ہو کر رہ گئیں۔ تدریسِ حدیث، فقہ، تفسیر وغیرہ کے رُوپ میں صاحبِ حدیث صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریعی حیثیت سے انکار کیا جانے لگا۔ عطایاتے باری تعالیٰ، فضائل و کمالاتِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے انحراف کی مذموم کوششوں کو علمی و تدریسی خدمات سے تعبیر کیا گیا۔ اسی غرض سے ان

پروپیگنڈا کیا گیا کہ عوام الناس کا ایک حصہ متاثر ہوا۔ اسی غرض سے "شیخ الکل" "شیخ الہند" "شیخ الاسلام" اور "حکیم الامت" ایسے نہ معلوم کتنے بھاری بھرکم القابات سے عوام الناس کو مرعوب کیا گیا۔ اپنی حقانیت کے لیے اولیاء کرام کی کرامات اور علماء اعلام کے علمی کارناموں کو بطورِ زینہ استعمال کیا گیا ـــــــــــ تعصب اور عقیدت سے بالاتر ہوکر اگر ان تاریخی حقائق کا جائزہ لیا جائے، تو حیرت ناک مناظر سامنے آتے ہیں۔

علمی و تدریسی خدمات کے بہروپ میں اس نازک صورت کو عاشقانِ مصطفیٰ جلیل القدر علماء نے شدت سے محسوس کیا اور حتی المقدور اپنے طور پر کوشش کی۔ اس دامِ ہم رنگِ زمین سے عوام اہلِ سنت کو متعارف کرایا جائے۔ طلباء کی صحیح تعلیم و تربیت اور درس و تدریس کے ایسے مراکز قائم کیے، جن میں درس و تدریس کا بنیادی اور حقیقی مقصد، تقدیس و تنزیہہ باری تعالیٰ، عظمت و رفعت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور کرامتِ اولیاء علیہم الرضوان کا اظہار اور تحفظ تھا۔ بحمدہٖ تعالیٰ علماء اہلِ سنت کی علمی و تدریسی بروقت مساعی سے عوام الناس میں عظمتِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تحفظ کا شعور بیدار ہوا اور ان کی یہ کوششیں کامیاب ہوئیں۔

مشاہیرِ علماء کے ان علمی و تدریسی مراکز، مدارسِ دینیہ میں علمائے بریلی کا مرکز سرِفہرست تھا۔ مرکزِ بریلی نے دوہرا کردار ادا کیا۔

(ا) خالص تحقیقی انداز میں تدریسی خدمات

(ب) اور تحفظِ ناموسِ رسالت کی خاطر سینوں میں عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شمع فروزاں کرنا، اس کی ضیاء سے جہالت کے خلاف علمِ جہاد بلند کرنا اور بغاوتِ مصطفےٰ کے مکروہ منصوبوں کو طشت از بام کرنا۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ اسی بریلوی مقدس سلسلۂ درس و تدریس کی نمایاں کڑی ہیں۔ آپ نے ساری عمر انہی مقاصد کے حصول میں صرف فرما دی، جن کے لیے آپ کے اساتذہ کرام نے اپنی زندگیاں وقف فرما دی تھیں۔ اسی اعتبار سے آپ کی تدریسِ حدیث بلکہ تدریس جملہ

علوم وفنون میں امتیازیت اور انفرادیت پیدا ہونا فطری امر تھا۔ آپ علماء بریلی میں "عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تحریک" کے فرد وحید تھے ؎

سالہا باید کہ تا صاحب دلے پیدا شود
بایزید اندر خراساں یا اویس اندر قرن

مرد حق آگاہ، حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے حالات کی اس نزاکت کو ابتدائے تدریس ہی میں محسوس کر لیا تھا۔ اس صورتِ حال کا مقابلہ کرنے کے لیے آپ کی تمام توانائیاں وقف ہوگئیں۔ حالات کے ردِ عمل کے طور پر آپ کی تدریسِ حدیث، عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عام کرنے کی تحریک کی صورت اختیار کر گئی۔ عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ مقدس درس جو آپ نے اپنے اساتذہ کرام سے لیا، اس کو عام کرنا آپ کا منتہائے مطلوب بن گیا تھا۔ اس مصلح و رہنما نے اپنے مقاصد کے حصول کے لیے جو کوششیں کیں، اس میں حیران کن کامیابی حاصل کی۔ بقول فخر الاساتذہ مولانا حافظ عطا محمد چشتی بندیالوی مدظلہ العالی:

"دنیا میں لوگ ہمیشہ اپنے اپنے مقاصد کے پیچھے پیچھے بھاگتے ہیں، مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیخ الحدیث کے تمام مقاصد خود اُن کے پیچھے بھاگتے رہے ہیں، سچ ہے ؎

ہر کہ عشقِ مصطفےٰ سامانِ اُوست
بحر و بر در گوشۂ دامانِ اُوست" [1]

تدریسِ حدیث ایک بہت بڑی سعادت ہے، مولا کریم کی توفیق اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل و کرم کے بغیر تدریسِ حدیث کے بُلند منصب سے عہدہ برآ ہونا ممکن نہیں۔ اسی طرح

---

[1] (ا) ہفت روزہ محبوبِ حق، لائل پور ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء

(ب) ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ، رجب ۱۳۸۹ھ ص ۶

نوٹ: عشقِ مصطفےٰ کو عام کرنے کی تحریک، تدریسِ حدیث کے مرکز، جامعہ رضویہ مظہر اسلام کے احوال اسی کتاب میں درج ہیں۔ فقیر قادری عفی عنہ

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل کرنا اگرچہ سعادت کی علامت ہے مگر تدریسِ حدیث اور احکامِ حدیث پر عمل کرنے سے بڑھ کر ایک اور مقام بھی ہے۔

ذخیرۂ احادیثِ طیبہ میں عقائد اور احکام کی احادیث کے علاوہ کچھ وہ احادیث بھی ہیں، جن کا تعلق حضور محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وارد ہونے والی کیفیات سے ہے۔ عاداتِ مصطفےٰ، حالاتِ مصطفےٰ، وارداتِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک ایک جزئیہ ذخیرۂ احادیث میں مروی ہے۔ بظاہر ان احادیث کا تعلق عمل یا احکام سے نہیں، مگر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ ایسا عاشقِ رسول ان واردات و حالاتِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے اوپر وارد کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ حالاتِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بارہا آیا۔

فتبسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

خشیتِ باری تعالیٰ میں کہیں یوں بیان ہوا۔

فبکیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کہیں روایت میں آیا،

فغضب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کہیں مروی ہے؛

فحزن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حالاتِ مصطفےٰ میں حضور کی صحت و علالت اور دورانِ صحت، قوت و طاقت، دورانِ علالت آثارِ نقاہت ـــــــ وغیرہ امور کا ذکر احادیث میں مروی اور موجود ہے۔ شیخ الحدیث علیہ الرحمہ عشقِ مصطفےٰ میں اس قدر مستغرق تھے کہ یہ واردات اور حالات بلا تصنع از خود ان پر طاری ہو جاتے۔ تبسمِ مصطفےٰ کی روایت پر آپ تبسم فرما کر سنتِ نبوی کو ادا فرماتے اور اپنے مستفیدین سے فرماتے کہ تم بھی تبسم کرو۔ اگر تبسم نہیں کر سکتے، تو تبسم کرنے والوں جیسی صورت بنا لو کہ اس سے بڑھ کر زندگی میں تبسم کا اور کونسا موقعہ آئے گا۔ صحت و علالت کے اثرات کی روایت کے دوران آپ ان آثار کے مظہر بن جاتے

گویا حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کا وجود حالات اور وارداتِ مصطفیٰ کو اس طرح قبول کرتا کہ دیکھنے سننے والا حدیث شریف کا مفہوم سمجھنے سے بڑھ کر ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عشق و محبت کا مفہوم بھی سمجھ جاتا۔ آپ کا حلقہ درس اس کیف کا مظہر بن جاتا۔ ایک ایک لفظ ایک ایک حرکت اسی مظہریت کا نمونہ ہوتی ——————— اور اس کیفیت کا ورود ہر ایک کا حصہ نہیں۔ ذٰلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء واللّٰہ ذوالفضل العظیم۔ قال اللّٰہ اور قال الرسول صرف ان کے منہ پر ہی جاری نہ ہوتا، بلکہ قلب و روح بھی اس کے ہم نوا ہوتے ——— اختصار کے پیشِ نظر آپ کی تدریسِ حدیث کے چند مناظر پیشِ خدمت ہیں:

۱۳۷۴ھ / ۱۹۵۵ء میں دورانِ تدریس ایک موقعہ پر سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایامِ المرض کی احادیث پڑھی جا رہی تھیں۔ تقریر کے دوران آپ نے یہ حدیث پڑھی:

عن ابی سعید الخدری قال خرج علینا رسول اللّٰہ فی مرضہ الذی مات فیہ ونحن فی المسجد عاصبا راسہ بخرقۃ حتی اھوی نحو المنبر فاستوی علیہ واتبعناہ قال والذی نفسی بیدہ انی لانظر الی الحوض من مقامی ھٰذا ثم قال ان عبدا عرضت علیہ الدنیا وزینتھا فاختار الاخرۃ قال فلم یفطن لھا احد غیر ابی بکر فذرفت عیناہ فبکیٰ ثم قال بل نفدیک بابائنا وامھاتنا وانفسنا واموالنا یارسول اللّٰہ قال ثم ھبط فما قام علیہ حتی الساعۃ۔ رواہ الدارمی۔ مشکوٰۃ صـ۵۴۸

حدیث کے حصّہ عاصبا رأسہ بخرقۃ پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

"جب سرکار کے سرِ انور میں درد تھا اور آپ نے کپڑے سے سرِ مبارک کو باندھا ہوا تھا۔ آپ اس وقت منبر پر تشریف فرما تھے۔ سرِ انور میں درد کی شدت کی بنا پر آپ کا کپڑے سے باندھنا جب یارِ غار حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے دیکھا ہوگا، تو ان کا کیا حال ہوا ہوگا۔ جب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ملاحظہ کیا ہوگا، تو اُن پر کیا گزری ہوگی۔ سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی جب یہ منظر دیکھا ہوگا، تو انہوں نے کیا محسوس کیا ہوگا ....؟"

اسی طرح آپ اس شدت درد میں صحابہ کرام پر وارد ہونے کے احوال بیان فرما رہے تھے محسوس ہوتا تھا کہ سرکار کے سرِ انور میں درد کی کلفت آپ بھی محسوس فرما رہے ہیں۔ دورانِ بیان آپ پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ روتے روتے ہچکی بندھ گئی۔ اسی عالم میں آپ نے کتاب بند فرما دی۔ سبق ختم ہوگیا اور آپ حلقۂ درس سے اُٹھ کر اندر تشریف لے گئے۔ اس کے بعد نہ معلوم آپ پر یہ کیفیت کتنی دیر طاری رہی۔ [۱]

اسی سال قصیدہ بُردہ شریف کی تدریس کے دوران جب میلادِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تذکرہ آیا اور قصیدہ کا یہ شعر پڑھا جا رہا تھا ؎

ابان مولدہ عن طیب عنصرہ

یا طیب مبتدء منہ ومختتم

ولادتِ باسعادت کے وقت کے آثار کا بیان فرما رہے تھے۔ قصیدہ بُردہ کی شرح خرپوتی کے حوالہ سے بیان جاری تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کی برکات، انوار اور آثار کے بیان میں آپ پر رقت طاری ہوگئی۔ کچھ دیر بیان جاری رہا بالآخر ہچکی بندھ گئی۔ اسی رقت کے عالم میں کتاب بند فرما دی اور آپ حلقۂ درس سے اُٹھ کر اندر تشریف لے گئے۔ [۲]

ایک مرتبہ نزولِ قرآن کی کیفیت کا بیان ہو رہا تھا۔ نزولِ قرآن کے وقت حاملِ وحی حضرت جبریلِ امین علیہ السلام کی تلاوت کے ساتھ ہی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قرآن مجید پڑھنے

---

[۱] مولانا سید حسین الدین شاہ شیخ الحدیث ومہتمم جامعہ رضویہ سبزی منڈی، راولپنڈی نے یہ روایت مجھ فقیر قادری عفی عنہ سے ۸ ربیع النور ۱۴۰۴ھ / ۱۴ دسمبر ۱۹۸۳ء کو بیان فرمائی۔

[۲] یہ روایت بھی مولانا سید حسین الدین شاہ نے بیان فرمائی۔

والی قرآنی حقیقت لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ کا بیان ہو رہا تھا۔ اتباعِ نبوی میں درسِ حدیث کے وقت آپ کے لبِ مبارک بھی ہِل رہے تھے، گویا اس حالِ مصطفےٰ پر عمل ہو رہا تھا۔ آپ کے ہونٹوں کی حرکت شریکِ درس طلباء نے دیکھی اور خوب محسوس کی۔ [1]

اسی نوعیت کا ایک اور واقعہ جامعہ رضویہ منظرِ اسلام بریلی میں دورانِ درسِ حدیث مشاہدہ میں آیا۔ حضور نبی اکرم رسولِ معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت کے ابتدائی سالوں کا بیان تھا کہ ابتداءً آپ کی تبلیغ خفیہ طور پر ہوتی۔ حکمِ خداوندی آیا کہ اپنے خاندان والوں کو جمع کر کے تبلیغ کریں۔ آپ نے پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر قریش، اپنے قبیلے کے افراد کو جمع کیا۔ جمع کرنے کے لیے آپ نے بلند آواز سے پکارا۔ چنانچہ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ کی تفسیر کرتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع میں شریکِ درس طلباء سے فرمایا:

"حدیث کا جملہ یَا صَبَاحَاہ! آپ کے بلانے کی کیفیت کو بیان کرنا ہے۔"

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قریش کو بلند آواز سے بُلایا جیسے پنجابی محاورہ میں "کُوک" مارنا کہتے ہیں۔ بھلا کُوک کیسے مارتے ہیں؟ آپ نے بھی آواز بلند فرمائی اور طلباء سے بھی ایسا کروایا۔ [2]

حلقۂ درس میں عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اثر انگیزی صرف درسِ حدیث پر ہی موقوف نہ تھی، بلکہ دیگر فنون کی تدریس میں جب بھی سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تذکرہ آجاتا۔ عشق و محبت کی بناء پر وہیں فضائل و محامدِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا بیان جاری ہو جاتا۔

۱۳۶۹ھ/ ۱۹۴۹ء میں اوّلین دارالحدیث میں میراث کی مشہور کتاب سراجی کا سبق پڑھا رہے تھے۔ میراث کے ایک مسئلہ پر تقریر کے دوران سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا نامِ اقدس آیا۔ اس پر آپ حضور کے فضائل و محامد بیان فرمانے لگے اور جو مسئلہ میراث شروع

---

[1] روایت مولانا علامہ غلام رسول، شیخ الحدیث جامعہ رضویہ، فیصل آباد، ۱۵ رجمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

[2] روایت ایضاً۔

تھا، اس سے توجہ ہٹ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد جب احساس ہوا، تو فرمایا:

"مسئلہ تو میراث کا بیان ہو رہا تھا، لیکن توجہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

کی شانِ اقدس کی طرف ہو گئی۔ الحمد للہ!"

یہ کہنا تھا کہ آنکھوں میں آنسو آ گئے، رقت طاری ہو گئی اور حسبِ معمول طلبا سے فرمایا

پڑھو ۔۔۔ بود در جہاں ہر کسے را خیالے

مرا از ہمہ خوش خیال محمد

آپ کی چشمانِ اقدس سے آنسو جاری تھے اور دار الحدیث عارفِ جامی علیہ الرحمہ کے

اس نعتیہ کلام سے گونج رہا تھا۔ [1]

تدریسِ حدیث، ذکرِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بہترین صورت ہے۔ ذکر، مذکور اور ذاکر میں جس درجہ کی مناسبت ہو گی، اس کے اثرات اسی نوعیت کے ہوں گے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی تدریسِ حدیث کا حال مثال سے آپ سمجھ چکے ہیں۔ حدیث نبوی سے حد درجہ قلبی و روحانی تعلق کی بنا پر آپ کے حلقۂ درس کی شان انفرادی ہوتی اور آپ کے حلقہ درس میں ہونے والے فضلِ ربانی کی نرالی اور انوکھی شان ہوتی۔ انوارِ الٰہیہ کا نزول محسوس اور مشاہدہ کی حد تک ہوتا۔ جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام بریلی کی مستقل عمارت نہ تھی، مسجد بی بی جی مرحومہ میں درس و تدریس کا سلسلہ ہوتا تھا۔ موسم کی شدّت، بارش، آندھی، دھوپ اور سردی سے محفوظ رہنے کا خاطر خواہ انتظام نہ تھا۔ صحن مسجد میں معمولی ٹین کا ایک چھپّر تھا۔

بارہا مشاہدہ کرنے والوں کا بیان ہے کہ ادھر صحن مسجد میں درس حدیث ہو رہا ہے اور آسمان پر بغیر بادل کے، دھوپ کی موجودگی میں انوارِ الٰہیہ کی محسوس بارش ہوتی۔ تمام حاضرین

---

[1] روایت شریکِ درس حضرت مولانا ابو داؤد محمد صادق گوجرانوالہ، بحوالہ ماہنامہ نوری کرن بریلی مارچ و اپریل ۱۹۶۳ء، ص ۶۴

اس کو محسوس کرتے اور محظوظ ہوتے۔ لے

یہ انوار دراصل انوار الحدیث ہوتے۔ ان انوار کو آپ کے وصال کے بعد آپ کے جنازہ مبارکہ پر، دن کے اُجالے میں، سورج کی روشنی میں عقیدت مند اور بیگانے عوام و خواص سب نورانی پھول کی صورت میں سر کی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ ۲ے

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ عالم بالحدیث ہونے کے ساتھ ساتھ عامل بالحدیث بھی تھے۔ عامل بالحدیث ہر صحیح العقیدہ، صحیح العمل مسلمان ہوتا ہے، مگر آپ کے عامل بالحدیث ہونے کا مفہوم بڑا وسیع ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض ارشادات استحباب کے لیے ہیں۔ بعض ارشادات میں جانبِ فعل میں "اختیار" ہے۔ عزیمت و رُخصت کا مفہوم سمجھنے والے پر یہ امر منکشف ہے، مگر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر حکم پر عمل فرماتے، خواہ وہ حکم اختیاری ہوتا یا اس میں رخصت کا پہلو نکلتا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آپ کا تعلق اس امر کو گوارا نہ کرتا کہ "اختیار" یا "رُخصت" کا سہارا لے کر اس حکم سے پہلوتہی کی جائے۔ صحابہ کرام کی اتباع میں عمل کے لیے، حکم کی علت معلوم نہ فرماتے اور نہ اختیار رخصت کی وسعت سے فائدہ اٹھاتے۔ حضرت محدثِ اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ جس یقین کے ساتھ حدیث پڑھاتے تھے، اسی یقین کے ساتھ اس پر عمل بھی کرتے تھے۔ چنانچہ جلالۃ العلم مولانا حافظ عبدالعزیز مبارک پوری فرماتے ہیں؛

ترمذی شریف کی حدیث ہے: طعام الواحد یکفی الاثنین وطعام الاثنین یکفی الثلاثۃ (الحدیث) یعنی ایک شخص کا کھانا دو کے لیے کافی ہو سکتا ہے اور دو کا تین کے لیے کافی ہو سکتا ہے — اس حدیث پر حضرت

لے قلمی یادداشت مولانا عبدالرشید جھنگوی۔ مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ۔ لاہور

نوٹ: مولانا موصوف نے ۱۳۶۴ھ/۱۹۴۵ء میں منظرِ اسلام بریلی شریف سے دورۂ حدیث مکمل کیا۔

۲ے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (ا) روزنامہ سعادت لائل پور۔ مجریہ ۳۱ دسمبر ۱۹۶۲ء

(ب) روزنامہ عوام لائل پور، مجریہ ۳۱ دسمبر ۱۹۶۲ء (ج) ماہنامہ نوری کرن بریلی، مارچ واپریل ۱۹۶۳ء

علامہ موصوف نے پورا عمل کیا۔ واقعہ یہ ہے کہ جب آپ دارالعلوم مظہرِ اسلام بریلی شریف کے شیخ الحدیث تھے، تو میں نے آپ کی خدمت میں ایک طالب علم حافظ محمد صدیق مرادآبادی کو تحصیلِ علم کے لیے روانہ کیا۔ حضرت موصوف نے اس کو دارالعلوم مظہرِ اسلام میں داخل کر لیا، مگر اس کے کھانے کا انتظام نہ ہو سکا۔ حضرت کا جو کھانا معمولاً آیا کرتا تھا، اسی کھانے میں اپنے ساتھ کھلانا شروع کر دیا۔ دو چار، دس بیس روز نہیں، بلکہ جب تک حافظ محمد صدیق بریلی شریف رہے، برابر ان کو اپنے ساتھ اُسی کھانے میں شریک رکھا۔ ان سے فرمایا کرتے تھے: "کھاؤ، بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ، انشاء اللہ دونوں کو کافی ہوگا"

حافظ محمد صدیق کا بیان ہے کہ میرا پیٹ تو بھر جاتا تھا، حضرت مولانا کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ حضرت موصوف علیہ الرحمہ کا یہ وہ عمل ہے جو فی زمانہ اپنی نظیر آپ ہے۔" [1]

۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۱ء میں اس فقیر قادری عفی عنہ (مؤلف کتاب ہذا) کے دورۂ حدیث کے سال ایک مرتبہ مسواک کی سُنّیت اور اس کے استحباب کا مسئلہ پڑھنے میں آیا۔ اس پر آپ نے فرمایا:

"مسواک کرنا اگرچہ سنّت ہے کہ بغیر اس کے وضو جائز ہے، مگر حتی الامکان اس پر عمل کرنا چاہیے تاکہ مسواک کرنے کی برکات سے محرومی نہ رہے۔"

پھر شریک درس طلباء میں سے ہر ایک سے فرداً فرداً مخاطب ہو کر دریافت فرمایا: "کیا آپ کے پاس مسواک ہے؟"

جو طلباء بغیر مسواک کے وضو کرتے، انہیں اتباعِ سنت میں مسواک کرنے کی تاکید فرمائی۔ [2]

---

[1] ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ مارچ و اپریل ۱۹۶۳ء

[2] اتباعِ سنّت کا یہ واقعہ فقیر کے حوالہ سے مولانا محمد علیم الدین مجدّدی نے اپنے مضمون میں ہفت روزہ "طوفان" ملتان، مطبوعہ ۷ را پریل ۱۹۶۳ء میں درج کیا۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کا اندازِ تدریسِ حدیث چونکہ خالص محققانہ ہوتا۔ اس تحقیقی اندازِ تدریس کو آپ کا محقق تلمیذ ہی بیان کرسکتا ہے۔ اس کا بیان مجھ بے بضاعت قلیل العلم کی بساط سے باہر ہے، تاہم سطحی طور پر چند امور کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

(۱) حدیث پڑھانے کے لیے دارالحدیث کو روانگی سے قبل، اس کے لیے بڑے اہتمام سے تیاری فرماتے۔ غسل، وضو کے بعد اعلیٰ اور اُجلا لباس زیب تن فرماتے، عمامہ پہنتے۔ اس اہتمام کو دیکھ کر گمان ہوتا کہ شاید آپ کسی خاص شخصیت کی ملاقات، یا خاص مجلس میں شرکت کے لیے تیاری فرما رہے ہیں۔ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احوال میں کچھ ایسا ہی منقول ہے۔

(۲) دارالحدیث میں پہنچ کر اپنی مسند پر تشریف فرما ہوتے، تو پھر ایسا معلوم ہوتا کہ دُنیا سے بے خبر ہوکر صرف احوال و اقوال و آثارِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خبر رکھتے ہیں اور قلب و نظر پر ایسا ضبط ہوتا کہ بڑے سے بڑا کوئی حادثہ بھی اس تصور سے آپ کو اپنی طرف متوجہ نہ کرسکتا تھا۔ متعدد لوگ دارالحدیث کے باہر آپ کی فرصت اور سبق ختم ہونے کا انتظار کرتے۔ حتیٰ کہ بعض اوقات دینی یا دنیوی بڑی شخصیت آجاتی اور وہ محض توجہ اپنی طرف مبذول کرانے کے لیے دارالحدیث میں داخل بھی ہوجاتے، مگر کیا مجال کہ آپ حدیثِ رسول سے اپنی توجہ ہٹالیں، بلکہ اپنے مقررہ وقت پر ہی، اسباق کے اختتام پر ان کی طرف متوجہ ہوتے۔ حدیث کے ادب کا یہ عالم تھا کہ اگر دورانِ اسباق کسی وقت عمامہ کا بل کھُل جاتا، تو اختتامِ سبق تک کھُلا ہی رہتا۔ سبق سے فراغ ہوکر، دارالحدیث سے روانگی کے وقت کھڑے ہوکر درست فرماتے۔ چھ چھ گھنٹے مسلسل بیٹھ کر پڑھاتے، مگر کبھی مسند یا دیوار پر ٹیک نہ لگاتے۔

(۳) درسِ حدیث کی ابتدا دُرود شریف، قصیدہ بُردہ شریف سے فرماتے۔ عموماً درج ذیل دُرود شریف مشعر بہ استغاثہ کے اشعار بڑے سوز کے ساتھ خود بھی پڑھتے اور طلبا سے بھی پڑھواتے جس کے باعث ایک پُرکیف سماں پیدا ہوجاتا۔ اس پُرسوز آواز کو سُن کر وہ طالبان

حدیث بھی دارالحدیث میں پہنچ جاتے جو ابھی تک سبق شروع ہونے کے انتظار میں باہر ہوتے

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی بَدْرِ التَّمَام — اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی نُوْرِ الظَّلَام
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مِفْتَاحِ دَارِ السَّلَام — اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی شَفِیْعِ جَمِیْعِ الْاَنَام
یا امام الرسل و یا سندی — انت باب اللّٰہ و معتمدی
فبد نیای و باٰخرتی — یارسول اللّٰہ خُذ بیدی

(۴) مولا کریم نے آپ کو بے نظیر قوت حافظہ سے نوازا تھا۔ کسی کتاب کے ایک مرتبہ مطالعہ کے بعد سالہا سال تک عبارت اور مطالب ذہن میں محفوظ رہتے۔ متنِ کتاب کی جتنی شرحیں ہوتیں، سب کے سب مضامین بقیدِ صفحہ یاد رہتیں۔ جب کبھی کسی اہم علمی مسئلہ پر تقریر فرماتے تو بلا تکلف بے شمار کتابوں کی عبارات مع حوالہ کے پڑھتے چلے جاتے۔ بے نظیر قوتِ حافظہ کی بدولت مولانا حافظ عبدالعزیز شیخ الحدیث مبارک پوری آپ کو عدل العلم (یعنی علم کی گھٹڑی) کہا کرتے۔ جب ایک مسئلہ سے متعلق بے شمار احادیث زبانی پڑھ دیتے، تو اس وقت آپ کے حافظ الحدیث ہونے کا یقین پختہ ہو جاتا۔ اس کے باوجود ہر روز سبق پڑھانے سے پہلے، رات کو صبح کے اسباق سے متعلق تمام ضروری شروح کا مطالعہ از سرِ نو فرماتے۔ بارہا بیماری کے عالم میں اطباء اور حکماء نے مطالعہ سے منع کر دیا، مگر آپ کا ذوقِ مطالعہ اس پابندی کو قبول نہ کرتا۔

(۵) درسِ حدیث میں سب سے زیادہ توجہ اس امر پر ہوتی کہ مرادِ نبوی کیا ہے؟ قواعدِ عربیت، اصولِ بلاغت اور اصطلاحاتِ حدیث سے مضمون کو اخذ فرماتے، مگر ان امور پر مرادِ نبوی کو بہر حال مقدم رکھتے۔ حدیث اور مرادِ نبوی کو ان اصول و ضوابط کا پابند نہ بناتے کہ یہ سب بعد کی دریافت ہیں۔

(۶) چونکہ اکثر احادیث، قرآن مجید کی تفسیر ہیں۔ اسی مناسبت سے اکثر مواقع پر مشکل آیاتِ قرآنیہ کے مفاہیم کو حدیثِ نبوی سے واضح فرماتے۔

(۷) حسبِ ضرورت اسماء الرجال پر کلام فرماتے۔ بالخصوص جبکہ راویوں کی جرح وتعدیل میں محدثین کا اختلاف ہوتا۔ محدثین کے اقوال جرح وتعدیل نقل فرما کر جب قول فیصل ارشاد فرماتے تو بخاری وترمذی کی یاد تازہ ہوجاتی۔

(۸) درسِ حدیث کے دوران حل تراجم ابواب کی طرف خاص توجہ فرماتے۔ بعض مواقع پر حل تراجم میں شارحین سے اختلاف فرماتے۔ اپنے موقف کی ترجیح، مصنف کے دیگر حوالوں سے فرماتے۔

(۹) دورانِ تقریر فقہ الحدیث کے لیے اقوالِ ائمہ نقل فرماتے اور پھر اُن کے دلائل بیان فرماتے۔ پھر اُن کا جواب دے کر مسلکِ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ترجیح ثابت فرماتے۔ اختلافِ مسالک کے بیان میں آپ ائمہ کرام اور اکابر مشائخ عظام کا ادب ملحوظ رکھتے۔ محدثین اور طالبانِ حدیث پر واضح ہے کہ صحاحِ ستہ کی کتابیں غیر حنفی محدثین کی ہیں۔ ان کی تدریس میں، بالخصوص بخاری ومسلم میں بعض مواقع ایسے ہیں، جہاں متصلب حنفی کو سخت نزاکت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان مواقع پر بعض قلیل البضاعۃ کم ظرف ان حضراتِ محدثین کو نازیبا الفاظ میں یاد کرتے ہیں، مگر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ ان مراحل سے اس طرح گزرتے کہ مذہبِ حنفیہ کی رجحیت ثابت ہوجاتی اور ان حضرات کے دامنِ عزت پر بے ادبی کی گرد تک نہ پڑتی۔

(۱۰) صحاحِ ستہ میں سے جو کتاب بھی پہلے سامنے آجاتی، اس کا سبق شروع ہوجاتا۔ بامحاورہ ترجمہ، لغات کی تشریح، اصطلاح محدثین کے مطابق حدیث کی کیفیت (صحیح، حسن، ضعیف وغیرہ) کے بعد مسائل کا استخراج فرماتے۔ علامہ عینی، امام طحاوی اور علامہ عسقلانی وغیرہ کی تشریحات بطورِ حوالہ پیش فرماتے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی کے حق شافعیت میں دلائل کا جواب ضرور دیتے، اس وقت آپ کی تدریسِ حدیث کے جوہر کھلتے۔ تحقیقی انداز اتنا سادہ ہوتا کہ کم علم بھی آپ کی مراد سمجھ لیتا۔ رجحیت مسلکِ احناف کے بیان

کے موقع پر محسوس ہوتا کہ حنفیت بتمامہا احادیث سے مؤید ہے۔ ایسا معلوم ہوتا کہ مسلکِ حنفی حدیث کے خلاف نہیں، بلکہ حدیث سے مستخرج ہے۔

(۱۱) اسرارِ شریعت میں زیادہ تر شیخ ابن عربی، شیخ عبدالوہاب شعرانی، صاحب حدیقۂ ندیہ کا کلام نقل فرماتے۔

(۱۲) حدیث کے واضح مفہوم، اقوالِ ائمہ اور کلام شارحین کا ذکر فرما کر مسلکِ اہل سنت کی حقانیت کا بیان فرماتے۔ پھر فرماتے یہی مسلک اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت مولانا الشاہ احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کا ہے۔ اس مسلکِ حقہ کا مخالف بے دین و بد دین ہے۔ اس موقعہ پر بے دین و بددین فرق باطلہ بالخصوص نجدیہ کا خوب رد فرماتے۔ آپ کا یہ بیان حمیتِ مذہبی اور غیرتِ دینی کا مظہر ہوتا

غرض حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کا حلقۂ درس دیکھ کر اکابر محدثین کی یاد تازہ ہو جاتی۔ متون حدیث کی روایت کے وقت بخاری و ترمذی، فقہ الحدیث کے بیان پر امام اعظم علیہ الرحمہ کے ارشد تلامذہ، بلاغت و عربیتِ حدیث کے معرضِ بیان میں علامہ تفتازانی و جرجانی اور اسرارِ شریعت کے موقعہ کے بیان میں شیخ الاکبر و علامہ شعرانی اور امام احمد رضا قدس سترہم الاقدس کے حلقہ ہائے درس کا نقشہ تازہ ہو جاتا۔

یہی وہ اوصاف ہیں، جن کی بنا پر آپ کے درسِ حدیث کو انفرادیت اور امتیازیت[1] حاصل تھی۔

---

[1] حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کا محدثِ اعظم ہونا ایسا وصف تھا کہ علمی دنیا سے متعلق افراد کے علاوہ عوام الناس تک معروف ہو گیا، چنانچہ متعدد بار ایسا ہوا کہ بیرون ملک سے آپ کے نام جو مکتوب آئے۔ ان کے پتہ پر صرف "محدثِ اعظم پاکستان" لکھا ہوا ہوتا، آپ کے شہر کا نام اور آپ کا نام درج ہوتا، مگر پھر بھی وہ خطوط آپ تک پہنچ جاتے۔ فقیر قادری عفی عنہ

حضرت شیخ الحدیث محقق کی حیثیت سے

درس و تدریس، وعظ و تبلیغ، رُشد و ہدایت کی مصروفیات اس قدر زیادہ تھیں کہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے لیے تصنیف و تالیف کی طرف متوجہ ہونا آسان نہ تھا۔ منظرِ اسلام بریلی کی تدریس کے دوران ہندو مسلم فسادات اس نہج پر پہنچ چکے تھے کہ دیگر مقامات کی طرح بریلی شہر ہندو غنڈوں کی آماجگاہ بن کر رہ گیا تھا۔ اساتذہ، طلبہ ——— جو مسلم حقوق کی نگہداشت کرتے۔ ان کی جان، مال اور آبرو ہر وقت خطرے میں رہتی۔ ان فسادات نے خطرناک صورت اختیار کر رکھی تھی۔ مئی ۱۹۴۶ء میں مشہور ہو گیا کہ مولانا محمد سردار احمد مسلم حقوق کی نگہداشت کرتے ہوئے ان فسادات میں شہید ہو گئے ہیں۔ ملک کے طول و عرض میں آپ کے ایصالِ ثواب کی مجالس منعقد ہوئیں، مگر بحمدہٖ تعالیٰ چند دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی اور آپ خیریت سے ہیں۔

تقسیمِ ملک کے بعد مہاجرین کو پیش آمدہ مسائل کا تصور صرف اُسی کے لیے ممکن ہے جو ان حالات سے دوچار رہا۔ لائل پور کو آنند کے لیے تعلیم و تبلیغ کا مرکز بنانا بھی بے شمار موانع اور مشکلات کا موجب بنا۔ لائل پور دیوبندی وہابی مولویوں کا مرکز تھا۔ ظاہر ہے کہ ان کی طرف سے مخالفت ہونا تھی سو ہوئی۔ آپ پر نعوذ باللہ قتل کرنے کے منصوبے کے تحت حملے ہوئے۔ ادھر اسلامی یونیورسٹی مرکزی دار العلوم جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام اور سُنّی رضوی جامع مسجد کی وسیع اور عالی شان عمارات کی تعمیر اور درسِ حدیث کی مصروفیات تھیں۔ ان حالات میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے لیے تصنیف و تالیف کی طرف توجہ دینا آسان نہ تھا۔ ان موانع کے باوجود آپ نے اس ضمن میں کافی علمی ذخیرہ چھوڑا۔ ان تصانیف و تالیفات میں بعض مطبوعہ ہیں اور اکثر غیر مطبوعہ ہیں۔ آپ کی تحقیقات دیکھنے سے آپ کی عبقری فکر کا پتا چلتا ہے کہ آپ کثیر التصانیف [illegible]

تصانیف (اُردو، عربی) اپنے موضوعات پر مدلل اور محققانہ ہیں۔ آپ کی تصانیف میں تفسیر، شرحِ احادیث، فقہ، کلام، عقائد، فضائل کے علاوہ ردِ مذاہبِ باطلہ سبھی موضوعات شامل ہیں۔ آپ کی غیر مطبوعہ تصانیف آپ کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہیں۔ حضرت مولانا صاحبزادہ محمد فضلِ رسول مدظلہٗ کی معرفت ہمیں ان سے استفادہ کا موقع ملا۔

۱۔ تبصرہ مذہبی بر تذکرہ مشرقی:

علامہ عنایت اللہ مشرقی بانی تحریکِ خاکسار نے کتاب تذکرہ میں ضروریاتِ دین، ارکانِ اسلام اور اصولِ دین کا صاف انکار کیا، اصولِ ایمان اور ارکانِ اسلام کو بے حقیقت اور بیکار بتایا۔ اس طرح وہ قادیانیوں کی طرح ایک نئے فرقے کا بانی بنا۔ مسلمانوں کی جمعیت کو منتشر کرنے کے لیے اس نے بیلچہ اور خاکسار تحریک شروع کی۔ یہ تحریک سیاسی اور مذہبی تھی۔ اس تحریک کی سیاسی اور مذہبی حیثیت مسلمانوں کے مفادات کے خلاف تھی۔ ان حالات میں علماءِ دین، قائدین اور اکابر مسلمان راہنماؤں نے عوام کو بروقت انتباہ کیا کہ مشرقی کے تذکرہ میں پیش کردہ عقائد اسلامی اصولوں کے خلاف ہیں اور اس کی سیاسی حیثیت مسلمانوں کے لیے مضر ہے۔ مولانا ضیاء الدین پیلی بھیتی (بھارت) اور منشی عبدالعزیز بریلوی کے مشترکہ استفتاء پر حضرت قبلہ شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے مدرسہ منظرِ اسلام بریلی کی تدریس کے دوران اس کا مفصل جواب لکھا، جس میں مشرقی کے مزعومات کا رد نہایت شرح وبسط سے کیا۔ یہ مفصل فتویٰ کتابی شکل میں — بریلی الیکٹرک پریس بریلی سے شائع ہوا۔ کتاب کے آخر میں درج ذیل علماء کی تصدیق و تقریظ ہے:

۱۔ حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا قادری بریلوی

۲۔ مفتیِ اعظم مولانا محمد مصطفےٰ رضا نوری بریلوی

۳۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالعزیز، منظرِ اسلام بریلی

۴۔ مولانا عبدالرزاق کیمبل پوری، مدرس منظرِ اسلام بریلی

۵۔ مولانا عبدالمصطفےٰ ماجد علی ازہری، مدرس منظرِ اسلام، بریلی

۶۔ مولانا وقار الدین پیلی بھیتی، مدرس مظہرِ اسلام، بریلی

۷۔ مولانا عطاء المصطفیٰ واجد علی، مدرس مظہرِ اسلام، بریلی

۸۔ مولانا محمد حامد بخاری، مدرس مظہرِ اسلام، بریلی

۹۔ مولانا غلام یٰسین بہاری، مدرس جامعہ رضویہ شہر کہنہ بریلی (قدست سرہم)[1]

۲۔ اسلامی قانونِ وراثت :

اسلامی شرعی قانون وراثت میں بیٹے، بیٹی کی موجودگی میں پوتا، پوتی ترکہ سے محروم رہتے ہیں یونہی بھائی، بہن کی موجودگی میں بھتیجا اور بھتیجی ترکہ سے محروم ہیں۔ مگر چودھری محمد اقبال چیمہ سابق ایم۔ ایل۔ اے سیالکوٹ نے ۱۹۵۳ء میں وراثت کا ایک ترمیمی بل پیش کیا جس کا مسودہ یہ تھا :

"۲۔ الف — اگر کسی بیٹے یا بیٹی، بھائی یا بہن کی موت ایسے وقت ہو جائے، جبکہ وہ شخص زندہ ہو، جس کا ترکہ اسے ملنا چاہیے، تو ان کے ورثاء کو ترکہ ایسے ہی ملے گا گویا کہ بوقت کھلنے ترکہ وہ ابھی زندہ تھے۔ یعنی یہ تصور کیا جائے گا کہ جس کا ترکہ تقسیم ہونا ہے، اس کے بعد فوت ہوا ہے۔"

اس ترمیم کی وجہ یہ بیان کی گئی :

"یہ عام خیال ہے کہ اصولِ نمائندگی وراثتِ شرعی کے لیے ایک اجنبی اصول ہے اس وقت سے پہلے فوت شدہ لڑکے یا لڑکی، بھائی یا بہن کی اولاد متوفی کا ترکہ نہیں پاتی۔ قانونِ شریعت میں ایسی کوئی صریح بندش نہیں جو کہ ایسی اولاد کو ترکہ پانے سے روکے۔ اس قانون کا موجودہ تخیل پہلے فوت ہونے والے لڑکا، لڑکی، بھائی بہن کے بچوں کی زندگی تباہ حال بنا دیتا ہے۔ قانون کو اسلامی روح کے مطابق بنانے کے لیے متذکرہ بالا ترمیم تجویز کی گئی ہے۔"[2]

---

[1] تبصرہ مذہبی بر تذکرہ مشرقی، مطبوعہ بریلی الیکٹرک پریس، بریلی ص ۴۲

[2] اسلامی قانونِ وراثت، مطبوعہ طور الیکٹرک پریس، لائل پور ص ۱

چونکہ اس ترمیمی بل سے وراثت کے مسلّمہ شرعی اصول وضوابط پر زد پڑتی تھی، اس لیے مولانا محمد حسن (بہاول پور) اور مولانا قاری محبوب رضا بریلوی (عارف والا، منٹگمری) نے اس ترمیم کے بارے میں شرعی حکم دریافت کرنے کے لیے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی خدمت میں ایک استفتاء پیش کیا۔ آپ نے دلائل سے ثابت کیا کہ جمیمہ صاحب کا ترمیمی بل نصوصِ قرآنی، احادیثِ نبوی، تعاملِ صحابہ وتابعین اور اقوالِ فقہاء کی تصریحات سے سراسر منافی ومتصادم ہے۔ چالیس صفحات کا یہ مبسوط فتویٰ صورتِ مسئولہ کے علاوہ وراثت کے دیگر متعدد مسائل کی توضیح کرتا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی جولانیٔ طبع اور اندازِ تحقیق وتفہیم معلوم کرنے کے لیے اس رسالہ کا مطالعہ ضروری ہے۔ دورانِ بحث بتّیس کتابوں سے ایک حدیث تخریج کی۔ نیز وراثت کے اس مسئلہ میں مودودی صاحب کے اختلاف پر محققانہ انداز میں گرفت فرمائی اور انہیں اپنے مسلک کے علماء کے اقوال دکھا کر راہِ ہدایت دکھائی۔

۳۔ نصرت خداداد (۱۳۵۴ھ) معروف بہ مناظرۂ بریلی کی مفصل روئداد (۱۹۳۵ء)

اکبری مسجد کہنہ شہر بریلی میں ۲۰ محرم سے ۲۳ محرم ۱۳۵۴ھ / ۲۴، ۲۶ اپریل ۱۹۳۵ء کو اہلِ سنّت کی طرف سے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ مدرسِ دوم منظرِ اسلام بریلی، دیوبندیوں کی طرف سے مولوی منظور احمد سنبھلی کے درمیان حفظ الایمان مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی کی درج ذیل عبارت پر تین دن مناظرہ ہوا:

"آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کُل غیب۔ اگر بعض علومِ غیبیہ مُراد ہیں، تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے، ایسا علمِ غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون، بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔"

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے دلائلِ قاہرہ سے ثابت کیا کہ تھانوی صاحب کی یہ عبارت توہینِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مشتمل اور کفریہ ہے اور اس پر علماء عرب وعجم کا فتویٰ کفر

درست اور صحیح ہے۔ تیسرے روز دیوبندی مناظر مولوی منظور احمد سنبھلی بغیر توبہ کیے میدانِ مناظرہ سے ایسا بھاگا کہ پھر کبھی بھی آپ کے سامنے نہ آسکا۔ اس مناظرہ کی مکمل رُوداد مولانا محمد حامد فقیہ شافعی، مقیم بریلی نے (جو مناظرہ میں ابتداء سے آخر تک رہے) قلم بند کی۔ یہ کتاب اگرچہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی اپنی تصنیف نہیں، مگر مناظرہ میں آپ کے بیان کردہ لاجواب دلائل پر مشتمل ہے۔ تاریخی اعتبار کے علاوہ اس کی علمی حیثیت قابلِ لحاظ ہے۔ اس سے آپ کی علمی شانِ جلالت واضح ہوتی ہے۔ حضرت سید محمد معصوم جیلانی نوری (م ۲۹ شوال ۱۳۸۸ھ/ ۱۸ جنوری ۱۹۶۹ء) نے اپنے کتب خانہ، نوری کتب خانہ، لاہور سے ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۷ء کو شائع کیا۔ [۱]

اس سے قبل جماعت رضائے مصطفےٰ، بریلی کی طرف سے شائع ہو چکی ہے۔

۴۔ موت کا پیغام، دیوبندی مولویوں کے نام

دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب حفظ الایمان میں ایک عبارت ایسی لکھی، جس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس شان میں توہین پائی جاتی ہے۔ اس ناپاک عبارت پر عرب و عجم کے علماء نے فتویٰ دیا کہ اس کا قائل و قابل توہینِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرتکب ہے۔ لہٰذا دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ علماء دیوبند نے اس عبارت کی اپنے طور پر توجیہ کی۔ خود مصنف مولوی اشرف علی نے اس کی تاویل کی اور بسط البنان کے نام سے شائع کی۔ عجیب اتفاق کہ علماء دیوبند نے اس ناپاک عبارت کی جو تاویلات کیں، وہ آپس میں اس قدر متصادم ہیں کہ اگر ایک تاویل مان لی جائے، تو دوسری تاویل کا قائل و قابل شانِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں توہین کا مرتکب بتایا گیا۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے ان ہی تاویلات کو جمع کر کے ثابت کیا ہے کہ حفظ الایمان کی مذکورہ عبارت ہر طرح سے جنابِ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس شان میں توہین

---

[۱] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: مناظرۂ بریلی کی مفصل روداد، مطبوعہ لاہور

پر مشتمل ہے۔ علماء دیوبند کی اس خانہ جنگی اور توہین سے ان کے لیے سوائے توبہ کے اور کوئی راہ نہیں
کتاب کا سنِ تالیف ۱۳۵۴ھ / ۳۶-۱۹۳۵ء (مناظرہ بریلی کے بعد) معلوم ہوتا ہے۔ مولانا
محمد اسلم علوی، نے اپنے کتب خانہ، سُنّی دارالاشاعت علویہ رضویہ، ڈجکوٹ روڈ، فیصل آباد
سے ۱۳۸۸ھ / ۱۹۶۸ء میں پہلی بار شائع کیا۔ کتاب کے ابتداء میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ
کے مختصر سوانح حیات شامل کر دیئے گئے۔

۵۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

جلیل القدر صحابی رسول، کاتبِ وحی، ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے
بھائی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں روافض غلط اور بے بنیاد روایات
کی بناء پر ناپاک اعتراضات کرتے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے ان عاقبت نااندیشوں
کی ملعون بکواس کے ازالہ کے لیے ایک موقعہ پر تقریر فرمائی تھی۔ تقریر کیا تھی علم و تحقیق کا
رواں دریا تھا۔ تقریر کے بعض حصوں کو حضرت مولانا مفتی محمد امین سابق مدرس جامعہ رضویہ فیصل آباد
نے اسی وقت قلمبند کر لیا تھا۔ تقریر در اصل مقدمات پر مشتمل ہے۔ تعصب و عناد سے دُور رہ کر
ان فاضلانہ و محققانہ مقدمات کو پڑھ کر کوئی بھی مسلمان حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان
میں نازیبا لفظ استعمال کرنے کی جراءت نہیں کرے گا۔[1]

تقریر کے متن کا ایک حصہ ہفت روزہ محبوب حق لائل پور کے مختلف شماروں (۲۱ فروری
۱۹۶۴ء، ۲۸ فروری، ۶ مارچ، ۲۰ مارچ، ۲۷ مارچ، ۳ اپریل ۱۹۶۴ء) میں شائع ہوا۔
سُنّی دارالاشاعت علویہ رضویہ، فیصل آباد نے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے
مجموعہ فتاویٰ میں پورے متن کو شامل کر لیا ہے۔

۶۔ مودودی کے عقائد کا مختصر نمونہ:

دورِ حاضر کے خطرناک فتنوں میں مودودی صاحب کی تحریک ہے۔ خاکساریوں کی طرح

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "موت کا پیغام، دیوبندی مولویوں کے نام" مطبوعہ فیصل آباد
[2] مجموعہ فتاویٰ حضرت شیخ الحدیث، مطبوعہ فیصل آباد ص ۵۸۰-۶۰۰

یہ تحریک بھی سیاسی اور مذہبی نوعیت کی ہے۔ مودودی صاحب نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں دورِ اوّل سے لے کر آج تک علماء محققین کے درمیان مسلمہ مسائل اور عقائد کو اپنی تنقید کا نشانہ بنایا فقہاء کاملین کو جہالت کی پیداوار کہا ہے۔ اس نوعیت کی بے شمار غیر محتاط عبارات سے ملتِ اسلامیہ کے شیرازہ کو بکھیرا ہے۔ علماء نے اپنے طور پر اس کی تردید میں فتاویٰ اور دیگر کئی کتابیں لکھی ہیں۔

مولانا سید محمد جلال الدین شاہ مہتمم دارالعلوم جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی ضلع گجرات، اور مولانا محمد نواز مدرس دارالعلوم مذکورہ نے مودودی کی تحریک اور اس کے عقائد کے بارے میں ایک استفتاء حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی خدمت میں بریلی میں پیش کیا جس کا جواب آپ نے ۱۸ شعبان ۱۳۶۶ھ / ۵ جولائی ۱۹۴۷ء کو دیا۔[1] فتویٰ میں آپ نے مودودی کے عقائد پیش کر کے ثابت کیا ہے کہ ان کا قائل گمراہ اور بے دین ہے۔ یہ فتویٰ کئی بار شائع ہوا۔ ہفت روزہ محبوب حق لائل پور نے اپنی ۲۰ نومبر ۱۹۶۴ء کی اشاعت میں اسے شامل کیا ہے اور سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ فیصل آباد کے شائع کردہ مجموعہ فتاویٰ میں شامل ہے۔

۷۔ فتاویٰ:

مرکز علم و عرفان بریلی کے قیام کے دوران بے شمار استفتاء آتے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ ان کا جواب لکھتے۔ اسی طرح جامعہ رضویہ مظہر اسلام، فیصل آباد بھی مرکزی دارالعلوم ہے اس لیے یہاں بھی کافی تعداد میں سوالات آتے جن کے جواب لکھتے یا لکھواتے تھے۔ اس طرح آپ کے کثیر فتاویٰ محفوظ ہیں اور نہ معلوم کتنے فتاویٰ کی نقل محفوظ نہ رہ سکی۔ اس کی پوری تفصیل فتویٰ نویسی کے ضمن میں آچکی ہے۔ آپ کے فتاویٰ کا ایک حصہ سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ فیصل آباد نے شائع کیا ہے۔

علاوہ ازیں صدر الشریعہ حضرت مولانا محمد امجد علی قدس سرہٗ کے فتاویٰ امجدیہ کی نقول

---

[1] مجموعہ فتاویٰ حضرتِ شیخ الحدیث علیہ الرحمہ، مطبوعہ فیصل آباد ص ۵۶۰ – ۵۰۳

آپ نے کیں۔ [1]

۸۔ مرزا مرد ہے یا عورت :

مرزا قادیانی نے ادعائے نبوت کے علاوہ بعض ایسے الہامات بھی پیش کیے جو خود اس کے دعویٰ کی تکذیب کرتے ہیں۔ ان متضاد بیانات کی روشنی میں آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کا ردِ بلیغ فرمایا ہے۔ [2]

۹ تا ۱۴۔ حواشی وافادات صحاح ستہ، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابوداؤد،

صحاح ستہ حدیث کی مسند اول و مشہور کتب ہیں۔ ہر دور کے علماء نے ان کی شرحیں لکھیں۔ ان کی تدریس کو حواشی سے آسان بنایا۔ ان بے شمار شرحوں اور حواشی کی موجودگی کے باوجود حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے صحاح ستہ پر بڑے مفید اور مفصل حواشی لکھے ہیں — یہ حواشی آپ کی ذاتی کتابوں پر ہیں جو آپ کے زیر مطالعہ رہیں اور انہی سے آپ نے طویل عرصہ تک دورۂ حدیث پڑھایا۔ حواشی کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی آپ محدثِ اعظم ہیں۔ اگر کوئی صاحب علم ان کو ترتیب دے تو علماء و طلباء کے لیے یکساں فائدہ ہوگا۔ یہ حواشی عربی زبان میں ہیں — حواشی کے چند صفحات کا عکس کتاب میں شامل کر دیا گیا ہے۔

۱۵۔ حدیث ، لولاك لما خلقت الافلاك کی تحقیق (اُردو اور عربی زبان میں)

مسودہ کتب خانہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ میں موجود ہے۔

۱۶ — بے مثلیتِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (عربی)

مسودہ کی حالت میں کتب خانہ میں موجود ہے۔

۱۷۔ علوم خمسہ کا بیان اور ثبوت (عربی)

آیات و احادیث کے دلائل سے مزین، مسودہ کی صورت میں موجود ہے۔

---

[1] دیباچہ فتاویٰ امجدیہ ۲ از قلم مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری

[2] (۱) مقالات حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ، از قلم مولانا محمد اصغر، مطبوعہ لائل پور، ص ۴۵
(ب) روایت مولانا محمد مختار احمد، مفتی جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد

۱۸۔ آیت محمد رسول اللہ الخ پر تقریر:

۴ صفحات کا مسودہ موجود ہے۔

۱۹۔ آیت یا ایھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المؤمنین کی تفسیر اور ابن تیمیہ اور مودودی کی تردید:

باریک قلم کے آٹھ صفحات کا یہ مسودہ خود حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے قلم سے، کتب خانہ حضرت شیخ الحدیث میں موجود ہے۔

۲۰۔ آیت کل قد علم صلاتہ وتسبیحہ کی تفسیر:

۱۰ صفحات کا مسودہ کتب خانہ میں موجود ہے۔

۲۱۔ رسالہ در تحقیق لفظ ان:

اس امر کی تحقیق کہ یہ صرف شک کے لیے نہیں آتا۔ لغت اور تفسیر پر مشتمل ۶ صفحات کا مسودہ کتب خانہ میں موجود ہے۔

۲۲۔ لفظ "وفات" کی تحقیق ——— مرزائیوں کے اعتراضات کا مدلل جواب:

مسودہ کی حالت میں موجود ہے۔

۲۳۔ حقیقت محمدیہ کی تحقیق: (بزبانِ عربی) مسودہ کی حالت میں موجود ہے۔

۲۴۔ فضائل کعبۂ مکرمہ: (عربی زبان میں) مسودہ کی حالت میں موجود ہے۔

۲۵۔ فضائل مدینہ منورہ: (عربی زبان میں) مسودہ کتب خانہ میں موجود ہے۔

۲۶۔ فضائل صحابہ کرام: (عربی زبان میں) مسودہ کتب خانہ میں موجود ہے۔

۲۷۔ فضائل حج: (عربی زبان میں) مسودہ کتب خانہ میں موجود ہے۔

۲۸۔ فضائل سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا: (عربی زبان میں) مسودہ کی حالت میں موجود ہے

۲۹۔ علم حیوانات کی تحقیق: (عربی زبان میں) مسودہ موجود ہے

۳۰۔ علم حیوانات کی تحقیق: (اردو زبان میں) مسودہ موجود ہے۔

۳۱- فتویٰ علمِ حیوانات : مصدقہ مفتیٔ اعظم مولانا محمد مصطفےٰ رضا بریلوی و دیگر علماء ہند کتب خانہ میں قلمی نسخہ موجود ہے۔

۳۲- عقیدہ اہل سنت دربارہ افضلیت جبرئیل و صدیق (اردو)

احسن التحریر مولفہ احمد سعید کاظمی، ردا لتکفیر موتفہ ابوالعلا مبقہ نعیمی، توفیق انیق، مولفہ مولوی محمد بشیر سندھو۔ رسالوں کے نتیجہ فرمانے ہوئے اس تحریر میں حضرت جبرئیل امین علیہ السلام اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت کے مسئلہ کو پوری وضاحت اور مکمل دلائل سے بیان کیا گیا ہے مسودہ کی صورت میں کتب خانہ میں موجود ہے

۳۳- رسالہ اس امر کی تحقیق میں کہ رسل بشر رسل ملائکہ سے افضل ہیں۔ رسل ملائکہ عامہ بشر سے افضل ہیں اور عامہ ملائکہ سے افضل ہیں ——— اردو زبان میں مسودہ کی حالت میں موجود ہے۔

۳۴- عقیدہ اہل سنت دربارہ علم حیوانات :

اردو زبان میں مسودہ کی صورت میں موجود ہے۔

۳۵- فاتحہ و ایصال ثواب : ۸۴ صفحات کا مسودہ کتب خانہ میں موجود ہے

۳۶- رسالہ در تحقیق فاتحہ مروجہ : مصدقہ مفتیٔ اعظم مولانا محمد مصطفےٰ رضا بریلوی قدس سرہٗ ۲۰ صفحات کا مضمون، مسودہ کی حالت میں کتب خانہ میں موجود ہے۔

۳۷- ایصال ثواب اور عربی زبان میں،

مولانا سید مراتب علی شاہ صاحب کے قلم سے مسودہ کی حالت میں موجود ہے۔

۳۸- رسولِ پاک اپنے اہل بیت کی رضا چاہتے تھے : مولانا ابوالظفر غلام رسول فیضی، چک نمبر $\frac{19}{8-R}$ خانیوال (ملتان) کے قلم سے ۶ صفحات کا مسودہ کتب خانہ میں موجود ہے۔

۳۹- محرم و میلاد میں سبیل لگانے کا حکم احادیث سے، (اردو زبان میں)

۸۴ صفحات کا مسودہ کتب خانہ میں موجود ہے۔

۴۰۔ عصمتِ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام؛ مسودہ کی حالت میں موجود ہے۔

۴۱۔ علمِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، احادیث سے؛
عربی کے گیارہ صفحات کا مسودہ کتب خانہ میں موجود ہے۔

۴۲۔ رسالہ در تحقیق نکاح سیّدہ با غیر سید؛
باریک قلم کے بڑے سائز کے ۶ صفحات کا مسودہ کتب خانہ میں موجود ہے۔

۴۳۔ کلمۂ طیبہ کی تفسیر؛ ۶ صفحات کا مسودہ موجود ہے

۴۴۔ مزارات پر حاضری کا ثبوت اور اُس کے آداب؛
مسودہ کی حالت میں موجود ہے۔

۴۵۔ رُویتِ ہلال کے احکام؛ (اُردو زبان میں) مسودہ کی حالت میں موجود ہے۔

۴۶۔ رسالہ در تحقیق تقلید؛ (اُردو زبان میں) مسودہ کی حالت میں موجود ہے۔

۴۷۔ امکان کذبِ باری سے متعلق تحقیق اور علماء دیوبند سے سوالات؛
۴ صفحات کا مسودہ کتب خانہ میں موجود ہے۔

۴۸۔ خط بنام عبدالشکور ایڈیٹر النجم لکھنؤ؛ سیف یمانی اور دیگر عبارات سے متعلق استفسار، لاجواب تحریر۔

۴۹۔ اطلاق لفظ بشر؛ ۸ صفحات کا مسودہ کتب خانہ میں موجود ہے۔

۵۰۔ ردِ قادیانی؛ ۸ صفحات کا مسودہ موجود ہے۔

۵۱۔ سوالات مناظرہ احمد آباد (بھارت)

۲۰ ربیع الاول ۱۹۶۲ء / ۲۷ مارچ ۱۹۴۳ء کو مولوی سلطان حسن دیوبندی سے آپ کا احمد آباد میں مناظرہ ہوا۔ اس مناظرہ کی قلمی رودادا اور مولوی سلطان حسن پر کیے گئے سوالات کی تحریر کتب خانہ میں موجود ہے۔ آپ نے یہ تحریر احمد آباد میں اپنے میزبان حاجی احمد صاحب کے مکان پر لکھی تھی۔

۵۲ - مولوی ثناء اللہ امرتسری (اہل حدیث) سے آٹھ تراویح پر بیس سوالات،

کتب خانہ میں قلمی مسودہ موجود ہے۔ یہ سوالات ہفت روزہ الفقیہ امرتسر میں اس کے بعد مجموعہ فتاویٰ حضرت شیخ الحدیث میں طبع ہو چکے ہیں۔ ان سوالات کو دیانت داری سے پڑھنے والا آٹھ تراویح کا قائل نہیں رہ سکتا۔

۵۳ - امام مہدی کی آمد کی بشارت، احادیث سے (عربی زبان میں)

ردِ مرزائیہ پر بہترین رسالہ ہے۔

۵۴ - حیاتِ مسیح علیہ السلام (عربی زبان میں)

آیات و احادیث کی روشنی میں مرزائیوں کا ردِ بلیغ فرمایا ہے۔
مسودہ کی صورت میں موجود ہے۔

۵۵ - آنے والے فتنوں کی پیشگوئی حضور کی زبانی، (علمِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) (عربی زبان میں) احادیث کی روشنی میں ـــــــ بے نظیر تحریر ہے۔

۵۶ - لیلۃ القدر کے فضائل (عربی زبان میں) احادیث مبارکہ کی روشنی میں، فضائل کا بیان۔

۵۷ - ترکہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (عربی زبان میں) ردِ شیعہ پر بہترین تحریر ہے۔
مسودہ کتب خانہ میں موجود ہے۔

۵۸ - استعانت اور غوث کے معنوں کی تحقیق (عربی)

اپنے موضوع پر بے نظیر تحریر ہے۔ کتب خانہ میں موجود ہے۔

۵۹ - استعانت بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، (اردو زبان میں)

مسودہ کی حالت میں کتب خانہ میں موجود ہے۔

۶۰ - رسالہ در تحقیق علمِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم، احادیث کی روشنی میں ـ زبان میں چودہ بڑے صفحات پر مسودہ کی حالت میں موجود ہے۔

۶۱۔ حجیتِ حدیث، قرآن و حدیث کے دلائل سے مزین آٹھ صفحات کا رسالہ۔ مسودہ کتب خانہ میں موجود ہے۔

۶۲۔ فوائد خصائص کبریٰ (جلد اوّل)

خصائص کبریٰ (مصنفہ علامہ سیوطی) کا مطالعہ کرنے کے لیے ان فوائد کا مطالعہ ازحد ضروری ہے۔ ۵۸ صفحات میں دو کالموں میں مسودہ کی حالت میں موجود ہے۔

۶۳۔ حج کی دعاؤں اور ارکان کا بیان، مسودہ کتب خانہ میں موجود ہے۔

۶۴۔ مودودی صاحب کا تعارف، مسودہ کی حالت میں موجود ہے۔

۶۵۔ مودودی کی تحریک ایک نئی تحریک ہے، مسودہ کی حالت میں موجود ہے۔

۶۶۔ شفاعت اور ردِ مودودیت، مسودہ موجود ہے۔

۶۷۔ مودودی کی تحریک کا ماخذ و منشا، ردِ مودودیت پر عمدہ تحریر ہے۔

۶۸۔ مودودی کا شفاعت سے انکار، مطبوعہ اشتہار موجود ہے۔

۶۹۔ دیوبندی مولویوں کے علم و عرفان کی کہانی، مطبوعہ اشتہار موجود ہے۔

علاوہ ازیں چند اور مسودات بھی کتب خانہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ میں موجود ہیں۔ اگر یہ مسودات شائع ہو جائیں، تو اہل سنت کے لٹریچر میں گراں قدر اضافہ ہو گا۔

اگرچہ ان مسودات میں ضخیم کتابیں کم ہیں۔ تاہم ہر موضوع پر دلائل اور اندازِ تحریر بڑی بڑی کتابوں سے مستغنی کر دیتے۔ جو تحقیقات مسودہ کی صورت میں موجود ہیں: اُن کے نام ہم نے رکھے ہیں۔

تصنیف و تالیف کے لیے جس پُرسکون ماحول کی ضرورت ہوتی ہے، وہ آپ کو بہت کم ملا۔ اس کے باوجود آپ کی کثیر تحقیقات آپ کی کرامت پر دال ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث مفتی کی حیثیت سے

دورِ آخر کے علماء عموماً ایک آدھ وصف میں ممتاز ہوئے ہیں۔ اگر کوئی مدرس ہے تو تقریر پر قدرت نہیں رکھتا۔ واعظ ہے تو تدریس و تصنیف کا ملکہ نہیں رکھتا۔ تدریس و تقریر میں کمال ہے تو فتوٰی نویسی کی مشق حاصل نہیں۔ اگر کوئی مناظر ہے تو تدریس کبھی نہ کی ـــــــ مگر قدرت کی فیاضی دیکھیے کہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ بیک وقت اعلیٰ پایہ کے مدرس، بے مثال محدث، خوش بیان مقرر، محقق مصنف اور متین و متدین مفتی ہیں اور ہمہ علوم و فنون میں مہارتِ تامہ رکھتے ہیں۔ آپ نے تھوڑی سی مدت میں ایسی ترقی کی کہ جہاں ترقی کرنے والے برسوں کی ریاضت کے بعد پہنچتے ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی ذاتی کوششوں کے علاوہ آپ کو ان اساتذہ کرام سے استفادہ کا موقع ملا، جن کی فقاہت و ثقاہت آج کے دور میں بھی دورِ اول کی یاد تازہ کر دیتی ہے۔ حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ سے آپ نے اجمیرِ مقدس میں سات آٹھ سال درس لیا اور پھر فراغت کے بعد بھی منظرِ اسلام بریلی کی تدریس کے دوران ان کی سرپرستی حاصل رہی۔ مولانا محمد امجد علی اعظمی کی فقاہت کا اعتراف اس صدی کے مجدد امام احمد رضا قدس سرہ نے بھی کیا ہے اور اس اعتراف کے طور پر آپ کو "صدر الشریعہ" کا لقب عطا فرمایا۔

حضرت صدر الشریعہ کی ایک تصنیف بہارِ شریعت اُردو زبان میں فقہ اسلامی کا دائرۃ المعارف (انسائیکلوپیڈیا) ہے۔ اُردو زبان میں فقہ اسلامی پر اس سے بہتر کوئی کتاب اب تک تصنیف نہ ہو سکی۔ مصنف بہارِ شریعت حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے جو فتاوٰی جاری کیے، وہ فتاوٰی امجدیہ کے نام سے جمع ہوئے اور جن کا کچھ حصہ شائع ہوا

ہے۔ فتاوٰی امجدیہ کی نقل کا کام بھی حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے کیا۔ [1]

علاوہ ازیں تدریس کے ابتدائی دور میں حضرت مفتی اعظم مولانا محمد مصطفےٰ رضا خاں (خلفِ اصغر و خلیفہ امام احمد رضا) قدس سرہما سے آپ نے فقہ پڑھی اور تدریس سے فراغت کے بعد حضرت مفتیٔ اعظم قدس سرہ کے پاس افتاء کا کام شروع کیا۔ فتوٰی نویسی اور دمِ تدین آپ نے مفتیٔ اعظم قدس سرہٖ کی زیرِ نگرانی حاصل کیے۔ [2]

فنِ سوانح نگاری کے ماہرین سوانحی مواد میں مکاتیب اور تصانیف کا ذکر تو کرتے ہیں، مگر فتوٰی نویسی کا تذکرہ نہیں کرتے، حالانکہ فتوٰی نویسی کی اہمیت مکاتیب اور تصانیف کی طرح بلکہ ان سے بھی بڑھ کر ہے۔ مجیب و مفتی کے حالات کی تدوین میں اس کی شخصیت اور اندازِ فکر معلوم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے فتاوٰی کا ہوشمندی سے مطالعہ کیا جائے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ فقیہ النفس تھے۔ فتوٰی نویسی میں آپ کو یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ منظرِ اسلام بریلی، منظہرِ اسلام بریلی اور مظہرِ اسلام فیصل آباد کے دارالافتاء برِصغیر کے مسلمانوں کا مرجع نظر اور مرکزِ نگاہ ہیں۔ دُور دراز علاقوں سے استفتاء آتے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ ان کا جواب لکھتے۔ اختلافِ رائے رکھنے کے باوجود —— اپنے اور بیگانے —— سب آپ کے تعمقِ نظر اور تفقہ فی الدین کے معترف تھے۔ آپ کے فتاوٰی خواص و عوام میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

عام طور پر اُردو میں مقالہ نگاری کو علی گڑھ تحریک کا مرہونِ منت تصور کیا جاتا ہے۔ حقائق اور واقعات اس کی تصدیق نہیں کرتے۔ اس تحریک سے پہلے اور بعد مجموعہ ہائے فتاوٰی میں ایسے فتاوٰی ملتے ہیں جن کو اُردو کے بہترین مقالات میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ باوجودیکہ ان

---

[1] دیباچہ فتاوٰی امجدیہ جلد اول، از مولانا عبدالمصطفےٰ الازہری

[2] ماہنامہ نوری کرن، بریلی، مارچ و اپریل ۱۹۶۳ء ص ۱۷

مضمون حضرت مولانا حسنین رضا خاں بریلوی ابن مولانا حسن رضا خاں قدس سرہما

فتاوٰی کے مجیب و مفتی اس تحریک کے مخالف رہے۔ فتاوٰی رضویہ، فتاوٰی امجدیہ اور فتاوٰی مصطفویہ کا ذکر اس ضمن میں دلچسپی سے خالی نہیں۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے بہت سے فتاوٰی اُردو کے بہترین مقالات ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے فتاوٰی کا اندازِ تفہیم و تحقیق بڑا فاضلانہ ہے بیشتر فتاوٰی مفصل و محقق ہیں۔ اگرچہ آپ اس مقامِ فقاہت پر فائز تھے کہ آپ کا قول خود دلیل تھا اور عموماً مستفتی کو کسی استدلال کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس کے باوجود آپ بلاغت و جامعیت کے ساتھ دلائل کو ضرور بیان کرتے۔ اس کے برعکس آپ کے اکثر معاصر مفتیانِ دین جوابِ فتوٰی میں صرف ایک حرف ہاں یا نہ، جائز یا ناجائز ــــــــ یا ایک ہی جملہ لکھنا کافی سمجھتے تھے۔ فتاوٰی رشیدیہ، فتاوٰی دیوبند، فتاوٰی امدادیہ وغیرہ اس ضمن میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

نظریاتی اختلاف کے باعث آپ نے بتقاضائے غیرتِ مذہبی یا ردِ عمل کے طور پر بعض فتاوٰی لکھے ہیں۔ گستاخانِ خدا و مصطفٰے کی تردید میں لکھے گئے فتاوٰی غیرتِ مذہبی اور ردِ عمل کا نمونہ ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود ان ناقدانہ فتاوٰی کا انداز بھی متین ہے۔ ان میں حق کی طرف رجوع کی دعوت بھی ہے اور "انا" پر قائم رہنے پر سوزِ دروں بھی ــــــــ ردِ عمل کے اس تلخ فریضہ کی انجام دہی میں سوقیانہ اندازِ تخاطب سے قطعاً اجتناب کیا گیا ہے ــــــــ ہاں یہی ایک مفتی کی شان ہے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ فتوٰی جاری کرنے سے پہلے مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر اچھی طرح غور فرما لیتے۔ دلائل و براہین کے پیشِ نظر موقف متعین اور واضح فرماتے ــــــــ ایسا ہرگز نہ ہوتا کہ موقف متعین کر کے اس کے لیے دلائل کی تلاش کی جاتی ــــــــ ایسا کرنا تو کسی طرح بھی جائز نہیں۔

مسلمانوں کی سیاسی تحریکات میں فتوٰی کی اہمیت کسے معلوم نہیں۔ غیر متدین رہبروں کی ہزاروں تقریریں وہ انقلاب برپا نہیں کر سکتیں جو ایک متدین، متقی مفتی کے ایک فتوٰی سے

برپا ہو جاتا ہے۔ تاریخ میں اس نوعیت کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ ۱۸۵۷ء کے جہادِ آزادی، تقسیمِ ہند سے قبل تحریک آزادیٔ ہند کے زمانہ میں، خود تحریکِ پاکستان کے زمانہ میں اور تقسیمِ ہند کے بعد ـــــــ فتووں کی بدولت بے شمار تحریکات پروان چڑھیں اور مسلمانوں میں مذہبی اور سیاسی جوش ابھرا ـــــــ آج کے گئے گزرے دور میں بھی کوئی مخلصانہ سیاسی فتویٰ دیا جائے، تو اُس کا اثر محسوس کیا جا سکتا ہے۔

تحریکِ پاکستان کے دوران مسلمان ایک نازک دور سے گزر رہے تھے۔ ایک طرف انگریز مسلمانوں کو ہمیشہ غلام رکھنے پر مُصر تھا۔ دوسری طرف ہندوؤں کے خطرناک عزائم تھے جو مسلمانوں کا ملی وجود ہی ختم کرنے پر تُلا ہوا تھا۔ ان حالات میں مسلمان راہنماؤں نے الگ وطن کا مطالبہ کر رکھا تھا۔ مسلمان کا مقابلہ حکمران طبقہ انگریز اور اپنے سے کئی گنا زیادہ طاقتور اور مالدار ہندوؤں سے تھا۔ ان حالات میں سُنّی علماء کرام اور مفتیانِ عظام نے تجویزِ پاکستان کی حمایت میں فتاویٰ جاری کیے۔ علماء کے ایک مشترکہ فتویٰ میں جو بریلی سے شائع ہوا، حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ بحیثیت مفتی شامل تھے[۱] ان مخلصانہ فتاویٰ نے مسلمانانِ برصغیر میں جوش و جذبہ پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ صحیح سمت کی طرف راہنمائی کی اور مسلمانوں میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔ تحریکِ پاکستان کی تاریخ کا طالب علم ان حقائق سے واقف ہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد ۱۹۵۳ء میں قادیانیوں کے خلاف تحریک چلی۔ بعض سُنّی علماء نے دیوبندی، وہابی، شیعہ وغیرہ تمام فرقوں کے لوگوں سے مل کر تحریکِ ختمِ نبوت میں حصہ لیا۔ حالانکہ انہی سُنّی علماء کے عقیدہ کی رُو سے باقی فرقوں کے لوگ اپنے کفریہ اقوال کے باعث دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ اس سے پہلے وہ بارہا فتوے دے چکے ہیں کہ ان کے ساتھ مذہبی اتحاد اور میل جول ناجائز ہے۔

---

[۱] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (ا) دبدبہ سکندری، رامپور، مجریہ ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۶۵ھ / ۲۹ مارچ ۱۹۴۶ء

(ب) خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس، مرتبہ محمد جلال الدین قادری، مطبوعہ مکتبہ رضویہ گجرات

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ اور چند دیگر متدین متقی علماء اس اتحاد میں شریک نہ ہوئے
اُن کا فتویٰ تھا کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ بے دینوں، بدمذہبوں اور اللہ و رسول کے دشمنوں
سے اس قسم کا میل جول روا نہیں۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے ان متدین و متقی مفتیانِ عظام
سے مل کر الگ تحریک چلائی۔ ان حالات میں بیگانوں کے علاوہ بعض اپنوں نے بھی آپ
کے اس طرزِ عمل کی مخالفت کی۔ شدید مخالفت کے باوجود آپ کے پائے ثبات میں تزلزل
نہ آیا۔ بالآخر جب مخالفت کا طوفان تھما، تو لوگوں نے دیکھا کہ حق وہ تھا جو حضرتِ شیخ الحدیث
علیہ الرحمہ نے کہا اور کیا۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے محض دینی و مذہبی فریضہ کی خاطر بغیر کسی معاوضہ
کے ساری عمر فتاویٰ جاری کیے۔ ہر شخص خواہ وہ مظلوم ہوتا یا سائل۔ کسی وقت بھی آپ سے
فتویٰ لے سکتا تھا۔ اسی للّٰہیت کی برکت تھی کہ آپ کے فتاویٰ خواص و علماء میں مقبول ٹھہرتے
فتویٰ پر کبھی کوئی معاوضہ نہ خود قبول کیا اور ہمیشہ اپنے تلامذہ و متوسلین کو یہ نصیحت فرماتے
کہ فتویٰ، وعظ یا تقریر پر کوئی معاوضہ طلب نہ کریں۔ اس دور میں جبکہ بات پوچھنے کا بھی
مول ہے ——— یہ طرزِ عمل کتنا دل نواز ہے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی صحبت میں بیٹھنے والے جانتے ہیں کہ حق بات واضح
ہو جانے پر جو فتویٰ صادر فرماتے، اس میں ترمیم و تنسیخ کبھی نہ فرماتے، خواہ اس کے لیے کتنا
ہی دباؤ کیوں نہ پڑے۔

۱۹۵۶ء میں، اس سے پہلے اور بعد ——— رویتِ ہلال کے معاملہ میں قرآن و
حدیث اور فقہاء کے اقوال کی روشنی میں جو موقف آپ نے اختیار فرمایا، وہ آپ کے عزم
راسخ کا بیّن ثبوت ہے۔ عوام الناس اور خود بعض سُنّی علماء کا اصرار، اس پر حکومت کا دباؤ
مسلسل ہوتا، مگر کیا مجال کہ مرد حق حکم شرعی میں ذرا بھی تبدیلی کریں۔

۱۰ اگست ۱۹۵۳ء بروز پیر ۲۹ ذی قعدہ کو قصبہ لوہٹیہ ضلع ساہیوال میں چند متدین

لوگوں اور مدرسہ کے طلبا۔ نے چاند دیکھا۔ ان شہادتوں کی بنا پر حضرت مولانا محمد نور اللہ نعیمی (م ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳ء) نے فتویٰ دیا کہ عید بقر جمعرات کو ہوگی۔ مگر بعض لوگوں نے محض اخبار اور ریڈیو کی خبر پر اعتماد کرتے ہوئے جمعہ کو ہی قربانی دی۔ اس صورتِ حال کو پیش کر کے ان لوگوں کے طرزِ عمل پر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ سے استفتار کیا گیا۔ آپ نے فتویٰ دیا کہ شرعی شہادت کی موجودگی میں بصیر پور میں عید بقر جمعرات کو تھی۔ مولانا محمد نور اللہ بصیر پوری کا فتویٰ درست تھا، مگر بنا بر حسد جن لوگوں نے مولانا کے فتویٰ پر عمل نہیں کیا، وہ گنہگار ہوئے اس فتویٰ کے یہ الفاظ کتنی دل سوزی کا اظہار کرتے ہیں:

"حسد بہت بُری بلا ہے۔ حسد کی وجہ سے مسائلِ شرعیہ پر عمل کرنے میں ہرگز تکاسل نہ چاہیے۔ اللہ تعالیٰ حسد سے محفوظ رکھے۔" [۱]

متدین، متقی مفتی کا کمال یہ ہے کہ جو کچھ وہ اپنے قلم سے لکھے یا زبان سے کہے۔ اگر وہ خود ان حالات سے دوچار ہو تو اس پر سختی سے عمل پیرا ہو اور اس کا ہر ہر عمل اس کے قول پر گواہ ہو۔ درحقیقت یہی طرزِ عمل افضلیت و امتیاز کا باعث بنتا ہے۔ قول و فعل کی یکسانیت کے اعتبار سے جب بھی آپ کی حیاتِ مبارکہ پر نظر پڑتی ہے، تو آپ کے اعمال اپنے اقوال کی تصدیق کرتے ہیں۔ اس سلسلہ کی چند مثالیں ملاحظہ کیجیے:

(۱) اکابر علماء کے متفقہ فتویٰ کے مطابق آپ کا بھی فتویٰ تھا کہ فوٹو بنانا، بنوانا اور تصویر سازی (خواہ عکسی ہو یا دستی) ناجائز و حرام ہے۔ ۱۹۴۵ء میں آپ نے پہلا حج کیا تو پاسپورٹ کے لیے تصویر نہیں بنوائی۔

---

[۱] قلمی رجسٹر نقول فتاویٰ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ بانی جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام، فیصل آباد حضرت مولانا مفتی ابوسعید محمد امین مدظلہ مہتمم جامعہ امینیہ رضویہ، فیصل آباد کی معرفت اس رجسٹر سے استفادہ کا موقع ملا۔ حضرت مولانا موصوف حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے ارشد تلامذہ و خلفاء میں سے ہیں اور آپ کی حیاتِ مبارکہ میں جامعہ رضویہ، فیصل آباد میں فتویٰ نویسی کرتے تھے۔ فقیہ قادری عفی عنہ

(ب) ۱۹۴۷ء میں تقسیمِ ہند کے بعد آپ پاکستان آ گئے۔ ان دنوں ابھی تک ایک دوسرے ملک میں آنے جانے کے لیے پاسپورٹ اور ویزا کی پابندی نہ تھی۔ ۱۹۴۸ء کو آپ دوبارہ بریلی تشریف لے گئے اور وہاں منظرِ اسلام میں طلبہ کو اسباق پڑھانے شروع کر دیئے تھوڑے ہی عرصہ بعد جب پاسپورٹ اور ویزا کی پابندی لازمی ہو گئی، تو آپ واپس پاکستان آ گئے۔ باوجود انتہائی خواہش کے پھر بریلی شریف نہ جا سکے، کیونکہ اس کے لیے فوٹو بنوانا پڑتا تھا۔

(ج) ۱۹۵۶ء کو دوبارہ حج کے لیے درخواستِ حج میں وضاحت فرما دی کہ وہ اس کے لیے فوٹو نہیں بنوائیں گے۔ چنانچہ خصوصی شناختی سرٹیفکیٹ کے ہمراہ آپ کو حج پاسپورٹ جاری ہوا۔ اس طرح آپ نے اپنے فتویٰ کی تصدیق اپنے عمل سے کر دی۔ [1]

(د) آپ نے ہمیشہ فتویٰ دیا کہ اہانتِ رسول کے مرتکب لوگوں، بے دینوں، بدمذہبوں اور اللہ اور رسول کے دشمن فرقوں سے کسی قسم کا میل جول نہ رکھا جائے۔ ۱۹۵۲ء کی تحریک ختمِ نبوت کی مجلسِ عمل چونکہ سنی، دیوبندی، وہابی، شیعہ وغیرہ علماء پر مشتمل تھی۔ اس لیے باوجود بار بار کے استدعا کے آپ اس مجلسِ عمل میں شامل نہ ہوئے اور خود اپنے طور پر علیحدہ ختمِ نبوت کے منکرین کے خلاف جہاد کیا۔

مولانا قاری محبوب رضا قدسی، کراچی اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

"بعض جوشیلے نوجوان بضد ہیں کہ دوسری جماعتوں کے ساتھ مل کر تحریک چلائی جائے، مگر شیخ الحدیث اپنے اٹل فیصلہ پر نہایت خود اعتمادی کے ساتھ عمل پیرا ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہم غیروں کے ساتھ اشتراکِ عمل کو مناسب نہیں خیال کرتے ہم مطالبات کی پوری حمایت کرتے ہیں، مگر گرفتاریاں اپنے پلیٹ فارم سے

---

[1] ۱۹۴۵ء اور ۱۹۵۶ء کے حج و زیارت مدینہ منورہ کے دونوں پاسپورٹ مولانا قاضی محمد فضلِ رسول مدظلہ، فیصل آباد کے پاس محفوظ ہیں۔ انہی کی مہربانی سے ان کے عکس اس کتاب میں شامل کر دیئے گئے ہیں۔
فقیر قادری عفی عنہ

دیں گے، دوسرے اپنے پلیٹ فارم سے گرفتاریاں دیں۔ ناموسِ رسالت کی حفاظت کے لیے اپنے خون کا آخری قطرہ بہانا ہمارے واسطے فخر ومباہات ہے مگر ہم اہانتِ مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کرنے والوں سے اشتراکِ عمل کسی طرح بھی پسند نہیں کریں گے، چنانچہ اپنے اس صحیح فیصلہ پر آخر دم تک ڈٹے رہے اور جامعہ رضویہ کے پلیٹ فارم سے گرفتاریاں جاری رہیں۔" [1]

اس دور میں آپ کے تفقہ وفن کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس دور میں آپ کے تحریر کردہ فتاویٰ کے چند اقتباسات پیش کیے جائیں، چنانچہ جناب نیاز محمد نگر مقیم محلہ سرچرن پورہ، فیصل آباد کے ایک استفتار کے جواب میں لکھتے ہیں،

"مرزائی قادیانی اسلام کے دشمن، کافر ومرتد ہیں۔ وزیرِ خارجہ (ظفر اللہ خاں) مرزائی کو وزارت سے علیحدہ کیا جاوے، اس میں کسی مسلمان کو اختلاف کرنے کی گنجائش نہیں۔ ہر مسلمان کا یہ مطالبہ ہونا چاہیے کہ وزیرِ خارجہ کو علیحدہ کیا جاوے مگر وہابیوں، دیوبندیوں، شیعہ رافضیوں سے میل جول، ان سے اتحاد ہمارے نزدیک درست نہیں۔" [2]

تحریکِ ختمِ نبوت کے دوران کچھ لوگوں نے مالی جانی ہر قسم کی قربانیاں پیش کیں۔ دیوبندی وہابی علماء نے بھی اس میں اپنا حصہ بتایا کہ ہمارے فلاں فلاں صاحب، نے ختمِ نبوت پر اپنا مال جان قربان کر دیا ہے۔ ختمِ نبوت کے تحفظ کی اس تحریک کے حوالے سے ان علماء نے عوام ان میں اپنا مقام بنانے کے حیلے حوالے کیے۔ اس صورتِ حال پر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

"وہابی دیوبندی چونکہ شانِ نبوت وشانِ رسالت میں بے ادب گستاخ ہیں،

---

[1] ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء، ص ۲۳

[2] قلمی رجسٹر منقول فتاویٰ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ

لہٰذا وہ توبہ کیسے بغیہ شانِ رسالت پر کیسے قربان ہوسکتی ہے۔ مرنا اور چیز اور عزت، نبوت پر قربان ہونا اور چیز ہے۔ ہم سب اہل سنت مرزائیوں کو کافر مرتد جانتے ہیں اور مطالبہ کرتے ہیں کہ حکومت کو سنوں چاہیے کہ وزیر خارجہ کو علیحدہ کر دے۔[1]

مجلسِ عمل کے سُنی اور غیر سُنی اتحاد سے الگ رہ کر آپ نے تحریک ختم نبوت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ مجلسِ عمل سے عدم اشتراک پر آپ کے خلاف وہ طوفان برپا کیا گیا کہ الامان، والحفیظ۔ آپ کے مقابل مرزائی، حکومت اور مجلسِ عمل کی انگیخت پر بعض اپنے اور بیگانے سب تھے۔ آپ کی جگہ اگر کوئی اور ہوتا، تو نہ معلوم اس کے طرزِ عمل میں کیا تبدیلی آتی ــــــــــــ مگر دورِ عزیمت کی کیفیت خود آپ کے الفاظ میں پڑھیے اور کردار کی عظمت کا اندازہ کیجیے:

"دورِ حاضر میں یہ چند روز عجیب گزرے۔ اپنی زندگی کی تاریخ میں ایسے دن گزارنے کا پہلا اتفاق ہوا۔ نہ اُٹھتے چین نہ بیٹھتے چین۔ نہ بولتے چین نہ چُپ رہتے چین۔ کہیں تو لیا کہیں، چُپ رہا جائے تو کیونکر ــــ امام اہل سنت مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہ العزیز کے فیض سے چین ملا۔ ان کے بیان فرمودہ طریقہ پر قائم رہنے سے تسکین ہوئی۔ خلافت کمیٹی کا ندھویت کے دور اور ندوہ کے نشوونما کے زمانہ میں سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کا جولانگہ عمل رہا، اس پر استقامت سے، انہیں کے صدقہ سے باعثِ قرار و سکون ہوا۔ نفقیہ کو عادت متواتر تقریر و تحریر میں، جمعہ کے خطبات، اجلاس میں بغیہ خوف لومۃ لائم یہ بیان کرتا رہا کہ بد مذہبوں بے دینوں وہابیوں، دیوبندیوں، غیر مقلدوں، شیعہ رافضیوں، مودودیوں، تبلیغی جماعت والوں، مرزائیوں قادیانیوں سے میل جول، سلام و کلام شرعًا منع اور ناجائز ہے۔ مجلس عمل میں چونکہ دین کے دشمن، ملک کے دشمن، غدار لوگ بھی شامل ہیں، لہٰذا فقیر اس میں شامل نہیں۔ ــ رہے

---

[1] قلمی رجسٹر، فتاویٰ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ (دور فیصل آباد)

حکومت سے مطالبات ہیں تو وہ مطالبات کرنا جائز و صحیح ہے، چنانچہ ہماری طرف سے بھی وہ مطالبات کیے گئے، مگر ملک میں امن عامہ کو خطرے میں ڈالنا، عام مسلمانوں کے جذباتِ ایمانی کو غلط طریقہ سے استعمال کرنا لوٹ کھسوٹ اور غدر کی صورتیں نکالنا شرعاً ہرگز درست نہیں۔ لائل پور میں بارہا تقریروں میں اپنے مسلک کو واضح کیا۔ لاہور کے جلسہ حزب الاحناف میں، جلسہ گڑھی شاہو میں، اور کراچی جلسہ عرس مبارک اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز میں بھی اور اور مقامات میں بھی اپنا مسلک اہلِ سنت واضح کیا۔ کھلے اور صاف الفاظ میں واضح کیا۔ یہاں پر مجلسِ عمل کے بعض ذمہ داروں نے جلسۂ عام میں یہ علانیہ بیان کیا کہ اگر سردار احمد ہمارے ساتھ مل جائے تو ہم سب اس کو اپنا امام بناتے ہیں اور ہم سب (دیوبندی، غیر مقلد، مودودی تبلیغی جماعت) اس کے پیچھے لگنے کو تیار ہیں۔ وہ ہمارے امام اور ہم اُن کے مقتدی۔ بلکہ مجلسِ عمل کے ذمہ دار ایک وفد لے کر فقیر کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ ہم آپ کو سارے شہر لائل پور کا صدر اور امیر بناتے ہیں، لہٰذا آپ سارے شہر لائل پور والوں کے امیر و امام بن جائیں، مگر فقیر نے ان سے یہ کہا کہ مجھے نہ امارت کی حرص ہے نہ صدر و امام بننے کا لالچ۔ دیوبندی، وہابی مولویوں کے پیشواؤں نے جو عبارتیں شانِ الوہیت و شانِ رسالت و شانِ صحابہ کرام و شانِ اہلِ بیت اطہار و شانِ بزرگانِ دین کے خلاف صریح بے ادبی و گستاخی کی لکھی ہیں، ان عبارتوں سے دیوبندی وہابی توبہ کر لیں تو امامت تو امامت، فقیر تو ان کا مقتدی بننے کو تیار ہے اور اسی طرح جتنے مادہ بے دین فرقے مجلسِ عمل میں داخل ہیں، جب تک وہ گمراہی بے دینی سے توبہ نہ کریں، فقیر ان کے ساتھ ملنے کو ہرگز تیار نہیں . . . . یہاں جب مجلسِ عمل والوں نے جلسے و

جلوس کے سلسلے شروع کیے اور فقیر کے متعلق بے دینوں نے غلط پروپیگنڈے کیے، تو بے دین تو دشمن تھے ہی، اپنے بھی اُن کے اثر میں آکر مخالف ہو گئے۔ حتیٰ کہ سوائے چند گنتی کے افراد کے، سارا شہر مخالف ہو گیا۔ تقریباً ایک ماہ تک عجیب مخالف ہوا چلی۔ ایک ہفتہ بہت نازک فضا رہی، مگر حضرت داتا صاحب، حضور غوث اعظم، حضور خواجہ غریب نواز اور اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنّت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے صدقہ سے فقیر امام اہلِ سنّت قدس سرہ العزیز کے فرمودہ طریق پر قائم رہا اور مسلمانوں کو جلسہ وجلوس میں نہایت امن سے رہنے کی تبلیغ بلیغ کی۔ ایک ماہ کے بعد فضا کا رُخ ایسا بدلا کہ اکثر لوگ موافق ہوئے اور مخالفین نے بھی استقامت کی داد دی اور یہ کہلایا کہ پبلک کے جذبے میں نہ بہنا اور اپنے نصب العین پر قائم رہنا اور ملامت کرنے والوں کی پرواہ نہ کرنا ــــــ یہ بڑا مشکل کام ہے، مگر اُس نے (سردار احمد نے) کر دکھایا۔ اب فضا بحمدہٖ تعالیٰ اچھی ہے۔ اس نازک دور میں سیّدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز اور حضرت حجۃ الاسلام اور حضرت صدر الشریعہ قدس اسرارہم کے فیض نے بڑی دستگیری فرمائی اور حضرت مفتیٔ اعظم قبلہ کی خدمت کی برکت سے بہت نفع پہنچا۔“ [1]

تحریکِ ختمِ نبوت (۱۹۵۲ء) میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا وہی طرزِ عمل رہا، جو تحریکِ خلافت وترکِ موالات میں امام احمد رضا قدس سرہ اور آپ کے ہم نوا اکابر کا رہا۔ جوش وجنون کے عالم میں تو ان حضرات کے خلاف ہر قسم کا مکروہ پروپیگنڈا کیا گیا ــــ انگریز کے پٹھو، آزادی کے دشمن، مسلمانوں کے غدار ــــــ وغیرہ ــ مگر جب طوفان تھما، تو معلوم ہوا کہ حق اُن کے ساتھ تھا اور یہ حق کے ساتھ تھے۔ یہی حال ختمِ نبوت کی تحریک

---

[1] رجسٹر نقول فتاویٰ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ

کے دوران حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے ساتھ گزرا ـــــــ مخالفت، مخالفانہ پروپیگنڈا، اشتہار بازی، غلط بیانات ـــــــ اور سفید جھوٹ ـــــــ کاش اس وقت اہل سنت وجماعت جماعتی اور انفرادی امتیازی حیثیت سے تحریک میں حصہ لیتے، تو آج تاریخ مختلف ہوتی۔ بعض راز افشار کرنے والوں کے طرزِ عمل سے جو نقصان اٹھانا پڑا، اس سے حفاظت رہتی ـــــــ تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی حق نے باطل سے اشتراک عمل کیا، ہمیشہ حق پر چلنے والوں کو نقصان اٹھانا پڑا۔

منظرِ اسلام بریلی میں تدریس کے ابتدائی ایام میں ہی (۱۳۵۲ھ/۱۹۳۴ء) آپ نے فتویٰ نویسی کا کام شروع کر دیا۔ فی الحال اس کا تعین تو مشکل ہے کہ آپ نے پہلا فتویٰ کب لکھا۔ مگر منظرِ اسلام بریلی میں مدرس دو ... سے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے جو فتاوٰی لکھے ہیں، وہ آپ کی فقاہت، ثقاہت اور کمالِ علمی پر بیّن دلیل ہیں۔

۲۴ شوال المکرم ۱۳۵۳ھ/۳۰ جنوری ۱۹۳۵ء کو راجکوٹ کاٹھیاوار (انڈیا) سے سید عبدالاول میاں قادری نے ایک استفتاء پیش لیا جس میں تراویح کے ایک مسئلہ کے بارے میں بہارِ شریعت (مؤلفہ مولانا محمد امجد علی اعظمی) اور امداد الفتاوی (مؤلفہ مولوی اشرف علی تھانوی) کے اختلاف کے بارے میں پوچھا گیا۔ استفتاء میں یہ بھی لکھا گیا تھا کہ مولانا حشمت علی خاں کے سامنے بھی یہ مسئلہ پیش کیا گیا (جب وہ اس علاقہ میں تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے) تو آپ نے مسئلہ سے متعلقہ کتابیں پاس نہ ہونے کے باعث جواب دینے سے معذوری ظاہر کر دی اور آپ کی طرف رجوع کرنے کو کہا۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی میں جو فتویٰ لکھا، وہ دلائل قاہرہ سے مزین ہے فتویٰ کے آخر میں آپ لکھتے ہیں،

"پھر کسی مسئلہ کے جواب میں روایت نقل کرنا اور بات ہے اور صحیح و مفتیٰ بہ مختار قول بتانا اور بات۔ مولوی اشرف علی نے مسئلہ مذکورہ کے متعلق

بیان روایت نقل کی ہے اور حضرت استاذ محترم صدر المدرسین مفید الطالبین مدظلہ العالی نے "بہار شریعت" میں مسئلہ کا جواب صحیح و صواب و مفتی بہ و مختار تحریر فرمایا ہے۔ وشتان ما بینھما فافھم واللہ تعالیٰ اعلم۔[1]

تیس سال سے کم عمر اور دو سال سے کم تجربۂ تدریس کے باوجود حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے فتویٰ کے انداز ظاہر کرتے ہیں کہ آپ نہ صرف مفتی ہیں، بلکہ دو مفتیوں کے درمیان اختلاف کی صورت میں ایک قول کو دلائل سے ترجیح دے سکتے ہیں۔ اس مقام کی عظمت کا اندازہ صاحبانِ علم خوب کر سکتے ہیں۔

فیصل آباد کے قیام کے دوران آپ کے سامنے نکاح کے محرمات کے بارے میں ایک فتویٰ پیش ہوا مفتی جامعہ رضویہ نے بھی بڑی محنت سے اس کا جواب لکھا۔ جب تصدیق کے لیے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے سامنے آیا تو آپ نے جو لکھا اس کے آخری جملے یوں ہیں،

"بخاری شریف کتاب النکاح جلد دوم، صفحہ ۷۶۵ میں ہے وجمع عبد اللہ ابن جعفر بین ابنۃ علی (ای زینب بنت فاطمۃ) وامرأۃ علی (ای لیلیٰ بنت مسعود) لیجیے صورت سوال کا جزئیہ بخاری شریف سے مل گیا۔ والحمد للہ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم واحکم بالصواب۔"[2]

---

[1] قلمی رجسٹر نقول فتاویٰ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ (عرصہ بریلی) رجسٹر نقول فتاویٰ میں اس سے پہلے کے بھی فتاویٰ موجود ہیں، مگر ان کی تاریخ کا تعین ابھی تک نہ ہو سکا۔ اس رجسٹر نقول فتاویٰ سے استفادہ حضرت مولانا محمد فضلِ رسول مدظلہ خلف اکبر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی کرم نوازی سے ہوا۔ کاش کوئی ادارہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے تمام فتاویٰ کو شائع کر کے ان کے افادہ کو عام کرے۔

[2] رجسٹر نقول فتاویٰ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ

جواب، فتویٰ کے تیور بتاتے ہیں کہ آپ کی نگاہ نہ صرف کتب فقہ پر حاوی ہے، بلکہ احادیث طیبہ میں موجود فقہی جزئیات بھی آپ کی نظر سے پوشیدہ نہیں۔ جلیل القدر مفتی کی یہی شان ہے۔

ایسا تو اکثر ہوتا ہے کہ مفتیان ایک دوسرے کے فتاویٰ کی تصویب کرتے ہیں، مگر ایسا کم دیکھنے میں آیا ہے کہ ایک جلیل القدر مفتی نے، جس کا قول خود فتویٰ ہو، کسی دوسرے مفتی سے استفتاء کیا ہو، بالخصوص ان حالات میں جب مفتی، مستفتی سے سن اور عمر میں دوسرے درجہ پر ہو، مگر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ سے جلیل القدر مفتیان عظام نے بھی استفتاء کر کے اپنے فتاویٰ کی تصدیق و تصویب چاہی ہے۔ اس سلسلہ میں صرف چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین بہاری، فاضل بہار (م ۱۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۲ھ / ۱۸ نومبر ۱۹۶۲ء) امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کے ارشد تلامذہ اور اعظم خلفاء سے ہیں۔ ان کی فقاہت و ثقاہت خود مسلم ہے، مگر انہوں نے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ سے ایک فتویٰ طلب کیا کہ مقتدیوں کو اقامت کے کس مرحلہ میں کھڑا ہونا چاہیے۔

حضرت ملک العلماء قدس سرہ نے یہ فتویٰ ۱۳۷۱ھ / ۱۹۵۲ء سے ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۱ء کے درمیان کسی وقت طلب کیا، جبکہ آپ جامعہ لطیفیہ کٹھیار (بہار) میں صدر مدرس تھے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے فقہ و حدیث کے دلائل سے استفتاء کا مدلل جواب لکھا۔ [۱]

ایک مرتبہ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی قدس سرہ (م ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء) خلف اکبر و خلیفہ اعظم امام احمد رضا خاں بریلوی نے ایک فتویٰ لکھا۔ ان دنوں وہ دار العلوم منظر اسلام بریلی کے مہتمم تھے۔ ان دنوں حضرت شیخ الحدیث دار العلوم مظہر اسلام بریلی کے شیخ الحدیث تھے۔ حجۃ الاسلام اپنے فتویٰ کی تصدیق و تصویب کے لیے مظہر اسلام بریلی میں تشریف لاتے اور اپنا فتویٰ دکھا کر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ سے فرمانے لگے:

---

[۱] قلمی رجسٹر نقول فتاویٰ (دور لائل پور) حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ

"مولانا! میں نے یہ فتویٰ لکھا ہے، کیسا ہے؟ کیا آپ اس کی تصدیق کریں گے۔" [1]

شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی (م ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء) علیہ الرحمہ نے حرمتِ مصاہرت کے ایک مسئلہ پر عربی زبان میں فتویٰ لکھا اور تصدیق کے لیے جامعہ رضویہ فیصل آباد کے دارالافتاء میں روانہ فرمایا۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے حکم سے مفتی دارالافتاء مولانا ابوسعید محمد امین مدظلہٗ نے عربی زبان میں اس کی تصدیق کی۔ [2]

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی فتویٰ نویسی کا ادبی پہلو بھی قابل قدر ہے۔ آپ کا وطن (متحدہ) پنجاب تھا۔ مادری زبان پنجابی تھی، لیکن بریلی کی تعلیم اور پھر تدریس اور محبتِ شیخ کی بناء ہمیشہ اُردو بولتے اور اُردو لکھتے۔ آپ کے فتاوٰی اُردو ادب میں قابلِ قدر اضافہ ہیں۔ ان فتووں کے ذریعے اگر آپ کی ادبی خدمات کا جائزہ لیا جائے، تو بہت کئی نئے گوشے سامنے آئیں گے آپ نے فتویٰ نویسی کے ذریعے بعض قوانین کو ترتیب دیا ہے۔ اس لحاظ سے آپ کے فتاوٰی قانونی ادب میں بھی قابلِ قدر سرمایہ ہیں۔ کاش کوئی ادیب اور قانون دان آپ کے فتاوٰی کی اس حیثیت سے افادہ و استفادہ کا پہلو واضح کرے۔ فتاوٰی کی قانونی اور ادبی حیثیت کو سمجھنے کے لیے صرف ایک فتویٰ پڑھ لیجیے۔

میمن سنگھ (بنگال) کے جناب محمد شمس الحق صاحب نے تقلید پر اہل حدیث کے نو سوالات (جنہیں اہل حدیث اپنے زعم میں لاجواب سمجھے بیٹھے تھے) حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی خدمت میں جواب کے لیے بریلی روانہ کیے۔ آپ نے ان کا مفصّل اور مدلّل جواب لکھا اور ساتھ ہی چند سوالات بھی کیے، جن کے جواب سے آج تک اہل حدیث حضرات خاموش ہیں۔ ان جوابات

---

[1] مولانا سید محمد جلال الدین، شیخ الحدیث دارالعلوم بھکھی ضلع گجرات (م ۱۴ ربیع النور ۱۴۰۶ھ) نے یہ روایت فقیر قادری عفی عنہ سے دسمبر ۱۹۸۳ء کو بیان فرمائی۔

[2] قلمی رجسٹر نقول فتاوٰی (دور فیصل آباد) حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ

کے شروع میں آپ نے ایک مقدمہ لکھا۔ اس کے چند جملے آپ بھی پڑھیں،

"مذہب و دین در اصل اصول و قواعد و ارکان ضروریہ قطعیہ کا نام ہے احکامِ شرعیہ عملیہ پر عمل کرنے میں جزئی اختلاف، فرعی مخالفت سے مذہب کے حقیقی اصول و قواعد سے خروج لازم نہیں آتا۔ سب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب اسلام تھا۔ اس لیے کہ سب کے اصول و قواعدِ دین متحد تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں آپس میں فرعی اختلاف ضرور ہوا۔ مثلاً بعض نے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کو نہ پڑھا اور بعض نے پڑھا۔ بعض نے آمین کو نماز میں آہستہ کہا اور بعض نے جہر سے . . . . . مگر اس اختلاف فرعی کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی دونوں جماعتوں میں سے کسی جماعت کے تقویٰ و زہد و عدالت و دیانت و رشد و ہدایت و دین و مذہب میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اس فرعی اختلاف کی وجہ سے ان پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ وہ سب کے سب ہدایت کے چمکتے ستارے ہیں۔ اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مقرب و مقبول ہیں"[1]

جامعہ رضویہ، فیصل آباد میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے تدریسِ حدیث، تقریر و تبلیغ، دعوت و رشاد اور دیگر بے شمار مصروفیات کی وجہ فتویٰ نویسی کی خدمات مولانا محمد امین، مولانا محمد مختار احمد، مولانا نواب الدین اور دیگر اساتذۂ جامعہ کے سپرد کر رکھی تھیں۔ یہ حضرات آپ سے زبانی ہدایات حاصل کر کے فتویٰ کو ترتیب دیتے اور آپ سے اصلاح لے کر فتویٰ مستفتی کے حوالے کر دیتے۔ اکثر فتاویٰ مفتی محمد امین صاحب لکھتے مکتبہ سُنّی دار الاشاعت علویہ رضویہ ڈجکوٹ روڈ فیصل آباد نے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے بعض فتاویٰ کو (دیگر علماء کے فتاویٰ کے ہمراہ) فتاویٰ حضرت محدثِ اعظم پاکستان کے نام سے شائع کیا ہے جس سے تاثر ملتا ہے کہ آپ کے صرف یہی فتاویٰ ہیں، حالانکہ اس مطبوعہ مجموعۂ فتاویٰ میں دورِ بریلی کے فتاویٰ شامل نہیں اور دورِ فیصل آباد کے اکثر فتاویٰ اس مجموعہ میں شامل نہ ہو سکے اسی مکتبہ یا کسی اور سُنّی مکتبہ کو ممتاز مفتی حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے فتاویٰ کو مرتب کر کے شائع کرنا چاہیے

---

[1] قلمی رجسٹر نقول فتاویٰ (دورِ بریلی) حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ

حضرت شیخ الحدیث مناظر کی حیثیت سے

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ میں وہ تمام صفات بدرجہ اتم موجود تھیں جو ایک کامیاب مناظر اسلام میں ہونی چاہئیں۔ آپ کی مناظرانہ حیثیت پر گفتگو کرنے سے پہلے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے دور کے مذہبی حالات کا تجزیہ کیا جائے تاکہ معلوم ہو کہ کن شرعی تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے آپ کو اس نازک مگر اہم مرحلہ سے گزرنا پڑا۔

غلام ہندوستان میں سیاسی افراتفری کے علاوہ مذہبی تفرق و شکست اپنے نقطۂ عروج پر تھا۔ سفید فام سیاہ دل انگریز اس انتشار و اختلاف کی در پردہ سرپرستی کر رہا تھا۔

اس دور میں:

- انجاس قادیانی
- ارجاس شیطانی
- تکذیب رحمانی
- نبوت ستانی ——— اور
- جنون سکانی ——— قسم کے ناپاک عقائد و کلمات پر اصرار کیا گیا ———

اس دور میں پیدا ہونے والے تمام اختلافات کا فیصلہ حرمین شریفین اور دیگر بلاد اسلامیہ کے مقتدر علماء اعلام نے متفقہ طور پر فرما دیا۔ (شکر اللہ سعیہم)

تاہم بعض عناصر ابھی تک اس فیصلہ کو ماننے سے انکاری تھے (اور اب بھی ہیں) علماء حرمین شریفین کے اس متفقہ فیصلے موسومہ بہ حسام الحرمین سے انکار و فرار کے طرح طرح کے حیلے حوالے کیے گئے۔ مگر علماء مذہب حق، اہل سنت کا بیک زبان یہی مطالبہ تھا کہ ——— حسام الحرمین کی روشنی میں شاتمان رسول اپنے اقوال خبیثہ سے رجوع کر لیں ——— یہ مطالبہ کوئی ایسا مطالبہ نہ تھا جس پر ان شاتمانِ رسول کو عمل کرنا ناممکن تھا، مگر حسد و عناد

اور تکبر و فساد پر مشتمل جذبات، وعزائم انہیں ایسا کرنے سے مانع رہے۔

علماء حق کی یہ آواز سوز و درد، مگر پُر وقار انداز میں ہمیشہ گونجتی رہی، مگر مخالفین تھے کہ اپنی ضد پر اڑے رہے۔ نتیجہ ظاہر ہے ـــــــ عوام الناس کے جذبۂ تلاشِ حق کی خاطر علماء حق کو اکثر مواقع پر مناظرہ کا نازک، مگر اہم فریضہ ادا کرنا پڑا۔

یہاں یہ بات بلا خوفِ تردید کہی جا سکتی ہے کہ جماعتِ علماء کے عظیم فرد حضرتِ شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے جب بھی میدان مناظرہ میں قدم رکھا، آپ کو شاندار فتح اور واضح کامیابی حاصل ہوئی اور مخالف کو ہمیشہ ذلت کا سامنا کرنا پڑا، چونکہ قبولیتِ حق تو شاید ان کے نصیب میں نہ تھی، اس لیے سوائے فرار کے اور کوئی چارۂ کار ان کے لیے نہ رہتا۔

کامیاب مناظر کی ایک اہم صفت ذہانت ہے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ حد درجہ ذہین تھے۔ آپ کی ذہانت کے آثار ابتدائے تعلیم سے ہی واضح تھے۔ درسِ نظامی کو شروع کیے ابھی دوسرا یا تیسرا سال تھا کہ آپ نے فقہی سوالات پر مشتمل ایک فقہی معمہ لکھا۔ [1]

طالب علمی کے دور کے یہ فقہی سوالات آپ کی ذہانت اور وسعت مطالعہ کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

اجمیر شریف میں دورانِ طالب علمی حسبِ قاعدہ ایک روز اپنے ایک ہم درس ساتھی کے ساتھ مناظرہ کی مشق کر رہے تھے۔ زبردست عقلی و نقلی دلائل سے اپنے موقف کا اثبات اور مقابل کے اعتراضات کا جواب دے رہے تھے۔ اتفاق سے صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی باہر کھڑے یہ دلچسپ منظر دیکھ رہے تھے اور مسرور ہو رہے تھے۔ جب یہ کارروائی ختم ہوئی، تو انہوں نے آگے بڑھ کر آپ کو سینے سے لگا لیا۔ آپ کی جبیں کا بوسہ لیا، دعائیں دیں اور آپ کی قابلیت و ذہانت کی داد دی۔ [2]

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی قوتِ حافظہ اس قدر مضبوط تھی کہ جو چیز ایک مرتبہ نظر سے

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، ماہنامہ السواد الاعظم، مرادآباد، شعبان المعظم ۱۳۴۵ھ / ۱۹۲۷ء

[2] نائبِ اعلیٰ حضرت، مرتبہ مولانا بشیر احمد سیالوی، مطبوعہ فیصل آباد

گزرجاتی، عمر بھر یاد رہتی۔ مختلف فنون کی کتابوں کی بے شمار عبارات تک یاد تھیں۔ جب حوالہ میں عبارات زبانی پڑھتے، تو حاضرین تعجب کرتے۔ آپ کے ہم درس ساتھی اسی بنا پر آپ کو "کتب خانہ" کے نام سے یاد کرتے، اعلیٰ حافظہ کی بنا پر آپ کامیاب مناظر تھے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے مناظرے حظِ نفس یا طلبِ شہرت کے لیے نہ ہوتے، بلکہ جب بھی اور جہاں بھی ضرورتِ شرعی پیدا ہوئی۔ علما ہو نے جہاں کہیں بھی دعوتِ مناظرہ دی آپ نے فرضِ شرعی کو ادا کرتے ہوئے فوراً اس کی مبارزت طلبی قبول فرمالی اور جس موضوع پر مقابل نے چیلنج دیا، اہل سنت کی نمائندگی اور ترجمانی کما حقہٗ ادا فرمائی۔ بحمدہ تعالیٰ ہر میدان میں اہل سنت کو شاندار فتح حاصل ہوئی۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے مناظرات دو قسم کے ہیں:

۱۔ تحریری مناظرہ ۲۔ تقریری مناظرہ

(ا) غیر مقلدین سے سوالات، مشہور غیر مقلد مولوی ثناء اللہ امرتسری سے سوالات "آٹھ رکعت تراویح پر بیس سوالات"، علامہ مشرقی سے اس کی تحریک (خاکساریت) سے متعلق سوالات، اور علماء دیوبند سے انہی کی عبارات سے ان کے تضادات کے بارے میں مجموعہ مکاتیب موسوم بہ "موت کا پیغام، دیوبندیوں کے نام"۔ تحریری مناظرات میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ تمام تحریرات مطبوعہ ہیں۔

(ب) تقریری مناظرے آپ نے تمام فرقِ باطلہ سے کیے۔ مرزائیوں، دیوبندیوں اور چکڑالویوں وغیرہ سب نے آپ سے شکست کھائی۔

مخالفینِ اہل سنت سے تقریری مناظروں کا سلسلہ آپ کے دورِ طالب علمی سے ہی شروع ہوتا ہے۔ آپ کے تقریری مناظروں کا اجمالی تذکرہ یہ ہے:

۱۔ آنولہ ضلع بریلی میں صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ نے چکڑالویوں کے خلاف مناظرہ کیا۔ اس وقت حضرت شیخ الحدیث زیرِ تعلیم تھے، مگر اپنے استاد گرامی حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے ہمراہ بطورِ معاون مناظر تشریف لے گئے۔ بطورِ معاون مناظر آپ کا کردار قابل داد تھا۔ اس مناظرہ میں چکڑالویوں کو زبردست شکست ہوئی۔ [۱]

---

[۱] بروایت بقیۃ السلف مولانا مفتی عزیز احمد قادری بدایونی مقیم جامعہ نعیمیہ، لاہور

۲۔ اسی زمانہ طالب علمی میں دیوبندی مولوی یٰسین مقیم خام سرائے بریلی کے ہاں پہنچ کر اس کا چیلنج قبول کیا اور دورانِ تقریر اس پر اس علمی انداز سے مواخذہ فرمایا کہ وہ مبہوت رہ گیا۔ اس کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ عاجز آ کر فساد پر اُتر آیا۔ بالآخر معافی مانگ کر جان چھڑائی۔

اس مناظرہ کے عینی شاہد مولانا عبدالمصطفےٰ ازہری شیخ الحدیث جامعہ امجدیہ کراچی نے ایک مضمون میں اس مناظرہ کا تذکرہ یوں فرمایا ہے:

"اسی زمانہ میں ایک دن مولوی یٰسین خام سرا کے دیوبندی نے اہل سنت کو چیلنج مناظرہ دے دیا۔ شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد مع چند طلباء کے، جن میں میں خود بھی تھا، خام سرائے بریلی میں، وہاں کے دیوبندیوں کا گڑھ تھا، پہنچ گئے۔ یٰسین نے تقریر کی اور حضرت شیخ الحدیث نے اس پر مواخذہ کیا۔ میں نے خود دیکھا کہ یٰسین کانپ رہا تھا اور اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ اور کہنے لگا کہ میں تم کو جواب نہیں دوں گا۔ مولانا حامد رضا خاں کو بلاؤ، شیخ الحدیث نے فرمایا کہ تم نے چیلنج کیا اور اب ہم مقابلہ کے لیے آئے ہیں تم سوالوں کا جواب دو، لیکن اس سے جواب نہ بن پڑا۔ آخر ان لوگوں نے غنڈوں کے ذریعہ سے جنگ شروع کی جس میں مولانا غلام جیلانی کے اور میرے سر میں بھی چوٹ آئی تھی، لیکن جب مقدمہ کی دھمکی دی گئی، تو ان لوگوں نے معافی مانگ لی۔"[۱]

غالباً سنہ ۱۹۳۰ء میں یہ مناظرہ ہوا۔

۳۔ سنہ ۳۱-۱۹۳۰ء میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ ابھی زیرِ تعلیم تھے۔ سلانوالی ضلع سرگودھا میں شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی علیہ الرحمہ کے زیرِ اہتمام حضرت مولانا حشمت علی رضوی لکھنوی اور دیوبندی مولوی منظور احمد نعمانی کے درمیان مناظرہ ہوا۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ بطورِ معاونِ مناظر شریک ہوئے۔ ایک موقع پر آپ نے دیوبندی

[۱] مولانا عبدالمصطفےٰ ازہری کا مضمون "شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی چند یادیں" مطبوعہ ہفت روزہ محبوبِ حق لائل پور، ۱۲ دسمبر سنہ ۱۹۶۳ء، ص ۳۲

مناظر سے ایسا تو اخذہ فرمایا کہ سوائے خاموشی کے اُس کے لیے اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔

اس مناظرہ کے عینی شاہد استاذ العلماء مولانا عطا محمد بندیالوی اس کا تذکرہ اپنے مضمون میں یُوں کرتے ہیں:

"علمی حیثیت سے شیخ الحدیث مرحوم کا جو پایہ تھا، وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ مجھے آج بھی خواب کی طرح یاد آتا ہے۔ کوئی بتیس سال پہلے کی بات ہے (یہ مضمون ۱۹۶۳ء میں چھپا تھا) میں اس وقت دینیات کی ابتدائی کتابیں پڑھتا تھا۔ ضلع سرگودھا کے ایک قصبہ سلانوالی میں مناظرہ منعقد ہوا تھا۔ بیشمار علماء کا اجتماع تھا۔ طرفین کے بڑے بڑے علماء موجود تھے۔ اہل سنّت کی طرف سے مولانا حشمت علی مرحوم کو مناظر مقرر کیا گیا اور اہلِ تنقیص کی نمائندگی مولوی منظور احمد نعمانی کر رہے تھے۔ اس دوران میں جب کبھی علماء کے درمیان کسی مسئلہ پر بحث ہوتی۔ شیخ الحدیث باوجود صغر سنی کے سب پر چھائے ہوئے ہوتے۔ ایک مرتبہ کسی مخالف نے آپ کی کسی دلیل کو کہہ کر رد کر دیا کہ یہ قضیہ شخصیہ ہے اور شخصیہ استدلال میں معتبر نہیں ہوتا۔ آپ نے برجستہ فرمایا کہ "محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" اور "اللہ واحد" بھی قضایا شخصیہ میں سے ہیں، چاہیے کہ پھر یہ بھی معتبر نہ ہوں۔" [1]

۲۰ - ۲۳ - ۲۴ محرم ۱۳۵۴ھ [2] / ۲۵ - ۲۸ اپریل ۱۹۳۵ء کو حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ اور دیوبندیوں کے مایہ ناز مناظر مولوی منظور احمد نعمانی کے درمیان بریلی میں چار روز مناظرہ ہوا۔ مناظرہ کا موضوع دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کی کتاب "حفظ الایمان" کی ایمان سوز عبارت تھی۔ اہل سنّت نے مولانا حبیب الرحمٰن صدر المدرسین مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد کو مناظرہ کا صدر منتخب فرمایا۔ اکبری جامع مسجد (شہر کہنہ) بریلی میں متواتر چار روز مناظرہ ہوتا

---

[1] ہفت روزہ محبوب حق، لائل پور، مجریہ ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء، ص ۲۸، ۳۲

[2] محدث اعظم پاکستان، مصنفہ مولانا حسن علی میلسی، مطبوعہ ملتان میں ۱۳۵۶ھ لکھا ہے جو خلاف واقع ہے۔

رہا۔ مناظر اہل سنت حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کو عظیم الشان فتح و نصرت حاصل ہوئی اور مخالف مناظر کو ایسی عبرتناک شکست ہوئی کہ اُس نے آپ سے مناظرہ کرنے سے ہمیشہ کے لیے توبہ کر دی۔

چوتھے روز مولوی منظور نعمانی نے بدحواسی کے عالم میں یہ ناپاک الفاظ کہے:

"میں بھی بھوکا مرتا ہوں اور میرے آقا محمد رسول اللہ بھی بھوکے مرا کرتے تھے

جو حشر میرا وہ حشر اُن کا۔" (العیاذ باللہ)

یہ الفاظ سُن کر مجمع میں ہیجان پیدا ہو گیا۔ ہر طرف سے مطالبہ ہونے لگا کہ مولوی منظور نعمانی نے شانِ رسالت میں توہین آمیز کلمات کہے ہیں۔ اسے فوراً توبہ کرنی چاہیئے۔ اس مطالبۂ توبہ میں اہل سنت کے علاوہ بعض دیوبندی بھی شامل تھے، مگر اسے توبہ نہ کرنا تھی نہ کی۔

مجمع کے اشتعال کو دیکھ کر مولوی منظور مناظرہ کے وقت سے ایک گھنٹہ قبل ہی اپنا سامان چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ بتوفیقہٖ تعالیٰ اہل سنت کو جو روشن فتح ہوئی۔ اس کی مثال مشکل سے ملے گی۔

اس شاندار کامیابی پر شہر کے مختلف مقامات اور ہندوستان کے دوسرے شہروں میں تہنیتی اجلاس ہوئے۔ حضرت شیخ الحدیث اور آپ کے استاذِ گرامی حضرت صدر الشریعۃ علیہما الرحمہ کی خدمت میں مبارک بادپیش کی گئی۔ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا، مفتیٔ اعظم مولانا مصطفےٰ رضا کے علاوہ برصغیر کے بے شمار اکابرِ علماء نے مبارک بادی کے خطوط لکھے اور حضرت حجۃ الاسلام نے آپ کو تاج الفتح پہنایا۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ اس مناظرہ سے قبل صرف ایک ہی سال میں اپنی تعلیم سے فارغ ہوئے تھے۔ آپ اس وقت مدرسہ منظرِ اسلام بریلی میں مدرس دوم تھے۔ اس مناظرہ میں کامیابی کی دھوم پورے برِ صغیر میں پھیل گئی۔ مولوی منظور سے کامیاب مناظرہ کے بعد آپ کی کنیت "ابوالمنظور" تجویز ہوئی۔ یہی کنیت صاحبزادہ محمد فضل رسول کی ولادت تک لکھی اور بولی جاتی رہی۔

اس مناظرہ نے ثابت کر دیا کہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ صحیح معنوں میں نائبِ اعلیٰ حضرت ہیں۔

مولانا محمد حامد فقیہ شافعی نے اس مناظرہ کی مفصل روئداد "مناظرہ بریلی کی مفصل روئداد" (۱۹۳۵ء) اور "نصرتِ خداداد" (۱۳۵۴ھ) کے تاریخی ناموں سے مرتب کی اور جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی نے ۱۹۳۵ء میں اسے شائع کیا۔ بعد میں حضرت سید محمد معصوم جیلانی نے اسے نوری کتب خانہ لاہور سے ۱۳۷۷ھ میں شائع کیا۔ یہ تفاصیل اسی کتاب سے ماخوذ ہیں۔ [۱]

۵۔ مناظرہ بریلی کے تھوڑا عرصہ بعد اُناؤ (بھارت) میں مناظرہ ہوا۔ مولانا حبیب الرحمٰن، مولانا حشمت علی اور حضرت شیخ الحدیث مدعو تھے۔ [۲]

۶۔ مناظرہ بریلی کے کچھ عرصہ بعد بمبئی (بھارت) میں دیوبندیوں کے مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی نے اہلِ سنت کو مناظرہ کا چیلنج دے دیا۔ اہلِ بمبئی نے شیرِ بیشۂ سنت مولانا حشمت علی کو مناظرہ کی دعوت دی۔ اُن کے آتے ہی مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی خاموش ہوگیا۔ بار بار اعلان کرنے کے باوجود اسے مناظرِ اہلِ سنت کے سامنے آنے کی ہمت نہ ہوئی۔ دیوبندیوں نے اپنی خفت مٹانے کے لیے مولوی منظور احمد سنبھلی کو بلا لیا۔ بمبئی کے اہلِ سنت نے ابوالمنظور حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کو تار دے کر بلا لیا۔ آپ کے بمبئی پہنچنے سے قبل مولوی منظور احمد اپنی تعریف میں اَنَا وَلا غیری کا دعویٰ کر رہا تھا، لیکن جب اسے خبر پہنچی کہ ابوالمنظور مولانا محمد سردار احمد بمبئی پہنچ چکے ہیں، تو دوسرے دن خفیہ طور پر رات کی گاڑی سے راہِ فرار اختیار کر گیا۔ بمبئی میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی ایمان افروز تقاریر

---

[۱] دیوبندیوں نے بھی اس مناظرہ کی رُوئداد "فتح بریلی کا دلکش نظارہ" کے نام سے شائع کی ہے۔ یہ کتاب کذب و افترا کا عمدہ نمونہ ہے۔ مناظرِ اسلام مولانا محمد سردار احمد علیہ الرحمہ نے جن امور پر اپنے مقابل مناظر پر گرفت فرمائی۔ ان کے تذکرہ سے یہ کتاب خالی ہے۔ موجودہ دور کی سہولتیں تو اس وقت میسر نہ تھیں، جس سے طرفین کی گفتگو محفوظ رہ سکتی۔ تاہم تحریریں آج بھی موجود ہیں۔ چند تحریروں کا عکس اس میں شامل کر دیا گیا ہے۔ دیوبندی مناظر کی ان تحریروں کو کتاب سے حذف کر دیا گیا ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

[۲] ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء، ص ۱۹

ہوتی رہیں اور مشکوک و مشتبہ قلوب ایمان کی کامل تجلیوں سے پُر نور اور راسخ الایمان ہو گئے۔[1]

۳-۴-۵ شوال المکرم ۱۳۶۱ھ / ۱۵-۱۶-۱۷ اگست ۱۹۴۲ء کو مدرسہ محمدیہ رضویہ بھکھی ضلع گجرات کے سالانہ اجلاس میں حضرت شیخ الحدیث اور دیگر علماء اہل سنت شریک ہوئے۔ علاقہ کے دیوبندی مولویوں بالخصوص مولوی سلطان محمود سابق صدر مدرس فتح پوری، دہلی، مشہور منطقی مولوی ولی اللہ انہّی (گجرات) اور مولوی غلام محمد مانگٹ والے (ضلع گجرات) نے علماء اہل سنت کو مناظرہ کا چیلنج دے دیا اور کوشش کی۔ علماء اہل سنت بغیر تیاری کے مناظرہ نہیں کریں گے کہ اس سے ہماری فتح مشہور ہو جائے گی، مگر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے بلا شرائط دعوتِ مناظرہ فوراً قبول فرمالی۔

مناظرہ میں آپ نے استمداد، استعانت، علمِ غیب، ندا بیا، حاضر و ناظر وغیرہ موضوعات پر ایسے دلائل دیئے کہ دیوبندی مولوی سلطان محمود (جسے اپنی چھبیس سالہ تدریس پر ناز تھا) اور علومِ عقلیہ کا ماہر مولوی ولی اللہ (دیوبندی) لاجواب ہو گئے۔ ان کی شکستِ فاش کا منظر علاقہ بھر کے لوگوں نے دیکھا۔ دیوبندیوں کی عبرتناک شکست کو دیکھ کر سکھوں نے اُن سے کہا کہ جب تمہیں اپنی نبی سے نفع کی اُمید نہیں اور نہ انہیں اپنے انجام کی خبر ہے (العیاذ باللہ) تو ہمارے ساتھ آملو۔ اگر تمہیں اپنے نبی سے نفع کی اُمید نہیں تو ہمارے گرو کو مان لو۔ مناظرہ اسلام حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی شاندار فتح اور دیوبندیوں کی شکستِ فاش کی روئداد انہی ایام میں بصورتِ اشتہار طبع ہوئی۔[2]

---

[1] تفصیل کے لیے: (الف) اُدیب رضوی کا مضمون، مندرجہ ماہنامہ نوری کرن، بریلی، مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء، ص ۴۶

(ب) مولانا حبیب الرحمٰن کا مضمون، مندرجہ ماہنامہ نوری کرن، بریلی - ص ۱۹

[2] مناظرہ کی مطبوعہ کارروائی کا اشتہار حضرت مولانا سید محمد جلال الدین شیخ الحدیث مدرسہ محمدیہ رضویہ بھکھی کی وساطت سے دستیاب ہوا جس کے لیے یہ فقیر ان کا شکر گزار رہے۔

نوٹ: توہینِ مصطفےٰ پر مشتمل اہلِ دیوبند کے عقائد کے پیشِ نظر بارہا ہندوؤں، سکھوں وغیرہ غیر مسلموں نے انہیں اپنے ساتھ مل جانے کی دعوت دی۔ یہ دعوت ان کے باطل عقائد پر ایک طنز اور زناٹے دار طمانچہ ہے۔ حال ہی میں سیالکوٹ کے عیسائی پادری ولیم مسیح نے ایک اشتہار میں علماء دیوبند کے عقائد نقل کر کے بطورِ غلط مسلمانوں کو دعوت دی ہے کہ بے اختیار نبی کا کلمہ پڑھنے والو ہماری طرح عیسائی بن جاؤ۔ تفصیل کے لیے دیکھیں ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ رجب ۱۳۸۵ھ

۸۔ احمد آباد (بھارت) میں مخالفینِ اہل سنت نے سادہ لوح سنیوں کو خواہ مخواہ مرعوب کرنے کے لیے مناظرہ کا چیلنج دے دیا۔ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ نے حضرت مولانا حشمت علی اور شیخ الحدیث علیہما الرحمہ کو سنیوں کی نمائندگی اور تحفظِ عقائد کے لیے احمد آباد روانہ فرمایا۔ ۴ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ / ۱۱ مارچ ۱۹۴۳ء کو مسجد پتھر والی میں علمِ غیب کے موضوع پر دیوبندیوں کے مایۂ ناز مناظر مولوی سلطان حسن سنبھلی سے مناظرہ ہوا۔ مخالف مناظر نے چند رٹے ہوئے اعتراضات کیے، لیکن حضرتِ شیخ الحدیث نے علمی جلالت سے اس کی جہالت کا پردہ چاک کیا۔ قرآنِ اسادیث، کتب تفسیر، شروحِ احادیث کے مستند اور ناقابلِ تردید حوالوں سے زیرِ بحث مسئلہ کو واضح کیا اور جملہ اعتراضات کا دندان شکن جواب دیا۔ مخالف مناظر آپ کے تحقیقی و علمی انداز کے مقابل عاجز اور خاموش ہوگیا۔ اس طرح زیرِ بحث مسئلہ بے غبار ہوگیا۔ [1]

رضا کے سامنے کی تاب کس میں؟
فلک وار اس پہ تیرا ظل ہے یا غوث

۹۔ احمد آباد کے مذکورہ مناظرے کے بعد حضرت شیخ الحدیث اور دیگر علماء اہل سنت کی ایمان افروز تقاریر کا سلسلہ کئی روز تک جاری رہا، چونکہ بدمذہبیت کا زور تھا، اس لیے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے کئی روز تک وہاں قیام فرمایا تاکہ مخالفینِ اہل سنت کے عقائد کو واضح طور پر عوام کے سامنے بیان کردیا جاتے۔ دیوبندیوں نے اپنے شکست خوردہ مولوی سلطان حسن کو دوبارہ مناظرہ کے لیے بہ ہزار منت آمادہ کیا، لیکن اب وہ پبلک جلسہ میں مناظرہ کے لیے تیار نہ ہوا، چنانچہ اسی کی خواہش کے مطابق ۲۰ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ / ۲۷ مارچ ۱۹۴۳ء کو جناب حاجی احمد کے مکان پر تحریری مناظرہ

---

[1] (ا) قلمی یادداشت حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ، مخزونہ کتب خانہ شیخ الحدیث، فیصل آباد

(ب) روزنامہ عوام، لائل پور، ۷ مارچ ۱۹۶۳ء

نوٹ: مولانا حسن علی رضوی نے اپنے مرتبہ تذکرہ محدثِ اعظم پاکستان حصہ اول، مطبوعہ ملتان میں احمد آباد کے مناظرہ کا سن ۱۳۶۶ھ لکھا ہے جو خلافِ واقعہ ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

ہو نا طے پایا۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے اس تحریری مناظرہ میں مولوی سلطان حسن کو اس طرح عاجز کر دیا کہ سوائے خاموشی کے اس کے پاس اور کوئی جواب نہ تھا۔ احمد آباد کے اس مناظرہ کے بعد اہل سنت کا سر فخر سے بلند ہو گیا اور وہاں کے بندگانِ خدا نے اظہارِ تہنیت کے لیے مختلف جلسے کیے۔ [1]

۱۰۔ سورت (بھارت) میں دیوبندیوں کی وجہ سے صورتِ حال یہ تھی کہ کسی سنی عالم کا وعظ اور جلسہ تو درکنار، اس کی شکل تک گوارا نہ ہوتی۔

مناظرہ احمد آباد کے بعد حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ نے حضرت شیخ الحدیث اور مولانا حشمت علی کو پیدا شدہ صورتِ حال کا مقابلہ کرنے کے لیے سورت روانہ فرمایا۔ علماء اہل سنت تانگہ میں سوار جب سورت کے بازار سے گزر رہے تھے کہ مخالفین نے پتھراؤ شروع کر دیا۔ یہی بدسلوکی اور تشدد ان کی موت اور شکست کا باعث بنا۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے وہیں جلسہ شروع کر دیا۔ عظمتِ شان مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایسا علمی بیان ہوا کہ مخالفینِ اہل سنت میں اس کی دھوم مچ گئی۔ باوجود بار بار کے چیلنج کے کوئی بھی آپ کے سامنے نہ آسکا۔ اس طرح علماء کا یہ وفد عظمت و رفعت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بیان کرتا ہوا کامیاب واپس آیا۔ [2]

۱۱۔ جگ سکانوں ضلع بدایوں میں قادیانیوں نے اپنے عقائد کی تبلیغ کر کے عوام الناس کے ذہنوں کو مسموم کرنے کی کوشش کی۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ وہاں پہنچے اور مرزائی قادیانی مناظر سے مناظرہ کیا۔ مرزائی مناظر نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرنے کے لیے آیت کریمہ

---

[1] قلمی یادداشت حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ، مخزونہ کتب خانہ حضرت شیخ الحدیث، فیصل آباد

نوٹ: مولانا قاضی محمد فضل رسول کے ہم شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اس قلمی یادداشت سے استفادہ کا موقعہ فراہم فرمایا۔

[2] تذکرۂ محدثِ اعظم پاکستان، مصنفہ مولانا محمد حسن علی رضوی، ص ۱۷

انّکَ میّت و انھم میّتون سے استدلال کیا، لیکن حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے علمی وقار سے حیات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ثبوت قرآن و احادیث سے دیا اور مخالفین کے لچر اعتراضات کا دندان شکن جواب دیا۔ الحمد للہ اہل سنت اس مناظرہ پر مسرت کناں ہو کر آپ کی دست بوسی کرنے لگے۔ مرزائیت کا زور ٹوٹ گیا۔ [۱]

اس مناظرہ کی صحیح تاریخ کا تعین نہ ہو سکا۔ بہرحال قیام بریلی کے عرصہ میں یہ مناظرہ ہوا۔

۱۲۔ میانی ضلع سرگودھا میں دیوبندیوں سے اختلافی مسائل پر آپ نے کامیاب مناظرہ فرمایا۔[۲]

اس مناظرہ کی صحیح تاریخ کا تعین نہ ہو سکا۔

۱۳۔ ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ / جون ۱۹۵۶ء کو دوسرے حج کے موقعہ پر پاکستان کے بعض وہابیوں نے مکہ معظمہ میں آپ کو پریشان کرنے کا منصوبہ بنایا، چونکہ یہ لوگ پاکستان میں آپ کے علمی مقام سے اس قدر مرعوب اور عاجز تھے کہ مقابلہ کی تاب نہ تھی۔ ان کی کوشش تھی کہ نجدی حکومت ہماری بے جا شکایت پر آپ کے لیے مشکلات پیدا کر دے گی۔ اس طرح ہماری بات بن جائے گی۔ منصوبہ کے مطابق محکمہ امورِ شرعیہ، مکہ معظمہ میں انہوں نے شکایت کر دی کہ پاکستان کے ایک حاجی مولانا سردار احمد یہاں مکہ معظمہ میں اپنی نماز الگ پڑھتے ہیں۔ مقررہ نجدی امام کی اقتدا میں نماز نہیں پڑھتے۔ استمداد، استعانت، ندائے یارسول اللہ، حیاتِ انبیاء، حاضر و ناظر وغیرہ مسائل میں اُس کے عقائد مشرکانہ ہیں۔

محکمہ امورِ شرعیہ میں آپ کو بلایا گیا کہ وہ حاضر ہو کر اپنے عقائد بیان کریں۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نہایت علمی وقار اور نورانی وجاہت سے امیر امورِ شرعیہ کے ہاں تشریف لے گئے۔ وہ آپ کا نورانی اور پُر وقار چہرہ دیکھ کر مرعوب ہو گیا۔ پوچھنے لگا، آپ کیسے تشریف لائے ہیں؟ آپ نے فرمایا، آپ کے بُلانے پر۔ تب اُسے اپنی بوکھلاہٹ کا احساس ہوا۔ اس کے بعد اُس

---

[۱] مولانا مفتی عزیز احمد بدایونی، مقیم گڑھی شاہو، لاہور نے شرکیِ مناظرہ کی حیثیت سے یہ روایت بیان کی۔

[۲] قلمی یادداشت حضرت شیخ الحدیث، مخزونہ کتب خانہ حضرت شیخ الحدیث، فیصل آباد

نے اپنے مخصوص عقائد دُہرائے اور کہا کہ ان کو نہ ماننے والا مشرک و کافر ہے۔ آپ نے قرآن و احادیث کے حوالوں سے نجدی عقائد کی تردید کی اور ثابت کیا کہ استمداد، استعانت، علمِ غیب اور توسل وغیرہ مسائل میں ہم اہلِ سنت کا موقف درست ہے۔

امیر محکمہ امورِ شرعیہ آپ کی مدلل گفتگو سُن کر لاجواب ہوگیا اور آپ کو باعزت رخصت کیا۔[1]

یہ واقعہ معروف معنوں میں مناظرہ تو نہ تھا، لیکن احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا بہترین موقعہ تھا، اس لیے اس کو آپ کے مناظرات میں ذکر کر دیا گیا ہے۔

۱۴۔ ۲۹ ربیع الاول ۱۳۶۵ھ / ۹ جولائی ۱۹۳۶ء بروز جمعۃ المبارک، ریاست نانپارہ میں دیوبندی علماء مولوی عبدالشکور لکھنوی، مولوی منظور نعمانی اور عبدالحکیم لکھنوی سے انجمن حنفیہ نانپارہ کے زیرِ اہتمام ہونے والی مجلسِ مناظرہ میں حضرت شیخ الحدیث کے علاوہ مولانا حشمت علی رضوی شریک ہوئے۔[2]

دیوبندی عقائد زیرِ بحث آئے۔ مسلکِ اہلِ سنت و جماعت نکھر کر واضح ہوگیا۔ ہر خاص و عام دیوبندیوں کے عقائدِ باطلہ پر واقف ہوگیا۔ صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی نے اپنے تلمیذِ رشید حضرت شیخ الحدیث کو اس کے مناظرہ کی کامیابی پر مبارک باد دی اور آپ کے علم و فن کی ترقی کے لیے دُعائیں کیں۔[3]

۱۵۔ ریاست رامپور کی اکثر آبادی اہلِ سنت کی تھی۔ چند مفسد عناصر نے اہلِ سنت کے مذہب و امن و امان کو منتشر کرنے کے لیے باطل عقائد کی کھلم کھلا تبلیغ شروع کر دی۔ علماءِ حق اس صورت کو کس طرح برداشت کر سکتے تھے۔ تصفیۂ حق و باطل کے لیے مناظرہ طے پایا۔ رامپور کے مفتی مولانا

---

[1] قلمی یادداشت مولانا معین الدین شافعی، شریکِ حج اور امیر مذکور سے گفتگو کے عینی شاہد
مخزونہ کتب خانہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ، فیصل آباد

[2] مکتوب حاجی محمد احمد خاں صدر انجمن حنفیہ نانپارہ بنام حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ محررہ ۲ جولائی ۱۹۳۶ء

[3] ملاحظہ ہو: مکتوب حضرت صدر الشریعہ بنام حضرت شیخ الحدیث ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۶ھ

ابوالنصر شاہ محمد عابد مجددی نے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کو بطورِ صدر مناظرہ منتخب کیا۔
جمادی الاخریٰ ۱۳۵۷ھ / اگست ۱۹۳۸ء میں رامپور میں ہونے والے مناظرہ میں آپ
سُنیوں کی طرف سے بطورِ خاص صدر مناظرہ منتخب ہوتے۔ مولا کریم نے حق کا بول بالا کر دیا
اور اہلِ سنّت کو فتحِ عظیم نصیب ہوئی۔ [1]

۱۶۔ آگرہ (بھارت) میں دیوبندیوں کے مایہ ناز مولوی سلطان حسن نے مذہبی ماحول کو پراگندہ
کر رکھا تھا۔ بار بار وہ اہل سنت کو چیلنج کرتا۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کو قیام بریلی کے دوران آگرہ
کی اس صورتِ حال کا علم ہوا تو آپ فوراً وہاں پہنچے اور مولوی سُلطان حسن کو مقابلہ کے لیے پکارا۔
مولوی سلطان حسن آپ کی علمی جلالت کی تاب نہ لا سکا۔ بالآخر اسے لاجواب ہونا پڑا۔ آگرہ کے عوام
کو جب مولوی سلطان حسن کے پوشیدہ عزائم کا علم ہوا تو انہوں نے اسے اپنے شہر سے باہر نکل جانے پر
مجبور کر دیا۔ اس کی جگہ آپ کے مشورہ سے مولانا عبدالحفیظ حقانی کا تقرر ہوا۔ [2]

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے اہلِ باطل کو سرِ میدان میں للکارا۔ اکثر و بیشتر خود اہلِ باطل
سے مناظرہ کیا۔ کبھی ایسا بھی ہوا کہ اپنے کسی شاگرد یا مدرسہ کے کسی دوسرے استاد کو مناظرہ کے
لیے روانہ فرمایا۔ ایسی صورت میں مناظرہ کی تیاری آپ خود اپنی ذاتی نگرانی میں کرواتے۔ کتبِ حوالہ
اپنے کتب خانہ سے عطا فرماتے۔ آپ کے فرستادہ مدرسہ کے کسی استاد یا شاگرد نے جب بھی اور
جہاں بھی مناظرہ کیا، ہمیشہ کامیاب ہوا۔ اس سلسلہ میں چند مناظرات کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔
بریلی کے ایک نواب اور اس کے زیرِ اثر ایک اور لڑکا قادیانی دجال کے دعویٰ مثیلِ عیسیٰ علیہ السلام
کو مان چکے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ نزولِ عیسیٰ (علیہ السلام) کا عقیدہ اب کچھ چالیس برس سے سُنیوں نے
گھڑ لیا ہے۔ ہاں اگر ہمیں کوئی ایسی کتاب دکھا دے، جو آج سے چالیس برس پہلے کی لکھی ہو، جس میں
نزولِ عیسیٰ کا اثبات ہو تو ہم مان جائیں گے۔ یہ خبر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ تک پہنچی۔ آپ نے

---

[1] مکتوب مولانا محمد عابد مجددی بنام شیخ الحدیث علیہ الرحمہ، محررہ ۸ر اگست ۱۹۳۸ء

[2] روایت مولانا مفتی تقدس علی بریلوی، شیخ الجامعہ، جامعہ قادریہ راشدیہ پیر گوٹھ (سندھ)

اپنے تلمیذ رشید مولانا محمد عبدالرشید رضوی جھنگوی (جو اس وقت آپ کے پاس دورۂ حدیث پڑھ رہے تھے) کو امام ابوبکر احمد بیہقی (م ۴۵۸ھ) کی کتاب الاسماء والصفات دے کر نواب اور اس لڑکے کے پاس روانہ فرمایا۔ مولانا محمد عبدالرشید رضوی نے بطرزِ مناظران سے گفتگو کی اور صدیوں پرانی مصنفہ کتاب جو حسنِ اتفاق سے نصف صدی پہلے کی مطبوعہ تھی، دکھا کر اپنا موقف بیان کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی یہ کوشش کامیاب ہوئی۔ وہ لڑکا نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدہ کا قائل ہو گیا۔[1]

ایک مرتبہ جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام، بریلی کے استاد مولانا وقار الدین کو ضلع اعظم گڑھ میں کہیں مناظرہ پر جانا تھا۔ مناظرہ کی مکمل تیاری حضرت شیخ الحدیث (علیہ الرحمہ) نے کروائی۔[2]

مناظرِ اسلام حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ جہاں محسوس کرتے کہ میرے تلامذہ بھی مقابل پر غالب آجائیں گے، وہاں اپنے طلباء کو بطورِ مناظر روانہ فرماتے۔ تدریس کے علاوہ آپ کی تربیت سے آپ کے تلامذہ بڑے بڑے تجربہ کار مناظرین پر فتح حاصل کر لیتے جو درحقیقت آپ ہی کی فتح منصور ہوتی۔ تلامذہ میں سے بطورِ مناظر انتخاب خود فرماتے اور پھر متعلقہ مناظرہ کی تیاری میں اصولِ مناظرہ بتاتے، حوالہ جات کی فراہمی میں ذاتی دلچسپی لیتے اور ضروری ہدایات دیتے۔ آپ کی ہدایات اس نوعیت کی ہوتیں:

۱۔ مناظرہ میں حوالہ کے لیے اصل کتاب حاصل کرو اور موقعہ پر اصل کتاب سے حوالہ پیش کرو۔

۲۔ اصل کتاب سے حوالہ پڑھ کر حوالہ حاضرین کو دکھا لو۔ کتاب حوالہ مخالف مناظر کے ہاتھ میں ہرگز نہ دو کہ وہ متعلقہ ورق پھاڑ دیتے ہیں۔

۳۔ مخالف مناظر سے شرائطِ مناظرہ یا دوران مناظرہ بات منوا کر لکھوا لو۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ ہی مناظر اپنی مانی ہوئی بات سے انکار کر دیتا ہے۔ اگر اس کی دستخط شدہ تحریر آپ کے پاس ہوگی، تو اس کے لیے انکار مشکل ہو جائے گا۔

---

[1] بروایت مولانا محمد عبدالرشید رضوی جھنگوی، شیخ الحدیث جامعہ شیخ الاسلام رضویہ، جھنگ

[2] قلمی یادداشت مولانا سید محمد جلال الدین، شیخ الحدیث دارالعلوم محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی، ضلع گجرات

۴۔ وقت مقررہ سے پہلے ہی مقام مناظرہ پر پہنچ جائیں۔

۵۔ مناظرہ میں اپنے ساتھ مضبوط اعصاب والا آدمی ہونا چاہیے۔ بعض اوقات معاملہ تنازع تک پہنچ جاتا ہے۔ اس وقت اکیلا آدمی زیادہ پریشان ہوتا ہے۔ مضبوط ساتھی کی موجودگی میں مخالف حملہ سے ڈرتا ہے۔ اس طرح امن برحال رہتا ہے۔

تلامذہ کو مناظرہ پر بھیجنے سے پہلے حوصلہ افزا کلمات سے تعریف فرماتے۔ عموماً پیش آنے والے واقعات بھی بیان فرما دیتے۔ آپ کے بیان کے مطابق جب واقعات پیش آتے اور بالآخر فتح حاصل ہوتی، تو تلامذہ کے حوصلے بلند ہو جاتے۔ یہ آپ کی کرامت تھی۔

آپ کی نیابت میں آپ کے تلامذہ کے چند مناظروں کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تلامذہ کے ذریعہ مذہب حق اہل سنت کو فتح مبین سے سرفراز فرمایا۔

نیا لاہور:

فیصل آباد اور جھنگ کے درمیان نیا لاہور کے سُنّی حضرات جمعہ کے موقعہ پر آپ کے پاس حاضر ہوتے۔ بعد جمعہ انہوں نے اپنے علاقہ کے دیوبندی علماء کا تذکرہ کیا اور درخواست کی کہ اپنا کوئی عالم ہمارے ہاں روانہ فرمائیں جو ہمارے علاقہ کے دیوبندی مولوی سے مناظرہ کر کے ثابت کر سکے کہ اُن کی اقتداء میں نماز جائز نہیں اور اس سلسلہ میں عوام الناس کے شکوک کو زائل کر سکے۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ نے جامعہ رضویہ کے درسِ نظامی کے طالب علم سید حبیب الرحمٰن شاہ عرف ردِ وہابیہ (حال ضلع قاضی راولاکوٹ، آزاد کشمیر) کو طلب فرمایا اور نیا لاہور میں مناظرہ کرنے کے لیے تیاری کا حکم فرمایا۔ آئندہ منگل کو حسب دستور شاہ صاحب موصوف کو بلا کر تیاری کے بارے میں پوچھا۔ شاہ صاحب نے بتایا کہ اصل کتابوں کے حصول میں دشواری ہے، چنانچہ آپ نے اپنے ذاتی کتب خانہ سے کتابیں نکال کر دیں اور ساتھ ہی متعلقہ حوالوں کی نشان دہی فرمائی۔ شاہ صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ وقتِ مقررہ پر میں مقام مناظرہ پر پہنچا۔ وہاں کا مناظر خیر المدارس ملتان کا سند یافتہ ادھیڑ عمر تھا۔ نمازِ جمعہ سے پہلے جامع مسجد

نیا لاہور میں مناظرہ ہوا۔ حیاتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، امکانِ کذب، امتناعِ نظیر، اور اکابر علماء دیوبند کی متنازع فیہ عبارات وغیرہ موضوعات پر مناظرانہ گفتگو ہوئی۔ مولانا سید حبیب الرحمٰن شاہ موصوف فرماتے ہیں کہ امکانِ نظیر کی بحث کے دوران جب میں نے ہدایت الحکمۃ کی یہ عبارت پیش کی:

کل مایمکن للواجب یجب وجودلہٗ

اس اصول کی روشنی میں بتایا کہ کذبِ باری تعالیٰ کو اگر ممکن تسلیم کر لیا جائے، تو باری تعالیٰ کے لیے اس کا وجود تو واجب اور ضروری ماننا پڑے گا جو صریحاً کفر ہے۔ اس پر دیوبندی مناظر مبہوت رہ گیا۔ علماء دیوبند کی متنازع فیہ عبارات کو اصولی طور پر توہین آمیز تسلیم کر کے کہنے لگا:

"یہ تو بڑوں کی باتیں ہیں۔"

مناظرِ اہلِ سنت طالب علم جامعہ رضویہ شاہ صاحب مذکور کے دلائلِ حقہ کو سن کر ثالثوں نے فتح کا اعلان کر دیا اور دیوبندی خطیب کو اسی وقت برطرف کر دیا۔ اس کی جگہ مولانا سید حبیب الرحمٰن شاہ نے جمعہ کی نماز پڑھائی۔

لالیاں ضلع جھنگ:

۱۳۷۳ھ/۱۹۵۴ء اہل سنت لالیاں کی دعوت پر خیر المدارس ملتان کے فارغ التحصیل دیوبندی عقائد کے مولوی سے مناظرہ کے لیے جامعہ رضویہ کے درسِ نظامی کے طالب علم مولانا سید حبیب الرحمٰن حال ضلع قاضی راولاکوٹ، آزاد کشمیر کا انتخاب فرمایا۔ حسبِ عادت مناظرہ کی تیاری ذاتی نگرانی میں کروائی۔ کتب حوالہ ذاتی کتب خانہ سے مہیا فرمائیں۔ مولانا بشیر احمد رڈیالہ ضلع گوجرانوالہ اور مولانا صاحبزادہ محمد حبیب اللہ خطیب سرائے عالمگیر تلامذہ جامعہ رضویہ کو نعت خوانی کے لیے ہمراہ فرمایا۔

دیوبندی مولوی اپنے علاقہ میں برادری کے اعتبار سے با اثر تھا۔ وہ خطیب شہر اور علاقہ کا نمبردار بھی تھا۔

گیارہویں شریف کے جواز اور حدیث لولاک لما خلقت الافلاک کی صحت معنوی پر مناظرہ ہوا۔ ابتدائی طور پر گفتگو جمعرات نماز عشاء کے بعد ہی شروع ہو گئی۔ صبح جمعہ کو اصل مناظرہ شروع ہوا۔ مناظرِ اہل سنت مولانا سیّد حبیب الرحمٰن نے دوران مناظرہ جو دلائل اپنے موقف میں دیئے حاضرین نے ان کی صحت و حقانیت کو قبول کیا اور اسی وقت مسجد کے بااثر دیوبندی خطیب کو مسجد کی خطابت سے ہٹا دیا۔ اہل سنت کو کامیابی ہوئی۔

•کاموںنکی :

۱۳۷۴ھ / ۱۹۵۵ء اہل حدیث مولوی سیّد عبدالغنی نے کاموںکی کے مسلمانوں کے عقائدِ حقّہ کو کفریہ ثابت کرنے کی مہم جاری کر رکھی تھی۔ وہاں کے سُنّی عوام کی دعوت پر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے اپنے ممتاز تلمیذ مولانا سیّد حبیب الرحمٰن کو وہاں بطورِ مناظرِ اہل سنّت روانہ فرمایا۔ گیارھویں کے جواز اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حاظر و ناظر ہونے کے بارے میں غیر مقلد مولوی عبدالغنی سے مناظرہ ہوا۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ نے جو راہنما اصولِ مناظرہ جامعہ رضویہ کے طالب علم کو دیئے تھے، اُن کے مطابق اہل سنّت کو فتحِ مبین ہوئی۔

کوڑ پکا :

۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۶ء کو دیوبندی مولوی غلام اللہ خاں، راولپنڈی والا دورہ کرڑ پکا میں تقریر کے دوران اہل سنّت کے علماء کو مناظرہ کے لیے چیلنج کرتا رہا۔ جناب محمد صدیق نقشبندی ہیڈ ماسٹر، مرید حضرت امیر ملّت محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کی درخواست پر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ نے جامعہ رضویہ سے اسی سال فارغ ہونے والے فاضل مولانا سیّد حبیب الرحمٰن کو سُنّیوں کا مناظر بنا کر روانہ فرمایا۔ شاہ صاحب موصوف نے آپ کی ہدایات کے مطابق مناظرہ کی تیاری کی اور کرڑ پکا میں تشریف لے گئے۔ مولوی غلام اللہ خاں ابھی تک وہاں موجود تھا۔ شاہ صاحب کے جاتے ہی وہ وہاں سے چلا گیا۔ دیوبندیوں نے بڑا شور مچایا کہ ہم خیر المدارس ملتان سے کوئی مناظر لا رہے ہیں۔ مولانا سیّد حبیب الرحمٰن وہاں چالیس روز ٹھہرے

مگر کوئی مقابل نہ آیا۔[1]

سنیانہ بنگلہ:

سنیانہ بنگلہ میں اہل حدیث مولوی احمد علی کے مقابل میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے مناظر اہل سنت مولانا شمس الزماں قادری طالب علم جامعہ رضویہ کو مناظرہ کے لیے روانہ فرمایا۔ مناظر اہل سنت کے مضبوط دلائل کے مقابل مخالف مبہوت اور لاجواب ہو کر رہ گیا۔ اہل سنت کو فتح مبین نصیب ہوئی۔[2]

مناظر اسلام حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ حاضر جوابی اور مخالف پر مضبوط علمی گرفت میں اپنی نظیر آپ تھے۔ آپ کے تمام مناظرات اس امر کی شہادت فراہم کرتے ہیں۔ مولانا حشمت علی لکھنوی (م ۸ محرم ۱۳۸۰ھ / جولائی ۱۹۶۰ء) اہل سنت کے قابل فخر مناظر تھے۔ اپنے مخصوص اوصاف کے باعث "شیر بیشۂ اہل سنت" کے لقب سے ملقب تھے۔ مولوی منظور احمد دیوبندی سے آپ نے متعدد مناظرے کیے اور ان میں کامیابی حاصل کی، لیکن حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ سے مولوی منظور احمد نے صرف ایک ہی مناظرہ کر کے مناظرے سے دستبرداری کر دی۔ دوران مناظرہ مولوی منظور احمد نعمانی نے آپ کی مضبوط علمی گرفت کا اعتراف یوں کیا:

"آپ مولانا حشمت علی صاحب سے بھی بڑھ گئے"[3]

مولوی منظور احمد نعمانی جسے اپنی منطق دانی پر ناز تھا، مناظرہ بریلی کے دوران ایک موقعہ پر کہنے لگا:

"آپ کے مطالبہ میں تعلیق بالمحال ہے اور وہ ناجائز ہے۔ میں نے دلیل

---

[1] نیالاہور، لالیاں، کاموکی، کرڈر یکا وغیرہ مناظرات کی تفصیل حضرت مولانا سید حبیب الرحمن ضلع قاضی راولاکوٹ، آزاد کشمیر نے فقیر خانہ پر، ۲ ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ کو تشریف لا کر خود بیان فرمائی۔ فقیر قادری

[2] قلمی یادداشت مولانا شمس الزماں قادری، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

[3] مناظرہ بریلی کی مفصل روئداد، مطبوعہ نوری کتب خانہ، لاہور (مطبوعہ ۱۳۷۷ھ) ص ۳۹

سے ثابت کیا ہے جیساکہ میری تحریر سے ظاہر ہے۔"[1]

تعلیق بالمحال کی منطقی اصطلاح کے سہارے مولوی منظور احمد نعمانی نے چاہا کہ مناظرِ اسلام مولانا محمد سردار احمد کو علمی اعتبار سے مرعوب کرے، مگر اسے کیا خبر کہ اس کا اپنا کہا ہوا اسی کے لیے وبالِ جان بن جائے گا کہ اس سے جان چھڑانا مشکل ہو جائے گا۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے دیوبندی مناظر پر ایسی علمی گرفت فرمائی کہ اسے اپنے مایہ ناز سہارے منطق سے پہلو تہی کرنا پڑی۔ آپ نے فرمایا:

"آپ نے اس تحریر میں اپنی منطق دانی کا اظہار بھی کیا ہے۔ آپ نے تعلیق بالمحال کو ناجائز بتایا ہے، تو بتائیے کہ

۱۔ کس کتاب میں لکھا ہے کہ یہ ناجائز ہے۔

۲۔ اس محال سے آپ کی مراد بالذات ہے یا محال بالغیر؟

۳۔ محال بالذات ہے ثبوت دیجیے اور محال بالغیر ہے تو وہ غیر کیوں ہے؟

۴۔ تعلیق بالمحال کی صورت قضیہ شرطیہ منعقد ہوتا ہے۔ قضیہ شرطیہ کے اطراف قضایا ہوتے ہیں یا نہیں۔ اگر قضایا ہوتے ہیں، تو بیان کیجیے کہ یہاں کون کون سے ہیں؟

۵۔ آپ نے تعلیق بالمحال ہونے پر جو دلیل بیان کی، وہ اشکال اربعہ میں سے کون سی شکل ہے، اس کا صغریٰ و کبریٰ بیان کیجیے۔

ان سوالوں کے جواب دیجیے۔ دیکھیے ابھی آپ کی منطق دانی کے دعاوی خاک میں ملائے دیتا ہوں۔ آپ بھی کیا کہیں گے کہ کس کرتے سے پالا پڑا تھا۔ نیز آپ نے بیان کیا ہے کہ یہ "کارِ جہالت ہے، کیونکہ تعلیق بالمحال ہے۔" تو مولوی صاحب قرآن مجید میں تعلیق بالمحال موجود ہے۔

پہلی آیتِ کریمہ: لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا۔

---

[1] مناظرہ بریلی کی مفصل روئداد، مطبوعہ نوری کتب خانہ، لاہور ص ۴۳

ترجمہ: اگر آسمان و زمین میں اللہ عزوجل کے سوا اور خدا ہوتے، تو البتہ آسمان و زمین تباہ ہو جاتے۔

دوسری آیتِ کریمہ: قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ

ترجمہ: فرمادیجئے کہ اگر رحمٰن کے لیے ولد ہو تو میں سب سے پہلے عبادت کرنے والا ہوں۔

تیسری آیتِ کریمہ: لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ۔

ترجمہ: اگر آپ شرک کریں گے، تو آپ کے عمل البتہ حبط ہو جائیں گے۔

حدیث شریف میں تعلیق بالمحال موجود ہے۔

لَوْ كَانَ بَعْدِيْ نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرُ

ترجمہ: اگر میرے بعد نبی ہوتا، تو البتہ عمر ہوتے (مگر میرے بعد نبوت کا سلسلہ منقطع ہے)

کیا آپ کے نزدیک اللہ تبارک و تعالیٰ نے تعلیق بالمحال بیان فرما کر کارِ جہالت کیا ہے۔ کذالك يطبع الله على كل قلب متكبر جبار۔[1]

مناظرہ بریلی (۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء) کا موضوع حفظ الایمان مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی (م ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) کی ناپاک عبارت تھی۔ اس عبارت کی توہین مصطفےٰ پر مشتمل وجوہ آپ نے مولوی منظور احمد سے بیان کر کے ایسی علمی گرفت فرمائی کہ وہ عاجز و مبہوت رہ گیا۔ بدزبانی اور فرار کے سوا اس کے لیے اور کوئی چارۂ کار نہ تھا۔

تقریری مناظرہ کے بعد آپ نے مناسب سمجھا کہ ایمان سوز عبارت کی توہین آمیز وجوہات اکابر علماء دیوبند کے سامنے بیان کر دی جائیں۔ دیوبندی علماء جو آپ سے تقریری مناظرہ کی تاب نہ رکھتے تھے، کم از کم تحریری طور پر وہ گھر بیٹھے، مشورہ کر کے، ان اعتراضات کا جواب دے سکیں اور

---

[1] مناظرہ بریلی کی مفصل روئداد، مطبوعہ نوری کتب خانہ، لاہور، ص ۴۴، ۴۲

نوٹ: مناظرہ بریلی میں دیوبندی مناظر مولوی منظور احمد کی بدحواسیاں اور مذبوحی حرکات دیکھنے کے لیے مناظرہ بریلی کی مفصل روئداد، مرتبہ مولانا محمد حامد شافعی، ملاحظہ کریں۔

اگر خدا تعالیٰ توفیق دے، تو ان کفری کلمات سے توبہ اور قائل سے برأت کا اعلان کریں۔ اس مقصد کے لیے آپ نے وکلائے مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی حسین احمد صدر المدرسین دیوبند، مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی ناظم شعبۂ تبلیغ دیوبند، مولوی عبدالشکور لکھنوی ایڈیٹر النجم اور خود مولوی اشرف علی تھانوی کو الگ الگ خطوط لکھے اور بذریعہ رجسٹری روانہ کیے، مگر دیوبندی علماء آج تک ان خطوط کے جوابات سے عاجز ہیں۔ [1]

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے خود دیوبندی اکابر کی تحریرات سے حفظ الایمان کی ناپاک عبارت پر علمی گرفت فرمائی اور ان کی خانہ ساز تاویلات سے تضادات پیش کر کے ان کے لیے فرار کے تمام راستے مسدود کر دیئے۔ اب سوائے توبہ کے اور کوئی چارہ کار نہ رہا۔

ان تضادات کو بیان کرنے سے پہلے حفظ الایمان کی متنازع فیہ عبارت کو پڑھیں:

"آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا، اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں، تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علمِ غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون، بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔" [2]

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے اس عبارت پر چند وجہ سے گرفت فرمائی:

۱۔ لفظ "ایسا" جو عبارت مذکور میں ہے، وہ مقدار کے لیے ہے یا تشبیہ کے لیے بہر حال توہین پر مشتمل ہے۔

۲۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے علمِ غیب ماننے سے عبارت توہین پر مشتمل ہے یا نہ ماننے سے

(۱) اس اجمال کی تفصیل ملاحظہ ہو:

---

[1] خطوط کی نقل کے لیے ملاحظہ ہو: (۱) ہفت روزہ الفقیہ، امرتسر۔ ۲۱ فروری ۱۹۳۶ء ص ۲، ۳
(ب) "موت کا پیغام، دیوبندی مولویوں کے نام" مطبوعہ لائل پور (۱۹۶۸ء) ص ۸۲ — ۷۰

[2] حفظ الایمان، مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی ص ۶

مولوی حسین احمد مدنی صدر مدرس دار العلوم دیوبند نے عبارت متنازع فیہ کو توہین سے بچانے کے لیے جو توجیہ اور توضیح کی، اس میں لکھا،

"حضرت مولانا (اشرف علی تھانوی) عبارت میں لفظ ایسا فرما رہے ہیں، لفظ اتنا تو نہیں فرما رہے ہیں۔ اگر لفظ اتنا ہوتا تو اس وقت البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام کے علم کو اور چیزوں کے علم کے برابر کر دیا۔" [1]

مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی ناظم شعبۂ تبلیغ دیوبند نے حفظ الایمان کی عبارتِ مذکورہ کی توجیہ و توضیح میں لکھا،

"عبارت متنازعہ فیہا میں لفظ ایسا بمعنی اس قدر و اتنا ہے۔"

نیز لکھا،

"واضح ہو کہ ایسا کا لفظ فقط مانند اور مثل ہی کے معنی میں مستعمل نہیں ہوتا، بلکہ اُس کے معنی اس قدر اور اتنے کے بھی آتے ہیں جو اس جگہ متعین ہیں۔" [2]

مولوی منظور احمد سنبھلی نے عبارت کی توجیہہ و توضیح میں کہا،

"حفظ الایمان کی اس عبارت میں بھی ایسا تشبیہ کے لیے نہیں ہے، بلکہ وہ بدوں تشبیہ کے اتنا کے معنی میں ہے۔"

نیز کہا،

"حفظ الایمان" کی عبارت میں بھی جیسے کہ میں بدلائلِ قاہرہ ثابت کر چکا ہوں، بغیر تشبیہ کے اتنا کے معنی میں ہے۔"

نیز کہا،

"ایسا تشبیہ کے علاوہ دوسرے معنوں میں بھی مستعمل ہوتا ہے اور "حفظ ایمان"

---

[1] الشہاب الثاقب، مصنفہ مولوی حسین احمد، مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ، دیوبند، ص ۱۰۲

[2] توضیح البیان، مصنفہ مولوی مرتضیٰ حسن، ص ۱۷، ۸

کی عبارت میں وہ بلاتشبیہ کے اتنا کے معنی میں مستعمل ہے۔" لہ

خلاصہ توضیحات یہ ہے کہ مولوی حسین احمد کے نزدیک ایسا اگر بمعنی اس قدر اور اتنا (مقدار کے لیے) ہو تو توہین کا پہلو نکلتا ہے۔ عبارت متنازعہ میں ایسا تشبیہ کے معنوں میں ہے۔ مولوی مرتضیٰ حسن اور مولوی منظور احمد کی توجیہات کے مطابق (عبارت متنازعہ میں) ایسا اگر بمعنی تشبیہ کے ہو تو توہین اور کفر ہے۔ یہاں بمعنی اتنا اور اس قدر ہے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ ان تضادات کو بیان فرما کر لکھتے ہیں:

"کیا فرماتے ہیں علماء دیوبند اس مسئلہ میں کہ صدر دیوبند اور اوس کے مقابل دونوں دیوبندیوں میں سے بیان بالا میں کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔" ٢ه

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کا کمال علمی یہ تھا کہ مشکل مسئلہ کو بھی آسان پیرائے میں بیان فرماتے۔ حفظ الایمان کی متنازع فیہ عبارت پر کتنے سہل پیرائے میں مضبوط گرفت ہے۔ اس سوال کا جواب علماء دیوبند سے نہ ہو سکا اور نہ ہو سکے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔

(ب) حفظ الایمان کی مذکورہ عبارت کی توضیحات اور توجیہات سے علمائے دیوبند کے ایک اور تضاد کو یوں بیان فرمایا:

مولوی عبدالشکور لکھنوی ایڈیٹر النجم نے لکھا:

"جس صفت کو ہم مانتے ہیں، اس کو رذیل چیز سے تشبیہ دینا یقیناً توہین ہے اور رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات والا میں صفت علمِ غیب ہم نہیں مانتے اور جو مانے ہم منع کرتے ہیں، لہٰذا علم غیب کی کسی شق کو رذیل چیز میں بیان کرنا توہین نہیں ہو سکتی۔" ٣ه

لہ فتحِ بریلی کا دل کش نظارہ، ص ۴۴، ۴۰، ۴۸

٢ه موت کا پیغام، دیوبندی مولویوں کے نام ص ۵۳

٣ه نصرتِ آسمانی، معروف بہ مباحثہ مونگیر کی روداد ص ۲۷

اسی عبارت کی توضیح مولوی مرتضیٰ حسن، ناظمِ شعبۂ تعلیمات دیوبند یوں لکھتے ہیں:

" بیانِ بالا سے یہ ثابت ہو گیا کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو علمِ غیب حاصل تھا نہ اوس میں گفتگو ہے، نہ یہاں ہو سکتی ہے۔"

نیز لکھا:

"حفظ الایمان" میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علمِ غیب باعطائے الٰہی حاصل ہے۔" [1]

صدر مدرس دیوبند مولوی حسین احمد نے اس کی توضیح میں لکھا:

"غرض کہ لفظ عالم الغیب کے معنی میں دو شقیں فرمائی ہیں اور ایک شق کو سب میں موجود مانتے ہیں۔ یہ نہیں کہہ رہے کہ جو علمِ غیب رسول علیہ السلام کو حاصل تھا وہ سب میں موجود ہے، بلکہ اس معنی کو سب میں موجود مانتے ہیں۔" [2]

مولوی منظور احمد سنبھلی نے اس کی توضیح میں کہا:

"تمام کائنات حتیٰ کہ نباتات وجمادات کو بھی مطلق بعض غیوب کا علم حاصل ہے اور یہی حفظ الایمان کی عبارت کا پہلا اہم جزو ہے۔"

نیز کہا:

"حفظ الایمان کی عبارت میں توہین کا شائبہ بھی نہیں اور اس میں زید وعمر اور صبیان ومجانین اور حیوانات وبہائم کے لیے مطلق بعض غیب کا علم تسلیم کیا گیا ہے نہ کہ وہ علم جو واقع میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔" [3]

مولوی عبد الشکور لکھنوی کے بیان کا ماحصل یہ ہے کہ اگر مولوی اشرف علی تھانوی حضور

---

[1] توضیح البیان، مصنفہ مولوی مرتضیٰ حسن، ص ۱۲، ۸

[2] الشہاب الثاقب، مصنفہ مولوی حسین احمد، مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ، دیوبند، ص ۱۰۶

[3] فتح بریلی کا دلکش نظارہ ص ۸۱، ۸۹

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے علم غیب مانتے، تو عبارت حفظ الایمان میں یقیناً توہین ہوتی۔

صدر دیوبند اور ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند اور مولوی منظور احمد سنبھلی سب کے سب بیان کا حاصل

یہ ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے علم غیب مانتے ہیں۔

اب علماء دیوبند ہی بتائیں کہ مولوی اشرف علی تھانوی کے وکلاء میں سے کون حق پر ہے اور

باطل پر۔ کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔

اس کے علاوہ اور طرح سے بھی حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے علماء دیوبند کے تضادات

بیان فرما کر ان کو اس حالت میں چھوڑا کہ

نہ جائے ماندن و نہ پائے رفتن

مناظر اسلام حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی علمی گرفت اور حاضر جوابی کا اعتراف اپنوں بیگانوں

سب نے کیا۔ خالص علمی و تحقیقی انداز میں آپ کی گرفت ایسی مضبوط ہوتی کہ اس سے فرار ممکن نہ رہتا۔

۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۶ء میں دوسرے حج کے موقع پر امیر محکمہ امور شرعیہ مکہ سے آپ کی گفتگو اس کا

بیّن ثبوت ہے۔ استمداد، استعانت بالغیر، توسل وغیرہ کے بارے میں امیر مذکور نے کہا یہ شرک ہے

آپ نے اپنے تفصیلی جواب میں فرمایا کہ غزوہ ہوازن میں خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وفد ہوازن

کی دلجوئی کے لیے فرمایا تھا کہ نماز ظہر کے بعد تم کھڑے ہو کر یوں کہنا:

نحن نستعین برسول اللہ علی المؤمنین او المسلمین فی نسائنا

و ابنائنا . . . . . الحدیث[1]

گویا استعانت بالغیر کی تعلیم تو خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دی۔

اس پر امیر نے کہا کہ یہ واقعہ تو حضور کی زندگی کا ہے، اب تو (معاذ اللہ) آپ فوت ہو چکے

ہیں۔ یہ کلمات سن کر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے فرمایا:

" الحمد للہ الان نبیّنا حیّ " حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود ارشاد فرمایا

[1] نسائی شریف، جلد ثانی، ص ۱۳۶

نبی اللہ حیّ یرزق فی قبرہٖ اوکما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام[1]

علاوہ ازیں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے اپنے آبائی گاؤں دیال گڑھ میں مرزائیوں سے مناظرہ کیا اور شکست فاش دے کر فرار پر مجبور کر دیا۔ سوا یوں کہ دیال گڑھ کے ایک مرزائی نے آپ کو مناظرہ کا پیغام بھیجا آپ نے قبول کر لیا اور کہلا بھیجا کہ اپنی مرضی کے مناظر مرزائیوں کو بلالو، چنانچہ اس نے اپنے معتمد مرزائی مناظر اکٹھے کر لیے اور کہلا بھیجا کہ ہمارے مناظر آپ کی مسجد میں آکر آپ سے مناظرہ کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ مرزائی چونکہ دائرۂ اسلام سے خارج ہیں، اس لیے ہم انہیں اپنی مسجد میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے مسجد سے قریب ہی ایک کھلے میدان کو جائے مناظر قرار دیا اور مرزائیوں کو بلا بھیجا۔ مرزائی مناظر بڑے طمطراق سے آئے۔ کافی کتابیں اپنے ساتھ لائے تھے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے بطور حوالہ ایک کتاب پیش کی اور مرزائی مناظرین کو دعوت دی کہ کم ازکم اس حوالہ کو صحیح پڑھ دو۔ چنانچہ ان میں کوئی بھی حوالہ کی عبارت کو نہ پڑھ سکا۔[2] اس طرح انہیں انتہائی ذلّت و رسوائی اُٹھانا پڑی۔ مجمع پر واضح ہو گیا کہ مرزائی باطل پر ہیں اور حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ حق پر ہیں۔

شکست خوردہ مرزائی مناظر بھاگ گئے اور جا کر گاؤں کے باہر کماد کی فصل میں چھپ گئے وہاں بیٹھ کر گفتگو کرنے لگے کہ مولوی محمد سردار احمد تو جادوگر معلوم ہوتا ہے۔ اس کا جادو ہم پر ایسا چلا کہ ہم قطعاً لاجواب ہو گئے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کا ایک مُرید[3] وہاں بیٹھا ان کی یہ گفتگو سُن رہا

---

[1] قلمی یادداشت شریکِ حج مولانا معین الدین شافعی فیصل آباد۔ مخزونہ کتب خانہ حضرت شیخ الحدیث، فیصل آباد

نوٹ: مفصّل حالات سفرِ حج کے باب میں ملاحظہ فرمائیں۔

[2] چودھری محمد اسمٰعیل برادر خورد حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ مقیم فیصل آباد نے یہ روایت ۱۰ ربیع الاوّل ۱۴۰۵ھ کو بیان کی۔ حوالہ کی کتاب غالباً کوئی حدیث کی کتاب تھی۔ فقیر قادری عفی عنہ

[3] قصبہ دیال گڑھ اور اس کے مضافات میں آپ کے بہت سے مرید تھے، بلکہ آپ کے خاندان کے افراد بھی آپ سے بیعت تھے اور یہ لوگ آپ کو پیر صاحب کہتے تھے۔ روایت چودھری محمد اسمٰعیل خورد حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ

تھا۔ اُس نے آکر آپ کو ان کے درمیان میں ہونے والی ساری گفتگو سنائی۔ یہ مناظرہ غالباً ۱۳۶۴ھ/ ۱۹۴۵ء کو ہوا۔

اسی طرح اس مناظرہ کے بعد آپ کے گاؤں کے دیوبندی مولوی فرزند علی اور مولوی ابراہیم (حال مقیم مابل چک، نزد شاہ کوٹ) نے آپ سے تحریری مناظرہ کی ناکام کوشش کی۔ مذکورہ مولویوں نے اپنے اعتراضات لکھ کر آپ کو پیش کیے۔ آپ نے ایسا مسکت جواب دیا کہ ان کے پاس سوائے خاموشی کے کوئی جواب نہ تھا۔ بے شمار مطالبات کے باوجود وہ دیوبندی آپ کی تحریر کا جواب نہ دے سکے، نہ تحریری نہ تقریری۔ اس تحریری مناظرہ کے بعد آپ کے علاقہ میں دیوبندیت کو کافی ذلت اٹھانا پڑی۔ [1]

تحریکِ خاکسار (بیلچہ پارٹی) اگرچہ ایک نیم فوجی اور سیاسی تحریک تھی، مگر یہ لوگ اپنے بانی علامہ مشرقی کے زیرِ اثر عقائدِ حقہ سے بھی برگشتہ ہوگئے تھے۔ دھاری وال ضلع گورداسپور میں خاکساریوں نے سیاست کے رُوپ میں اپنے عقائد کی تبلیغ شروع کردی۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ خود وہاں پہنچے تاکہ وہاں کے سادہ لوح مسلمانوں کو ان کے باطل نظریات سے آگاہ کریں۔ خاکساریوں نے آپ کو مناظرہ کا چیلنج دیا، آپ نے فوراً قبول کیا، وہیں مناظرہ منعقد ہوگیا۔ اس مناظرہ میں انہیں شکستِ فاش ہوئی۔ جب لوگوں پر ان کے عقائد واضح ہوئے، تو وہ ان سے متنفر ہوگئے۔ اس طرح خاکساریوں نے وہاں سے چلے جانے میں عافیت دیکھی۔ [2]

یہ مناظرہ بھی غالباً ۱۹۴۶ء میں ہوا۔

---

[1] روایت چودھری محمد اسمٰعیل، مقیم چک نمبر ۲۰۸، فیصل آباد

[2] ایضاً

اندازِ تربیت و اِصلاح

مولانا ابوالانوار محمد اقبال، فاضل جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام، فیصل آباد، خطیب جامع مسجد مجددیہ سرگودھا روڈ فیصل آباد نے "مسلکِ اولیاء" نامی تصنیف کی، جس کے آخر میں محدثِ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ کے ملفوظات اور فوائد دورۂ حدیث شائع فرمائے ہیں۔ یہ کتاب اسود آفسٹ پریس فیصل آباد سے شائع ہوئی۔ یاد رہے کہ مولانا محمد اقبال نے ۸۰-۱۳۷۹ھ/ ۶۱-۱۹۶۰ء میں دورۂ حدیث پڑھا۔

——— فرمایا، ایک بات یاد رکھو۔ جہاں کہیں بھی تم میں سے کوئی خطیب و امام ہو یا مدرس ہو۔ اگر خدانخواستہ آپ کے مقتدیوں سُنیّوں میں آپ کی وجہ سے پارٹی بازی و افتراق و انتشار کی صورت بن جائے اور اہل سنّت وجماعت میں آپس میں فساد کا خطرہ پیدا ہونے کا امکان ہو تو فوراً وہاں سے امامت وغیرہ ترک کر دیں اور یہ کہیں کہ "پائے مالنگ نیست، ملکِ خدا تنگ نیست۔"

ہاں اگر بدمذہبوں سے مقابلہ ہو تو احسن طریقہ سے مقابلہ کرو اور ان کو شکست دو اور مذہبِ حق اہل سنّت وجماعت کی تبلیغ و اشاعت خوب کرو۔ گول مول عقیدہ نہ رکھو۔ فقیر کہتا ہے کہ سردار احمد رہتا تو گول باغ میں ہے، لیکن سردار احمد کا مذہب گول مول نہیں ہے۔

(ملفوظات محدثِ پاکستان، مرتبہ مولانا محمد اقبال ص ۱۰)

——— فرمایا، دنیا کا مال و دولت خاک سے پیدا ہوا اور دولت علمِ دین سینۂ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے۔ اس دولت سے کونسی دولت بہتر ہے جو کہ سینۂ رسولِ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پیدا ہوئی ہے۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ (ایضاً ص ۲۲)

——— فرمایا، اپنے پیر و مرشد کے علاوہ دوسرے بزرگوں سے فیض لینا جائز ہے، بشرطیکہ یہ اعتقاد رکھے کہ جو فیض مجھے کسی بھی بزرگ سے ملتا ہے، وہ میرے مرشد کا صدقہ و برکت ہے۔ (ایضاً ص ۷)

——— فرمایا، میں امام بخاری علیہ الرحمہ سے محبت رکھتا ہوں اور اُن کی عزت اپنے ذمہ ضروری سمجھتا ہوں، اگرچہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام بخاری سے زیادہ محبت ہے اور میں حنفی ہوں۔ (ایضاً ص ۶)

——— فرمایا، حدیثِ پاک کی نو اقسام ہیں۔ رسولِ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول و فعل و تقریر، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قول و فعل تقریر، تابعینِ عظام رضی اللہ عنہم کا قول و فعل و تقریر۔ (ایضاً ص ۱۴)

——— فرمایا، احادیث کی ۳۸۰ کتب ہیں جو کہ آج کل ساری کتبِ احادیث ملتی نہیں ہیں، لہٰذا جب کبھی تم سے کوئی کسی حدیث پاک کے بارہ میں سوال کرے، تو یہ مت کہو کہ یہ حدیث کسی کتاب میں نہیں، بلکہ یوں کہو کہ یہ حدیث میرے علم میں نہیں ہے، یا میں نے نہیں پڑھی (ایضاً ص ۴)

——— فرمایا، شرک کے صرف دو مادے ہیں؛

(۱) مخلوق کو معبود ماننا (۲) مخلوق کو واجب الوجود ماننا (ایضاً ص ۸)

——— فرمایا، زمیندار عموماً ایک دوسرے کی زمین میں سے بٹ بتہ توڑ کر اپنی زمین میں ملاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے حدیث پاک میں فرمایا کہ قیامت کے دن ساتوں زمینوں کا طوق ان کے گلے میں ڈالا جائے گا۔ کما فی المسلم ص ۳۲، ۳۳، ج ۲ (ایضاً ص ۱۵)

——— فرمایا، وہابیوں دیوبندیوں نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی طرف البلاغ المبین کی غلط نسبت کی ہے اور حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی تفسیر عزیزی

میں وما اھل بہ لغیر اللہ کی تفسیر میں بھی خیانت کی ہے اور فتاویٰ عزیزیہ میں بھی افراط و تفریط سے کام لیا ہے۔ یہ وہابیوں کی خیانت ہے۔ (ایضاً ص ۱۶)

——— فرمایا: رسولِ پاک علیہ الصّلوٰۃ و السّلام نے مشرک سے مدد نہیں لی تھی۔ دیکھو ترمذی شریف ص ۱۸۸، جلد اوّل۔ لہٰذا حربی مشرک سے مدد طلب کرنا منع ہے، لیکن دیوبندی گاندھی و نہرو سے مدد مانگتے رہے اور مسلم لیگ کی بجائے کانگریس کو ووٹ دیئے اور پاکستان کی مخالفت کی۔ (ایضاً ص ۱۹)

——— فرمایا: وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اِلَّا بِالْحَقِّ الآیہ سورۂ حجر اور بخاری شریف ص ۹۳۵، ج ۲ میں ہے مُحَمَّدٌ حَقٌّ فرمایا کہ بِالْحَقِّ میں با مصاحبت کے لیے ہے۔ توسل ثابت ہے، جیسے کَتَبْتُ بِالْقَلَمِ۔ لہٰذا حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے وسیلہ سے تمام کائنات ہے اور لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ کی آیت بالا اور حدیث بخاری شریف مؤید ہیں۔ نیز شیخ المحدثین علیہ الرحمہ نے مدارج النبوۃ میں بھی لکھا ہے کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا ایک اسمِ پاک حق بھی تھا۔ (ایضاً ص ۲۴)

——— فرمایا: وَمَا عَلَّمْنٰہُ الشِّعْرَ کا معنیٰ ہے کہ شعر کا ملکہ نہیں دیا۔ علم کے کئی معنی ہیں، علم کا معنی ادراک، علم کا معنی جاننا، علم کا معنی ملکہ۔ اس آیت میں ملکہ کی نفی ہے نہ کہ ادراک اور جاننے کی۔ (ایضاً ص ۱۷)

——— فرمایا: عینی شرح بخاری ص ۵۶۹، ج ۶ میں ہے وما علمناہ الشعر المنفیۃ ھو صنعۃ الشاعریۃ لا غیر۔ لہٰذا اس آیتِ پاک میں صنعتِ شاعریت کی نفی ہے نہ کہ علمِ شعر کی۔ علمِ شعر کے ثبوت کے لیے دیکھو بخاری شریف ص ۳۹۲ جلد اوّل۔ (ایضاً ص ۱۷)

——— فرمایا: فَعَصٰی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی الآیۃ میں عصیان صُورۃً ہے، حقیقۃً نہیں ہے وَلَمْ نَجِدْ لَہٗ عَزْمًا اور ہم نے اُن کے لیے قصد نہ پایا۔ معلوم ہوا کہ

جب تک گناہ کا قصد نہ کرے گناہ نہیں ہے، جیسے کہ روزہ دار نے اگر بھول کر کھالیا تو روزہ فاسد نہ ہوگا، نہ وہ گنہ گار ہے، لہٰذا حضرت سیدنا آدم علیہ السلام نے جب ارادہ نہیں فرمایا تو گنہگار نہ ہوئے، بلکہ باذن اللہ نسیان ہوا جو کہ حکمتِ الٰہی پر مبنی تھا۔ (ایضاً ص ۲۱)

——— فرمایا: الایہ فَبِھُدٰىھُمُ اقْتَدِهْ کا معنیٰ یہ ہے کہ اے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام! تمام گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کی سیرتوں کو اپنے اندر جمع کر لو سہ

حسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

——— فرمایا: روح المعانی میں وَلِکُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّیْهَا کے تحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے حبیب! میرا قبلہ تو ہے، یعنی جو چیز میں پیدا فرماتا ہوں تیرے لیے (ایضاً ص ۲۶)

——— فرمایا: وَمَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ الایہ میں مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ سے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کرنا مراد ہے اور وَمَا تَاَخَّرَ سے آپ کی اُمت کے گناہ معاف کرنا مراد ہیں۔ بخاری شریف ج ۲، ص ۶۸۵، حاشیہ ۶ (ایضاً ص ۲۶)

——— فرمایا: حیات الاموات میں ہے کہ پانچ سو نصوص سے ثابت ہے کہ حیوانات کو علم ہے۔ نیز دیکھو بخاری شریف ج ۲، ص ۷۰۸، حاشیہ ۸ و حاشیہ جلالین کے تحت آیت کریمہ قالت نملة یایها النمل ادخلوا مساکنکم الخ اور تفسیر روح البیان شریف کے تحت کل قد علم صلوته وتسبیحه (ایضاً ص ۲۶)

——— فرمایا: قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری میں سورۂ رعد کی تفسیر کے تحت آیت یمحوا اللہ ما یشاء لکھا ہے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے اپنے استاد کے پاس سے پڑھ کر آئے تو واپس آ کر عرض کی کہ یا حضرت اکل

ہم اپنے استادِ محترم سے سبق نہ پڑھیں گے، کیونکہ اُن کی پیشانی پر قلمِ قدرت سے شقی لکھا ہے، تو حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کل دوسرے دن پڑھنے جاؤ گے، تو انشاء اللہ تعالیٰ تمہارے اُستادِ محترم کی پیشانی پر شقیؔ کی بجائے سعیدؔ لکھا ہوگا۔ صاحبزادے پڑھنے گئے تو دیکھا کہ اُستادِ محترم کی پیشانی پر سعیدؔ لکھا ہوا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں (ایضًا ص ۳۱)

——فرمایا، یا اختِ ھارون میں ہارون سے موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون علیہ السلام مراد نہیں، بلکہ یہ اور ہارون ہیں تفصیل کے لیے دیکھو تفاسیر خازن، بغوی ص ۴۴۲، ج ۴، صاوی علی الجلالین ج ۳، ص ۳۴ (ایضًا ص ۳۱، ۳۲)

——فرمایا، اللہ تعالیٰ کو مستوی نہیں کہہ سکتے۔ خیالی کے حواشی میں فاضلِ لاہوری سیالکوٹی نے لکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کو معلم بھی کہنا منع ہے۔ دیکھو تفسیر بیضاوی، تحت آیت علم الانسان ما لم یعلم یا سورۃ الرحمٰن کی تفسیر میں۔ (ایضًا ص ۳۲)

——فرمایا، لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْئٌ کے متعلق دیکھو مدارج النبوۃ فارسی ص ۸۳، ۸۴ جلد اول مطبوعہ نول کشور لکھنؤ دربیان فضل وشرافت، باب سوم اور تفسیر صاوی ص ۱۵۸ جلد اول مطبوعہ مصر میں ہے:

قوله ليس لك من الامر شيئ اى لا تملك لهم نفعا فتصلحهم ولا ضرا فتهلكهم فنفى ذلك من حيث الايجاد والاعدام واما من حيث الدلالة والشفاعة فهو الدليل الشفيع المشفع جعل الله مفاتيح خزائنه بيده فمن زعم ان النبى صلى الله عليه وسلم كاحاد الناس لا يملك شيئ اصلا ولا نفع به لا ظاهرا ولا باطنا فهو كافر خاسر الدنيا والاخرة والاستدلال بهذه الاية ضلال مبين۔

(ایضًا ص ۳۳)

ـــــــــ فرمایا، وما ادری مایفعل بی ولا بکم الایۃ کے تحت

تفسیر صاوی ص ۶۳، جلد ۴ عربی مصری میں ہے :

ولما نزلت ھذہ الایۃ فرح المشرکون والمنافقون و قالوا کیف نتبع نبیا لا یدری ما یفعل بہ ولا بنا وانہ لا فضل لہ علینا فنسخت ھذہ الایۃ وراغم اللہ انف الکفار بنزول قولہ تعالیٰ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر الایۃ فقالت الصحابۃ ھنیا لک یا رسول اللہ لقد بین اللہ لک ما یفعل بک فلیت شعرنا ماھو فاعل بنا۔ فنزلت لیدخل المومنین والمومنات جنّٰت تجری من تحتھا الانھار الآیۃ ونزلت وبشر المومنین بان لھم من اللہ فضلا کبیرا الآیۃ وھٰذہ الآیۃ وما یفعل بی ولا بکم نزلت فی اوائل الاسلام قبل بیان مآل النبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام والمومنین والکفرین والا فما خرج صلی اللہ علیہ وسلم من الدنیا حتی اعلمہ اللہ تعالیٰ فی القراٰن ما یحصل لہ وللمؤمنین والکفرین فی الدنیا والاخرۃ اجمالاً وتفصیلا وکذلک فی الجمل۔

قال محدّث پاکستان سیدی ومرشدی مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ قولہ فرح المشرکون والمنافقون وکذلک یفرح الوھابیۃ والدیوبندیۃ والنجدیۃ والمودودیۃ باخذ ظاھر ترجمۃ من ھٰذہ الایۃ وینفون علم الغیب العطائی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی اعتقادھم فارغم امام اھل السنۃ والجماعۃ العلامۃ البریلوی قدس سرہ العزیز انف الوھابیۃ واثبت علم الغیب العطائی للنبی صلی اللہ علیہ وسلم بالدلائل القاھرۃ والبراھین الساطعۃ۔

(ایضاً ص ۳۳، ۳۴، ۴۰)

فرمایا: حدیث پاک میں ہے: واللہ ما یخفی علی رکوعکم ولا سجودکم ولا خضوعکم ولا خشوعکم۔ خضوع کا تعلق ظاہر جسد سے ہوتا ہے اور خشوع کا تعلق دل سے ہوتا ہے۔ اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ظاہر و باطن کا علم رکھتے ہیں۔ (ایضاً ص ۴)

فرمایا: بخاری شریف جلد اول ص ۱۱۱، حاشیہ بین السطور آخری سطر میں ہے یضحک اللہ منہ۔ نجدی سے اس کا معنی پوچھو۔ ارشاد فرمایا کہ الضحک کا لغوی معنی ہے کھِل کھلا کر ہنسنا۔ اللہ پاک اس سے پاک ہے، تو اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہوگا۔

فرمایا: محمد نبی الرحمۃ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معنی حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: ای دافع الزحمۃ وکاشف الغمۃ وشفیع الامۃ المنعوت بکونہ رحمۃ للعالمین المرسل امۃ من ارحم الراحمین۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲، ص ۱۵۸ مطبوعہ مصر (ایضاً ص ۵)

فرمایا: بعض واعظ جو بیان کرتے ہیں کہ رسولِ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مہمان کا بول وغیرہ خود دھویا۔ ایسا بیان کرنا نہ چاہیے۔ لا نرضی بھذا۔ فَصَبَّ علیہِ کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی کو دھونے کا حکم دیا ہو۔ (ایضاً ص ۸)

فرمایا: جب کسی نجدی سے علمِ غیب کلی میں گفتگو ہو تو اس سے پوچھو کہ بتاؤ رسولِ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمت کلی ہے یا جزوی۔ اگر کہے کہ جزوی ہے، تو اسے کہو کہ دلیل لائے۔ اگر کہے کہ کلی ہے تو جب رحمتِ کلی ہے، تو علم بھی کلی ہے۔ (ایضاً ص ۹)

فرمایا: ایک مرتبہ فقیر بعض کتب خریدنے کے لیے مولوی نور محمد (دیوبندی) مالک اصح المطابع کراچی کے کتب خانہ میں گیا۔ مولوی نور محمد دیوبندی نے ایک لکڑی کا تنکا اٹھایا

اور مجھے مخاطب کر کے سوال کیا کہ مولوی صاحب بتاؤ کہ رسولِ پاک علیہ الصّلوٰۃ والسلام کو اس تنکے کا بھی علم ہے یا نہیں۔ تو میں نے جواب میں کہا کہ یہ بتاؤ کہ یہ تنکا رسولِ پاک علیہ الصّلوٰۃ والسلام کو جانتا ہے یا نہیں؟ تو مولوی نور محمد دیوبندی خاموش ہو گیا، کوئی جواب نہ دے سکا۔ (ایضاً ص ۹)

فرمایا: روایت میں جس جگہ صرف عبداللہ سے روایت ہو وہاں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مراد ہوں گے۔ (ایضاً ص ۱۰)

فرمایا: جب بخاری شریف جلد اول ص ۴۹۴ کی مندرجہ ذیل حدیث پاک بیان کرو یا پڑھو، تو بعد ازاں یہ پڑھو: لَقَدْ اَعَاذَهَا اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ۔ حدیث پاک یہ ہے:
قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ یَدَهَا۔ (ایضاً ص ۱۱)

فرمایا: بخاری شریف جلد اول ص ۲۹ میں حدیث پاک میں جو فرمایا کہ مِنْ اٰمَنِ النَّاسِ عَلَیَّ۔ اس کا معنی یہ کرنا کہ مجھ پر زیادہ احسان کرنے والے ہیں۔ یہ غلط ہے، کیونکہ رسولِ پاک علیہ الصّلوٰۃ والسّلام پر کسی کا احسان نہیں ہے، بلکہ رسولِ پاک علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا تمام مخلوق پر احسان ہے۔ اس حدیث پاک کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ سب سے زیادہ مجھ پر خرچ کرنے والے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ (ایضاً ص ۱۱)

فرمایا: حدیث پاک بخاری شریف جلد اول ص ۳۷۱، ۳۷۲، ۵۲۵ میں ہے۔ رسولِ پاک علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا: اَنْتَ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْكَ۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا: اَنْتَ مِنِّیْ یعنی میں تیرا منشاء و اصل ہوں۔ میرے وجود سے تیرا وجود ہے۔ اگر میں نہ ہوتا تو تم نہ ہوتے۔ یہ مِنْ ابتدائیہ ہے وَاَنَا مِنْكَ یعنی میرا ظہور تجھ سے ہے۔ یہ حصر نہیں ہے، بلکہ یہ بیان واقعی ہے اور تمام صحابہ کرام و اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سب شانِ مصطفےٰ علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے مظہر ہیں، کیونکہ دوسری حدیث پاک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو فرمایا: هُمْ مِنِّیْ وَ

اَنَا مِنْھُمْ۔ بخاری شریف، جلد اوّل، ص ۳۲۸ (ایضاً ص ۱۱، ۱۲)

——— فرمایا، حدیث مسلم شریف جلد ۲، ص ۳۸۵ و مشکوٰۃ ص ۳۰۶، ۲۹۷

اور بخاری شریف جلد ۲، ص ۹۱۹ میں ہے: اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ۔ اس حدیث پاک میں صورت بمعنیٰ صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صفات کا مظہر بنایا ہے۔ بیشک آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اوصاف پر پیدا فرمایا۔ یعنی مظہرِ صفاتِ الٰہیہ بنایا۔ (ایضاً ص ۱۶)

——— فرمایا، حدیث پاک مسلم شریف جلد اوّل، ص ۴۹۱ میں لفظ شخص کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر ہے، مگر اللہ تعالیٰ کو اپنے اُردو و پنجابی محاورہ میں شخص کہنا منع ہے شخص کا معنیٰ جسم اُبھرا ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کو شخص نہیں کہہ سکتے۔ (ایضاً ص ۲۱)

——— فرمایا، بخاری شریف جلد دوم، ص ۶۳۶ - حدیث پاک میں ہے:

صدقۃ الی اللہ ورسولہ۔ حاشیہ بین السطور میں ہے نسبت الی اللہ بطورِ عبادت اور نسبت الیٰ رسولِ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام الیٰ بمعنیٰ لام بطورِ تصرف و اختیار ہے۔

(ایضاً ص ۲۵، ۲۶)

——— فرمایا، لفظ لَعَلَّ کلام رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں تحقیق کے لیے آتا ہے، شک کے لیے نہیں۔ دیکھو بخاری شریف ج ۲، ص ۲۲۵، حاشیہ ۲ (ایضاً ص ۲۹)

——— فرمایا، دیوبندی وہابی مشکوٰۃ شریف لَا اُغْنِیْ عَنْكَ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا پیش کرتے ہیں۔ اس کا جواب بخاری شریف جلد دوم ص ۹۳۰ میں ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رسولِ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، فَاتَّقِیْ وَاصْبِرِیْ فَاِنِّیْ نِعْمَ السَّلَفُ اَنَا لَكِ۔ نیز فرمایا ترمذی شریف میں اسی بالا حدیث پاک لَا اُغْنِیْ عَنْكَ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا کے تحت حاشیہ بین السطور دیکھو۔ اسے استقلالاً لکھا ہے۔

نیز مشکوٰۃ ص ۴۶۰، حاشیہ ۵ (ایضاً ص ۳۰)

فرمایا، ہم نے مدینہ منورہ میں ایک نجدی کو دیکھا جس کو پھوڑا نکلا ہوا تھا، تو ڈاکٹر نے اس کو مدینہ منورہ سے نکل جانے کا حکم دیا۔ (ایضاً ص ۵)

فرمایا، تعیین یوم، تعیین وقت پر نجدی اعتراض کرتا ہے، تو اس سے پوچھو کہ بتاؤ کہ کونسی حدیث میں ہے کہ دن کے صحیح ایک بجے ظہر یا جمعہ کی جماعت کھڑی ہو گی، حالانکہ خود نجدی نمازوں کے اوقات مقرر کرتے ہیں۔ نیز بتاؤ کہ ہر روز نمازِ فجر کے بعد درس دینا اور وعظ کرنا کون سی حدیث میں لکھا ہے، حالانکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وعظ کے لیے جمعرات مقرر کی تھی۔ (بحوالہ بخاری شریف، جلد اول، ص ۱۶ (ایضاً ص ۶)

فرمایا، حدیث پاک اِنَّكَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ میں لَا تَدْرِیْ بطورِ استفہام پڑھیں، کیونکہ مسلم شریف جلد دوم، ص ۲۴۹ میں ہے، اَمَّا شَعَرْتَ مَا عَمِلُوْا بَعْدَكَ۔ (ایضاً ص ۱۶)

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ العزیز نے تیس سال سے زائد عرصہ (۱۳۵۱ھ تا ۱۳۸۲ھ) کی تدریس کے دوران جو عظیم مقاصد حاصل کیے اور بے مثال اثرات چھوڑے انہیں مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ کہنا مبالغہ سے قطعاً دُور ہے کہ آپ اپنے دَور کے عدیم المثال مدرس اور استاد تھے۔ کامل و مکمل اُستاد میں جتنی خوبیاں ہونی چاہئیں۔ آپ ان تمام خوبیوں کے جامع تھے۔ ماہرینِ تعلیم اور تجربہ کار اساتذہ نے آپ کی تدریس کو بُلند پایہ، معیاری اور نمونہ کی تدریس شمار کیا ہے۔

واقعات وحالات کی روشنی میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی شانِ تدریس پر ہم ذرا تفصیل سے گفتگو کریں گے تاکہ آپ کی عظیم اور بے لوث تدریس کے جلووں سے وہ حضرات بھی اپنے قلب و نظر کو منور کر سکیں، جو ابھی تک آپ کی سیرت سے واقفیت نہیں رکھتے۔

یاد رہے کہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے دار العلوم منظرِ اسلام بریلی کی پانچ سالہ تدریس میں زیادہ علوم عقلیہ و نقلیہ کی کتابیں پڑھائیں۔ دار العلوم مظہرِ اسلام بریلی میں تدریس کے گیارہ سال متذکرہ علوم کے علاوہ کتبِ احادیث کی تدریس میں صرف ہوئے اور قیام پاکستان کے بعد تیرہ سال (۱۳۶۹ھ تا ۱۳۸۲ھ) تک کا دور بھی دار العلوم مظہرِ اسلام لائل پور میں تدریسِ حدیث کی خدمت میں گزرا۔

مدرسین میں ———— عام طور پر ایسا دیکھا گیا ہے کہ انہیں کسی ایک خاص فن میں مہارتِ تامہ ہوتی ہے۔ دوسرے فنون کی تدریس ان حضرات کے لیے نہ اتنی آسان ہوتی ہے اور نہ ہی دلچسپ۔ دیگر فنون کی تدریس اُن کے ہاں محض وزنِ بیت کے طور پر ہوتی ہے، مگر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ آپ کو تفسیر، حدیث

فقہ، اصول، کلام، معانی، منطق و فلسفہ وغیرہ تمام علوم کی تدریس کا پورا ملکہ حاصل تھا۔ جو فن بھی پڑھاتے، اُسی کے امام معلوم ہوتے۔ آپ کی اس خصوصیت کو مفتی دارالافتار بریلی، فخر المدرسین مولانا محمد شریف الحق امجدی کی زبانی سنیئے،

"حضرت محدثِ اعظم پاکستان کی ایک خصوصیت یہ بہت اہم تھی کہ آپ جملہ فنون میں پورا پورا ادراک رکھتے تھے، جو فن پڑھاتے، معلوم ہوتا تھا کہ سب سے زیادہ اسی کے ماہر ہیں، اپنی ساری عمر اسی کی تحصیل میں صرف کی ہے۔" [1]

تدریس کا دوسرا اہم رُکن طالب علم ہوتا ہے۔ دُنیا کے تمام نظام ہائے تعلیم میں طالب علم کا استاد کی تدریس سے مطمئن ہونا ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں اکثر اوقات طلبا اپنے استاد کے صرف حسبِ معمول بیانِ مسئلہ سے ہی مطمئن ہو جاتے ہیں، مگر بعض اوقات طالب علم اپنے مزاج یا کسی بیرونی انگیخت سے نفسِ مضمون سے متعلق یا غیر متعلق متعدد سوالات بھی کرتا ہے۔ اِس سے اُس کا مقصد مزید تحقیق یا (عیاذاً باللہ) اُستاد کا امتحان لینا مقصود ہوتا ہے۔ تحقیق کے طالب علم کو تو اس امر سے فائدہ مل سکتا ہے مگر ثانی الذکر طالب علم بالآخر یا تو استاد کی علمی عظمت و وسعت کا صدقِ دل سے معترف بن جاتا ہے یا پھر محروم و خاسر لوٹتا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ دورانِ تدریس طلباء کے ہر قسم کے سوالات اور اعتراضات کا خندہ پیشانی سے تسلی بخش جواب دیتے۔ طلباء کے مزید اطمینان کے لیے مختلف انداز سے نفسِ مسئلہ کی وضاحت فرماتے تاآنکہ طالب علم اس مضمون سے متعلق اپنے ہر قسم کے شکوک و شبہات دُور نہ کر لیتا، آپ آگے نہ بڑھتے۔ اس سلسلہ میں بار بار کی تقریر سے آپ کوئی انقباض محسوس نہ فرماتے ——— عام حالات میں آپ کا اندازِ تدریس

---

[1] ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء۔ ص ۳۸

اِس قدر جامعیت کا حامل ہوتا کہ طالبِ علم کے ذہن میں پیدا ہونے والے ہر قسم کے اعتراضات کا جواب اس میں موجود ہوتا۔

جلالۃ العلم مولانا حافظ عبدالعزیز محدثِ دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ (بھارت) آپ کی شانِ تدریس یُوں بیان کرتے ہیں :

"اندازِ بیان اتنا سلجھا ہوا اور جامعیتِ متن و شروح کا حامل ہوتا کہ پیچیدہ مسائل کو بڑی سادگی، بے تکلفی اور نہایت دل نشین پیرایہ میں بیان فرماتے تھے۔ طالب علم کی تسکین ہو جاتی تھی۔ نفسِ مسئلہ ذہن نشین ہو جاتا تھا اور اُن کی تقریر سننے کے بعد سوچے سمجھے اعتراضات خود بخود دفع ہو جاتے تھے۔۔۔۔۔۔" [۱]

مولانا مجیب الاسلام اعظمی رضوی نے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی تدریس کا نقشہ یُوں کھینچا ہے :

"حضرت جب کسی حدیث پر نقد و نظر، جرح و تعدیل، شرح و بسط فرماتے، قلب کا ایک ایک گوشہ، دماغ کا ایک ایک کونہ سراپا توجہ بن جاتا۔ اختلاف مذاہب کی تشریح کے بعد مذہبِ حنفی کے استدلات و براہین کی تشریح اس انداز سے فرماتے کہ مسئلہ کا کوئی گوشہ تاریک نہ رہ جاتا۔" [۲]

یہی مولانا مجیب الاسلام اعظمی رضوی دورانِ تعلیم اپنا ایک واقعہ لکھتے ہیں جو انہیں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ سے حدیث شریف پڑھتے ہوئے ۱۳۵۹ھ / ۱۹۴۰ء میں پیش آیا۔ انہی کے الفاظ ملاحظہ ہوں :

"حاضر درس طلبہ میں شبہات پیش کرنے میں فقیر ذرا بیباک تکلم تھا۔

---

[۱] ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء ، ص ۲۸

[۲] ایضاً ، ص ۴۷

ایک مرتبہ (حضرت) سفر سے تشریف لائے۔ ابھی مدرسے کے کچھ گھنٹے باقی تھے ہم نے سامان کمرہ میں رکھ دیا۔ حضرت نے کمرہ کا رُخ بھی نہ فرمایا۔ درسگاہ میں رونق افروز ہوگئے اور عبارت پڑھنے کا حکم صادر فرمایا۔ چہرہ صعوبتِ سفر سے کملایا ہوا تھا۔ ہماری محبت کا تقاضا یہی تھا کہ حضرت آرام فرمائیں مگر "الامر فوق الادب" کے ماتحت میں نے عبارت پڑھنا شروع کردی۔ حضرت نے مطالعہ نہ فرمایا تھا، اس لیے ہم نے سوچا کہ آج اعتراض اس انداز سے کریں کہ حضرت فرمادیں کہ اچھا آج رہنے دو، کل ــــــــــــــ ابھی پہلی ہی حدیث تھی، میں نے شبہ پیش کیا۔ حضرت نے جواب دیا۔ میں نے اس جواب پر پھر اعتراض کیا۔ غرض کچھ دیر سوال و جواب کا یہ سلسلہ قائم رہا۔ میری اس خلافِ معمول حرکت سے میرا رجحانِ طبع سمجھ گئے اور فرمایا "کہ آج تمہارے ذہن میں ہے کہ میں نے مطالعہ نہیں کیا۔ تمہارا یہ اندازِ فکر ہے، تو ذرا دیر خاموش ہو کر قلب و دماغ کو مجتمع کر کے اس حدیث پر میری گفتگو سُن لو، اس کے بعد جو شبہ ہو، پیش کرو۔ انشاء اللہ میری گفتگو مزیلِ شکوک ثابت ہوگی ــــــــــــــ اس سے میرے بدن میں جھرجھری آگئی اور چہرے پر شرم و ندامت کی زردی دوڑ گئی، چنانچہ ایک گھنٹہ سے زائد زیرِ بحث حدیث پر نقد و تبصرہ فرمایا اور اس طرح کہ کتبِ صحاح میں یہ حدیث اِن اِن طریقوں سے مروی ہے۔ علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس پر اس طرح کلام فرمایا۔ امام طحاوی نے مسلکِ حنفی کو یُوں واضح فرمایا۔ غرضیکہ ایسے نفیس انداز میں تقریر فرمائی کہ سارے شبہات غبارِ راہ بن کر اڑ گئے۔ میں نے فرطِ عقیدت سے قدم چوم لیے۔ الحمدللہ تعالیٰ مجھے گلے لگا کر دعائیں دیں ــــــــــــــ حقیقت یہی ہے کہ علم و عمل کا وہ نیرِ اعظم اپنے دور کا بخاری و رازی تھا۔ اس کا

سرمایۂ مطالعہ اتنا عظیم تھا جس کی مثال عہدِ حاضر میں نہیں۔" لہ

ایک اچھے اور مثالی اُستاد کے لیے ضروری ہے کہ وہ طلبا ء سے محبت، شفقت اور حُسن سلوک سے پیش آئے۔ بر وقت صحیح تربیت کر کے اُن کے اخلاق و کردار کو اعلیٰ سے اعلیٰ بنانے کے لیے اپنی پوری صلاحیتوں سے کام لے۔ اُن کی مشکلات کو حل کرے۔ ان کی حوصلہ فرمائے اور ضرورت پڑنے پر ان کی اعانت کر کے ان کی نجی زندگی میں شریک ہو۔

اس حیثیت سے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نہ صرف بہترین استاد تھے، بلکہ مثالی بھی۔ آپ جس حُسنِ سلوک سے طلباء سے پیش آتے، وہ اس دور میں صرف آپ ہی کا حصّہ تھا۔ طلباء سے محبت و شفقت اور اُن کی حوصلہ افزائی کا یہ عالم تھا کہ ہر طالب علم کو خواہ وہ ابتدائی کتابیں ہی کیوں نہ پڑھتا ہو۔ جب مخاطب ہوتے، تو "مولانا" یا "حافظ صاحب" کہہ کر خطاب فرماتے محبت کی یہ انتہا ہے ـــــــ عام اساتذہ کو اس پر عمل کرنا مشکل ہوتا ہے، مگر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے ساری عمر اس پر عمل کر کے بتا دیا۔

طلباء سے حُسنِ سلوک اور محبت و شفقت کی کیفیت مولانا ابو داؤد محمد صادق گوجرانوالہ کے الفاظ میں پڑھیے:

"جہاں تک طلباء علم دین کا تعلق ہے، ان پر آپ کی مہربانی و شفقت بہت زیادہ تھی اور دینی مدارس و دینی طلباء کو دیکھ کر آپ بہت خوش ہوتے تھے اور جتنی زیادہ محنت، دینی خدمت اور مذاہبِ باطلہ کا رد کرتا، آپ اتنا ہی اس سے خوشنودی کا اظہار فرماتے۔ بعض اوقات طلباء کی مالی خدمت اور اُن کی دعوت بھی کرتے اور علماء اہل سنت کی ضروری تصانیف ان میں تقسیم فرماتے آپ کو کبھی کسی طالب علم کو جھڑکتے، گالی دیتے اور مارتے نہیں دیکھا گیا۔ آپ طلباء سے بالخصوص بڑے اخلاق کے ساتھ پیش آتے چھوٹے چھوٹے طالبعلموں کو

لہ ماہنامہ نوری کرن، بریلی، مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء، ص ۳۲، ۳۰

مولوی صاحب" "حافظ صاحب" "مولانا صاحب" کے الفاظ سے مخاطب فرماتے، اُن کی ڈھارس بندھاتے۔ محنت کے ساتھ علمِ دین حاصل کرنے اور خلوصِ نیت کے ساتھ خدمتِ دین کی تلقین اور مذہبِ حق اہل سنت پر مضبوطی سے قائم رہنے اور باطل کے مقابلہ میں ڈٹے رہنے کی نصیحت فرماتے اور طلباء میں اُن کی نصیحت آمیز و شفقت بھری باتوں سے خود بخود علمِ دین کے حصول کا شوق اور خدمتِ دین کا جذبہ بیدار ہو جاتا۔ آپ کی گفتگو و زیارت سے کئی "دُنیا دار" "دین دار" بن جاتے اور دنیوی تعلیم و کاروبار چھوڑ کر علمِ دین و خدمت اسلام کو نصب العین بنا لیتے۔ آپ نے اپنے کئی طلباء کو علم پڑھانے کے علاوہ انہیں "مکہ مکرمہ" و "مدینہ منورہ" میں حاضری کی سہولت بہم پہنچائی اور اُن کی شادی و نکاح کا اہتمام فرمایا۔ خود راقم الحروف پر آپ بڑی شفقت و نوازش فرماتے ـــ حج و زیارت کی سعادت سے مشرف ہونے کے موقع پر آپ نے بڑی حوصلہ افزائی فرمائی روانگی سے قبل "شاہی مسجد" (فیصل آباد) میں تقریر کرائی اور آپ خود اور دیگر احباب سے امداد دلوائی اور جب فقیر مع والدہ و ہمشیرہ حج و زیارت کی سعادت کے حصول کے بعد واپس ہوا تو لاہور ریلوے اسٹیشن پر آپ کو استقبال کے لیے موجود پایا۔" [1]

مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی مہتمم جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، طلبا سے محبت و

---

[1] پندرہ روزہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ۔ ۱۴ شعبان ۱۳۸۵ھ / ۷ دسمبر ۱۹۶۵ء ـ ص ۷

نوٹ: علاوہ دیگر الطاف و اکرام کے آپ نے "کنز الایمان" اور "الامن والعلی" اس فقیر حقیر کو بھی عنایت فرمائیں۔ اکثر ہم درس ساتھیوں کو کتب صحاح ستہ وغیرہ بھی عطا فرمائیں اور دار العلوم "جامعہ رضویہ، لائل پور" سے فراغت کے بعد جب بھی یہ فقیر ملاقات و زیارت کے لیے نیاز مندانہ حاضر ہوتا، تو آپ عمدہ کھانے اور چائے وغیرہ سے تواضع فرماتے ـ فقیر قادری عفی عنہ

شفقت کی کیفیت ان لفظوں میں بیان فرماتے ہیں،

"آپ طلباء سے خصوصی محبت فرماتے تھے، چنانچہ جب حج کے لیے آپ تشریف لے گئے، تو واپسی پر درجہ حدیث کے طلبہ کے لیے مدینہ منورہ سے ٹوپیاں خرید کر لائے۔ فرماتے تھے اس دفعہ فارغ التحصیل علماء کو دستار بندی کے ساتھ مدنی ٹوپی بھی ملے گی، چنانچہ سالانہ جلسہ دستارِ فضیلت کے موقعہ پر تقریباً ساٹھ علماء کی دستار بندی ہوئی۔ ہر ایک کو مدینہ شریف کا تبرک بھی نصیب ہوا۔ اس سعادت سے راقم الحروف بھی مشرف ہوا۔" [1]

مولانا مفتی محمد حسین نعیمی، مہتمم جامعہ نعیمیہ، لاہور، حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی شفقتِ طلباء کا احوال یوں بیان کرتے ہیں،

"آپ طلباء سے بہت شفقت و پیار سے پیش آتے اور اُن کی خفیہ مالی امداد بھی فرماتے۔" [2]

مولانا مفتی نواب الدین، چونکہ دارالعلوم مظہرِ اسلام جامعہ رضویہ فیصل آباد کے مدرس اور ناظمِ تعلیمات تھے۔ تدریس کے علاوہ تمام طلباء جامعہ رضویہ کو آپ سے واسطہ پڑتا تھا۔ اس لیے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ انہیں تاکیداً فرماتے،

"مولانا! طلباء اللہ کا لشکر ہیں، ان کا احترام کریں۔" [3]

مولانا مجیب الاسلام اعظمی رضوی (بھارت) دورِ طالب علمی کا اپنا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں۔ اس واقعہ کا تعلق تقسیمِ برصغیر سے قبل، دارالعلوم مظہرِ اسلام بریلی میں تدریس سے ہے۔ انہی کے الفاظ پڑھیے،

---

[1] قلمی یادداشت، مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی۔ مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

[2] قلمی یادداشت، مولانا مفتی محمد حسین نعیمی۔ مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

[3] قلمی یادداشت، مولانا مفتی نواب الدین، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

"طلباء کے ساتھ کمال شفقت کا ایک واقعہ حاضر ہے۔ جاگیر سے فقیر کو جو کھانا ملتا، وہ کچھ بہت اچھا نہ ہوتا تھا۔ حضرت کی قیام گاہ مسجد بی بی جی کا ایک کمرہ تھا۔ فقیر بھی حضرت کی خدمت میں رہا کرتا تھا۔ اکثر و بیشتر کھانا دیکھ کر فرماتے کہ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ اپنا کھانا دے دو۔ میں اس وقت کھا لوں۔ میرا کھانا تم کھا لینا۔ بہت دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت جب ملاحظہ فرماتے کہ کھانا اس کے مزاج کے موافق نہیں، تو خود تناول فرما لیتے اور اپنا کھانا ہمارے لیے چھوڑ دیتے۔" ؎

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ اور دیگر علماء اہل سنت کی کتابوں قدیم اور عظیم ناشر، نوری کتب خانہ لاہور کے مالک مولانا سید محمد حسن گیلانی، حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی شفقت اور سادات کرام سے احترام و اکرام کا اپنا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں،

"مجھے والد محترم (سید محمد معصوم نوری، متوفی ۲۹ شوال المکرم ۱۳۸۸ھ / ۱۸ جنوری ۱۹۶۹ء) نے حدیث کا درس لینے کے لیے "لائل پور جامعہ رضویہ" روانہ فرمایا۔ وہاں میں دورۂ حدیث میں شریک ہوا۔ میرا قیام دارالعلوم میں تھا لیکن میرا کھانا خود حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ اپنے گھر سے بھجواتے۔" ؎

طلباء سے حسن سلوک کے اس قسم کے بے شمار واقعات ہیں جنہیں خوفِ طوالت سے درج نہیں کیا۔ یہ واقعات اس امر کی بیّن دلیل ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ طلبہ کو نہایت احترام کی نگاہ سے دیکھتے، ان سے محبت و شفقت سے پیش آتے اور دوسروں کو طلباء کا اعزاز و اکرام کرنے کی تاکید فرماتے۔ علماء، اساتذہ اور عوام الناس سب کے لیے آپ کی سیرت سبق آموز ہے۔

؎ ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء، ص ۱۲

؎ قلمی یادداشت، مولانا سید محمد حسن گیلانی، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے حلقۂ درس میں مختلف علاقائی زبانیں بولنے والے، امیر و غریب گھرانوں سے تعلق رکھنے والے علماء و مشائخ عظام کے خانوادوں سے تعلق رکھنے والے اور تمام سلاسلِ طریقت میں منسلک طلباء موجود ہوتے، مگر آپ کی نگاہِ عنایت سب کے لیے یکساں تھی، کسی سے کوئی امتیازی سلوک نہ ہوتا۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ کی جلوہ گری تھی۔ آپ کے ہاں ہر کہ ومہ ایک عجیب والہانہ انداز میں جبینِ عقیدت خم کرتا۔ یہاں امیر و غریب، نادار و رئیس، قادری ہو یا نقشبندی، چشتی ہو یا سہروردی، یو۔پی سے متعلق ہو یا سی۔پی کا رہنے والا، سندھی ہو یا ہندی ——— بلا امتیاز ملک و وطن ——— بڑھ بڑھ کر آپ سے مستفید و مستفیض ہوتا۔

آپ اپنے تلامذہ کی اخلاقی تربیت کرنے میں ایسا انداز اختیار فرماتے جس سے طالب علم بغیر کسی جبر و اکراہ کے خود بخود مائل بہ اصلاح ہو جاتا۔ اس ضمن میں صرف ایک مثال بیان کر دینا کافی ہے۔ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

> "آپ نے طلباء کو تنبیہ فرماتے ہوئے کبھی نہیں مارا، بلکہ تنبیہ زبانی ہوتی اور وہ اتنی مؤثر ہوتی کہ شاید ہی سننے والا مخاطب اس غلطی کا اعادہ کرتا۔ ہمارے ایک ساتھی تھے، جن کو اسباق سے فارغ وقت میں بازار میں گھومنے پھرنے کی عادت تھی۔ ایک دن نمازِ عصر کے بعد وہ حضرت کے سامنے آئے تو آپ نے اُن کو اپنے قریب بلایا اور فرمایا "مولانا! بتاؤ فلاں بازار یا فلاں گلی کی کتنی اینٹیں ہیں؟" بس آپ کے اس اشارہ پر ہمارے اس ساتھی نے اپنی عادت ترک کر دی۔" [۱]

کسی استاد کی کامیابی کا معیار یہ ہے کہ اس کے تلامذہ کا علمی ذوق اور تحقیقی مقام کیا ہے؟ اس کے تلامذہ ملک و قوم کو درپیش علمی مسائل کا حل کس انداز سے کرتے ہیں۔ فیض یافتہ

---

[۱] قلمی یادداشت، مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

حضرات میں مذہب و ملت سے کس حد تک اخلاص ہے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ اپنے دور کے ایسے بخاری، غزالی، رازی و سیوطی ہیں، جنہوں نے اپنے دامنِ تدریس سے وابستہ ہونے والوں میں اجتہادی بصیرت، اعتقادی و فکری یک جہتی، مادی دور میں روحانیت، عزمِ صمیم، یقینِ محکم، عملِ پیہم اور عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پایاں دولت تقسیم فرمائی۔ آپ کے تلامذہ دورِ حاضر کی ہر علمی، فکری، اعتقادی اور اخلاقی ضرورت کو پورا کرنے کی بحمدہٖ تعالیٰ پوری صلاحیت رکھتے ہیں۔ آپ کے فیض یافتہ شاگرد اپنے اپنے مقام پر انتہائی اخلاص، محنت و دیانت سے مصروفِ عمل ہیں۔ برِ صغیر میں ——— بلکہ مشرق و مغرب کے دیگر ممالک میں بھی ——— علمی، فکری، تحقیقاتی، اعتقادی اور روحانی محاذوں پر کام کرنے والے حضرات کی اگر فہرست مرتب کی جائے، تو ان میں سے اکثریت آپ سے بلا واسطہ یا بالواسطہ مستفیض ہے۔

مولانا معراج الاسلام (بی اے) صدر المدرسین جامعہ محمدیہ غوثیہ، بھیرہ کا بیان اس سلسلہ میں پیشِ خدمت ہے :

"آپ کی تدریس کا مرکزی نقطہ یہ تھا کہ طالب علم کے اندر عشق کی وہ چنگاری سُلگا دی جائے جس کی بدولت وہ دین کی خاطر سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہو جائے اور یُوں محسوس کرے اور حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے عشق کی دولت لے کر اُس نے سب کچھ پالیا ہے۔ اُس کے لیے اصولِ فقہ، منطق اور فلسفہ کے اَدق مسائل پر جاندار انداز میں تبصرہ فرمایا کرتے تھے۔ مقصود یہ تھا کہ طالب علم سطحی فکر و نظر کا مالک نہ رہے، بلکہ اس میں تدبرِ حدیث کے ساتھ ساتھ حدیث فہمی کے لیے اجتہادی بصیرت پیدا ہو اور وہ مجتہدانہ انداز میں اپنے مخاطب کو مطمئن کر سکے۔" [1]

---

[1] قلمی یادداشت، مولانا معراج الاسلام۔ مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی اس صفت کے بارے میں مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی اپنی یادداشت میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

"جامعہ رضویہ سے فارغ ہونے والے علماء میں مسلکی خدمت کا جذبہ، بے دینوں سے نفرت، مخالفین پر برتری کا احساس، اپنوں سے محبت اور عزت کا جذبہ اس طرح کوٹ کوٹ کر بھر دیا جاتا کہ یہ امور ان علماء کی علامت قرار پاتے پھر اس یونیورسٹی (دارالعلوم جامعہ رضویہ، فیصل آباد) کے فضلاء حضرات فنِ تدریس، مناظرہ، خطابت اور تصنیف میں اپنا سکہ منوا چکے ہیں۔ مخالفین کسی سُنّی عالم کی جامعہ رضویہ کی یہ نسبت سُن کر ہی مرعوب ہو جاتے ہیں۔" [1]

جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام، فیصل آباد کے مدرس مولانا حافظ محمد احسان الحق قادری، حضرتِ شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے قائم کردہ جامعہ کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جامعہ کے منظور کردہ نصاب کی جامعہ کے اساتذہ سے بکمال جانفشانی تکمیل کرنے والا عالم، عامل، مدرس، مقرر، محدث، مفتی ہونے کے ساتھ ساتھ قوم کا ہمدرد اور ملک و ملت کا بے لوث خادم بن کر فارغ ہوتا ہے اور اپنے تمام مقاصد صرف اسی دُعا میں محصور سمجھتا ہے ۔

سر کٹے، کنبہ مرے، اور گھر لُٹے
دامنِ احمد نہ ہاتھوں سے چُھٹے۔" [2]

تدریس کے ساتھ ساتھ استاد کی ایک ذمہ داری یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ اپنے تلامذہ کو آنے والی انفرادی اور اجتماعی ذمہ داری سے بخوبی عہدہ برآ ہونے کے لیے تیار کرے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے بطورِ تربیت، شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے طلبہ کی علمی استعداد

---

[1] قلمی یادداشت، مولانا مفتی محمد عبدالقیوم قادری۔ مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

[2] ماہنامہ نوری کرن، بریلی، شمارہ مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء، ص ۴۲

کے مطابق اُن کی درجہ بندی فرمادی تھی، چنانچہ جامعہ رضویہ میں طلباء کی تین جماعتیں تھیں،

۱- جماعت رضائے مصطفےٰ ———— دورۂ حدیث کے طلباء کی جماعت۔

۲- جمعیتِ خدّامِ رضا ———— شرح جامی یا اس سے اوپر کی کتابیں پڑھنے والوں کی جماعت

۳- بزمِ رضا ———— شرح جامی سے نیچے کی کتابیں پڑھنے والے طلباء[له]

ان تینوں تنظیموں کے زیرِ اہتمام ہر جمعرات کو باقاعدہ بعد نمازِ عشاء طلباء کے اجلاس منعقد ہوتے۔ جس میں طلباء جامعہ رضویہ تقریر و وعظ اور تبلیغ و مناظرہ کی مشق کرتے۔ طلباء کی تنظیموں کے پروگرام دیکھنے کے لیے مختلف اجلاس کا آپ خود معائنہ فرماتے۔ اگر کوئی طالب علم اپنی تنظیم کے پروگرام میں شمولیت سے کوتاہی کرتا، تو آپ اس کو تنبیہ فرماتے ساتھ ہی آپ وعظ و تقریر کی اہمیت بیان فرما کر طلباء کو اس کا احساس دلاتے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے کم و بیش رُبع صدی احادیثِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزاری فرمائی۔ بے شمار تلامذہ نے آپ سے قالِ مصطفےٰ و حالِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حاصل کیا ہے۔ آپ کے معاصرین نے آپ کو حدیث پڑھاتے دیکھا اور پرکھا۔ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس نے کھلے دِل سے آپ کو "محدثِ اعظم" نہ کہا ہو حالانکہ بفحوائے المعاصرۃ منافرۃ معاصرانہ چشمک ایک فطری امر ہے۔ اس کے باوجود آپ کی للّٰہیت، خلوص، عشق و محبت اور محنت کے سبب سب نے اس کا اعتراف کیا ہے۔

حدیث کی تدریس کے لیے آپ نہایت اہتمام سے تیاری فرماتے۔ رات کو مطالعہ ضرور فرماتے۔ درسِ حدیث سے پہلے غسل، وضو اور خوشبو کے اہتمام کے بعد نہایت اُجلا لباس زیبِ تن فرماتے۔ دستار اور شیروانی سمیت مکمل لباس اس انداز سے پہنتے کہ اجنبی

له (ا) ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ۔ ۲۱ شعبان المعظم ۱۳۷۹ھ، ص ۵

(ب) ہفت روزہ سوادِ اعظم، لاہور، ۱۴ شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ ص ۴

محسوس کرتا کہ کہیں سفر کی تیاری ہو رہی ہے، یا کسی خاص شخصیت کی ملاقات کے لیے خاص مجلس میں شرکت کرنے جا رہے ہیں۔ جب دارالحدیث میں اپنی مسند پر تشریف فرما ہو جاتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ آپ دنیا و مافیہا سے بے خبر، خبر رکھنے والے اور خبر دینے والے عظیم رسول کی بارگاہِ مقدس میں حاضر ہیں۔ توجہ اور نگاہ پر ایسا ضبط ہوتا کہ اس موقعہ پر بڑے سے بڑا واقعہ یا حادثہ حدیثِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محفل اور اس کے درس و تقریر سے اپنی توجّہ مبذول نہ کرا سکتا۔ بیسیوں لوگ دارالحدیث کے باہر آپ کی فرصت اور اسباق کے ختم ہونے کا انتظار کرتے۔ حتیٰ کہ بسا اوقات دینی و دنیاوی بڑی شخصیت آجاتی اور وہ محسن آپ کی توجہ مبذول کرنے کے لیے دارالحدیث میں داخل بھی ہو جاتے، مگر کیا مجال کہ آپ حدیثِ رسولِ پاک کی تدریس سے اپنی توجہ ہٹا لیں، بلکہ اپنے وقتِ مقررہ پر ہی اسباق کے اختتام کے بعد آپ اپنی توجہ دوسری طرف فرماتے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی شانِ تدریس حدیث کا ایک مرقع پیشِ خدمت ہے اس میں معاصرین مقتدر علماء کرام، مشائخ عظام اور آپ کے تلامذہ کے بیانات، واردات اور محسوسات شامل ہیں۔ باوجود اس حقیقت کے کہ ؎

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

اور پھر آنکھ سے دیکھنا وارداتِ قلبی سے کسی طرح لگا نہیں کھاتا ——— تاہم یہ "شنیدہ" بھی ضرور اثر رکھتا ہے۔ اس شنیدہ سے دیدہ اور پھر وارداتِ قلبی کا معمولی اندازہ ممکن ہے۔

مولانا محمد عبدالرشید رضوی (موجودہ خطیب سُنّی رضوی جامع مسجد فیصل آباد) فرماتے ہیں؛

"مسجد بی بی جی مرحومہ کے صحن میں ٹین کے چھپر کے نیچے بیٹھ کر آپ حدیث پڑھاتے۔ یہ ٹین کا چھپر ہی دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی کا دارالحدیث تھا۔ بارہا ایسا مشاہدہ ہوا کہ سبق کے دوران ایسے انوار آسمان سے اُترتے

دکھائی دیتے جس سے ایک خاص قسم کی قلبی تسکین حاصل ہوتی۔ ان انوار کی موجودگی میں سورج کی روشنی ماند پڑ جاتی۔" لہ

مولانا سید زاہد علی شاہ (م فروری ۱۹۷۸ء) سابق خطیب جامع مسجد بغدادی، فیصل آباد، اپنے ایک بیان میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی شانِ تدریس کی کیفیت یوں بیان کرتے ہیں؛

"جب آپ حدیث کا درس دیتے، تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس یاد آجاتی۔ آپ فنا فی الرسول تھے اور یہ مقام آپ کو حاصل تھا۔" ۲

جامعہ محمدیہ غوثیہ بھیرہ کے صدر مدرس مولانا محمد معراج الاسلام اس کیفیت کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں؛

"آپ کے طالب علم کے اندر یہ خصوصیت پیدا ہو جاتی تھی کہ وہ یوں محسوس کرتا جیسے عشق و محبت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اس کے سینے میں سما گیا ہے اور وہ جہالت کی تاریکیوں سے نکل کر علم و فضل کے عرشِ کمال تک پہنچ گیا ہے۔" ۳

عمدۃ العلماء مولانا ابو الفتح محمد اللہ بخش مہتمم جامعہ مظفریہ رضویہ، واں بھچراں، (م ۵ رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ / ۲۲ ستمبر ۱۹۷۴ء) آپ کی درس حدیث کی شانِ ارفع یوں بیان فرماتے ہیں،

"اس میں شک نہیں، بلکہ اظہر من الشمس ہے کہ قبلہ شیخ الحدیث مرحوم جب مظہرِ اسلام جامعہ رضویہ کے دار الحدیث میں فخرِ کائنات سید الاولین

لہ روایت، مولانا محمد عبد الرشید رضوی، جھنگوی۔ ۱۴ ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ

۲ قلمی یادداشت، مولانا سید زاہد علی شاہ۔ مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

۳ قلمی یادداشت: مولانا محمد معراج الاسلام، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

والآخرین علیہ التحیہ والثناء کی پیاری احادیثِ مقدسہ کی تدقیق و تحقیق فرمایا کرتے تو اہلِ علم سے مخفی نہیں کہ وہ بے نظیر تحقیق حرفِ آخر کی شان رکھتی تھی اور کمال (طُرّہ) تو یہ ہے کہ جب حلقۂ درس کے سامنے احادیث کی روشنی میں تصوّف و معرفت کے نکاتِ لطیفہ اور شانِ محبوب رب العالمین کو ایسی محبّت و عشق، ادب و احترام سے بیان فرماتے تھے گویا امام مالک (علیہ الرحمۃ والرضوان) کے بعد انہیں یہ کمال و یکتائی حاصل تھی۔ بسا اوقات شانِ مصطفوی علیہ التحیۃ والثناءٔ کی احادیث، مقدسہ کو ایسے انداز سے تشریح فرماتے کہ شدّتِ عشق و محبت سے بے اختیار رونا آجاتا اور تمام حلقۂ درس پر بے اختیار رقت طاری ہو جاتی۔[1]

مولانا ابوداؤد محمد صادق خطیب زینت المساجد، گوجرانوالہ نے ایک مضمون میں یوں لکھا،

"قدرت نے حضرت شیخ الحدیث کی زبان میں جو حلاوت اور گفتگو میں چاشنی رکھی تھی اُس نے ویسے ہی لوگوں کو آپ کا گرویدہ بنا دیا تھا، لیکن دورۂ حدیث میں درسِ حدیث کے دوران آپ کا جو اندازِ بیان ہوتا تھا اُس کی لذت و چاشنی سننے والے ہی جانتے ہیں۔ اس وقت آپ پر ایک ایسی کیفیت طاری ہو جاتی تھی جس سے حاضرین بھی متاثر ہوتے تھے اور طلباء کے علاوہ دیگر احباب بھی اس موقع پر آپ کے بیان سے خاص حظ اٹھاتے تھے۔ بسا اوقات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شیون و صفات کے ذکر پر غلبۂ عشقِ رسالت کی بنا پر آپ فرطِ عقیدت سے آبدیدہ ہو جاتے اور حاضرین کی آنکھوں میں بھی آنسو تیرنے لگتے اور ساری مجلس پر رقت

[1] ہفت روزہ سوادِ اعظم، لاہور۔ ۱۴ر شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ
۱۱ر جنوری ۱۹۶۳ء، ص ۱

طاری ہوجاتی تھی[1] اور بعض اوقات غلبۂ رقت کے باعث دوران درس ہی قصیدہ بُردہ شریف یا اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی، مولانا حسن رضا خاں صاحب اور حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہم کے نعتیہ کلام سے دارالحدیث کے درودیوار گونجنے لگتے۔

عشقِ مصطفوی کا یہ عالم تھا کہ حدیثِ پاک میں رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے "ضحک مبارک" یعنی تبسم فرمانے کا ذکر آتا تو آپ بھی محض حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ادا کو اپناتے اور طلباء کو تبسم کی ہدایت فرماتے اور اس کے باوجود جن حضرات کے لبوں پر آپ تبسم نہ دیکھتے، انہیں آپ شخصی طور پر مخاطب کرکے فرماتے۔ مولانا! شاہ صاحب! آپ کے لبوں پر تبسم کیوں نہیں۔ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے تبسم فرمانے پر اگر آپ نے تبسم نہ فرمایا تو تبسم کا اور کون سا موقع ہوگا؟[2]

اسی طرح جب صداقت وامانت، تقویٰ وطہارت، جہاد وشجاعت، صبر وقناعت، تبلیغ وتوکل، اخلاق وغیرہ کا بیان ہوتا، تو آپ ان کی خوب وضاحت فرماتے، طلباء کی تربیت فرماتے، انہیں اپنی ذمہ داریوں کا احساس دلاتے اور ان اخلاق سے متصف ہونے کی ہدایت فرماتے اور آج کل بعض کاروباری اور پیشہ ور مولویوں میں جو تکلفات، نزاکتیں اور سوفے بازی

---

[1] نوٹ: پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ عشق میں آبدیدہ آنکھوں پر گاہے گاہے رومال رکھنا آج بھی جب تصور میں آتا ہے تو ایک عجیب روحانی لطف وکیف محسوس ہوتا ہے۔ عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے معمور دل اس منظر اور اس کی حقیقت سے واقف ہوتے ہیں۔ جی چاہتا ہے کہ وہ منظر بار بار سامنے آئے۔ اللھم اختم بی بالخیر والعافیہ والطف علی بزیارۃ نبیک الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم فی الحیٰوۃ وعند الخاتمہ آمین۔ فقیر قادری عفی عنہ

[2] یہی مضمون، ماہنامہ نوری کرن، بریلی، شمارہ مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء، ص ۲۲ اور قلمی یادداشت، مولانا مفتی محمد عبدالقیوم قادری میں ہے۔

پائی جاتی ہے۔ اس کا خوب ردّ فرماتے اور طلباء کو ایسی باتوں سے بچنے اور توکل و خلوص کے ساتھ، شیریں کر، پُرخلوص و بے لوث خدمتِ دین اور اتباعِ شریعت و سنت کی تلقین فرماتے۔ حدیث پاک کے ادب کے پیشِ نظر آپ درسِ حدیث کے دوران دنیوی، خارجی گفتگو سے اجتناب فرماتے اور دورانِ درس جو احباب و حضرات حاضر ہوتے، انہیں اشارہ سے بیٹھ جانے کا حکم فرماتے اور سبق ختم کرنے یا چھٹی ہونے کے بعد گفتگو فرماتے۔“ [۱]

مشہور دانشور و محقق پروفیسر محمد اسحٰق گورنمنٹ کالج، فیصل آباد، حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی عظیم شخصیت کے چند پہلوؤں کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”دورۂ حدیث کی جماعت میں بیٹھے ہوئے یہ گمان ہوتا تھا کہ نیکی و شرافت، عزت و کرامت اور تدبیر و فراست متشکل ہو گئی ہے۔ حدیثِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایک لفظ نہایت عاجزی و انکساری سے جھوم جھوم کر پڑھتے تھے اور ان کا وجد اتنی مستی کے عالم میں ہوتا تھا کہ وجد کی کیفیت ہوا کرتی تھی۔“ [۲]

مولانا حسن رضا خاں بریلوی (م رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ / ۱۹ اکتوبر ۱۹۰۸ء) کے پوتے مولانا تحسین رضا خاں بریلوی، اس مردِ حق آگاہ کی سیرت و کردار کا یوں بیان کرتے ہیں:

”حدیث کا احترام اس درجہ تھا کہ دورانِ درس کوئی شخص خواہ وہ کتنا ہی معزز و محترم ہو آتا، سلام کرتا تو سلام کا جواب تو ضرور دے دیتے اور ہاتھ سے بیٹھنے کے لیے اشارہ فرماتے، مگر اس وقت تک کلام نہ فرماتے، جب تک کہ سبق پورا نہ ہو جائے۔ پھر آنے والے کے پاس اتنا وقت ہو تو وہ بیٹھا

---

[۱] پندرہ روزہ (اب ماہنامہ) رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ، ۱۴ شعبان ۱۳۸۵ھ / ۷ دسمبر ۱۹۶۵ء ص ۷-۶

[۲] ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ شمارہ مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء، ص ۵۱

رہے، ورنہ اُٹھ کر چلا جائے، آپ مطلقاً پرواہ نہ فرماتے۔ دوسرے وقت ملاقات ہوتی، تو فرما دیتے کہ آپ فلاں وقت تشریف لائے تھے، میں حدیث شریف پڑھا رہا تھا اس لیے بات نہ کر سکا۔ جو طالب علم عبارت پڑھتا اُسے تاکید ہوتی کہ حضور کے نامِ نامی کے ساتھ "صلی اللہ علیہ وسلم" ضرور کہے اور صحابی کے نام کے ساتھ "رضی اللہ عنہ" ضرور کہے اور خود بھی اس کا التزام رکھتے تھے، جیسے ہی نامِ نامی سُنتے بآوازِ بلند صلی اللہ علیہ وسلم کہتے تاکہ دوسرے طلباء، جو غافل ہوں، انہیں سُن کر یاد ہو جائے۔ اگر کہیں حدیث میں آجاتا کہ ضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تو خود بھی مُسکراتے اور طلباء سے بھی کہتے کہ ہنسو[۱] ہنسنا بھی ہمارے نبی پاک، صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت ہے۔ ضرورتِ زمانہ کے لحاظ سے ردِّ وہابیہ پر زیادہ زور دیتے تھے۔ ورنہ عام طور پر سب ہی باطل فرقوں کا ردّ فرماتے تھے۔" [۲]

شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے اپنے عمل سے واضح فرما دیا کہ تدریس علوم کی جان ذکر و عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ ذکرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ضروری نہیں کہ حدیث ہی پڑھی یا پڑھائی جائے، بلکہ تمام علوم[۳] و فنون کی تدریس ذکرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا محل بن سکتی ہے۔

---

[۱] مسرت کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رُخِ انور پر صرف تبسم اور مسکراہٹ آجاتی تھی۔ آپ کا تبسم کھلکھلا کر ہنسنے کی طرح نہ ہوتا تھا۔ صرف دندانِ مبارک کی چمک ظاہر ہوتی تھی۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ بھی اس موقع پر صرف تبسم اور مسکراہٹ کی تاکید فرماتے تھے۔ [۲] ماہنامہ نوری کرن، بریلی، (محدثِ اعظم نمبر) ص ۴۲

[۳] امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے نظریۂ تعلیم کے مطابق تمام علوم و فنون کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر و عشق پر منتج ہونا معراجِ علوم و تعلیم ہے۔ ملاحظہ ہو "امام احمد رضا کا نظریۂ تعلیم" مؤلفہ محمد جلال الدین قادری، ناشر مرکزی مجلسِ رضا، لاہور۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی زندگی پر امام احمد رضا قدس سرہ کے اسلوبِ تعلیم و تدریس کا گہرا اثر تھا، اسی لیے وہ اس دولتِ فراواں سے سرفراز تھے۔ فقیر قادری عفی عنہ

آپ حدیث کی تدریس کے ساتھ ساتھ اکثر و بیشتر علمِ کلام و علمِ میراث بھی پڑھاتے تھے۔ علمِ میراث کی تدریس کا ایک یادگار واقعہ مولانا ابوداؤد محمد صادق کی زبانی سنیئے:

"ایک بار اوّلین دارالحدیث میں ہم "سراجی" کا سبق پڑھ رہے تھے اور آپ "میراث" کے ایک مسئلہ پر تقریر فرما رہے تھے۔ دورانِ تقریر ایک حدیث کے سلسلہ میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ اقدس آیا، تو آپ حضور ہی کے فضائل بیان فرمانے لگے اور جو مسئلہ شروع تھا، اُس سے توجہ ہٹ گئی۔ تھوڑی دیر بعد آپ کو احساس ہوا، تو فرمایا "مسئلہ تو میراث کا بیان ہو رہا تھا، لیکن توجہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس کی طرف ہو گئی۔"
یہ کہنا تھا کہ آنکھوں میں آنسو آگئے اور ہم سے فرمایا پڑھو ؎

بود در جہاں ہر کسے را خیالے
مرا از ہمہ خوش خیالِ محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم)

چنانچہ آپ کی چشمانِ مبارک میں آنسو تیرتے رہے اور دارالحدیث عارفِ رومی علیہ الرحمہ کے اس نعتیہ کلام سے گونجتا رہا۔" [1]

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے ہاں دورۂ حدیث میں قالِ مصطفٰے اور حالِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم میں کس درجہ انہماک ہوتا اور حدیث کا ادب کس قدر ہوتا۔ اس بارے میں مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی کے الفاظ پڑھیے:

"درسِ حدیث کے ادب کا یہ عالم تھا کہ دورانِ اسباق کسی وقت عمامہ کا بَل کھل جاتا، تو اختتامِ اسباق تک کھلا رہتا اور بعد از فراغت آپ دارالحدیث سے روانگی کے وقت دستار کو کھڑے ہو کر درست فرماتے۔" [2]

---

[1] ماہنامہ نوری کرن، بریلی (محدثِ اعظم نمبر) مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء ص ۶۴
[2] قلمی یادداشت: مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

. . . . آپ نے امہات کتب حدیث پر تعلیقات چھوڑیں اور آپ کے تلامذہ حدیث نے کتب احادیث کی شروح لکھیں۔ جلیل القدر محدثین اور معتدر علماء نے آپ کو "شیخ الحدیث" جانا، مانا اور لکھا۔ محدثین کی اصطلاح کے مطابق آپ اس دور کے "محدث اعظم" تھے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ شروع سال میں، دورۂ حدیث کی جماعت کو ابتداً احادیث کی اصطلاحات، اصولِ حدیث اور اسماء الرجال وغیرہ سمجھا کر املا کروا دیتے۔ دورانِ سال تدریسِ حدیث کے وقت مسائل کا استنباط و استخراج نہایت آسان انداز میں فرماتے۔ جب مضمونِ حدیث سے کسی مسئلہ کا استنباط و استخراج فرماتے تو طلبائے درجۂ حدیث اس استخراج سے محظوظ ہوتے ———— اور اس نکتۂ علمیہ کو بدیہی قرار دیتے مگر جب مجلس ختم ہونے کے بعد اس حدیث میں اس نکتہ کی تلاش کرتے، تو عبارت سے حاصل نہ ہو سکتا

آپ کے طرزِ استدلال کو ایک مثال سے سمجھیے، بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور رات کو غلہ اٹھا کر لے جانے والے چور کے واقعہ میں چور (شیطان) نے آخری رات کو آیۃ الکرسی کے وظیفہ کے عوض حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اپنی جان چھڑائی۔ صبح کو جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چور (شیطان) کے بتائے وظیفہ کو آپ نے پیش کیا، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"صَدَقَ وَھُوَ کَذُوْبٌ" یعنی اس نے جو بتایا وہ سچ ہے، مگر وہ خود بہت بڑا جھوٹا ہے ———— اس سے آپ نے یہ استدلال فرمایا کہ علم دین کی اشاعت کا کام کافر و شیطان سے بھی لیا جاتا ہے، لہٰذا خدمتِ دین و اشاعتِ علم کو کسی کے اخلاص و ایمان کی دلیل نہیں قرار دیا جا سکتا۔

عام حدیث پڑھانے والے اپنا سارا زور بخاری و ترمذی میں دکھاتے ہیں اور وہ بھی چند موضوع پر —— مگر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے ہاں دستور نرالا تھا۔ صحاح ستہ میں سے جو حدیث کی کتاب پہلے آجاتی، اس کی تدریس کے وقت سیر حاصل تقریر فرماتے بامحاورہ ترجمہ، لغات کی تشریح، مطلب، باب کے ساتھ مناسبت و مطابقت، حدیث کی کیفیت، حنفی مسلک کے مطابق استدلال، مسلک کے خلاف دلائل کا جواب، تعدیل، تجریح، دیگر احادیث کے ساتھ تطبیق، تعارض کی صورت میں دل نشین تاویل، نکات و دقائق کا استخراج، طلباء کے اعتراضات کے جوابات —— یہ وہ امور ہیں، جنہیں حدیث کے طلباء اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ بخاری و مسلم میں کتنے ایسے مقامات ہیں، جہاں متصلّب حنفی کے لیے سخت نزاکت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بعض ناپختہ اور قلیل العلم ایسے مواقع پر ان ائمہ کرام کو ناروا الفاظ سے یاد کرتے ہیں، مگر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ ان مرحلوں سے ایسا دامن بچالیتے کہ مذہبِ حنفی کی رجحیت واضح ہو جاتی اور ان ائمہ کرام کی عظمت بھی قائم رہتی۔ آپ کے حلقۂ درس میں بعض اوقات وہ طلباء بھی شامل ہوتے جو دیگر اساتذہ سے دورۂ حدیث مکمل کر چکے ہوتے۔ دراصل وہی طلباء صحیح تقابل کر سکتے تھے۔ ایسے طلباء دیگر اساتذۂ حدیث کے مقابلہ میں ہمیشہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کا علمی پایہ بلند پاتے —— اختصار کی غرض سے صرف ایک واقعہ پیشِ خدمت ہے۔ مولانا محمد شریف الحق امجدی مفتی دارالافتاء و شیخ الحدیث جامعہ رضویہ بریلی بیان کرتے ہیں:

"میں نے ۶۲-۱۳۶۱ھ / ۱۹۴۳ء میں دورۂ حدیث پڑھا۔ میرے ساتھ بتیس سا ٹھ تیس جن میں بعض افغانی طالب علم وہ تھے جو "دیوبند"، "سہارن پور"، "دہلی" وغیرہ وغیرہ سے دورۂ حدیث پڑھ کر آئے تھے، انہیں میں ایک طالب علم "عبدالوہاب" نام کے تھے۔ یہ پانچ جگہ دورہ پڑھ کر سندیں لے کے آئے تھے۔ یہ قدرے ذہین اور سمجھ دار تھے۔ اکثر وہابیوں میں پڑھنے کی وجہ سے "توہب" بھی تھا۔

بہت قادر الکلام تھے۔ اسباق شروع ہونے کے ایک ہفتہ بعد میں نے دریافت کیا کہ آپ تو گھاٹ گھاٹ کا پانی پی چکے ہیں۔ بتائیے، یہاں اور دوسری جگہوں میں کیا فرق ہے؟ جواب دیا، شروع شروع میں ہر جگہ جوش و خروش ہوتا ہے، وہ یہاں بھی ہے، لیکن دوسری جگہ خاص خاص جگہ جوش ہوتا ہے اور یہاں نقطہ نقطہ پر دریا بہا رہے ہیں۔

آخر میں ایسے گرویدہ ہوئے کہ ہر وقت تعریف میں رطب اللسان رہتے کہتے، میں نے دورۂ حدیث کی حقیقت صرف یہی سمجھی تھی کہ برکت کے لیے پڑھا جاتا ہے، مگر اب یہاں آکر معلوم ہوا کہ "فنِ حدیث" کیا ہے اور "دورہ" کی حقیقت کیا ہے؟ اختلافی مسائل پر بہت کثرت سے سوالات کرتے اور اُن کے جوابات پر مسرور ہوتے۔ چند ہی ماہ کے بعد خود کہنے لگے،

"اب تک ہم اندھیرے میں تھے، اب آنکھیں کھلیں۔" وہابیت سے بالکل بیزار ہو گئے۔ سچے پکے سُنّی صحیح العقیدہ ہو گئے۔" [1]

کہا جاتا ہے کہ یہ دور تعلیم کا ہے۔ علومِ جدیدہ کی تمام درس گاہوں، کلیات اور جامعات کے تمام اساتذہ اور علومِ قدیمہ کی درس گاہوں کے اکثر اساتذہ اپنے اسباق کے لیے وقت کی پابندی کو ہی معراجِ تدریس تصور کرتے ہیں۔ مقررہ وقت سے پہلے سبق شروع کرنا ـــــــ یا مجوزہ وقت پورا ہونے کے بعد بھی سبق کو جاری رکھنا ایک عجوبہ سمجھا جانے لگا ہے۔ گویا استاد وقت کا پابند ہے۔ سبق کا پابند نہیں ـــــــ مجوزہ نصاب اگر کسی وجہ سے باقی رہ جائے، تو وقت کی پابندی کرنے والا استاد، مجوزہ نصاب کو پورا کرنا شاید اپنی ذمہ داری نہیں گردانتا، مگر شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کا معمول اس موجودہ معہودہ تصورِ تدریس سے یکسر مختلف تھا۔ تدریس کے سلسلہ میں آپ کا نظریہ یہ تھا اور اس پر آپ کا

---

[1] ماہنامہ نوری کرن، بریلی (محدثِ اعظم نمبر) ص ۳۸، ۸۸

عملِ مسلسل شاہدِ عدل ہے) کہ مجوزہ نصاب ختم ہونا بہرحال ضروری ہے۔ اگر کسی وجہ سے مجوزہ وقت میں سبق نہ ہو سکے، تو مقررہ وقت کی پابندی ضروری نہیں رہتی، بلکہ مزید وقت بھی اس نصاب کو ختم کرنے پر صرف کرنا چاہیے ——— چنانچہ تدریس کے سلسلہ میں آپ کا معمول یہ تھا کہ صبح سے دوپہر تک اسباق پڑھاتے۔ اس دوران کوئی وقفۂ آرام نہ ہوتا۔ بعض اوقات اسباق ظہر کی آذان تک جاری رہتے۔ کبھی ایسا بھی ہو جاتا کہ اذانِ ظہر کے بعد تثویب ہو جاتی اور سبق کی تقریر جاری ہوتی ——— نمازِ ظہر کے بعد ——— دوپہر کے کھانے کے مختصر وقفہ کے بعد ——— عصر تک پھر سبق پڑھاتے ——— اور جب محسوس فرماتے کہ متعلقہ کتاب مجوزہ وقت میں ختم ہوتی دکھائی نہیں دیتی تو عشاء کی نماز کے بعد رات گئے تک سبق پڑھاتے۔ اس سوز و محبت سے تدریس آج ہمارے ہاں عنقا ہے۔ اگر کہیں مجوزہ وقت سے زائد وقت میں اساتذہ سبق پڑھاتے نظر آئیں تو سمجھ لیجیے کہ وہاں اصل مشاہرہ سے زائد معاوضہ کارفرما ہے، الا ماشاء اللہ مگر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے ساری عمر موجودہ معہودہ معنوں میں ملازمت نہیں کی، لہٰذا آپ کی بے لوث تدریس میں "معاوضہ" یا زائد معاوضہ کا تصور ہی انتہائی جسارت ہے۔ آپ کی بے لوث تدریس احکامِ دینیہ کی تبلیغ و اشاعت لوجہ اللہ کے طور پر ہوتی تھی۔

تجربہ شاہد ہے کہ جس تدریس و تعلیم میں خلوص و للٰہیت کا عنصر جس قدر زیادہ ہوگا، اس کا اثر بھی تلامذہ پر اسی قدر زیادہ ہوگا۔ شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے تلامذہ پر آپ کی سیرت کی گہری چھاپ ہے۔ یہ حضرات آج کے گئے گزرے دور میں بھی ناموسِ رسالت کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہیں۔

مدارسِ عربیہ میں تعلیمی سال عموماً نصف آخر شوال سے نصف اوّل شعبان تک ہوتا ہے۔ شبِ برات سے لے کر اوائلِ شوال تک سالانہ تعطیلات ہوتی ہیں تعلیمی سال کے اسی عرصہ میں دورۂ حدیث بھی (ایک سال بھر) پڑھایا جاتا ہے۔

بارہا ایسا ہوا کہ دیگر تعلیمی اداروں کے اساتذہ شعبان سے بہت پہلے دورہ حدیث مکمل کروا دیتے۔ ان اداروں کے فارغ التحصیل فضلاء شعبان (اختتام سال) تک فارغ ہوتے۔ وہ فضلاء عموماً اس عرصہ میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے حلقہ درس میں آکر دورہ حدیث کی سماعت فرماتے۔ چونکہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ تدریسِ حدیث کے وقت احادیث سے مستخرجہ مسائل کی خوب وضاحت فرماتے۔ عقائدِ حقہ کی تائید اور فرق باطلہ کی تردید کے دلائل اس کثرت سے دیتے کہ معلوم ہوتا تھا کہ کتابِ دلائل کھلی ہے اور آپ روانی سے انہیں پڑھ رہے ہیں۔ اس بناء پر، باوجود تدریس کے عام اوقات سے زائد وقت میں بھی تدریس کرنے سے، بمشکل شعبان تک دورہ حدیث مکمل ہوتا اس لیے دیگر تعلیمی اداروں کے فارغ التحصیل حضرات کو آپ کی تقریرِ حدیث اور فوائدِ حدیثیہ سننے کا موقع میسر آجاتا۔ ایسے میں یہ فضلاء حضرات دیگر محدثین اساتذہ کرام سے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کا موازنہ خوب فرماتے۔

۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۰ء میں اختتامِ سال دیگر اداروں کے فارغ التحصیل فضلاء، جنہوں نے کچھ وقت حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے درس میں بھی شمولیت فرمائی تھی، ایسے حسین و دلنواز تاثرات سے اس فقیر حقیر کو ممتاز فرمایا۔ اس فقیر قادری عفی عنہ القدیر کے علاوہ دیگر شریکِ دورہ حدیث تلامذہ نے اس پر مولا کریم جل و علا کی بے حد نعمتوں کا شکر ادا کیا کہ نبراس المحدثین حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ ایسے بے مثال استاد کا شرفِ تلمذ نصیب ہوا۔

وللہ الحمد اوّلاً و اٰخراً حمداً کثیراً وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ ومحبوبہٖ وعلیٰ اٰلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلّم ابداً ابداً۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے ہاں درسِ حدیث میں درود شریف، قصیدہ بُردہ شریف اور نعت پاک کا ورد عام ہوتا تھا۔ دوسری مرتبہ ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۵ء میں جب آپ حج و زیارت حرمین شریفین کے بعد واپس تشریف لاتے اور درسِ حدیث از سرِ نو شروع فرمایا تو آپ کا یہ دستور بن گیا کہ درسِ حدیث کی ابتداء میں درج ذیل دُرود شریف استغاثہ کے عربی اشعار بڑے سوز و گداز کے ساتھ خود بھی پڑھتے اور طلباء سے بھی پڑھواتے، جس کے باعث ایک پُرکیف سماں پیدا ہو جاتا۔

مدینہ منورہ (زادھا اللہ شرفاً و تعظیماً) کی سوغات ــــــــــ دُرود استغاثہ میں اُخرنی کا الف دو مرتبہ پڑھتے اور فرماتے :

"مدینہ طیبہ میں اہلِ عرب کو روضۂ اقدس پر ایسا ہی پڑھتے دیکھا ہے"

اشعار یہ ہیں :

اللّٰھمّ صلِّ علیٰ بدر التمام

اللھم صل علیٰ نور الظلام

اللھم صل علیٰ مفتاح دار السلام

اللھم صل علیٰ شفیع جمیع الانام

یا امام الرسل و یا سندی

انت باب اللہ و معتمدی

فبدنیای و باٰخرنی

یا رسول اللہ خذ بیدی

تدریسِ حدیث سے متعلق معاصر علماءِ کرام کے تاثرات

گزشتہ سطور میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی تدریسِ حدیث کی امتیازی شان کے بیان میں بعض معاصر علماء اساتذہ کے تاثرات بیان ہوئے۔ ذیل کی سطور میں ہم بعض دیگر ممتاز معاصر علماء کے تاثرات پیش کر رہے ہیں تاکہ یہ حقیقت ثابت اور واضح ہو جائے کہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ اپنے دور کے بے مثال محدث تھے۔

شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی (م ۱۷ رمضان ۱۴۰۱ھ / ۲۰ جولائی ۱۹۸۱ء) بارہا آپ کے ہاں جامعہ رضویہ، فیصل آباد تشریف لائے۔ ایک مرتبہ آپ جامعہ رضویہ میں رونق افروز ہوئے۔ جامعہ رضویہ کے بیرونی دروازہ سے دور ہی ——— آپ نے اپنا جوتا اتار لیا۔ غلاموں نے عرض کی،

"حضور! مدرسہ تو آگے ہے۔"

فرمایا، ہاں میں دیکھ رہا ہوں، مگر تمہیں معلوم ہے کہ مدرسہ میں کون سی ہستی حدیث پڑھا رہی ہے۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جو انوار و تجلیات اترتے ہیں، میں ان کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔ تم اس سے بے خبر ہو۔"

حضرت محدثِ اعظم علیہ الرحمہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الاسلام مدرسہ تشریف لا چکے ہیں تو وہ اُن کے استقبال کے لیے آگے بڑھے۔ اب دونوں بزرگ ایک دوسرے کے لیے جھک رہے تھے۔ [1]

---

[1] قلمی یادداشت، مولانا بشیر احمد سیالوی، رضوی کتب خانہ، فیصل آباد۔ مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

فخر الاساتذہ مولانا حافظ عطا محمد بندیالوی نے اپنے مضمون میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی شانِ تدریس کا نقشہ یُوں پیش فرمایا ہے :

"انہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے والہانہ لگاؤ تھا — وہ عشقِ نبی میں ڈوب کر حدیث پڑھاتے تھے۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ حال و قال کے بہترین جامع تھے۔ پڑھنے والے ان کی زبان سے علمی موشگافیاں سنتے اور اُن کے دماغوں میں حقائق و معارف موج در موج اُتر آتے۔ پھر نگاہیں کام کرتیں اور سامعین کے سینوں میں عشقِ رسول کی بجلیاں بھر جاتیں۔ جب وہ تحقیق و تدقیق کے مقام پر آتے (تو) اس اعتماد کے ساتھ حدیث بیان کرتے جیسے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن کر بیان کر رہے ہیں۔ وہ اُمّت کا غم کھانے والے رسول کا غم کھاتے۔ جب کسی مقام پر حضور کے ساتھ کفار کی زیادتیوں کا بیان ہوتا تو اس طرح آبدیدہ ہو جاتے جیسے خود اُن پر وہ کیفیات گزر رہی ہوں اور اگر کبھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکالیف کا ذکر آتا تو زار و قطار رونے لگتے۔ "قصیدہ بُردہ" سے انہیں مجنونانہ پیار تھا۔ وہ روزانہ تدریس سے پہلے "قصیدہ بُردہ" سُنا کرتے اور اس کے نعتیہ اشعار پر جھُوم جھُوم کر وجد کیا کرتے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شیخ الحدیث کے اجزاءِ بدنی کی ترکیب ہی عشقِ رسول سے کی گئی ہو۔" [۱]

مولانا محمد اقتدار احمد خاں نعیمی ابن حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں بدایونی (م ۳ رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ / ۲۴ اکتوبر ۱۹۷۱ء) حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ سے اپنی دوسری ملاقات کا واقعہ یُوں سُناتے ہیں :

"(حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ سے) دوسری ملاقات "لائل پور" میں

---

[۱] ہفت روزہ محبوبِ حق، لائل پور۔ مجریہ ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء۔ ص ۲۸

ہوئی، وہ بھی والد صاحب کی ہمراہی میں۔ اُس وقت والد صاحب (مفتی احمد یار خاں نعیمی) ملتان، علامہ کاظمی صاحب کے جلسۂ دستارِ فضیلت سے فارغ ہوکر لائل پور محض حضرت صاحب کی ملاقات کے لئے آئے تھے۔ حضرت "شیخ الحدیث" اس وقت دورۂ حدیث پڑھا رہے تھے۔ آپ نے سوائے حدیث پاک کی طرف دیکھنے کے، کسی طرف نہیں دیکھا۔ اجنبی نگاہ ڈالی اور درسِ حدیث میں مصروف رہے۔ دورانِ تقریر حضرت حکیم الامت کی بڑی تعریف فرمائی۔ اس وقت "حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ" کا ذکرِ خیر آیا تو حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے والد صاحب کی تالیف "حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) پر ایک نظر" پر بہترین رائے کا اظہار فرمایا۔

آپ نے والد صاحب سے درسِ حدیث ختم ہونے کے بعد معانقہ فرمایا۔ اسی دوران ناشتہ آگیا۔ والد صاحب نے دورہ حدیث کی تقریر کی بہت تعریف فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں بھی آپ کے پاس دورۂ حدیث میں طلباء کی صف میں شامل ہوجاؤں۔ حضرت شیخ الحدیث آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں دن رات حدیث پاک ہی پڑھاتا رہوں۔ میری طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ آپ نہیں، بلکہ ان کو دورۂ حدیث میں داخل کرادیں۔ والد صاحب سے اس وقت میں دورۂ حدیث مکمل کرچکا تھا۔" [1]

حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں جیسے ملّتِ اسلامیہ کے عظیم محدث، مفسر اور فقیہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے درسِ حدیث سے اس قدر متاثر ہوئے کہ خود اُن سے شرفِ تلمذ حاصل کرنے کی درخواست فرما رہے ہیں۔ اللہ اللہ!

---

[1] قلمی یادداشت، مفتی محمد اقتدار احمد خاں گجراتی، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

حضرتِ شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے درسِ حدیث کی برکات سے ہر چھوٹا بڑا فائدہ اُٹھانے کی آرزو رکھتا تھا۔ صاحبزادہ سیّد فیض الحسن شاہ آلومہار یکم ذی قعدہ ۱۳۷۸ھ ۱۰ مئی ۱۹۵۹ء بروز اتوار جامعہ رضویہ، لائل پور میں رونق افروز ہوئے۔ شاہی مسجد جامعہ رضویہ کی عظیم الشان اور سنّی رضوی جامع مسجد کی عدیم المثال عمارت اور لائل پور میں سنیّت کی بیداری اور شان و شوکت دیکھ کر انتہائی مُسرّت کا اظہار فرمایا — اور ان عظیم الشان خدمات اور کامیابی پر حضرتِ شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی خدمت میں پُرخلوص ہدیۂ تبریک پیش کیا۔ نیز دارالحدیث جامعہ رضویہ میں خصوصی فرمائش پر حضرت قبلہ شیخ الحدیث علیہ الرحمہ سے درسِ حدیث بھی استماع فرمایا۔ [1]

حضرت علامہ مولانا گل احمد عتیقی زید مجدہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ غزالئ زماں، حضرت علامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ، جامعہ رضویہ، فیصل آباد تشریف لائے، جناب مؤرخِ لاہور محمّد دین کلیم نے پوچھا کہ آپ حضرات، حضرت شیخ الحدیث کو "محدّثِ اعظم پاکستان" کہتے ہیں، حالانکہ انہوں نے حدیث میں کوئی کتاب نہیں لکھی۔ حضرت غزالئ زماں نے فرمایا: "وجہ یہ ہے کہ انہوں نے محدّثین اور اساتذۂ حدیث کی ایک بڑی جماعت تیار کی تھی، اس لیے آپ کو "محدّثِ اعظم پاکستان" کہا جاتا ہے۔"

---

[1] ہفت روزہ (اب ماہنامہ) رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ ۱۳ ذی قعدہ ۱۳۷۸ھ ص ۲

علم وفضل کے بادشاہ، ورع وتقویٰ کے عظیم پیکر، مسلکِ اہلِ سنّت کے مبلغِ اعظم، عقائدِ حقہ، اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ مرضیہ کے عظیم ناشر اور مخلص مصلح حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کا ایک خاص وصف یہ بھی تھا کہ آپ کوئی ایسی حرکت دیکھتے یا کوئی ایسی بات سنتے جو شریعتِ مطہرہ کے کسی مسلمہ قوانین کے خلاف ہوتی، تو حسبِ حال حکم شرعی سنا دیتے۔ اگر وہ لغزش ایسی ہوتی جو شریعتِ مطہرہ کے کسی واضح حکم کی خلاف ورزی ہوتی، تو فوراً مجمع میں ہی اس پر تنبیہ فرما دیتے، چونکہ اس انتباہ کا انداز انتہائی ناصحانہ اور مخلصانہ ہوتا جس سے متعلق فرد اس انتباہ کو قبول کر لیتا اور فوراً ہی اسے احساس ہو جاتا کہ میری جس لغزش پر متنبہ کیا گیا ہے، اس سے فوری اعلانیہ رجوع ضروری ہے اور اگر یہ لغزش ایسی ہوتی جس کا تعلق صرف اسی فرد تک محدود ہوتا، تو اس کی اصلاح کا انداز دوسرا ہوتا۔ خلوت میں بلا کر انتہائی شفقت سے احکامِ شرعیہ بتا کر اس کی اصلاح کی جاتی۔ مخاطب اس شفقت سے اتنا متاثر ہوتا کہ ایسی خطا سے نہ صرف ہمیشہ کے لیے اجتناب کرتا، بلکہ اس کی نگاہ میں آپ کی عظمت اور بڑھ جاتی۔

یہ فطری امر ہے کہ خلوص ہو تو بے باکی پیدا ہو جایا کرتی ہے۔ بات بھی پُر اثر ہوتی ہے، اعتمادِ نفس پیدا ہو جاتا ہے اور مخاطبین بھی ذوق وشوق کا اظہار کرتے ہیں۔ مخلصانہ انتباہ کے الفاظ دل میں خود بخود جگہ پیدا کر لیتے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کی مجلس میں بیٹھنے کی سعادت جن حضرات کو نصیب ہوئی، وہ اکثر اس حقیقت کے مناظر کا مشاہدہ کرتے۔

علمائے اہلِ سنّت ہی کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ کوئی ایسا کلمہ جس سے انسان شرعی گرفت میں آ جاتا ہو، سنتے ہی وہ تنبیہ فرما دیتے ہیں تاکہ کہنے والا بھی شرعی گرفت سے بچ جاتے

اور سننے والا عالم حق گو بھی حق گوئی کے موقع پر خاموشی اختیار کر لینے کے گناہ سے محفوظ رہے حقیقت یہ ہے کہ مناسبِ حال اصلاح کرنے کا یہ وصفِ عالی حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ میں اس شان سے موجود تھا کہ اس کی جلوہ گری ہر محفل میں دیکھی جاتی تھی۔

مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلی لوہاراں، ضلع سیالکوٹ، علماء حضرات کے طریقِ اصلاح پر ممکنہ خدشات کو سادہ مثال سے دُور کرتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

"آج کل مصلحت باز اور پالیسی نواز افراد ممکن ہے اس بات کو اچھا نہ سمجھیں اور یوں کہہ دیں کہ نہیں صاحب! یہ بات مناسب نہیں کہ کسی شریف آدمی کو بھرے مجمع میں ٹوک اور روک دیا جائے، مگر جن کے پیشِ نظر شرعی احکام ہیں، وہ کوئی ایسا کلمہ سُن کر، جس سے غلط تاثر پیدا ہو سکے جو کسی شرعی ضابطے سے ٹکرائے، خاموش نہیں رہ سکتے اور فوراً اس پر تنبیہ فرما دیتے ہیں، "اپنے بائیں ہاتھ چلو" ٹریفک کے اس اصول کے خلاف اگر کوئی سوار بھرے مجمع میں عمداً یا سہواً دائیں طرف سے گزرنے لگے، تو چوک میں اگر کوئی سپاہی کھڑا نہ ہو تو یہ دوسری بات ہے کہ وہ اپنی غلطی سمیت گزر جائے، لیکن وہاں اگر سپاہی موجود ہو گا، تو وہ فوراً سیٹی بجائے گا اور اسے اُس کی غلطی پر متنبہ کر کے مجبور کرے گا کہ وہ بائیں سائیڈ اختیار کرے۔ فرمایئے کیا یہاں بھی یہی کہا جائے گا کہ سپاہی نے یہ اچھا نہیں کیا کہ ایک شریف آدمی کو اتنی بڑی شاہراہ میں روک اور ٹوک دیا۔ قرآن پاک پڑھنے والا کوئی بھی ہو، اس سے زبر زیر کی معمولی بھی لغزش واقع ہو جائے تو بھرے مجمع میں حفاظ بول اٹھتے ہیں کہ حضرت! یوں نہیں، یُوں پڑھیے — یہ نظارہ آپ نے کئی بار دیکھا ہو گا کہ پڑھنے والا اُستاد ہو یا پیرو مرشد یا کوئی بہت بڑا عالم ہو۔ قرآن پڑھتے ہوئے اگر اس کی زبان سے کسی آیت میں تھوڑا سا بھی تغیر واقع ہو جائے، تو شاگرد، مرید اور عوام سبھی بول اٹھتے ہیں کہ حضرت یوں نہیں، یُوں ہے۔"[1]

---

[1] ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ۔ ۱۳ شعبان المعظم ۱۳۸۵ھ/ دسمبر ۱۹۶۵ء، ص ۳

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے بروقت انتباہ کے چند مناظر ملاحظہ ہوں۔

مولانا محمد بشیر ماہنامہ ماہِ طیبہ کوٹلی لوہاراں کے مدیر خود اپنا واقعہ لکھتے ہیں:

" مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ چک جھمرہ ضلع لائل پور کے ایک جلسہ میں حضرت موصوف علیہ الرحمہ کی صدارت میں میری تقریر ہو رہی تھی۔ میں نے تقریر کے دوران رَأَیْتُ رَبِّی فِی اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ کی حدیث پڑھ کر اس کا ترجمہ پنجابی زبان میں بلفظ "شکل" کر دیا اور یُوں کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے رب کو بڑی اچھی شکل میں دیکھا۔ حضرت موصوف علیہ الرحمہ نے جو کرسیٔ صدارت پر رونق افروز تھے، اسی وقت فرمایا: مولانا! اللہ تعالیٰ شکل سے پاک ہے، صورت کا ترجمہ بھی صورت ہی رہنے دیجیے۔ چنانچہ میں نے وہیں حضرت کی اس تنبیہ سے خبردار ہو کر اپنے ترجمہ سے رجوع کر لیا اور آج تک یہ حدیث پڑھتے یا بیان کرتے وقت حضرت شیخ الحدیث کی وہ تنبیہ سامنے آجاتی ہے۔"[1]

مولانا ابو النور محمد بشیر، مولانا غلام محمد ترنم (دم ۷ار محرم ۱۳۷۹ھ/ ۲۴ جولائی ۱۹۵۹ء) مرکزی نائب صدر جمعیت العلماء پاکستان کا ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ مولانا موصوف تقریر فرما رہے تھے اور اس جلسہ کی صدارت حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کر رہے تھے۔ دورانِ تقریر مولانا ترنم علیہ الرحمہ کے منہ سے سبقت لسانی سے یہ جملہ نکل گیا،

" نماز میں ایک طرف بندہ کھڑا ہوتا ہے اور دوسری طرف خدا کھڑا ہوتا ہے۔"

حضرت نے یہ بات سن کر فوراً ٹوک دیا اور فرمایا: مولانا! اللہ تعالیٰ کھڑا ہونے سے پاک ہے۔ توبہ کیجیے۔ مولانا ترنم اس انتباہ سے اپنی غلطی کو سمجھ گئے، فوراً اسی وقت توبہ کی۔[2]

سُنّی رضوی جامع مسجد لائل پور کی تعمیر کے سلسلہ میں طریق کار یہ تھا کہ جمعہ میں حضرت شیخ الحدیث

---

[1] ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ۔ مجریہ ۱۲ر شعبان المعظم ۱۳۸۵ھ، ص ۳

[2] ایضاً، ص ۳

علیہ الرحمہ کی تقریر اور خطبہ عربی کے درمیان کوئی صاحب مجمع کی توجہ تعمیر کی اعانت کی طرف دلاتے۔ حاضرین حسبِ استطاعت زرِ اعانت پیش کرتے۔

رمضان المبارک بڑی برکتوں والا مہینہ ہے، اس میں کیے گئے صدقات وخیرات کا ثواب ستر گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔ زیرِ تعمیر سُنّی رضوی جامع مسجد کی تعمیر میں بھی عوام اہلِ سُنّت رمضان شریف میں عام دنوں سے بڑھ کر حصہ لیتے تاکہ مسجد کی تعمیر کے ثواب کے ساتھ رمضان شریف میں عطیات دینے کا ثواب شامل ہو جاتے۔

ایک مرتبہ شوال المکرم کے ابتدائی جمعہ میں (غالباً) حوالدار محمد حسین نے زیرِ تعمیر سُنّی رضوی جامع مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں یہ کہہ دیا:

"لوگو! یہ خیال نہ کرو کہ رمضان شریف گزر گیا ہے، اس لیے اب عطیات بیکار ہیں، بلکہ اب بھی عطیات کا اتنا ہی ثواب ہوگا، جتنا رمضان شریف میں تھا۔"

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ منبر پر تشریف فرما تھے۔ آپ نے سُنتے ہی فوراً تنبیہ فرمائی اور فرمایا:

"رمضان شریف میں دیئے گئے عطیات کا ثواب یقیناً زیادہ تھا۔ اب جبکہ رمضان شریف گزر چکا ہے، اب عطیات کا ثواب اتنا نہیں ہوگا۔" [1]

اللہ اللہ! اظہارِ حق کے جذبہ کی تڑپ کا اندازہ لگائیے۔ اس کی قطعاً پرواہ نہ کی کہ ایسا کہنے سے مسجد کی تعمیر کی اعانت متاثر ہوگی، بلکہ حقیقت کا اظہار مقدم سمجھا۔

مولانا سید حبیب الرحمٰن ضلع قاضی راولاکوٹ، آزاد کشمیر فرماتے ہیں کہ منڈی چوہڑکانہ ضلع شیخوپورہ میں مولانا محمد یوسف نگینہ (اہل سنّت) اور مولوی محمد صدیق (اہل حدیث) کی مخالفانہ تقاریر کی وجہ سے انتظامیہ نے دونوں کو شہر بدر کر دیا تھا۔ اس وقت میں جامعہ رضویہ کا طالب علم تھا۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے مجھے حکم دیا کہ آپ مولانا محمد یوسف نگینہ کی جگہ جمعہ پڑھایا

---

[1] ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء ص ۵۰

کریں۔ اس کا طریقِ کار یہ ہو کہ آپ جمعرات کی شام کو منڈی چوہڑکانہ پہنچ جائیں، رات کو درسِ قرآن دیں اور صبح جمعہ میں تقریر کریں، شام کو لائل پور واپس پہنچ جایا کریں تاکہ ہفتہ صبح سبق کے لیے مطالعہ کر سکیں۔ حسب ارشاد میں نے چوہڑکانہ میں جمعہ پڑھانا شروع کیا۔ اسی دوران ایک مرتبہ دھوبی گھاٹ (فیصل آباد) میں جمعرات کو نماز عشاء کے بعد مولانا سید احمد سعید کاظمی، شیخ الحدیث انوار العلوم ملتان ایک جلسہ سے خطاب کرنے کے لیے تشریف لاتے۔ میں نے از خود یہ پروگرام بنایا کہ رات کو حضرت کاظمی صاحب کی تقریر سنوں گا اور منڈی چوہڑکانہ میں جو درسِ قرآن جمعرات شام کو دیتا ہوں، وہ جمعہ کے بعد رات کو دے کر کمی پوری کر لوں گا۔ چنانچہ کاظمی صاحب کی تقریر کے بعد جب چند خدام جلسہ کی کارروائی سنانے کے لیے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں نے عرض کیا کہ ابتدا میں فلاں صاحب نے تلاوت فرمائی پھر "نعت شعت" ہوئی ـــــــــــــــــــ یہ لفظ سننا تھا کہ فوراً استغفر اللہ، اِنا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا شروع کیا۔ بار بار استغفر اللہ پڑھ رہے تھے، اور فرماتے تھے:

"شاہ صاحب! ہمیں آپ سے یہ توقع نہ تھی۔"

شاہ صاحب موصوف فرماتے ہیں میرے ذہن میں آیا کہ حسبِ معمول میں نے آج رات چوہڑکانہ میں جاکر درس دینا تھا۔ آج چونکہ میرے جلسہ سننے کی وجہ سے وہاں کا درس نہ ہو سکا آپ اس کی تنبیہ فرما رہے ہیں، لیکن یہ کوئی ایسا معاملہ نہ تھا کہ اس پر ان الفاظ سے گرفت فرمائی جائے۔ میں نے عرض کیا:

"حضور! میں آج کا درس جمعہ کے بعد رات کو دے کر کمی پوری کر لوں گا۔"

فرمایا "یہ بات نہیں۔ آپ نے تو نبی اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رفیع میں بڑی سوئے ادبی کی ہے۔ یہ "نعت شعت" کیا ہے؟"

نیز فرمایا:

نبیِ اکرم نورِ مجسّم شفیعِ معظّم صلی اللہ علیہ وسلّم کی نسبت ایسے فروتر الفاظ کا استعمال جائز نہیں، سوئے ادبی ہے۔ آپ نے یہ کیا انٹ شنٹ کہہ دیا ہے۔"

پھر فرمایا:

"نظم کی صورت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کو نعت کہتے ہیں۔ حضور کی نسبت سے نعت شریف کہنا چاہیئے۔"

"مولانا! اب اس کا کفارہ ادا ہونا چاہیے۔ بھلا معلوم ہے کہ اس کا کفارہ کیا ہے؟"

خود ہی ارشاد فرمایا:

"علما نے لکھا ہے کہ مدینہ طیّبہ کو یثرب کہنا سوئے ادبی ہے۔ علماء نے اس کا کفارہ یہ لکھا ہے کہ جو آدمی ایک مرتبہ یثرب کہے، وہ دس بار مدینہ طیّبہ کہے آپ بھی دس مرتبہ کہیں کہ نظم کی صورت میں حضورِ اقدس نورِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کو نعت شریف کہتے ہیں۔" [1]

مولانا محمد سلیم نقشبندی خطیب جامع مسجد جھال خانوآنہ، فیصل آباد بیان کرتے ہیں کہ حاجی مہرالدین مقیم گٹو شالہ فیصل آباد کے مکان پر ایصالِ ثواب کی محفل میں آپ کی موجودگی میں مَیں نے ختم شریف کے کلمات پڑھے۔ ان دنوں مَیں جامعہ رضویہ کا طالب علم تھا۔ آیتِ مبارکہ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ہ پڑھتے وقت مَیں نے کلمہ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ پر وقف کیا اور محبت و عظمتِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اظہار کے لیے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگا لیے۔ آپ نے مجھے فرمایا مولانا! آیت دوبارہ ابتدا سے پڑھو۔ میں نے دوبارہ پڑھنے میں وہی عمل کیا یعنی لفظ محمدؐ پر وقف کیا۔ آپ نے پھر تنبیہ فرمائی:

---

[1] روایت مولانا سید حبیب الرحمٰن ــ ۲۷ ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ

درحقیقت میں آپ کے انتباہ کو سمجھ نہ سکا۔ آپ نے پھر وضاحت سے بیان فرمایا کہ آیتِ مبارکہ میں مَا کَانَ مُحَمَّدٌ تو محض نفی ہے، حالانکہ یہاں نفی کے بعد اثبات ہے، جو منشا آیت ہے۔ آپ نے محض نفی پر توقف کیا ہے جس طرح کوئی شخص کلمہ طیبہ میں صرف لَا اِلٰهَ پر وقف کرے، جو غلط ہے۔ اِلَّا اللّٰہ ساتھ ملا کر نہ پڑھے، سانس کا کوئی اعتبار نہیں، آئے یا نہ آئے۔ یہاں توقف کے بعد اگر سانس نہ آئے اور اسی حالت میں جان نکل جائے تو نعوذ باللہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفتِ رسالت اور ختمِ نبوت کی نفی پر خاتمہ کا خدشہ ہے، لہذا آیتِ مبارکہ میں لفظ مُحَمَّدٌ پر توقف منع ہے۔ [۱]

اگر کوئی قاری لفظ مُحَمَّدٌ پر توقف کیے بغیر تقبیل ابہامین کرے، تو اس کے جواز میں کلام نہیں۔

مولانا سید حسین الدین شاہ مہتمم جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی، بیان فرماتے ہیں کہ راولپنڈی میں ایک تقریب کے بعد حسبِ معمول ایک نعت خواں نے سلام پڑھایا۔ دورانِ سلام کچھ اس قسم کے اشعار پڑھے جن کا مفہوم تھا کہ معلوم نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں یا نور۔ سلام کے یہ اشعار سُن کر آپ نے نعت خواں کی وہیں اصلاح فرمائی۔ تقریباً نصف گھنٹہ تک آپ نے یہ مسئلہ سمجھایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حقیقت کے اعتبار سے نور ہیں اور آپ کی ظاہری صورت بشری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے نورِ پاک سے پیدا فرمایا، چونکہ آپ نے اس دار العمل میں بندوں کی ہدایت کا فریضہ انجام دینا تھا، اس لیے آپ نے بشری لباس میں جلوہ گری فرمائی۔ آپ کا بشر ہونا صرف ظاہری اعتبار سے ہے۔ اصل حقیقت کے اعتبار سے آپ کی نورانیت اور ظاہری صورت میں آپ کی بشریت میں شک نہیں کرنا چاہیے۔

مُحَمَّدٌ بَشَرٌ لَا كَالْبَشَرِ
يَاقُوتٌ حَجَرٌ لَا كَالْحَجَرِ [۲]

---

[۱] روایت مولانا محمد سلیم نقشبندی، فیصل آباد۔ ۱۶ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

[۲] روایت مولانا سید حسین الدین، راولپنڈی ۸ر ربیع النور ۱۴۰۲ھ

مولانا سید حسین الدین شاہ ہی بیان کرتے ہیں کہ ایام علالت میں آپ پہلی مرتبہ مری تشریف لے گئے۔ راولپنڈی میں آپ نے حاجی عبدالحمید (حاجی اینڈ کمپنی) کے ہاں بھی قیام فرمایا۔ آپ کی قیام گاہ کے لیے جو کمرہ تجویز ہوا۔ جب آپ اس کے دروازہ پر تشریف لائے، تو دریافت فرمایا کہ کمرہ میں کوئی تصویر تو نہیں۔ جب عرض کیا گیا کہ اس کمرہ میں کسی جاندار کی تصویر تو نہیں تو آپ اندر تشریف فرما ہوئے۔ اسی راولپنڈی کے قیام کے دوران حاجی عبدالرحیم اور بشیر احمد حاضر ہوئے۔ یہ حضرات اگرچہ آسودہ حال تھے، مگر نعت خوانی کیا کرتے تھے۔ ان کی نعت خوانی محض محبتِ رسول کی خاطر ہوتی، کوئی اور غرض سے نہ ہوتی۔ ان دونوں حضرات نے اجازت پاکر نعت پڑھی۔ دوران نعت ایک مصرع اس طرح پڑھا ؏

کعبہ کو چھوڑ زاہدا، یار کے در پہ پڑھ نماز

آپ نے فوراً روک دیا اور فرمایا اس مصرعہ کو یوں پڑھو:

؏ کعبہ نہ چھوڑ زاہدا، یار کے در پہ پڑھ نماز

تمام حاضرین آپ کی بروقت اصلاح سے محفوظ اور متاثر ہوئے۔ [۱]

کسی مقرر کی ایسی معمولی لغزش جو شرعی گرفت میں نہ آتی ہو، تو آپ اس کی اصلاح بھی فرما دیتے، مگر اس کی اصلاح کا انداز دوسرا ہوتا۔ مولانا ابوالنور محمد بشیر مدیر ماہِ طیبہ کوٹلی لوہاراں اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جس میں آپ کی اصلاح کا یہ پہلو نمایاں ہوتا ہے:

"مدرسہ جامعہ رضویہ لائل پور کے ایک سالانہ اجتماع میں حضرت کی موجودگی میں تقریر کر رہا تھا اور اس میں حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان کر رہا تھا کہ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار خوش ہو کر فرمایا، "سَلْ" مانگ۔ حضرت ربیعہ نے عرض کیا، اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِی الْجَنَّةِ۔ حضور! میں آپ سے جنت میں آپ کی رفاقت مانگتا ہوں۔

---

[۱] روایت مولانا سید حسین الدین، راولپنڈی، ۸ ربیع النور ۱۴۰۴ھ

یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سبقتِ لسانی سے میرے منہ سے بجاتے سَلْ کے سَلْ
مَاشِئْتَ نکل گیا اور ایک بار نہیں متعدد بار سَلْ مَاشِئْتَ (مانگ جو تو چاہے)
تقریر ختم ہوئی۔ رات کا وقت تھا، آرام کیا، صبح اُٹھے اور نماز کے بعد حضرت شیخ الحدیث
علیہ الرحمہ کے حضور حاضری ہوئی۔ چائے پینے کے بعد حضرت نے حاضرینِ مجلس
سے فرمایا: تھوڑی دیر کے لیے ذرا آپ باہر تشریف لے جائیں۔ مجھے ان سے
(میری طرف اشارہ فرمایا) کوئی بات کرنا ہے۔ حاضرین باہر چلے گئے تو مجھ
سے فرمایا۔ رات کی تقریر ماشاء اللہ خوب تھی۔ خدا تعالیٰ اور بھی برکت عطا
فرمائے، مگر آپ نے حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ والی حدیثِ پاک میں جو
سَلْ مَاشِئْتَ پڑھا ہے۔ اس روایت میں مَاشِئْتَ کا لفظ موجود نہیں،
صرف سَلْ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی مخالف اس روایت میں مَاشِئْتَ کا مطالبہ
کر بیٹھے، تو مشکل پیدا ہو جائے۔ حضرت کی اس طرزِ اصلاح سے میں اس قدر
متاثر ہوا کہ میرے لب حضرت کے ہاتھ چوم رہے تھے اور حضرت کے لب میرے
لیے دُعائیں فرما رہے تھے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔" [1]

مولانا الٰہی بخش، لاہور بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ لاہور میں آپ میری دعوت پر
تقریر کے لیے تشریف لائے۔ رات کو تقریر ہوئی۔ صبح کی نماز میں نے پڑھائی۔ آپ نے نماز کے
بعد جب سب نمازی جا چکے، تو مجھے علیحدگی میں فرمایا: مولانا! سجدہ کرتے وقت دونوں پاؤں
کی انگلیوں کے پیٹ زمین پر لگنا ضروری ہے۔ پھر خود سجدہ کر کے بتایا۔ اس وقت نماز میں
میرے پاؤں کی انگلیاں کسی وجہ سے نہ لگی تھیں۔ آپ کے اس ناصحانہ اندازِ اصلاح سے
میں بے حد متاثر ہوا۔ [2]

---

[1] ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ۔ ۱۳ شعبان المعظم ۱۳۸۵ھ، ص ۳

[2] روایت مولانا الٰہی بخش، لاہور۔ ۲۸ صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

آپ کی ہر محفل، ہر مجلس میں مسائلِ شرعیہ کا ہی تذکرہ ہوتا، ملاقات ہو یا رخصت۔ کھانے کی محفل ہو یا کوئی اور محفل، ہر جگہ سُنّت طریقہ کی وضاحت فرماتے اور اس پر عمل کی ترغیب دیتے۔ جہاں کہیں کسی نے سُنّتِ طریقہ کے خلاف عمل کیا۔ آپ نے دیکھتے ہی فوراً اسے سنت طریقہ پر عمل کے لیے فرمادیا۔ آپ کی اصلاح عوام وخواص سبھی کے لیے ہوتی۔ آپ کا اندازِ اصلاح اتنا مخلصانہ ہوتا کہ سبھی آپ کی ہدایات پر عمل کرنے میں سعادت سمجھتے اور آپ کے انتباہ سے متاثر ہوتے۔

ایک مرتبہ حاجی سراج دین نورانی کیلنڈر فیصل آباد والے حاضر ہوئے۔ اُن کے دائیں ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی تھی۔ آپ نے فرمایا:

"حاجی صاحب! سونے کی انگوٹھی مرد کے لیے منع ہے، اسے اتار دو۔"

حاجی صاحب نے فوراً انگوٹھی اُتار دی اور عرض کی کہ اب اسے مدرسہ کے لیے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا کہ گھر کے لیے رکھ لو۔ کسی عورت کو پہنا دینا۔ حاجی صاحب موصوف آپ کی بات سے انتہائی متاثر ہوئے۔[۱]

مولانا محمد سلیم نقشبندی، خطیب جھال خانوآنہ، فیصل آباد فرماتے ہیں کہ جب میں جامعہ رضویہ میں زیرِ تعلیم تھا۔ ایک مرتبہ میں نے کھڑے ہو کر شلوار پہنی۔ آپ نے مجھے بُلاکر شفقت بھرے انداز میں فرمایا: "مولانا! شلوار کھڑے ہو کر نہیں پہننی چاہیئے۔"

پھر فرمایا:

مشائخِ عظام فرماتے ہیں کہ جو آدمی کھڑے ہو کر شلوار پہنے، سیاہ جوتا پہنے، سبز یا سیاہ تہبند باندھے، وہ ساری عمر پریشانی اور مفلسی میں بسر کرتا ہے، اسے سکون نصیب نہیں ہوتا اور ایسے مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے جو لاعلاج ہو۔"[۲]

---

[۱] روایت مولانا محمد سلیم نقشبندی، فیصل آباد۔ ۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

[۲] روایت ایضاً۔

مولانا سید حسین الدین، مہتمم جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی فرماتے ہیں کہ ۱۹۵۵ء میں جب میں دورۂ حدیث سے فارغ ہوا اور آپ سے رخصت لے کر آنے لگا۔ میں نے غلطی سے اپنا جوتا پہلے بائیں پاؤں میں پہن لیا۔ آپ نے مجھے دیکھ لیا۔ فوراً واپس بلا لیا۔ مجھے ابھی غلطی کا احساس ہو گیا۔ آپ نے فرمایا:

"جوتا پہننے میں سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلے دائیں پاؤں جوتا پہنا جائے اور جوتا اتارنے میں سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلے بائیں پاؤں سے اتارا جائے۔" [۱]

ایک مرتبہ قاری علی احمد رہتکی، امام سُنی رضوی جامع مسجد فیصل آباد نے عرض کی کہ فلاں جگہ مجلس میں چند آدمی کھڑے تھے۔ فلاں صاحب نے آپ کی مخالفت میں یہ لفظ کہے۔ آپ نے فرمایا:

"قاری صاحب! اس مخالف کی بات وہیں رہ گئی ہے، اب وہ نہیں کہہ رہا، آپ کہہ رہے ہیں۔"

قاری صاحب موصوف آپ کی تنبیہ سے بہت متاثر ہوئے۔ [۲]

آپ اکثر اوقات اولیاء کاملین کے مزارات پر حاضری دیتے اور ایصالِ ثواب کرتے۔ ایک مرتبہ دربار گنج بخش قدس سرہٗ پر حاضر ہوئے۔ مولانا حافظ محمد احسان الحق آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ مزار کے سامنے کھڑے دعا مانگ رہے تھے کہ ایک نووارد آیا۔ اُس نے دربار کی طرف منہ کر کے سجدہ کیا۔ آپ نے دعا کو چھوڑ کر اس کو تنبیہ فرمائی کہ سجدہ صرف اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کے لیے روا ہے۔ مخلوق میں سے کسی کو سجدہ روا نہیں۔ اگر کوئی شخص مخلوق میں سے کسی کو معبود سمجھ کر سجدہ کرے، کفر ہے اور اگر اسے معبود نہ سمجھے، صرف تعظیم کے لیے سجدہ کرے، پھر بھی ہماری شریعت میں حرام اور ممنوع ہے۔

---

[۱] روایت مولانا سید حسین الدین، راولپنڈی، ۸ ربیع النور ۱۴۰۲ھ

[۲] روایت مولانا عبدالغفار ظفر، فیصل آباد ۴ ربیع النور ۱۴۰۶ھ

آپ نے دربار شریف کے منتظمین سے فرمایا کہ اس مضمون کی ایک تختی بنوا کر یہاں لگوا دی جائے کہ مزارات کو سجدہ کرنا روا نہیں۔ آپ کی ہدایت کے مطابق وہاں جلی حروف میں لکھی ہوئی تختی آویزاں کر دی گئی۔ ؎۱

قیامِ بریلی کے دوران احمد آباد (بھارت) میں مولوی سلطان حسن سنبھلی سے مناظرہ کے بعد وہاں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کی تقاریر کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ شہر کے مختلف مقامات پر روزانہ جلسے سے آپ خطاب فرماتے۔ یہ سلسلہ کئی ہفتوں تک جاری رہا۔ احمد آباد میں آپ کا قیام مولانا عبدالقادر احمد آبادی کے دادا جان کے ہاں تھا۔ ان دنوں مولانا عبدالقادر بی۔ اے کے بیلیے کالج میں داخلہ کی تیاری کر رہے تھے۔ ایک دن آپ نے ان کی انگریزی وضع دیکھ کر فرمایا: ارے بندۂ خدا! تمہارے دادا جان کتنے بڑے عالم ہیں۔ ان کے کتب خانہ میں کیسی کیسی نایاب کتابیں ہیں۔ تم انگریزی تعلیم کر رہے ہو اور انگریزی وضع اختیار کر رکھی ہے۔ اگر تم نے انگریزی وضع نہ چھوڑی اور دینی تعلیم حاصل نہ کی تو تمہارے دادا جان کی کتابوں کا مصرف تمہارے والد کے بعد کیا ہوگا؟ تمہیں چاہیے کہ دینی تعلیم حاصل کرو اور اس علمی ورثہ کے صحیح جانشین بنو۔ آپ کی زبان فیض ترجمان سے نکلے ہوئے الفاظ مولانا عبدالقادر کے دل کی گہرائیوں میں اُتر گئے۔ ان کی طبیعت میں انقلاب آگیا۔ بی۔ اے کرنے کا ارادہ فوری طور پر ترک کر دیا۔ آپ کے ساتھ بریلی حاضر ہوئے اور دینی تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی۔ ؎۱

سفر و حضر میں آپ کی تبلیغ سے لوگ ہدایت پاتے اور اپنی غلطیوں کی اصلاح کرتے۔ تانگہ والوں کی عموماً عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنے گھوڑے کو یا تو گالیاں دیتے ہیں یا پیار سے انہیں بیٹا کہتے ہیں۔ آپ انہیں تاکید فرماتے کہ کسی جانور کو گالی دینا جائز نہیں اور کسی جانور کو بیٹا کہنا روا نہیں۔ ؎۲

؎۱ (ا) تذکرہ شہید اہل سنت، ناشر انجمن غوثیہ رضویہ، فیکٹری ایریا، فیصل آباد۔ ص ۴

(ب) ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ۔ ۲ شوال ۱۳۸۳ھ / ۲۲ فروری ۱۹۶۴ء

؎۲ روایت مولانا عبدالرشید رضوی جھنگوی۔ ۳۰ رجب ۱۴۰۵ھ

مولانا محمد عبد الرشید رضوی، خطیب سُنّی رضوی جامع مسجد، فیصل آباد بیان کرتے ہیں کہ دورِ طالب علمی میں ایک مرتبہ آپ نے مجھے بریلی شریف میں نل سے لوٹا بھرنے کا حکم دیا۔ میں نے نل سے لوٹا بھرا، لیکن لوٹے کے پانی میں میری انگلیوں کے پورے لگ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ پانی مستعمل ہوگیا ہے، اس سے وضو جائز نہیں۔ میں نے چاہا کہ اس پانی کو گرا کر دوبارہ لوٹا بھر لوں مگر آپ نے فرمایا؛ خواہ مخواہ پانی ضائع کرنا اسراف ہے۔ آپ ایسا کریں کہ اسے مسجد کے تالاب میں ڈال دیں تاکہ اسراف سے بچ جائیں۔ [1]

مولانا نذیر احمد قادری، مقیم چک نمبر ۱۱۳/۱۲ ایل چیچہ وطنی ضلع ساہیوال بیان کرتے ہیں کہ ۱۳۷۳ھ کا واقعہ ہے کہ ایک دن درسِ حدیث کے دوران، جبکہ مسلم شریف کا درس شروع تھا، ایک صاحب دار الحدیث میں طلباء کے لیے چائے لے آئے۔ درس ختم ہونے پر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے اشارہ پر چائے تقسیم ہونے لگی۔ جب اس ناچیز کی باری آئی تو بندہ نے دائیں ہاتھ میں کپ پکڑا، پلیٹ میں چائے ڈالی۔ بائیں ہاتھ سے پلیٹ منہ کے قریب لے گیا۔ حضرت محدّثِ اعظم علیہ الرحمہ کی آواز دار الحدیث میں گونجی، مولانا! آپ بائیں ہاتھ سے پی رہے ہیں۔ بندہ نے کپ نیچے رکھ کر دائیں ہاتھ سے پلیٹ پکڑی اور پینے لگا۔ جب دوبارہ کپ سے پرچ میں چائے ڈالنے لگا، تو پھر آواز آئی، مولانا! آپ بائیں ہاتھ سے ڈال رہے ہیں۔ تو بندہ نے پلیٹ رکھ دی۔ دائیں ہاتھ میں کپ لے کر پینے لگا تو حضرت محدّث اعظم علیہ الرحمہ نے تبسم فرمایا اور زبانِ مبارک سے یہ الفاظ فرماتے، طیّب طیّب۔ اب ٹھیک ہے۔

اس واقعہ پر مولانا نذیر احمد قادری اپنے تاثرات بیان کرتے ہیں کہ اب بھی تنہائی میں بیٹھے جب یہ واقعہ یاد آتا ہے اور طیّب طیّب کے الفاظ کی گونج کانوں میں آتی ہے تو آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں اور بے ساختہ زبان سے نکلتا ہے ؎

جس کی ہر ہر ادا سنّتِ مصطفےٰ ایسے پیرِ طریقت پہ لاکھوں سلام [2]

---

[1] روایت مولانا محمد عبد الرشید جھنگوی، ۳۰ رجب ۱۴۰۵ھ

[2] مکتوب مولانا نذیر احمد بنام فقیر قادری ۲۵ مئی ۱۹۸۵ء

مولانا محمد عبدالرشید رضوی خطیب سُنّی رضوی جامع مسجد فیصل آباد، بیان کرتے ہیں کہ میرے بریلی شریف کے دورانِ تعلیم ایک مرتبہ استادِ گرامی حضرت محدثِ اعظم علیہ الرحمہ نئی بریلی میں ایک جلسہ میں تقریر کے لیے تشریف لے گئے۔ چند طلبار بھی وہاں آپ کا خطاب سننے کے لیے پہنچے میں بھی ان میں شامل تھا۔ جلسہ گاہ کا فاصلہ مسجد بی بی جی صاحبہ سے اندازاً ڈیڑھ میل تھا۔ خطاب کے بعد آپ تانگہ پر سوار ہو کر واپس مدرسہ میں تشریف لائے۔ ہم طالب علم پیدل تھے ہم درمیانی کم فاصلے والے راستہ پر ہو لیے۔ اس طرح کبھی تیز چلتے، کبھی دوڑتے۔ اتفاق سے جب آپ مدرسہ کے قریب تانگہ سے اترے، ہم بھی دوڑتے ہوئے پہنچ گئے۔ آپ نے ہمیں دوڑتے ہوتے دیکھ لیا اور فرمایا،

"ارے بندۂ خدا! لوگ تمہیں دوڑتا ہوا دیکھ کر کیا کہتے ہوں گے؟ کہتے ہوں گے کہ مولوی دوڑ رہے ہیں۔ اس سے خواہ مخواہ وقارِ علمار میں کمی آتی ہے۔ بغیر ضرورت کے طلبار و علمار کا آبادی میں دوڑنا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ وقارِ علمار کے لیے آپ کو ایسا نہ کرنا چاہیے۔ آئندہ محتاط رہیں۔" [1]

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ ہمیشہ اپنے تلامذہ کو فرماتے کہ تبلیغ کے لیے جہاں کہیں بھی جاؤ، بڑی خندہ پیشانی سے جاؤ۔ لوگوں سے خوش اخلاقی سے پیش آؤ۔ نذرانہ وغیرہ کا مطالبہ ہرگز نہ کرو، بلکہ تم ان لوگوں کا احسان مانو جنہوں نے تمہیں وعظ کرنے کے لیے دعوت دی۔ تبلیغ تم پر فرض ہے۔ انہوں نے جلسہ کا اہتمام کیا۔ اشتہارات شائع کیے، تمہارے کھانے کا انتظام کیا، آپ سے اتنا بھی نہیں ہو سکتا کہ وہاں جا کر تبلیغ کریں۔ اگر وہ لوگ یہ اہتمام نہ کریں، پھر بھی آپ پر تبلیغ فرض ہے۔ اللہ کا شکر ادا کیا کرو کہ انہوں نے جلسہ کے تمام انتظام خود کر لیے۔ آپ اگر خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تبلیغ کریں گے، مولا کریم آپ کے دین و دنیوی امور میں برکت کرے گا۔

---

[1] روایت مولانا محمد عبدالرشید رضوی جھنگوی ۱۴ ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ

اسی سلسلہ میں آپ نے ایک واقعہ سنایا کہ ایک گاؤں مجھے جلسہ کے لیے جانا تھا منتظمین جلسہ سواری کے لیے کار لے آئے۔ میں مذکورہ گاؤں میں پہنچا۔ بحمد اللہ تعالیٰ تین گھنٹے بیان جاری رہا۔ بڑا پُر لطف بیان ہوا۔ واپسی پر جلسہ کے منتظمین نے کوئی نذرانہ وغیرہ پیش نہ کیا۔ الحمد للہ یہ پُر لطف محفل خالصتاً اللہ کے لیے تھی۔ [1]

اس نوعیت کے بے شمار واقعات آپ کی سیرتِ طیبہ کی زینت ہیں۔

صوفی محمد بشیر ساکن چک نمبر ۶، اگ۔ب تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد بیان کرتے ہیں کہ جڑانوالہ کا ایک شخص حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ سے بیعت ہوا۔ بیعت ہونے کے بعد وہ جڑانوالہ میں بے دین ملنگوں کی مجلس کا شریک کار ہو گیا۔ ان بے دین ملنگوں کی مجلس کا یہ اثر ہوا کہ وہ شخص علماء کرام سے متنفر ہو گیا، چنانچہ بیعت ہونے کے بعد وہ شخص دوبارہ آپ کے ہاں حاضر نہ ہوا، بلکہ ایک جلسہ کے سلسلہ میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ ایک مرتبہ جڑانوالہ تشریف لے گئے، تو یہ شخص راستہ میں ملنگوں کے ڈیرے پر موجود تھا۔ اس نے حضرت کی آمد کی کوئی پرواہ نہ کی، بلکہ ملنا بھی گوارا نہ کیا۔ کچھ عرصہ اسی حالتِ بد میں گزرا کہ اس کی قسمت نے یاوری کی۔ اُس نے خواب دیکھا جس سے وہ اپنی غلطی پر متنبہ ہوا اور بڑا نادم ہوا۔ ندامت کے عالم میں ہی وہ شیخ کامل حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی خدمتِ اقدس میں لائل پور حاضر ہوا۔ مجلس میں اُس نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا، مگر آپ نے اس کو مصافحہ کے لیے ہاتھ نہ دیئے۔ چند مرتبہ مختلف اوقات میں اس نے مصافحہ کے لیے کوشش کی، مگر آپ نے اظہارِ ناراضی کے طور پر اس سے مصافحہ نہ کیا۔ چنانچہ وہ شخص رات بھر شاہی مسجد میں روتا رہا اور اپنی غلطی پر ندامت کے آنسو بہاتا رہا۔ میں (صوفی محمد بشیر) نے اس سے رونے کی وجہ دریافت کی۔ اس نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ صبح کو آپ نے اُس کو طلب فرمایا اور اُس کو نصیحت فرمائی۔ احکام شریعت پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی۔ اس شخص نے سچی توبہ کی، بعد ازاں وہ آدمی احکام شریعت کا پابند

---

[1] قلمی یادداشت مولانا حافظ محمد احسان الحق، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

بن گیا۔ ؎

صوفی محمد بشیر موصوف بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے ایک برادر طریقت (حضرت شاہ سراج الحق قدس سرہٗ کے مرید) کا ایک لڑکا محمد اسحٰق آوارہ منش تھا۔ افعالِ شنیعہ کا عادی تھا۔ اس کا والد اس کی ان حرکات کو دیکھ کر پریشان ہوتا۔ اس نے اس پریشانی کا یہ حل سوچا کہ اپنے اس آوارہ لڑکے کو حضرت شیخ الحدیث سے بیعت کرادوں۔ شاید آہستہ آہستہ بُری حرکات سے باز آجائے اور اپنے آپ کی اصلاح کرلے۔ پروگرام کے مطابق والد، محمد اسحٰق کو لےکر آپ کے پاس حاضر ہوا۔ حضرت نے بیعت لینے کے بعد نماز، روزہ، احکامِ شرع کی پابندی کا حکم دیا۔ محمد اسحٰق نے جواب دیا کہ مجھ سے یہ توقع نہ رکھیں، میں ایسا نہیں کرسکتا۔ ہاں اگر آپ زبردستی کرالیں، تو اور بات ہے، چنانچہ اس کے بعد محمد اسحٰق کچھ عرصہ اپنی پُرانی عادات بد پر قائم رہا، لیکن اچانک وہ نماز، روزہ اور احکامِ شرع کا پابند بن گیا، بلکہ اُس نے داڑھی تک رکھ لی۔

جب والد نے اس سے اس تبدیلی کے بارے میں پوچھا، تو اُس نے ایک خواب کا واقعہ بیان کیا کہ ایک رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس دیکھی۔ میں نے چاہا کہ میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کرلوں، چنانچہ اپنے ارادہ کو پورا کرنے کے لیے جب حضور کی مجلس کے قریب بڑھا، تو مجلس میں حاضرین میں سے چند لوگ اٹھے اور انہوں مجھ سے (محمد اسحٰق) پوچھا کہ تم کون ہو اور بغیر اجازت کیسے آئے ہو، تمہیں معلوم نہیں کہ یہاں آنے والے کے پاس سرٹیفکیٹ ہونا چاہیے۔ یہ کہنے کے بعد انہوں نے مجھے مارنا شروع کیا۔ میرے کندھوں پر ڈنڈے مارے گئے، چنانچہ جب میں بیدار ہوا تو میرے کندھے واقعی ضربوں سے چُور تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ یہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کا تصرف ہے۔ اس خواب نے میرے دل کی حالت بدل دی اور گناہوں سے نفرت پیدا ہوگئی۔

؎ روایت صوفی محمد بشیر: ۱۲؍ ذی القعدہ ۱۴۰۳ھ

میں نے شیخ طریقت کی ہدایات کے مطابق سچی توبہ کرلی اور داڑھی بھی رکھ لی ہے۔

صوفی محمد بشیر موصوف مزید بیان کرتے ہیں کہ وہی محمد اسحٰق اب صوفی محمد اسحٰق کے نام سے مشہور ہے۔ اڈا الاریاں فیصل آباد میں ہوٹل کا مالک ہے اور آج بھی یہ واقعہ بڑے ذوق سے لوگوں سے بیان کرتا ہے۔ [1]

اپنے دامن گرفتہ حضرات کی اصلاح کا مذکورہ بالا انداز بھی قابلِ توجہ ہے۔ اس میں آپ کے روحانی تصرف کی جلوہ گری مشاہدہ کی جاسکتی ہے۔ اسی نوعیت کے بے شمار واقعات سے چند واقعات کا تذکرہ کرامات کے باب میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ!

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ اصلاح کا ایسا انداز اختیار فرماتے جس سے مخاطب کی عزتِ نفس مجروح نہ ہونے پاتی اور مخاطب اپنی غلطی سے بھی تائب ہو جاتا۔ مخلص مصلح اور کامل مبلّغ کی حیثیت سے اندازِ اصلاح حسبِ حال مختلف ہوتا۔ راولپنڈی میں آپ کے وابستگان میں سے دو احباب میں آپس میں کسی امر پر رنجش پیدا ہو گئی۔ آپ جب ۱۹۶۰ء میں علالت کے دوران مری جاتے ہوئے محمد صالحین دہلوی مالکِ اوزار زرگری صرافہ بازار کے مکان واقع سیٹلائٹ ٹاؤن میں قیام پذیر ہوئے، تو آپ نے اُن آپس میں ناراض احباب کو طلب فرمایا۔ وہ حاضر ہوئے اور دونوں میں صلح کرانے کے لیے اس تفصیل میں جانے سے گریز فرمایا کہ کون حق پر ہے اور کس نے زیادتی کی ہے۔ اس سے یقیناً دونوں میں سے ایک کی عزتِ نفس مجروح ہوتی؛ بلکہ آپ نے دونوں احباب کو فرمایا کہ ہر آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرے اور صاحبِ حق سے اپنا حق معاف کرائے۔ سب سے پہلے میں اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں۔ آپ بھی توبہ کریں اور ایک دوسرے سے اپنے حقوق معاف کرالیں۔ آپ کے ارشاد کے مطابق ان دونوں احباب نے توبہ کی اور ایک دوسرے سے معافی مانگ لی۔ اس طرح ان میں پہلے کے سے تعلقات بحال ہو گئے اور وہ دینی بھائیوں کی طرح رہنے لگے۔ ایک دوسرے کے

---

[1] روایت صوفی محمد بشیر، ۱۳؍ ذی القعدہ ۱۴۰۳ھ

جُرم بھی معاف کر دیئے، لیکن عزتِ نفس بھی مجروح نہ ہونے پائی۔ [1]

راولپنڈی کے پہلے سفرِ علالت (۱۹۶۰ء) میں واپسی کے موقعہ پر جناب محمد صالحین دہلوی نے آپ کے لئے گاڑی کا اوّل درجہ کا ایک ڈبہ مخصوص کروالیا اور شاہانہ انداز سے رخصت کیا۔ سٹیشن پر بے شمار احباب آپ کو الوداع کرنے کے لیے جمع ہو گئے۔ چند احباب آپ کے ساتھ فیصل آباد تک آئے، مگر ان کے ٹکٹ درجہ دوم کے تھے۔ آپ کے ڈبہ میں احباب جمع ہو گئے اور دست بوسی کر کے رخصت ہو رہے تھے۔ گاڑی کا گارڈ بھی اس غیر معمولی ہجوم کو دیکھ کر متاثر ہوا، وہ بھی حاضر ہوا اور اس نے بھی دست بوسی کی۔ گاڑی چلنے کا وقت قریب ہوا تو آپ نے دیگر احباب کو فرمایا کہ اب آپ اپنے درجہ کے ڈبہ میں تشریف لے جائیں۔ گارڈ نے ان کی عقیدت کے پیشِ نظر عرض کی کہ میں انہیں اسی درجہ میں سفر کرنے کی اجازت دیتا ہوں آپ نے گارڈ کو اصل مسئلہ سمجھایا کہ سرکاری اموال اور حقوق کسی غیر مجاز کے معاف کرنے سے معاف نہیں ہوتے۔ درحقیقت آپ بھی اس امر کے مجاز نہیں۔ جن لوگوں کے ٹکٹ ادنیٰ درجہ کے ہیں، جب تک وہ ٹکٹ تبدیل نہ کرا لیں محض آپ کی زبانی اجازت سے وہ اعلیٰ درجہ میں سفر نہیں کر سکتے۔ آپ کے اس ارشاد پر گارڈ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور وہ آپ کے فرمان پر بے حد متاثر ہوا۔ [2]

طلباء سے خصوصی محبت و شفقت فرماتے۔ ان کی تربیت اس انداز سے فرماتے کہ جس غلطی پر آپ نے ایک مرتبہ تنبیہ فرمائی۔ طالب علم اس غلطی کا دوبارہ اعادہ نہ کرتا۔ آپ کی تنبیہ صرف زبانی ہوتی، جسمانی سزا کا وہاں تصور نہ تھا۔

مولانا مفتی محمد عبدالقیوم قادری، ہزاروی مہتمم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور بیان کرتے ہیں کہ ہمارے ایک ساتھی تھے جن کو اسباق سے فارغ وقت میں بازار میں گھومنے پھرنے کی عادت تھی۔ ایک روز نمازِ عصر کے بعد وہ آپ کے سامنے آئے، آپ نے بلایا اور فرمایا:

---

[1] روایت حاجی منظور احمد، لال کرتی، راولپنڈی۔ ۱۲ رجب ۱۴۰۵ھ

[2] ایضاً

"مولانا! ذرا بتاؤ کہ فلاں بازار میں کتنی اینٹیں ہیں۔"

بس آپ کے اس اشارہ سے وہ اپنی غلطی پر متنبہ ہوگئے اور انھوں نے یہ عادت ترک کر دی۔ [1]

بعض طلباء قواعد وضوابط مدارس کی فطرتاً پابندی نہیں کرتے۔ ایسے طلباء عموماً انتظامی مسائل پیدا کر دیتے ہیں، جس سے مدرسہ کے نظم وضبط میں خلل واقع ہو جاتا ہے۔ بالعموم ایسے طلباء معمولی فہمائش سے اصلاح گیر نہیں ہوتے، مگر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا زبانی انتباہ ہی بڑے سے بڑے سرکش طالب علم کی کج روش کو بدل دیتا۔

مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور بیان کرتے ہیں کہ جامعہ رضویہ، فیصل آباد کے طلباء کی جماعت خدام رضا کے ایک پٹھان طالب علم ایک جمعرات کو حسبِ معمول تقریر کرنے کھڑے ہوئے۔ دورانِ تقریر ناظمِ جماعت خدام رضا نے کسی بات پر ٹوکا تو وہ برہم ہوگئے۔ معاملہ زبانی تو تکار سے ہاتھا پائی تک پہنچ گیا۔ ناظمِ جماعت وہاں سے اٹھ آئے اور مولانا سید منصور حسین مدرس جامعہ رضویہ کے کمرے میں پہنچ گئے لیکن وہ صاحب غیظ وغضب سے مغلوب ہو کر وہاں بھی پہنچ گئے اور ناظمِ جماعت کو مارنے پر تل آئے۔ طلباء میں خوف وہراس پھیل گیا۔ ہر ایک اپنی جگہ پریشان تھا کہ اتنے میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ وہاں تشریف لے آئے۔ سب دم بخود ہو گئے۔ آپ نے اس مشتعل طالب علم کو گریبان سے پکڑ کر فرمایا:

"ارے بندۂ خدا! تم مدرسہ کی روٹیاں اس لیے کھاتے ہو کہ طالب علموں سے زور آزمائی کرو۔"

اتنا فرمانا تھا کہ اُن صاحب کی سٹی گم ہو گئی اور چند لمحے پہلے جو شخص کسی کے قابو میں نہ آتا تھا، اب اس کی یہ حالت کہ کاٹو تو لہو نہیں، نہ زبان اظہارِ مدعا سے عاجز۔ اس کے

---

[1] قلمی یادداشت مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

بعد وہ صاحب جب تک مدرسہ میں رہے، کبھی دوسرے طالب علموں سے نہ اُلجھے۔ [1]

آپ علماء کو بالعموم اور جامعہ رضویہ کے فضلاء کو بالخصوص تاکید فرماتے کہ وقارِ علم اور علماء کو ہمیشہ مدِنظر رکھیں۔ کوئی کام ایسا نہ کریں کہ وقارِ علماء مجروح ہو۔ آپ علماء سے فرمایا کرتے کہ آپ دین کے مبلغ اور ترجمان ہیں، آپ کا کردار بے داغ ہونا چاہیے۔ دُنیا داروں سے بے تکلفانہ روابط سے آپ منع فرماتے اور ساتھ ہی علماء کو تاکید فرماتے کہ لباس ہمیشہ اُجلا اور اعلیٰ پہنیں، عمدہ جوتا استعمال کریں۔ دنیا دار کی نظرِ علماء کے جوتا پر رہتی ہے۔ بے ضرورت بازار میں جانے اور وہاں مجلس سے آپ منع کرتے۔

مولانا محمد فضل احمد ضلعی خطیب محکمہ اوقاف فیصل آباد نے جب رمضان المبارک ۱۳۷۹ھ مارچ ۱۹۶۰ء میں خوشاب میں "مدرسہ توکلیہ رضویہ" کا اجرا فرمایا، تو آپ نے دیگر ہدایات کے علاوہ انہیں مکتوب لکھا، جس کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"آپ دین کے خادم ہیں، بازار میں نہ جائیں اور نہ کسی دکان پر بیٹھیں اور نہ کسی سے بے تکلفی کریں۔ آپ ہوں اور کتابوں کا مطالعہ۔ مسئلہ جو بیان کریں، اس کا ثبوت آپ کے پاس ہو۔ تحقیقاً یا الزاماً۔ بیان ٹھوس کریں، جو سنی دھوکے میں ہیں، ان کی اصلاح کی کوششیں رہے۔ نمازیوں سے اخلاق کے ساتھ پیش آئیں۔" [2]

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک جب بھی لکھا جائے تو ساتھ درود شریف لکھنا ضروری ہے "صلی اللہ علیہ وسلم" یا "علیہ الصلوٰۃ والسلام" وغیرہ کی بجائے "صلعم" یا "ص" لکھنا ناجائز اور بڑی برکتوں سے محرومی کا باعث ہے۔ علماء نے ایسا لکھنے سے منع فرمایا ہے، مگر بعض لوگ عموماً ایسا کرتے ہیں کہ لفظ محمد یا احمد اگر کسی کے نام جزو ہو تو اس کا نام

---

[1] قلمی یادداشت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری، محررہ ۲۵ صفر ۱۴۰۴ھ

[2] مکتوب حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ بنام مولانا محمد فضل احمد محررہ ۴ رمضان المبارک ۱۳۷۹ھ

لکھتے وقت بھی خواہ مخواہ اس پر "ص" لکھ دیتے ہیں۔ درحقیقت اس وقت لفظ محمد یا احمد اس آدمی کے نام کا جزو ہوتا ہے۔ اس سے مُراد حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات نہیں ہوتا۔ ایسا لکھنے والے کم از کم دو غلطیوں کے مرتکب ہوتے ہیں:

(ا) جزوِ اسم سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مراد لی۔

(ب) رمز "ص" جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے بھی روا نہیں، غیر نبی کے نام کے ساتھ لکھ دیا۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ ہمیشہ اس مسئلہ کی وضاحت فرماتے اور تاکید فرماتے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمِ مبارک کے ساتھ پورا درود شریف لکھا جائے اور رمز "ص" کسی عام آدمی کے نام کے ساتھ نہ لکھی جائے۔

رمضان المبارک ۱۳۷۹ھ / مارچ ۱۹۶۰ء میں دارالعلوم جامعہ نوکلیہ رضویہ خوشاب کے اجراء کا اشتہار آپ کی خدمت میں پہنچا۔ کاتب نے اشتہار میں مولانا محمد فضل احمد مہتمم مدرسہ کے نام پر "ص" غلطی سے لکھ دیا اور نہ ہی مولانا نے اپنی کنیت لکھی۔ آپ نے بذریعہ مکتوب انہیں متنبہ فرمایا، لکھتے ہیں:

"آپ نے اپنے اشتہار میں اپنی کنیت ابوسعید کیوں نہیں لکھی اور آپ کے نام پر لفظ محمد و احمد پر "ص" کیوں لکھا گیا ہے؟ آئندہ کاتب کو ہدایت کریں۔" [1]

عوام الناس کو ہمیشہ تاکید فرماتے کہ علماءِ اہلِ سنّت سے رابطہ رکھیں اور ان کی عزت کریں۔ اگر آپ کو یہ احساس ہوتا کہ میرے ملنے والا کوئی شخص علماءِ اہلِ سنّت سے پختہ رابطہ نہیں رکھتا تو آپ اس کے سامنے اس عالم کے اوصاف بیان کر کے توجہ دلاتے کہ ان خوبیوں والا عالم اس لائق ہے کہ اس سے آپ مربوط رہیں۔ خوشاب کے جناب ماسٹر محمد ابوبکر نے آپ کو عریضہ لکھا۔ مگر اس میں مولانا حافظ محمد فضل احمد خطیب جامع مسجد نوکلیہ کا ذکر نہ کیا۔ آپ نے ماسٹر محمد ابوبکر کو خط لکھا

[1] مکتوب حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ بنام مولانا محمد فضل احمد، محررہ ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۷۹ھ

"عزیزِ محترم جناب ماسٹر ابوبکر صاحب سلمہٗ

دعواتِ صالحہ۔ سلام مسنون، خیر و عافیت

آپ کا لفافہ ملا، کاشفِ احوال ہوا۔ آپ کے یہاں جامع مسجد توکلیہ میں عزیزم فاضلِ نوجوان مولانا حافظ فضل احمد صاحب سلمہ کا تقرر ہوا ہے۔ حافظ صاحب عالم ہیں، مبلغ ہیں، مضبوط سُنّی ہیں، بااثر ہیں، نیک ہیں۔ متعدد روز سے خوشاب میں مقیم ہیں۔ بڑے زور کے حافظ ہیں۔ آپ کے یہاں تراویح پڑھا رہے ہیں۔ امامت و خطابت کی خدمت بھی انجام دے رہے ہیں۔ آپ نے ان کے متعلق کچھ تحریر نہیں کیا۔ ان کی تبلیغ و اشاعت کا کیا اثر ہے؟ وہ حافظ صاحب سلمہٗ فقیر کے خاص عزیزوں میں سے ہیں۔ ان کو اور سب عزیز و احباب پُرسانِ حال کو سلام و دُعا کہو۔ والسلام والدعا۔

فقیر ابوالفضل غفرلہٗ خادم اہلِ سنّت۔

۴ رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ[1]

وقارِ علماء کی بلندی اور سرفرازی ہمیشہ آپ کے پیشِ نظر رہتی، اس لیے عوام کی طرف سے اگر کوئی ایسی حرکت یا گفتگو سنتے جس سے وقارِ علماء میں کمی کا شائبہ ہوتا تو فوراً اس کی اصلاح فرماتے۔ مولانا حافظ محمد احسان الحق مدرس جامعہ رضویہ فیصل آباد بیان کرتے ہیں کہ منفاقیہ نزد ٹوبہ میں ایک جلسہ میں آپ کے ہمراہ میں اور مولانا عنایت اللہ خطیب سانگلہ ہل تھے۔ میزبان نے دودھ سے ہماری تواضع کی۔ مولانا عنایت اللہ نے سیر ہو کر دودھ پیا۔ حاضرین میں سے ایک کسان نے دبی زبان سے اپنے ساتھی سے کہا کہ مولوی صاحب نے بہت دودھ پیا ہے۔ آپ نے سُن لیا اور کسان سے مخاطب ہو کر، مولانا عنایت اللہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

"یہ ہمارے مولانا امام المناظرین ہیں، دین کے شیر ہیں، مجاہدِ ملت ہیں،

---

[1] مکتوب حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ، بنام ماسٹر ابوبکر، خوشاب

دین کی تبلیغ میں مشکلات کی پروا نہیں کرتے۔ انہیں جہاں بھی اور جس حال میں تبلیغ کے لیے دعوت ملی، وہیں تشریف لے جاتے ہیں اور خوب تبلیغ فرماتے ہیں انہیں حق پہنچتا ہے کہ خوب سیر ہو کر کھائیں اور خوب تبلیغ کریں۔ ہاں اگر کوئی آدمی صرف سیر ہو کر کھاتا ہے اور دین کا کام اسی جذبہ سے نہیں کرتا، تو اس کا سیر ہو کر کھانا قابلِ اعتراض ہے۔"

آپ کے اس ناصحانہ ارشاد سے اس کسان اور حاضرین پر یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ علما کا وقار اور عزت بہر حال مقدم ہے اور مولانا عنایت اللہ علیہ الرحمہ پر اس کسان کا اعتراض بے جا ہے[1]

علماء، طلباء اور عامۃ الناس کی اصلاح کے ساتھ ساتھ آپ اپنی اولاد کی تربیت میں کوشش فرماتے۔ مولانا قاضی محمد فضل رسول خلف اکبر و خلیفہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ بیان کرتے ہیں کہ عہد شباب میں مجھے نیند کثرت سے آتی تھی، حضور اباجی اکثر مجھے متنبہ فرمایا کرتے کہ جاگو جاگو یہ جہاں سونے کے لیے نہیں، بلکہ جاگنے اور جگانے کے لیے ہے۔ مرنے کے بعد قبر میں سونے کا بہت موقعہ ملے گا، وہاں کوئی نہیں جگائے گا۔"

حضرت قاضی صاحب مدظلہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کی اس نصیحت اور کرامت کا یہ اثر ہے کہ اب مجھے بہت کم نیند آتی ہے۔ [2]

یہی حضرت قاضی صاحب بیان فرماتے ہیں کہ جب کبھی بچپن میں ہم آپ کے ساتھ تانگہ پر سوار ہوتے۔ بچوں کی عادت کے مطابق اِدھر اُدھر دیکھنے کی کوشش کرتے، تو آپ فرمایا کرتے:

"راستہ میں ہمیشہ آنکھیں نیچے رکھنی چاہئیں۔" [3]

---

[1] بروایت مولانا حافظ محمد احسان الحق، ۲۲ صفر ۱۴۰۲ھ

[2] بروایت مولانا قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی، ۷ صفر ۱۴۰۲ھ

[3] ایضاً

مرکزی مجلسِ رضا لاہور کے بانی اور سرپرست حکیمِ اہلِ سنّت حکیم محمد موسیٰ امرتسری ضیائی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم امرتسر سے آپ کے آبائی گاؤں دیال گڑھ میں حاضر ہوتے۔ رمضان المبارک کی تعطیلات میں آپ اپنے وطنِ مالوف میں تشریف فرما تھے۔ ہمیں دیوبندیوں کے چند اعتراضات کے سلسلہ میں آپ سے مشورہ کرنا تھا۔ آپ نے ہمیں چند عبارات لکھوائیں اور کہا کہ علماء دیوبند کے نام لکھ کر انہیں دعوت دو کہ ان الزامات کا جواب دیں، مگر علماء دیوبند کے ناموں میں عطاء اللہ شاہ بخاری اور بہاء الحق قاسمی کا نام نہ لکھنا۔ اگرچہ یہ دونوں بھی دیوبندی عقائد رکھتے ہیں۔ یہ دونوں حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہٗ سے بیعت کے دعوے دار ہیں۔ اپنے بچاؤ کے لیے حضرت پیر صاحب کے اسمِ گرامی کو استعمال کریں گے۔ بد مذہبوں کا وطیرہ یہ ہے کہ جب وہ لاجواب ہو جاتے ہیں تو خواہ مخواہ اکابرِ اہلِ سنّت سے اپنی نام نہاد نسبت کو اپنے تحفظ کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ [1]

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ چونکہ بیک وقت ایک ممتاز مفتی، عظیم محدث، مخلص مصلح اور رہبرِ شریعت وطریقت تھے۔ اصلاحِ عقائد کے ساتھ ساتھ اصلاحِ اعمال و اخلاق پر بھی پورا پورا زور دیتے، جگہ جگہ اتباعِ سنّت کی تلقین فرماتے۔ سنّت کے خلاف غفلت سے یا عدمِ واقفیت کی بنا پر مجالس نشست و برخاست میں جو باتیں رائج ہو گئی ہیں، ان پر خصوصیت کے ساتھ تنبیہ فرماتے۔ بدعات کی تردید میں حتی الامکان سعی فرماتے۔ آپ کے اکثر فتاویٰ اس پر شاہد ہیں کہ بدعات کا رد بے خوف وخطر فرمایا۔ ایک فتویٰ کا اقتباس ملاحظہ ہو:

"صورتِ مسئولہ میں جب کہ بکرے کو صرف اللہ ہی کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہے تو اس بکرے کا گوشت حلال وطیب ہے۔ کھانے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں، لیکن بکرے پر پانی چھڑکنا اور اس کے کانپنے کو قبولیت کی علامت قرار اور نہ کانپنے کو عدمِ قبولیت کی علامت قرار دینا بے کار و بے ہودہ ہے۔

---

[1] روایت حکیم محمد موسیٰ امرتسری ضیائی۔ ۱۵ ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ

بُری حرکتیں و بُری رسمیں ہیں جو نہ کرنی چاہئیں، لیکن ان بُری رسموں کی وجہ سے بکرے کی حلت و حرمت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ وہ آدمی بھنگ پینے اور اُس کا عادی ہونے کی وجہ سے اور بے نمازی ہونے کی وجہ سے بہت گنہ گار ہے، فاسق و فاجر ہے۔ اس پر لازم ہے کہ توبہ کرے اور عہد کرے کہ آئندہ کبھی بھنگ نہیں پیئے گا اور نہ کبھی پنجگانہ نماز ترک کرے گا اور فوت شدہ نمازوں کو قضا کرے گا جو اس کے ذمہ ضروری ہیں۔ بزرگانِ دین کے مزاروں پر ایسے لوگوں کو رکھنا چاہیے جو کہ بزرگانِ دین کے طریقہ پر چلیں۔ ان کو نہیں چاہیے جو کہ بزرگانِ دین کے طریقہ کے خلاف چلیں، بھنگی چرسی بے نمازی ہوں۔[1]

[1] مجموعہ فتاویٰ حضرت شیخ الحدیث، مطبوعہ سنی دارالاشاعت، فیصل آباد (۱۹۷۲ء) ص ۵۴۵

۲۲ شعبان ۱۳۷۷ھ / ۱۴ مارچ ۱۹۵۸ء بروز جمعۃ المبارک صبح آٹھ بجے دارالحدیث میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ العزیز نے فارغ ہونے والے علماء کو قصیدہ بُردہ شریف پڑھنے کے بعد دورۂ حدیث شریف کا آخری درس دیا۔ بخاری شریف اور مسلم شریف کی آخری احادیث پڑھائیں اور پھر فارغ التحصیل علماء کو موعظت فرماتے ہوئے فرمایا:

"آج آپ لوگ رخصت ہو رہے ہیں۔ ہم ان شاء اللہ دیکھیں گے کہ آپ اپنے اپنے علاقوں میں کس طرح کام کرتے ہیں۔ آپ لوگوں کو چاہیے کہ شیر بن کر تبلیغ کے میدان میں آئیں اور پوری جانفشانی کے ساتھ دین پاک اور مذہبِ مہذب اہل سنّت کی خدمت اور بے دینی، بدمذہبی و باطل پرستی کی سرکوبی و بیخ کنی کریں۔

آئندہ زندگی میں ایسے مواقع بھی پیش آئیں گے کہ نفس پرست و دنیادار لوگ اپنی خواہش کے مطابق اور شریعت کے خلاف آپ سے فتوے لینے کی کوشش کریں گے۔ اس سلسلہ میں آپ پر رُعب بھی ڈالا جائے گا اور آپ کو لالچ بھی دیا جائے گا۔ لہٰذا ایسے مواقع پر لازم ہے کہ آپ ایسی باتوں کی ہرگز پروا نہ کریں، حق پر قائم رہیں، حق کا اعلان کریں اور دین کے تحفظ و ناموس اور کلمۂ حق کی خاطر اگر آپ کو کوئی قربانی بھی پیش کرنا پڑے تو آپ اس سے ہرگز دریغ نہ کریں۔ علماء کا کام ہے پہرہ دینا، خلافِ شریعت حرکات سے روکنا اور کلمۂ حق بلند کرنا۔ تو جو پہرے دار چوروں کے ساتھ مل جائے، چوروں کی

حوصلہ افزائی کرے، ایسا پیر بے دار غدار ہے۔ اس طرح جو شخص مولوی کہلاتا ہو، اگر وہی بدمذہبوں بے دینوں سے مل جائے، شرعی مجرموں کی حوصلہ افزائی کرے اور لوگوں کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر اصولِ اسلام و احکامِ شریعت کو ذبح کر ڈالے، تو ایسا نام نہاد مولوی بھی اسلام و شریعت سے غداری کرتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

مَنِ الْتَمَسَ رِضَى اللّٰهِ بِسَخَطِ النَّاسِ كَفَاهُ اللّٰهُ مُؤْنَةَ النَّاسِ وَمَنِ الْتَمَسَ رِضَى النَّاسِ بِسَخَطِ اللّٰهِ وَكَلَهُ اللّٰهُ اِلَى النَّاسِ (الحدیث)

یعنی جس نے لوگوں کو ناراض کر کے اللہ کو راضی کر لیا، اللہ تعالیٰ اُسے لوگوں کے شر سے محفوظ رکھنے کے لیے کافی ہے اور جس نے اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کو راضی کیا، اللہ تعالیٰ اسے اپنی نصرت و حفاظت سے محروم فرما دے گا اور لوگوں کو اس پر مُسلّط کر دے گا۔

لٰہذا آپ کو چاہیے کہ ہمیشہ اللہ کی رضا کو پیشِ نظر رکھیں، اگرچہ لوگ ناراض ہو جائیں۔"

انہی ارشادات کے دوران آپ نے علماء کے سامنے گوجرانوالہ کی مثال پیش کرتے ہوئے فرمایا:

"دیکھیے! گوجرانوالہ، جو مخالفین اہلِ سُنّت کا پُرانا اڈّہ تھا۔ اب ماشاءاللہ وہاں اہلِ سنّت کا چرچا ہے۔"

ان بیش بہا نصائح و زرّیں ارشادات کے بعد آپ نے اہلِ سنّت کی ترقی، علماء کی استقامت و دینی خدمات، سُنّی اخبار و رسائل کی اشاعت میں برکت اور فلاحِ دارین کے لیے دُعا فرمائی۔ یہ سماں نہایت پُر کیف و رقت آمیز تھا اور دارالحدیث کھچا کھچ

بھرا ہوا تھا۔

(منقول از ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ۔ مجریہ ۷ رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ، ص ۳)

اِدھر جامعہ رضویہ کے دار الحدیث میں قصیدہ بُردہ شریف و نعت خوانی کے بعد محدثِ پاکستان حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم العالیہ نے امسال فارغ ہونے اور دورۂ حدیث ختم کرنے والے علماء کرام کو حدیث پاک کا آخری درس دیا اور بخاری و نسائی شریف کی آخری احادیث پڑھائیں اور پھر فارغ التحصیل علماء کو موعظت و نصیحت کرتے ہوئے انہیں اعلاء کلمۃ الحق، خدمتِ دین و زہد و تقویٰ کی تعلیم اور مجاہدانہ زندگی و اعمالِ صالحہ اختیار کرنے کی تلقین فرمائی اور بیش بہا نصائح و نورانی ارشادات کے بعد مسلمانوں کی فلاح و بہبود، استقامتِ دین، اہل سنت کی ترقی و سُنّی اداروں کی کامیابی کے لیے دُعا فرمائی۔ یہ سماں نہایت پُر کیف و رقت آمیز تھا اور دار الحدیث کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔

(منقول از ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ۔ مجریہ ۲۵ شعبان المعظم ۱۳۷۸ھ ص ۴، ۵)

نبراس المحدثین، عمدۃ المتکلمین حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے سُنّی رضوی جامع مسجد لائل پور میں جون ۱۹۵۶ء کے ایک جمعہ کا ہزاروں کے اجتماع میں آیت کریمہ قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ۝ کے نورانی بیان کا منظر، ایک سامع کے قلم سے:

"وعظ کیا تھا؛ فنِ وعظ و تقریر کا نمونہ تھا، وعظ میں الفاظ کی شستگی و ہم آہنگی، ایجاز و اختصار، جُملوں کی خوبی، استدلال کی خوبی، امثال کی نُدرت، معانی کی سادگی، افکار کی گہرائی، نورِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم پر ایک سے ایک بڑھ کر دلیل، نئی نظیریں، اچھوتے نکتے، زورِ بیان، حُسنِ استدلال کی شگوفہ کاریاں، زبان کی گلکاریاں اور دلائل کی پُرکاریاں ——— وعظ میں کیا کچھ نہیں تھا؛ سبھی کچھ تھا ——— وہ نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضیاؤں سے سامعین کو روشناس کرا رہے تھے ———

ان کی جھولی تشریح و بیان کے موتیوں سے بھری ہوئی تھی۔ وہ مطلع اجتماع پران موتیوں کی بارش کر رہے تھے اور تشنگان اپنی پیاس بجھا رہے تھے، وہ تحقیق و تدقیق کے جواہر بکھیر رہے تھے۔ اس دن میں نے بھی اپنا حصہ لیا۔ عقائدِ باطلہ کی ایک ایک دلیل جو میرے ذہن میں گزشتہ رات پہاڑ کی طرح وزنی اور چٹان کی طرح مضبوط تھی، اب رُوئی کے گالوں کی طرح گول باغ میں بکھر رہی تھی۔ . . . ."

مضمون: محمد نذیر احمد نقشبندی، ڈجکوٹ (فیصل آباد)

ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ مجریہ ۲۲ رجب ۱۳۸۶ھ ص ۶

جودھ پور بھارت میں عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقعہ پر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی ایک تقریر، جسے مولانا محمد مرغوب احمد اختر الحامدی نے اپنے لفظوں میں لکھا آپ بھی پڑھیے اور ذکرِ حبیب میں حاضری دیجیے۔

"مخصوص انداز میں: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِیْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ (الی آخرہ)

آیہ کریمہ تلاوت فرمائی: قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰۤى اِلَیَّ (الی آخرہ)

ذوق و شوق کے ساتھ، ادب و احترام کے ساتھ، جھوم جھوم کر اپنے آقا و مولیٰ مدینے کے تاجدار، سرکار ابد قرار، احمدِ مختار، معراج کے دولہا، پیارے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تین تین مرتبہ دُرود شریف کا نذرانہ پیش کیجیے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ مَّعْدَنِ الْجُوْدِ وَالْكَرَمِ وَاٰلِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

سبحان اللہ! ہر حرف کوثر کی حلاوتوں اور تسنیم و سلسبیل کی لطافتوں میں ڈوب کر نکلا ہے، شیریں اور معطر۔ ایک محب جب اپنے محبوب کا نام لیتا ہے یا تذکرہ کرتا ہے تو اُس کا اندازِ تخاطب از خود والہانہ ہو جاتا ہے اور پھر محب بھی

سچّا محب، سچّا غلام اور جس کا محبوب بھی محبوب حق ہو ــــــ اس کے الفاظ کا والہانہ پن کیوں نہ سامعین کو وارفتہ کر دے۔ پورا جلسہ کیف و سرور میں ڈوب گیا۔ رضوی دُولہا نے پھر وہی آیۂ مبارکہ (قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ) پڑھ کر مجمع کو اپنی طرف متوجہ کر لیا ــــــــــــ اے پیارے مصطفٰے (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرما دیجئے کہ میں بھی تمہارے مثل بشر ہوں۔

اس کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ اہلِ شریعت فرماتے ہیں، اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ محض تواضعًا فرمایا گیا ہے۔ جیسے ایک استاد (بلا تشبیہ) اپنے شاگرد کو سندِ فراغ و دستارِ فضیلت مرحمت فرما کر فرمائے کہ دیکھو اپنے عالم فاضل ہونے کا دعویٰ نہ کرنا ــــــــ اب وہ شاگرد وعظ کرنے کھڑا ہوا اور کہے میں کوئی عالم فاضل تو نہیں ہوں، محض ایک طالب علم ہوں، تو کیا اس تواضعًا کہنے سے وہ فہرستِ علماء سے خارج کر دیا جائے گا؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح حضور نے فرمایا کہ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔ اہلِ طریقت فرماتے ہیں کہ مثلکم کی ضمیر تمام جہان والوں کی طرف، جو ہو چکے اور جو ہونے والے ہیں تو مثلکم میں یہ اشارہ فرمایا کہ تم سب کی بشریت ایک طرف اور مجھ اکیلے کی بشریت ایک طرف ــ اور یہ بھی محض تواضعًا ہے حدیث شریف میں ہے (دیکھئے مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۳۸) کہ حضور کو ایک اُمتی مرد کے برابر تولا گیا تو حضور بھاری نکلے۔ پھر فرشتے نے دس مردوں کے برابر تولا تو بھی سرکار ان سب پر بھاری نکلے۔ دوسرے فرشتے نے وزن کرنے والے فرشتے سے کہا چھوڑ دیجئے۔ اگر سرکار کو ساری اُمت سے وزن کیا جائے جب بھی یہ سب پر بھاری ہوں گے اور ان کا پلّہ بھاری ہی رہے گا۔ اب اہلِ معرفت کچھ اس سے بھی دو قدم آگے بڑھ کر فرماتے ہیں بشریت کے معنی ہیں ظاہری جسم کے یعنی میرا ظاہری جسم تمہاری روحانیت کے مثل ہے۔ اہلِ حقیقت

تو پھر اہلِ حقیقت ہیں۔ فرماتے ہیں، قُلْ اِنَّمَآ اَنَا ؛ بس جملہ ختم ہو گیا۔ ارے میں ہی ہوں۔ اِنَّمَآ اَنَا میرے سوائے کیا ہے[1] میری ہی خوبی ہے ساری کائنات میں۔ اِنَّمَآ اَنَا بات اَنَا پر ختم ہو جاتی ہے۔ بشر مثلکم تو دوسرا جملہ ہے۔ پہلا جُملہ ہی زیر بحث ہے۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا میری ہی ذات ہے یہ جو کچھ ہے ع

جز محمد نیست در ارض و سما

محمد کے سوا زمین و آسمان میں کچھ بھی نہیں ــــــــــ اور اہلِ نکات نے تو دشمنانِ عظمتِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پہاڑ توڑ دیا۔ فرماتے ہیں کہ یہاں ہمزۂ استفہام انکاری محذوف ہے۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔ یعنی کہہ دیجئے کہ کیا میں تمہارے مثل بشر ہوں؟ ہمزہ استفہام قرآن کریم میں بعض جگہ محذوف ہے ــــ دلیلاً فرماتے ہیں کہ انبیاء کرام سے عمداً صغیرہ گناہ بھی ہونا محال ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ قرآن مجید میں موجود ہے:

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ○

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام غار سے باہر تشریف لائے، تو چمکتے ہوئے ستارے کو دیکھا، فرمایا، هٰذَا رَبِّيْ یہ میرا رب ہے ــ مگر یہ کلمات تو شرکیہ ہیں اور نبی سے شرک کجا، گناہ صغیرہ بھی عمداً محال ــ اب تفاسیر اُٹھا کر دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ یہاں بھی ہمزۂ استفہام انکاری محذوف ہے، یعنی قَالَ هٰذَا رَبِّيْ

---

[1] کونه جملة مبنی علی الحذف ولا یجب ذکر کل من الاحتمالات فی الکتب بل التسماع من الاکابر کافٍ فافهم کی لا یغرك من انحرا الشیطان۔ (مولانا) محمد احسان الحق (مدیر محبوبِ حق، لائل پور)

کیا یہ میرا رب ہے؟ (ہرگز نہیں) یہ اپنی قوم سے بحث ہو رہی ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی، جیسا کہ آگے فرمایا گیا، قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ○ اے قوم! میں ان مشرکانہ باتوں سے بری ہوں اور تم شرک میں مبتلا ہو۔ تو معلوم ہوا یہ قوم سے مناظرہ تھا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ہمزہ استفہام انکاری محذوف ہوتا ہے، تو پھر اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ میں ہمزۂ استفہام انکاری مانتے ہوئے منکرین کے کلیجے کیوں پھٹتے ہیں؟ ارے اقرار کر لو ـــ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ۔ کہہ دو پیارے مصطفےٰ۔ ارے پیارے حبیب کہ کیا میں بھی تمہارے مثل بشر ہوں؟ ارے مجھ پر تو وحی نازل ہوتی ہے۔

دوسرا نکتہ اور سُن لیجئے۔ خوف تھا اس بات کا کہیں اُمتِ محمدیہ اس آن بان والے محبوب کو دیکھ کر، ان کے معجزات دیکھ کر کافر نہ ہو جائے۔ حضور کو (نعوذ باللہ) خدا نہ کہنے لگے، لہٰذا ارشاد ہوا قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ۔ تم فرما دو میں بھی تمہارے مثل ایک بشر ہوں، لیکن مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے، میں خدا نہیں ہوں۔

ایک نکتہ یہ بھی ہے اس میں۔ اللہ تعالیٰ محب ہے اور حضور حبیب خاص۔ محب تو کبھی محبوب کی شان گھٹا نہیں سکتا۔ لہٰذا ارشاد ہوتا ہے اے حبیب! میں تمہاری شان کیونکر گھٹا سکتا ہوں، میں تو محب ہوں، مگر تمہاری اُمت والے تمہاری آن بان، تمہارے کمالات دیکھ کر مشرک نہ ہو جائیں تو تم ہی اپنی زبان سے فرما دو۔ تمہارا یہ کہنا بھی تمہارے اوصاف میں داخل ہے کہ سرورِ عالم ہو کر کہے کہ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ۔ کہ میں تمہارے مثل ایک بشر ہوں، مگر مجھ پر وحی آتی ہے۔ اے حبیب! اہلِ شریعت، اہلِ طریقت، اہلِ معرفت، اہلِ حقیقت، اہلِ نکات تو ان امور کو سمجھ جائیں گے تبھی عشاق،

تیرے غلام تیری عظمتِ شان دیکھ کر خوش ہوں گے، ناز کریں گے اپنے حبیب پر، مگر اس وقت کے چودھویں صدی کے مُلّا جی بچارے نجدی اس رمز کو کیا سمجھیں گے، لہذا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کے ساتھ یُوْحٰٓی اِلَیَّ کی قید اور بڑھا دو کہ مولوی جی مجھ پر تو وحی بھی آتی ہے، تجھ پر کبھی . . . . بھی آیا۔

نعرۂ تکبیر، اللہ اکبر۔ نعرۂ رسالت، یا رسول اللہ۔ نعرۂ قادری یا غوث، حضرت ابوالمنظور زندہ باد۔ مجمع میں ایک عجیب جوش پیدا ہو گیا۔ رضوی دولہا کی مدلل تقریر، زبان کی تیزی، الفاظ کا شکوہ، سلاست، پاکیزگی، سُبحان اللہ، پنجابی ہوتے ہوئے کہیں اُردو زبان میں بھول نہ ہوتی ہر طرف سے صدائے تحسین و آفرین بلند ہو رہی ہے —— لیجیے —— ولادت شریف کا ذکر شروع ہو گیا۔ ذکرِ ولادت ادبًا بیٹھ کر بیان فرما رہے ہیں ——

اب سلام پڑھا جا رہا ہے ؎

مصطفٰے جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

سلام اور صاحب کی پُرسوز آواز، پھر عین ولادت کا وقت، عجیب سماں ہے ادھر سلام کا مقطع آیا ؎

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفٰے جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

اور ادھر جامع مسجد سے موذن نے اللہ اکبر کی صدا بلند کی، جلسہ برخاست ہو گیا سُبحان اللہ پورے چھ گھنٹے بیان فرمایا، مگر نہ کہیں زبان نے لکنت کی۔ نہ کہیں آواز میں خراش پیدا ہوئی، نہ گلا خشک ہوا، نہ پانی پیا، نہ پاؤں کو جنبش ہوئی جیسے کسی نے پیروں کو تخت یا سٹیج پر چپکا دیا ہو۔ کاش کہ ہر مقرر میں ایسا ادب و احترام پیدا ہو جاتے۔

چلیے اب سرکار سردار احمد علیہ الرحمہ کی امامت میں نماز فجر بھی ادا کرلیں"

(منقول از ہفت روزہ محبوب حق لائل پور-۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء، ص ۲۰-۲۱)

ایک دفعہ جامعہ رضویہ کے سالانہ اجلاس کے موقعہ پر احباب اہل سنت جوق درجوق حاضر ہو رہے تھے اور آپ ان سے مل کر بڑی خوشی کا اظہار فرما رہے تھے اور ارشاد فرماتے تھے:

"سُنّی بمنزلہ ایک چراغ کے ہے۔ جتنے سُنّیوں کا اجتماع ہوگا۔ اتنے چراغ زیادہ ہوں گے اور ان کی روشنی و خیر و برکت عام ہوگی۔"

(مضمون، مولانا محمد صادق ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ ۱۴ شعبان ۱۳۸۵ھ ص ۷)

تلامذہ کو آپ اکثر نصیحت کرتے ہوئے فرماتے:

"قرآن و احادیث اور کتب دینی کے بارے میں یہ نہیں کہنا چاہیے کہ وہ وہاں پڑی ہیں، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ وہ وہاں رکھی ہیں۔"

روایت، مولانا عبدالغفار ظفر، مقیم فیصل آباد

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ اکثر فرمایا کرتے:

"حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر اتنا کریں کہ لوگ آپ کو دیوانہ تصور کریں۔"

اپنے تلامذہ کی تربیت کرتے ہوئے آپ انہیں بارہا اس طرح کی نصیحت فرماتے:

"مولانا! دین کی خدمت، دین کے لیے کریں، لالچ نہ کریں۔ اگر ایک جگہ سے خدمت کم ہوگی، تو دوسری جگہ سے کسر پوری ہو جائے گی۔"

اپنی اشیاء کی حفاظت کی توجہ دلاتے، تو فرماتے:

"مالِ عرب پیشِ عرب"

اپنے بھائی یا اعزاء و اقارب میں سے اگر کوئی حاضر ہو کر دنیوی خانگی معاملات سے متعلق آپ سے گفتگو کرنا چاہتا تو آپ اسے فرماتے:

"طلبار میری برادری ہیں، مجھ سے خدا ورسول کی بات پوچھ لو۔ دنیا کے معاملات تو تم جانو، مجھے ان سے غرض نہیں۔"

روایت: مولانا عبدالغفار ظفر، فیصل آباد

ساہیوال میں مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی سے ایک جلسہ پر ملاقات ہوئی۔ مولانا ہزاروی علیہ الرحمہ نے آپ کی توجہ اس طرف دلائی کہ فلاں صاحب آپ کے متعلق کچھ ایسی ویسی باتیں کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

"مولانا! میں اپنوں سے الجھ کر وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ اتنا وقت مَیں تبلیغِ دین اور بدمذہبوں کی تردید میں صرف کروں گا۔"

روایت: مولانا عبدالغفار ظفر صابری

مولانا سید حبیب الرحمٰن شاہ، ضلع قاضی راولاکوٹ آزاد کشمیر فرماتے ہیں کہ جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام فیصل آباد میں طالب علمی کے دوران آپ نے ہمیں فرمایا:

"شاہ صاحب! کتاب کا مطالعہ کرتے وقت اس کے حواشی اور بین السطور وغیرہ بڑے غور سے پڑھا کرو۔ بعض اوقات چھوٹے سے حاشیہ میں بڑے بڑے مسائل کا بیان ہوتا ہے۔"

نورالانوار کے خطبہ کے بارے میں آپ نے فرمایا:

"صاحبِ نورالانوار کے جملہ من اختص بالخلق العظیم پر محشی نے خلق کے معنوں میں لکھا ہے، الجود بالکونین والتوجہ الی خالقهما۔"

یعنی دو جہانوں کی دولت کی سخاوت کرنا اور خود کونین کے خالق کی طرف توجہ کرنا خلقِ عظیم ہے۔

تاجدارِ اقلیمِ علوم

پیکرِ علم وفضل حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی شخصیت ہر پہلو سے ممتاز تھی۔ علم وفضل میں آپ کا پایہ اتنا بلند تھا کہ معاصرینِ اکابر علماء نے اس کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے۔ دورِ طالب علمی میں ہی آپ کی بلند علمی استعداد کے جوہر کھلنے لگے۔ اساتذہ کرام نے اس جوہر کو تابدار بنانے میں پوری کوشش فرمائی تا آنکہ جب علوم سے فراغت حاصل ہوگئی توامتحان لینے والے نقاد علماء نے آپ اور آپ کے دیگر ہم سبق ساتھیوں کے امتحان کا بڑا اہتمام کیا۔ حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین (م ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء) علامہ معین الدین اجمیری (م ۔۔۔۔ھ / ۔۔۔۔ء) مولانا شاہ سلیمان اشرف (م ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۳ء) اور دیگر علماء کی موجودگی میں حضرت مولانا علامہ فضلِ حق رامپوری (م ۱۳۶۱ھ / ۱۹۴۰ء) نے اس جماعت کا امتحان لیا۔ ممتحن علماء نے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی پوری جماعت کی نمایاں اور شاندار کامیابی پر آپ کے استاذِ گرامی حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی (م ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء) کو خصوصی طور پر مبارک باد دی گئی۔ اس امتحان میں سرِ فہرست حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی ذاتِ گرامی تھی۔[1]

کسی طالب علم کی ذہنی استعداد سے ہی اس کے مستقبل میں علمی پایہ کا اندازہ کرلیا جاتا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے منظرِ اسلام بریلی میں اسلامیات کی تعلیم شروع کی۔ دو سال میں ظاہر ہے ابھی ابتدائی کتابیں پڑھی ہوں گی، مگر آپ کی علمی استعداد کا چرچا ہونے لگا۔ اس دور میں حضرت صدر الافاضل مرادآبادی علیہ الرحمہ کی زیرِ سرپرستی ماہنامہ السواد الاعظم مرادآباد میں علمی مضامین شائع ہوتے تھے۔ ان مضامین میں ایک باب فقہ کے سوالات اور جوابات کا ہوتا تھا۔ اس

---

[1] ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ، ۲ ذی قعدہ ۱۳۷۹ھ ص ۵

خالص علمی و مذہبی جریدہ میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے دورِ طالب علمی میں کسی مضمون کا شائع ہونا آپ کے بلند پایہ علمی استعداد کی سند شمار ہوتا ہے۔ آپ کی طرف سے السواد الاعظم مراد آباد میں شائع ہونے والا ایک سوال نامہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ سوال نامہ کی عبارت اس بات کی غماز ہے کہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ طالب علمی کے دور میں ہی کس عمیق و وسیع مطالعہ کے مالک ہیں ؛

فقہی معمّے

(۱) وہ کون مسلم عاقل بالغ ہے کہ اس کو نماز نہ ادا کرنی لازم اور نہ قضا واجب۔

(۲) وہ کیا صورت ہے کہ ادا کرنا دو واجب اور قضا چار۔

(۳) وہ کونسی نماز ہے کہ آج اس کا ادا کرنا لازم ہے اور کل اُس کی قضا واجب نہیں (علاوہ صلوٰۃِ عید و جنازہ وجمعہ کے)

(۴) (ا) وہ کونسی تکبیر ہے علاوہ چھ تکبیرات عیدین کے کہ اس کے ترک سے سجدۂ سہو لازم آتا ہے۔

(ب) اور وہ کونسی تکبیر ہے کہ جس کے عوض اللہ اجل و اعظم کہا، تو سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے۔

(۵) وہ کونسا موزہ ہے کہ تین انگل کی مقدار پھٹا ہے اور بدن اتنا بھی ظاہر ہوتا ہے، مگر پاؤں دھونا لازم نہیں۔

(۶) وہ کیا صورت ہے کہ متنفل نے چار رکعت کی نیت کی، پھر پہلے شفع میں نماز کو فاسد کر دیا، اب اُس پر قضا چار رکعت ہی واجب ہے۔

(۷) وہ کیا صورت ہے کہ نفل کی نیت نماز قصداً شروع کی، پھر فاسد کر دی اور اب اُس پر قضا لازم نہیں۔

(۸) وہ کیا صورت ہے کہ قضا پڑھنے والے کی نماز ادا پڑھنے والے کے پیچھے صحیح ہے؟

(۹) وہ کون ہے کہ جس نے آیتِ سجدہ تلاوت کی، مگر اُس پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں؟

نہ سال میں نہ استقبال میں (علاوہ حیض ونفاس والی عورت وکافر ومجنون وجُنبی کے)

صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی اور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی نے شہنشاہِ ولایتِ علوم امام احمد رضا قدس سرہم کے واسطہ سے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کو جن علوم کی اجازت بخشی، ان کی تفصیل الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ اور اس کتاب کے باب الاسناد میں موجود ہے۔ ایک ذات میں اتنے علوم کا اجتماع بہت کم دیکھنے میں آیا ہے۔

علامۃ العصر جلالۃ العلم مولانا حافظ عبد العزیز شیخ الحدیث دار العلوم اشرفیہ مبارکپور (اعظم گڑھ) نے ایک مرتبہ آپ کی جلالتِ علمی کو ان الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا،

"مولانا سردار احمد صاحب عِدْلُ الْعِلْمِ (علم کی گٹھڑی) ہیں۔
آپ کے علم وفضل کا مینارہ اتنا درخشاں تھا کہ اپنے تو اپنے، غیروں نے بھی احترام کی نگاہ سے دیکھا۔" [1]

زینت العلم استاذ العلماء علامہ عطا محمد بندیالوی مدظلہٗ فرماتے ہیں،

"علمی حیثیت سے شیخ الحدیث مرحوم کا جو پایہ تھا، وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ مجھے آج بھی خواب کی طرح یاد آتا ہے۔ کوئی بتیس سال پہلے کی بات ہے (اندازاً ۱۹۳۰ء کا سن ہوگا) میں اس وقت دینیات کی ابتدائی کتابیں پڑھتا تھا، ضلع "سرگودھا" کے قریب ایک قصبہ سلانوالی میں مناظرہ منعقد ہوا تھا۔ بیشمار علماء کا اجتماع تھا۔ طرفین کے بڑے بڑے علماء موجود تھے۔ اہل سنت کی طرف سے مولانا حشمت علی مرحوم کو مناظر مقرر کیا گیا تھا اور اہلِ تنقیص کی نمائندگی مولوی منظور احمد نعمانی کر رہے تھے۔ اس دوران میں جب علماء کے درمیان کسی مسئلہ پر بحث ہوتی، شیخ الحدیث باوجود صغر سنی کے سب پر چھائے ہوئے ہوتے۔

---

[1] ماہنامہ السواد الاعظم، مراد آباد، جلد ۳، نمبر ۳، شعبان ۱۳۴۵ھ، ص ۲
فقہی معمے از مولوی سردار احمد صاحب، طالب علم مدرسہ اہل سنت بریلی۔

[2] ماہنامہ نوری کرن، بریلی، مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء، ص ۳۲

ایک مرتبہ کسی مخالف نے آپ کی کسی دلیل کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ یہ قضیہ شخصیہ ہے اور قضیہ شخصیہ استدلال میں معتبر نہیں ہوتا۔ آپ نے برجستہ فرمایا کہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اور اَللّٰہُ وَاحِدٌ بھی قضایا شخصیہ میں سے ہیں، چاہیے کہ پھر یہ بھی معتبر نہ ہوں۔'' [1]

کسی عالم کے علمی کمالات کا پتہ درس و تدریس، وعظ و تبلیغ، تصنیف و تالیف اور مناظرہ وغیرہ کے مقامات پر چلتا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث کو ابھی علوم سے فراغت حاصل کیے ایک سال کا عرصہ گزرا تھا اور آپ ابھی منظر اسلام بریلی میں مدرس دوم تھے، شیخ الحدیث نہیں کہلاتے تھے (ظاہر ہے ابتدائی سالوں میں علم میں وہ پختگی متوقع نہیں ہوتی جو تجربہ کے بعد حاصل ہوتی ہے) تاہم مکتب دیوبند کے مایۂ ناز مناظر مولوی منظور احمد سنبھلی سے بریلی میں ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء کو آپ کا مناظرہ ہوا۔ دیوبندی مناظر نے اپنے علم کا رعب جمانے کے لیے ایک موقعہ پر کہہ دیا کہ ''یہ کار جہالت ہے، کیونکہ تعلیق بالمحال ہے۔'' حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے اس پر جو علمی گرفت فرمائی، وہ پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ آپ نے فرمایا:

''آپ نے اس تحریر میں اپنی منطق دانی کا بھی اظہار کیا ہے۔ آپ نے تعلیق بالمحال کو ناجائز بتایا ہے تو بتائیے:

۱۔ کس کتاب میں لکھا ہے کہ یہ ناجائز ہے؟

۲۔ اس محال سے آپ کی مراد محال بالذات ہے یا محال بالغیر؟

۳۔ محال بالذات ہے تو ثبوت دیجیے اور محال بالغیر ہے تو وہ کیوں ہے۔

۴۔ تعلیق بالمحال کی صورت میں قضیہ شرطیہ کے اطراف قضایا ہوتے ہیں یا نہیں؟

۵۔ آپ نے تعلیق بالمحال کے ناجائز ہونے پر جو دلیل بیان کی ہے، وہ

---

[1] (ا) ہفت روزہ محبوب حق، لائل پور، ۱۳ر دسمبر ۱۹۶۳ء، ص ۲۸، ۳۲

(ب) ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ، رجب ۱۳۶۹ھ/ستمبر ۱۹۶۹ء، ص ۶

اشکالِ اربعہ میں سے کون سی شکل پر ہے۔ اس کا صغرٰی وکبرٰی بیان کیجیے ا۔
ان سوالات کا جواب دیجیے۔ دیکھیے ابھی آپ کی منطق دانی کے دُعا و خاک
میں ملائے دیتا ہوں۔ آپ بھی کیا کہیں گے کہ کسی کرتے سے پالا پڑا تھا۔ نیز آپ
نے بیان کیا ہے کہ "یہ کارِ جہالت ہے، کیونکہ تعلیق بالمحال ہے۔"
تو مولوی صاحب! قرآن پاک میں تعلیق بالمحال موجود ہے۔

پہلی آیتِ کریمہ: لو کان فیہما الھۃ الا اللہ لفسدتا
ترجمہ: اگر آسمان و زمین میں اللہ عزوجل کے سوا اور خدا ہوتے، تو البتہ آسمان و
زمین تباہ ہو جاتے۔

دوسری آیتِ کریمہ: قل ان کان للرحمن ولد فانا اوّل العابدین
ترجمہ: فرما دیجیے کہ اگر رحمٰن کے لیے ولد ہو تو میں سب سے پہلا عبادت کرنے والا ہوں
تیسری آیتِ کریمہ: لئن اشرکت لیحبطن عملک
ترجمہ: اگر آپ شرک کریں گے، تو آپ کے عمل البتہ حبط ہو جائیں گے۔
حدیث شریف میں تعلیق بالمحال ہے:

لو کان بعدی نبی لکان عمر
ترجمہ: اگر میرے بعد نبی ہوتا، تو البتہ عمر ہوتے (مگر میرے بعد نبوت کا سلسلہ منقطع ہے)
کیا آپ کے نزدیک اللہ تبارک و تعالیٰ نے تعلیق بالمحال بیان فرما کر کارِ جہالت
کیا ہے۔ والعیاذ باللہ من ذٰلک۔

کیا آپ کے نزدیک مدنی تاجدار احمد مختار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے تعلیق بالمحال بیان فرما کر کارِ جہالت کیا ہے۔ کذٰلک یطبع اللہ علیٰ
کل قلب متکبر جبار۔ [1]

---

[1] نصرتِ خداداد معروف بہ مناظرہ بریلی کی مفصل روئداد، مرتبہ مولانا محمد حامد شافعی،
مطبوعہ نوری کتب خانہ، لاہور سنہ ۱۹۵۸ء، ص ۴۳، ۴۴

یہ طویل اقتباس منطقی اصطلاحات پر مشتمل ہے۔ مناظرہ چونکہ خالص اعتقادی نوعیت کا تھا۔ اس میں دیوبندی علماء کی بعض عبارات پر اعتقادی حیثیت سے گفتگو متوقع تھی، مگر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے کمالِ علمی کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اس منطقی مسئلہ پر بغیر کسی سابقہ تیاری کے قرآنی آیات و احادیث سے اپنے موقف کے حق میں دلائل دیئے اور مخالف مناظر پر اس طرح علمی و تحقیقی گرفت فرمائی کہ مخالف مناظر کو سوائے خاموشی کے کوئی چارہ کار نہ تھا۔ مناظرہ کے عینی شاہدین کے مطابق مولوی منظور احمد دیوبندی کو اپنے کیے ہوئے سے جان چھڑانا مشکل ہوگیا۔

علمِ کلام کا مشہور مقولہ ہے کہ باری تعالیٰ کی صفات اس کی ذات کے نہ عین ہیں اور نہ غیر۔ ۱۳۷۳ھ / ۱۹۵۳ء کو مولانا محمد صدیق فانی، خانیوال نے شرح عقائدِ نسفی کی تدریس کے دوران یہ اعتراض پیش کیا کہ صفاتِ باری، اگر ذاتِ باری تعالیٰ کے نہ عین ہیں اور نہ غیر —— تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ارتفاع نقیضین ہے، حالانکہ منطقیوں کی اصطلاح کے مطابق ارتفاعِ نقیضین اور اجتماعِ نقیضین دونوں محال ہیں۔ مولانا محمد صدیق فانی فرماتے ہیں:

"محدثِ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا (جو) جواب بیان فرمایا تو وہی منظر اور جواب بندہ کے ذہن میں آج تک گھوم رہا ہے۔ ایسے معلوم ہوتے تھے کہ علامہ بحر العلوم، علامہ میر زاہد، علامہ مولانا عین القضاۃ بیان فرما رہے ہیں[1]

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کی علمی عظمت کا اظہار ہر جگہ ہوتا۔ تقریر ہو یا تدریس، بڑے بڑے علماء جن طویل بحثوں کے بعد جس نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ آپ کے ایک جملہ میں وہ مفہوم ادا ہو جاتا۔

مولانا منظور احمد شیخ الحدیث شمس العلوم جامعہ رضویہ، نواں بنڈاں والہ ضلع بھکر، فرماتے ہیں ایک مرتبہ علمِ کلام میں صفاتِ باری تعالیٰ لاعین و لا غیر کے مسئلہ پر آپ نے فرمایا:

---

[1] ہفت روزہ سوادِ اعظم، لاہور۔ ۲۱ رشعبان المعظم ۱۳۸۲ھ ص ۶

ھی لاعین من حیث المعنی ولاغیر من حیث المصداق۔[1]

یہی مولانا منظور احمد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دوران تدریس تحذیر الناس کی مشہور متنازعہ عبارت (جس میں حضور خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بھی اجرائے نبوت کا دعویٰ کیا گیا ہے) کے بارے میں فرمایا:

"اس عبارت میں بالفرض بمعنی تقدیر عقلی نہیں، بلکہ تجویز کے معنی میں ہے"

آپ نے اپنے استدلال کے ثبوت میں آیاتِ کریمہ:

ان کان للرحمٰن ولد الخ اور لئن اشرکت الخ

پیش کر کے فرمایا کہ دیوبندیوں کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں، جاؤ گوجرانوالہ پورہ (لائل پور) کے مشہور دیوبندی منطقی مولوی عبدالرحمٰن سے پوچھو۔ ہم اس کے پاس گئے اور حضرت کی تقریر دہرا کر اس سے اس کا جواب طلب کیا، وہ کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکا۔[2]

مولانا غلام رسول رضوی، شیخ الحدیث جامعہ رضویہ، فیصل آباد فرماتے ہیں کہ میرے اساتذہ میں سے بعض دیوبندی بھی ہیں۔ دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ کذبِ باری تعالیٰ اگرچہ ممکن بالذات ہے، مگر ممتنع بالغیر ہے۔ قیامِ بریلی کے دوران ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا کہ اپنے دیوبندی استاد مولوی عبدالرحمٰن امرتسری کو یہ سوال لکھ بھیجو اور اس سے مطالبہ کرو کہ اس کا جواب لکھے۔

سوال: ہر ممتنع بالغیر کا سلسلہ ممتنع بالذات پر ختم ہوتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو، یعنی کذب ممکن بالذات ہو اور ممتنع بالغیر ہو تو غیر کیا ہے؟ آخر کہنا پڑے گا کہ وہ کلام ہے۔ پھر اس میں کلام کریں گے۔ بالآخر تسلیم کرنا پڑے گا کہ کذب ممتنع بالذات ہے، ورنہ تحقق ما بالعرض بدون ما بالذات لازم آئے گا۔"

---

[1] قلمی یادداشت مولانا منظور احمد، محررہ ۲۶ ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ

[2] ایضاً

پھر فرمایا کہ یہی سوال علماء دیوبند کے ممتاز مولوی خیر محمد جالندھری کو بھی لکھو۔ میں نے یہ سوال لکھ کر امرتسر اور جالندھر روانہ کیے، مگر آج تک جواب نہ آیا۔ کذب باری تعالیٰ کو ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر ماننے والے قیامت تک جواب نہیں دے سکتے[1]۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے عشق و عرفان کے غلبہ کے باعث فیض رساں طبیعت پائی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اپنے علم وفضل کا مظاہرہ کرنے کے بجائے ہر شعور اور ہر سطح کے آدمی کو بات سمجھانا زیادہ پسند کرتے۔ یہی کوشش فرماتے کہ مسئلہ کو آسان تر انداز میں بیان کیا جائے تاکہ بات ذہن نشین ہو جائے۔ فخر المدرسین مولانا محمد معراج الاسلام بھیرہ، لکھتے ہیں:

آپ سے سوال کیا گیا، کسی چیز کو حلال وحرام، جائز وناجائز یا فرض قرار دینا صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اس کے سوا ان تشریعی امور میں کوئی بندہ دخل نہیں دے سکتا۔ اگر یہ منصب عظیم کسی نبی کے لیے بھی ثابت کیا جائے، تو شرک ہو جائے گا، جیسا کہ دورِ جاہلیت کے لوگوں نے یہی منصب اپنے من گھڑت شریکوں کو دیا تو وہ مشرک ہو گئے؟

فرمایا: جواب کے تین حصے ہیں:

۱۔ کتاب وسنت سے ثابت ہوتا ہے کہ تشریعی امور واحکام کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے۔ کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ کسی کے لیے کوئی چیز حلال یا حرام یا فرض ولازم قرار دے، جیسا کہ ارشاد ہے:

(الف) شرع لکم من الدین ما وصی به نوحًا۔

(اُس نے تمہارے لیے وہی دین مشروع کیا جس کی حضرت نوح کو وصیت کی تھی)

(ب) اِلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ (خبردار، دین خالص اللہ ہی کا ہے)

۲۔ قرآن وحدیث ہی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے نبی کو حلال وحرام، جائز وناجائز یا فرض وواجب کرنے کا اختیار حاصل ہے اور وہ بڑی کثرت کے ساتھ اپنا یہ اختیار استعمال کرتے ہیں مثلاً

---

[1] مولانا غلام رسول مدظلہ نے یہ روایت ۷ ارجمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ کو فقیر قادری عفی عنہ سے بیان فرمائی۔

(الف) ویحل لھم الطیّبات و یحرم علیھم الخبائث۔
(اور وہ ان کے لیے طیبات کو حلال اور گندی اشیاء کو حرام فرماتے ہیں)

(ب) قاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم الاخر ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہٗ۔

(ان لوگوں سے لڑو جو اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر ایمان نہیں لاتے اور جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے حرام کیا ہے، وہ انہیں حرام نہیں سمجھتے)

(ج) ما اتاکم الرّسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا۔
(رسول کریم جو حکم تمہیں دیں، وہ لے لو اور جس سے روکیں، اس سے رُک جاؤ)

(د) وما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم۔

(جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم کوئی حکم فرما دیں، تو مومن مرد و عورت کو اس معاملہ میں کوئی اختیار نہیں رہتا)

(ھ) قربانی کے لیے ضروری ہے کہ بکرے کی عمر ایک سال ہو، مگر حضور علیہ السلام نے ابو بردہ بن نیار کو اجازت دی کہ چھوٹے میمنے کی قربانی کرے۔

(و) نوحہ کرنا ممنوع اور حرام ہے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام عطیہ کو ایک دفعہ نوحہ کرنے کی خصوصی اجازت دے دی۔

(ز) کسی نے پوچھا، ہر سال حج فرض ہے؟ آپ نے فرمایا، اگر ہم ہاں کہہ دیتے تو ہر سال حج فرض ہو جاتا۔

(ح) اگر امت کی پریشانی کا خیال نہ ہوتا تو ہم لازم کر دیتے کہ عشاء کی نماز آدھی رات کو پڑھا کریں

(ط) اسی طرح ہر نماز کے وقت مسواک کرنا بھی لازم کر دیں، مگر اس کی مشکل کے خیال سے یہ حکم نہیں دیتے۔

اس طرح اور بھی بے شمار مثالیں ہیں۔

تشریعی احکام کے یہ دونوں پہلو ہمارے سامنے ہیں اور دونوں برحق ہیں۔

پہلے نمبر میں مذکورہ آیات سے پتہ چلتا ہے کہ تشریعی امور کا اختیار صرف اللہ کے پاس ہے

دوسرے نمبر کی آیات واحادیث سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کے پاس بھی ہے۔ دونوں پر ایمان لانا واجب ہے۔ تطبیق یوں ہوگی کہ اللہ کو کسی نے یہ اختیار نہیں دیا۔ یہ اس کا ذاتی اختیار ہے، مگر اپنے نبی کو خود اُس نے یہ اختیار دیا ہے، وہ اس کے عطا کردہ اختیار سے کسی کو حرام، کسی کو حلال، کسی کو لازم، کسی کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔ اس واسطے نبی کے لیے اختیار ثابت کرنا اور ماننا شرک نہیں، بلکہ اس اختیار کا انکار کرنا قرآن و سنت کا انکار ہے۔

۳۔ اس کے برعکس کافروں، کاہنوں اور بتوں کے لیے یہ اختیار ثابت کرنا شرک ہے۔ اس لیے کہ خدا نے انہیں یہ اختیار دیا ہی نہیں، وہ تو مبغوض اور ناپسندیدہ ہستیاں ہیں، انہیں اختیار ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ام لهم شركاء شرعوا لهم من الدين مالم يأذن به الله (الآیہ)

کیا ان کے لیے شریک ہیں، جنہوں نے ان کے لیے دین مشروع کیا ہے، جس کا اذن اللہ پاک نے ان کو نہیں دیا۔

اس لیے ان بتوں کے لیے اختیار ثابت کرنے کے شرک ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اللہ کے نبی کے لیے اختیار ثابت کرنا بھی شرک ہو۔" [1]

اس ایک سوال اور اس کے محققانہ جواب سے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے علمی پایہ کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ آپ جب بھی کسی سوال کا جواب عطا فرماتے، تو اپنے موقف کو آیات و احادیث اور اقوال علماء سے ثابت کرتے۔ آپ کے فتاوٰی کے مطالعہ سے یہ حقیقت اور بھی نکھر کر سامنے آتی ہے

---

[1] ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، مارچ ۱۹۸۱ء، ص ۲۳، ۲۴

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ تمام اصنافِ علوم میں یکساں مہارت رکھتے تھے۔ تفسیر، فقہ، وراثت، ادب، اصول، کلام، منطق اور فلسفہ ــــــ غرضیکہ ہر علم میں آپ کی مہارت کے جوہر تدریس و تقریر کے دوران کھلتے، مگر علوم حدیثیہ سے آپ کا شغف اتنا گہرا تھا کہ یہ حیثیت غالب اور نمایاں تھی۔ یہاں تک کہ اگر صرف "شیخ الحدیث" یا "محدثِ اعظم" کہا جاتا تو آپ ہی کی ذات سمجھی جاتی۔ گویا یہ وصف آپ کے بمنزلہ "علم" کے تھا۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے درسِ حدیث کے انداز اور امتیاز کو مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور کے الفاظ میں پڑھیے:

درسِ حدیث کے دوران جب مضمونِ حدیث سے کسی مسئلہ کا استنباط و استخراج فرماتے، تو طالب علم، جو کہ فاضل ہوتے تھے، اس استخراج سے محظوظ ہوتے اور اس کو علمی نکتہ قرار دیتے۔ اس استنباط و استخراج میں طرزِ استدلال ایسا انوکھا ہوتا کہ حاضرین علماء کرام اس مستخرجہ مسئلہ کو حدیث کی زیرِ عبارت قرار دیتے، مگر جب مجلس ختم ہونے کے بعد اس حدیث میں اس نکتہ کی تلاش کرتے تو عبارت سے حاصل نہ ہو سکتا جب تک کہ اس کو وقتِ بیان نوٹ نہ کر لیا جاتا، اس لیے آپ فوری نوٹ کرنے کی ہدایت فرماتے۔"[1]

دارالافتاء بریلی کے مفتی مولانا محمد شریف الحق امجدی آپ کے علمی مقام کا اعتراف یوں کرتے ہیں:

"عام حدیث پڑھانے والے اپنا سارا زور بخاری و ترمذی میں دکھاتے ہیں، وہ بھی چند موضوع پر، مگر آپ کا دستور یہ تھا کہ صحاح ستہ میں جو حدیث پہلے آجاتی، اُس پر بہرِ حاصل تقریر فرماتے۔ بامحاورہ ترجمہ، لغات کی تشریح، مطلب، باب کے ساتھ مطابقت، حدیث کی کیفیت صحیح ہے کہ حسن ہے کہ ضعیف، مستخرجہ مسائل کی تشریح، اپنے مذہب کے مطابق ہے تو اس کی تائید مزید، ورنہ پھر اپنے مسلک کا اثبات و خلاف کے دلائل کے

[1] تحریری یادداشت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

جوابات، راویوں کی ضروری تعدیل و تجریح، نکات و دقائق، تعارض کی صورت میں تطبیق اور دل نشیں تاویل، طلبہ کے مختلف سوالات کے جوابات، خصوصیت کے ساتھ آپ کے ذہنِ رسا کی نکتہ آفرینی کا جوہر اس وقت کھلتا، جبکہ مسائلِ اختلافیہ میں مذہبِ اہلِ سنّت و جماعت و حنفی مسلک کی تائیدی تقریر فرماتے ــــ بخاری و مسلم میں کتنے ایسے مقامات ہیں، جہاں متصلب حنفی کے لیے سخت نزاکت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ میں نے بعض کم ظرف قلیل البضاعت کو سنا کہ ان مواقع پر ان ائمہ کرام کو بڑے ناروا الفاظ سے یاد کرتے ہیں، لیکن حضرت ان مرحلوں سے ایسے دامن بچالیتے کہ مذہبِ حنفیہ کی رجحیت کالشمس والامس ثابت ہوجاتی اور ان حضرات کے دامنِ عزت پر گرد تک نہیں پڑتی۔" [1]

درسِ حدیث کی اسی خوبی نے آپ کو دیگر علماء سے ممتاز اور ان میں مقبول بنا دیا۔ ایک موقعہ پر حکیم الامت مولانا مفتی احمد یار خان علیہ الرحمہ (م ۳ رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ / ۲۴ اکتوبر ۱۹۷۱ء) ملاقات کے لیے فیصل آباد تشریف فرما ہوتے۔ اس وقت حدیث کا سبق جاری تھا۔ سبق ختم ہونے تک مفتی صاحب بیٹھے حدیث سنتے رہے۔ سبق سے فراغت کے بعد حسبِ عادت حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے مفتی صاحب سے ملاقات کی اور چائے وغیرہ سے بطورِ ناشتہ خدمت کی۔ دورانِ ناشتہ مفتی صاحب نے آپ کے درسِ حدیث سے متاثر ہو کر کہا،

"میری خواہش ہے کہ میں بھی آپ کے حلقۂ درس میں طلباء کی صف میں شامل ہو جاؤں" [2]

حالانکہ خود مفتی صاحب علیہ الرحمہ مفسّر، محدّث، فقیہ، مصنّف، مدرس وغیرہ حیثیتوں میں ممتاز مقام سے سرفراز تھے۔

---

[1] ماہنامہ نوری کرن، بریلی، مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء ص ۳۸

[2] قلمی یادداشت مولانا محمد اقتدار احمد خاں گجراتی، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ درس وتدریس، وعظ وتبلیغ، دعوت وارشاد میں کثیر مصروفیات کے باوجود تقریباً ستر کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان تصانیف کا تفصیلی تذکرہ اس کتاب میں موجود ہے۔ صحاح ستہ پر گراں قدر حواشی، افادات اور محققانہ تصانیف میں بے شمار مضبوط تحقیقی دلائل آپ کے بلند پایہ علمی مقام کے شاہد عادل ہیں۔

شیخ الحدیث قدس سرہٗ علوم دینیہ میں مہارتِ تامہ کے اس مقام پر فائز تھے کہ برصغیر کے اکابر علماء آپ کی اس حیثیت کے معترف تھے۔ انہیں آپ کی اعلیٰ علمی حیثیت پر کامل اعتماد اور ناز تھا۔

۱۳۶۶ھ/۱۹۴۷ء میں کانگریس نے مسلمانوں کے خالص دینی وعلمی معمولات میں بھی دخل اندازی شروع کردی اور شوشہ چھوڑا کہ مروجہ درسِ نظامی میں ہم ترمیم کریں گے۔ حساس علماء ومدرسین نے اسے دینی امور میں رخنہ اندازی کے مترادف سمجھا اور مروجہ درسِ نظامی کی حفاظت کا از سرِ نو عزم کیا نیز واضح کیا کہ مروجہ درسِ نظامی میں اگر ترمیم کی ضرورت پیش آئی، تو ہمارے معتمد علماء ہی اس فریضہ کو سر انجام دیں گے۔

دین پور ضلع مراد آباد میں ہونے والے اجلاس منعقدہ مئی ۱۹۴۷ء میں اس امر کا اعادہ کیا گیا اور جن علماء کرام پر اعتماد کا اظہار کیا کہ وہ درسِ نظامی میں ترمیم کا حق رکھتے ہیں، ان میں حضرت شیخ الحدیث صدر المدرسین مدرسہ مظہر اسلام بریلی کا اسمِ گرامی نمایاں حیثیت سے شامل ہے (قرارداد کا عکس شاملِ کتاب ہے)[1]

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ہفت روزہ الفقیہ امرتسر، ۲۷، ۲۸ مئی ۱۹۴۷ء، ص ۹، ۱۰

مرجعِ علماء اعلام

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے حدیث شریف کی تدریس اور خدمت اس انداز سے فرمائی کہ خود بارگاہِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قبولیت کی سند عطا ہوئی۔ اس قبولیت کا اثر تھا کہ آپ کی ذات اکابر علماء معاصرین کا مرجع وماوٰی بن گئی۔ علماء کرام اپنی علمی مشکلات آپ سے حل کرواتے۔ مشکل مسائل میں آپ سے رجوع فرماتے اور جلیل القدر علماء اپنے فتاوٰی کی تصدیق وتصویب آپ سے کرواتے۔

مولانا معین الدین شافعی مہتمم جامعہ قادریہ رضویہ، فیصل آباد اپنے استادِ محترم مولانا حامد بخاری علیہ الرحمہ کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں:

"مولانا حامد بخاری، بخارا شہر میں فاضل اور مدرس تھے۔ ان کو مشکوٰۃ شریف پڑھانے میں ایک مقام پر کچھ دقت محسوس ہوئی۔ ان کو خواب میں جنابِ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت حاصل ہوئی۔ آپ کی مجلس میں اور بھی بہت سے لوگ تشریف فرما تھے۔ مولانا سردار احمد صاحب بھی اس مجلس میں شامل تھے۔ مولانا حامد بخاری نے حدیث کی وہ مشکل آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مولانا سردار احمد صاحب کی طرف اشارہ کیا۔ چنانچہ انہوں نے حدیث پاک کی وہ علمی مشکل حل فرمائی اور مجھے اطمینان نصیب ہوا۔ جب صبح

ہوئی تو مولانا حامد بخاری نے بخارا سے بریلی کا قصد کیا اور آپ کی خدمت میں آکر فیض حاصل کیا۔" [1]

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی شہرت اور قبولیت صرف برِ صغیر تک ہی محدود نہ تھی، بلکہ عالمِ اسلام کے علماء آپ کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ غائبانہ طور پر آپ کی خدمات اور عظمت کے معترف تھے اور آپ کے وجود کو عالمِ اسلام کے لیے ایک نعمتِ عظمیٰ تصور فرماتے تھے، چنانچہ ۱۹۵۶ء میں حج کے موقع پر آپ سے عالمِ اسلام سے آئے ہوئے علماء نے استفادہ کیا۔ مولانا معین الدین شافعی اس سفرِ حج میں آپ کے ہمراہ تھے۔ حرمین طیبین میں پیش آنے والے واقعات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"حرمین شریفین میں آپ سے شام، مصر، حجاز وغیرہ سے آئے ہوئے علماء نے سندِ حدیث لی، طریقت کے سلاسل میں بیعت ہوئے اور اجازت حاصل کی۔" [1]

ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین فاضل بہار (م ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) تلمیذ و خلیفہ امام احمد رضا قدس سرہم نے جامعہ لطیفیہ کٹھیار (بہار) کے زمانۂ تدریس میں حضرتِ شیخ الحدیث علیہ الرحمہ سے فتویٰ کے لیے آپ کی طرف رجوع فرمایا۔ [2]

---

[1] قلمی یادداشت، مولانا معین الدین شافعی، مہتمم جامعہ قادریہ رضویہ، فیصل آباد

نوٹ: مولانا حامد بخاری نے ۱۳۵۹ھ/۱۹۴۰ء میں دار العلوم منظرِ اسلام بریلی میں دورۂ حدیث پڑھا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: رجسٹر اسماء فارغ التحصیل علماء منظرِ اسلام بریلی۔ فقیر قادری عفی عنہٗ

[2] قلمی یادداشت مولانا معین الدین شافعی، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

[3] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو (ا) رجسٹر نقول فتاویٰ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ

(ب) کتاب ہذا کا باب "ممتاز مفتی"

https://ataunnabi.blogspot.in

برِصغیر میں جب کسی فقہی یا علمی مسئلہ کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہوتا، تو اس بارے میں حتمی اور متفقہ رائے معلوم کرنے کے لیے آپ کی طرف رجوع لازمی سمجھا جاتا۔ آپ کے بغیر کوئی رائے حتمی نہ سمجھی جاتی۔ بارہا اس کا مشاہدہ کیا گیا۔ اس سلسلہ میں صرف ایک مثال پیشِ خدمت ہے۔

۱۳۷۵ھ/۱۹۵۵ء میں علماء اہلِ سنت کے درمیان بعض مسائل پر خالص علمی و تحقیقی اختلاف واقع ہوا۔ مقتدر علماء کرام نے کوشش کر کے لاہور میں خالص علمی مذاکرہ کا اہتمام کیا۔ اس اجتماع میں حضرات علماء کرام کثیر تعداد میں شریک ہوئے تاہم آپ کی شرکت کتنی ضروری سمجھی گئی ——— ؟ اس کا اندازہ ایک مکتوب سے لگائیے۔

مولانا محمد عمر نعیمی (م ۲ ذی قعدہ ۱۳۸۵ھ / ۲۳ فروری ۱۹۶۶ء) نے مجلسِ مذاکرہ میں شرکت کے لیے آپ کے نام ایک پیغام لکھا:

"واجب الاحترام حضرت صاحب الفضیلۃ مولانا الحاج سردار احمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مزاجِ مبارک بخیر!

یہ خالص سُنّیوں کا اجتماع کیا گیا ہے۔ اس میں آپ کی شرکت اہم ضروری ہے۔ اگر آپ کی عدمِ شرکت کی وجہ سے کوئی کوتاہی رہ گئی، تو افسوس ہوگا۔ آپ تشریف لا کر اپنی رائے اور دینی و مذہبی ہدایات سے اہلِ سنت کی سربراہی کریں۔ انتظار شدید کے بعد مولوی حکیم محبوب رضا خاں صاحب اور مولوی اعجاز ولی خاں صاحب کو آپ کے لینے کے لیے بھیجا جا رہا ہے۔ والسلام!

محمد عمر"

اس مکتوب پر مفتیٔ اعظم پاکستان مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری (م ۲۰ر شوال ۱۳۹۸ھ / ۲۴ر دسمبر ۱۹۷۸ء) ناظمِ اعلیٰ و شیخ الحدیث مرکزی دار العلوم حزب الاحناف لاہور نے تائیدی انداز میں یوں لکھا،

"محترمی زید مجدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کی تشریف آوری اس وقت ضروری ہے۔ تمام خامیاں جو متصور (ہیں) دُور ہونے کی اُمید ہے۔ پھر ایسا زریں موقعہ نہ ملے گا، لہٰذا آج شام تک ضرور تشریف لے آئیں۔ شدید انتظار ہے۔ والسلام!

فقیر قادری ابوالبرکات سید احمد غفرلہٗ، ناظم حزب الاحناف لاہور" [1]

---

[1] مکتوب بنام حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ، محررہ ۱۰ر دسمبر ۱۹۵۵ء

نوٹ: مکتوب کا عکس کتاب ہذا کے مکاتیب کے باب میں ملاحظہ فرمائیں۔

اعترافِ مُقتدر عُلما اعلام

"معاصرت" اکثر وبیشتر وجہ منافرت ومخاصمت بن جاتی ہے۔ باکمال حضرات کے کمالات علمی وروحانی معاصرت کی بھینٹ چڑھ کر منصّۂ شہود پر نہیں آتے۔ اس مسلّمہ امر کے باوجود حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی شخصیت اتنی جامع الصّفات، باکمال اور باوقار تھی کہ عوام النّاس سے بڑھ کر جلیل القدر علماء کرام اور مشائخ عظام بھی آپ سے تعلق اور واسطہ رکھنے میں فخر محسوس فرماتے اور آپ کے وجودِ مسعود کو نہ صرف اپنے لیے، بلکہ اسلام، عالمِ اسلام اور معالمِ علم کے باعثِ غنیمت شمار فرماتے۔ جلیل القدر علماء و مشائخ کی یہ شہادت تاریخ کے طالبِ علم پر واضح کرتی ہے کہ برّصغیر میں کوئی ایسا صاحبِ علم وفضل نظر نہیں آتا، جس نے آپ کے کمالات کا اعتراف نہ کیا ہو۔

اختصار کے پیشِ نظر، اس موقعہ پر چند جلیل القدر علماء و مشائخ کے کلمات کے صرف وہ حصّے پیشِ خدمت ہیں، جن میں آپ کی خدمتِ دینی، رسوخ فی العلم اور شانِ تدریسِ حدیث کا بیان ہے۔ دیگر صفات وکمالات کا بیان کسی اور موقع پر ہوگا۔ آپ کے اساتذہ کرام، ہم درس اور ہم عصر علماء و مشائخ کے یہ کلمات پڑھ کر واضح ہوتا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ باصطلاحِ محدثین کرام اپنے دور کے "محدثِ اعظم" ہیں۔

۱۔ مفتیٔ اعظم مولانا محمد مصطفےٰ رضا خاں (م ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء) خلفِ اصغر وخلیفہ امام احمد رضا، آپ کے اساتذہ عظام میں شامل ہیں۔ انہوں نے آپ کے وصال (۱۹۶۲ء) کے موقعہ پر جن خیالات واحساسات کا اظہار فرمایا، اس کا ایک حصّہ ملاحظہ ہو:

"۔۔۔۔۔۔۔ حاوی فروع واصول، محقق معقول ومنقول، عزیز اولیاء، حقائق آگاہ ومعارفِ دستگاہ، علامۂ زمانہ، سعادت مآب مولوی محمد سردار احمد صاحب ذکی ومحدث باکمال۔" [۱]

---

[۱] ماہنامہ نوری کرن، بریلی، مارچ واپریل ۱۹۶۳ء، ص ۷

نظم کی صورت میں احساسات مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ سے

وہ محدّث، وہ محقق، وہ فقیہہ
عالمِ علم ہُدیٰ جاتا رہا
اس زمانہ کا محدّث بے مثال
جس کا ثانی ہی نہ تھا، جاتا رہا
مَسند آرائے سریرِ عِلم تھا
صدرِ دینِ مصطفےٰ جاتا رہا [1]

۲- مولانا مفتی تقدّس علی بریلوی سابق ناظم تعلیمات دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی و حال شیخ الجامعہ مدرسہ قادریہ راشدیہ پیر گوٹھ (سندھ) نے ایک بیان میں فرمایا:

"ان میں حدیث پڑھانے کا وہ جذبہ و کمال تھا کہ اس دور میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں "محدّثِ اعظم" کہا جاتا ہے۔" [2]

۳- حافظ الحدیث مولانا عبدالعزیز شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ (انڈیا) آپ کے ہم درس ہیں۔ ان کے احساسات ملاحظہ ہوں:

"حضرت موصوف علم و فضل کے آفتاب تھے، زہد و تقویٰ کے ماہتاب تھے، امانت و دیانت کے خورشیدِ درخشاں تھے، ہر کمال کے جامع تھے،

---

[1] ماہنامہ نوری کرن، بریلی: مارچ و اپریل ۱۹۶۳ء ص ۸

[2] قلمی یادداشت مولانا تقدس علی، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

نوٹ: "محدثِ اعظم" کی ترکیب سے یہ وہم پیدا کرنا کہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ سے پہلے کوئی محدثِ اعظم نہ ہوا یا آپ کے بعد کوئی محدثِ اعظم نہ ہوگا، جہالت ہے۔ کمال علمی تحقیقی انداز سے اس کا جواب مولانا محمد شریف الحق امجدی مفتی دارالافتاء بریلی نے لکھا ہے۔

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، ماہنامہ پاسبان، الہ آباد۔ ج ۳۱ ، شمارہ نمبرا

عالمِ دین تھے، علامہ زماں تھے، استاذِ محترم حضرت صدر الشریعہ قبلہ علیہ الرحمہ کے صحیح جانشین تھے۔ جامع معقول و منقول تھے۔ ہر علم میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ بالخصوص فن حدیث میں آپ کو یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ بلا مبالغہ آپ بخاری زماں تھے۔ آپ کے درسِ وسیع میں درسِ حدیث کو امتیازِ خصوصی حاصل تھا۔ عالمِ حدیث تھے، اس کے ساتھ عاملِ حدیث تھے۔" ؎۱

۴۔ نبیرۂ امام احمد رضا، مفسرِ اعظم مولانا محمد ابراہیم رضا جیلانی میاں (م ۱۱ صفر المظفر ۱۳۸۵ھ / ۱۱ جون ۱۹۶۵ء) سجادہ نشین آستانہ رضویہ، مہتمم دار العلوم منظرِ اسلام بریلی ۱۳۷۹ھ / ۱۹۶۰ء میں دار العلوم مظہرِ اسلام جامعہ رضویہ فیصل آباد کے سالانہ جلسہ دستارِ فضیلت کے موقع پر تشریف لائے۔ آپ نے عظیم الشان جلسوں کی صدارت فرمائی اور جامعہ رضویہ کا معائنہ فرمایا۔ اس موقع پر آپ نے جن تاثرات کا اظہار فرمایا۔ اُس کا ایک حصّہ ملاحظہ ہو:

"فقیر بے بضاعت نے اس سال ۱۳۷۹ھ میں جامعہ رضویہ لائل پور کے جلسہ دستارِ فضیلت میں شرکت کی۔ سبحان اللہ، ماشاء اللہ۔ ولا حول ولا قوۃ الّا باللہ۔ بریلی کے ایک لعل بے بہا کو لائل پور میں درخشاں دیکھا جس کی آب و تاب سے پنجاب کو چمکتا ہوا پایا اور جس شمعِ ہدایت کے گرد اگرد ہزاروں پروانوں کو تصدق ہوتے ہوئے دیکھا۔ وہ عظیم الشان مجمع اہلِ حق کا اہلِ سنّت کا دیکھا، جس کی مثال اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس شریف میں دیکھتا ہوں اور حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک میں نظر آتی ہے، ویسا ہی یا اس سے بدرجہا زائد۔

علماء، فضلاء، مشائخ، عوام و خواص، محبانِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اور فدائیان غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس نائب اعلیٰ حضرت خلیفہ حضرت حجۃ الاسلام، شمعِ ہدایت، فخرِ اہلِ بریلی، محدثِ بے مثال، فقیہہ باکمال کے گرد اگرد مجتمع ہیں۔ . . . .“[1]

۵۔ غزالیِ دوراں مولانا سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ (م شیخ الحدیث انوار العلوم ملتان ۱۷ دسمبر ۱۹۷۸ء کو اپنے ایک بیان میں فرماتے ہیں:

”آپ کو ”محدثِ اعظم پاکستان“ اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ نے علمِ حدیث کی اشاعت میں بڑا کام کیا ہے۔ جس طرح حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے شاگردوں نے فقہ اور حدیث کی کتابیں لکھی ہیں، مگر خود امام اعظم (علیہ الرحمہ) نے کتابیں نہیں لکھیں، اسی طرح حضرت مولانا سردار احمد صاحب کے شاگردوں نے بھی قابلِ قدر کام کیا ہے۔ علمِ حدیث میں آپ کو منفرد مقام حاصل تھا۔“[2]

۶۔ نبیرہ سیدنا غوثِ اعظم، حضرت سید طاہر علاء الدین قادری گیلانی مقیم کوئٹہ ایک موقع پر فیصل آباد تشریف لائے۔ آپ کے شاندار استقبال کی تیاری ہوئی۔ آپ کی گزرگاہ میں کپڑے کے تھان بچھائے گئے۔ بے پناہ ہجوم میں آپ چلنے میں دقت محسوس فرما رہے تھے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے انہیں سہارا دیا۔ نبیرہ غوث الاعظم نے فرمایا:

”اَنت عالم کبیر و شیخ عظیم و محدث عظیم“[3]

---

[1] قلمی تاثرات محررہ ۲۲ شعبان ۱۳۷۹ھ حضرتِ مولانا محمد ابراہیم رضا، مخزونہ کتب خانہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ

[2] قلمی یادداشت مولانا علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

نوٹ: بہت کم لوگوں کی طرح شاید حضرتِ مولانا موصوف کے علم میں یہ بات نہ آئی ہو کہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے امہات کتبِ احادیث پر قابلِ قدر تعلیقات لکھی ہیں، اس لیے انہوں نے آپ کی علمِ حدیث پر تصانیف کا تذکرہ نہیں فرمایا۔ فقیر قادری عفی عنہ

[3] قلمی یادداشت مولانا شمس الزماں قادری، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

۶ - فخرالاساتذہ مولانا حافظ عطا محمد چشتی بندیالوی مدظلہ شیخ الجامعہ دارالعلوم امدادیہ مظہریہ بندیال، ضلع سرگودھا نے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے وصال کے موقعہ پر انہیں خراجِ عقیدت پیش کرنے اور اپنے احساسات بیان کرنے کے لیے "علم وعمل کا بہترین امتزاج" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا۔ اس کی چند سطور ملاحظہ ہوں :

"وہ عشقِ نبی میں ڈوب کر حدیث پڑھاتے تھے۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ حال و قال کے بہترین جامع تھے۔ پڑھنے والے ان کی زبان سے علمی موشگافیاں سنتے اور ان کے دماغوں میں حقائق و معارف موج در موج اُتر آتے۔ پھر نگاہیں کام کرتیں اور سامعین کے سینوں میں عشقِ رسول کی بجلیاں بھر جاتیں۔ جب وہ تحقیق و تدقیق کے مقام پر آتے، تو اس اعتماد کے ساتھ حدیث بیان کرتے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن کر حدیث بیان کر رہے ہیں۔" [1]

خط کشیدہ الفاظ دوبارہ پڑھیے۔ بارگاہِ مصطفےٰ کا کرم اور حضرت شیخ الحدیث کا جذبۂ عقیدت اور حدیث میں شغف اس کمال درجہ کو پہنچا جو عام محدثین سے بڑھ کر ادیا کاملین کا حصہ ہے وللہ الحمد اوّلاً و آخراً۔ جس طرح قالِ مصطفےٰ آپ کے سامنے ہوتا۔ حالِ مصطفےٰ بھی آپ پر منکشف ہوتا۔

۷ - شیخ القرآن مولانا علامہ ابوالحقائق محمد عبدالغفور ہزاروی (م ۸ شعبان ۱۳۹۰ھ / ۹ اکتوبر ۱۹۷۰ء) نے آپ کے وصال باکمال پر جن خیالات کا اظہار فرمایا، اس کا ایک حصہ ملاحظہ فرمائیے :

"اہلِ سنت میں علماء اور محدث، عالم فاضل اور بھی ہیں، مگر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی شان نرالی تھی اور یہ شان آپ نے جلوسِ جنازہ

---

[1] ہفت روزہ "محبوبِ حق" لائل پور۔ مجریہ ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء ، ص ۲۸

اور نمازِ جنازہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھی . . . ." [1]

جناب سید امیر علی سابق صدر جمعیت علماء پاکستان فیصل آباد بیان کرتے ہیں کہ فیصل آباد میں علماء کرام کا ایک عظیم الشان اجتماع تھا۔ اس میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے لیے "محدثِ اعظم" کا لقب حضرت مولانا عبدالغفور ہزاروی کی تجویز سے پیش ہوا۔ تمام علماء نے متفقہ طور پر آپ کے لیے محدثِ اعظم کے لقب کو قبول فرمایا۔ [2]

۸۔ عمدۃ العلماء مولانا غلام علی اوکاڑوی شیخ الحدیث والتفسیر اشرف المدارس اوکاڑہ نے حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری، علامہ اقبال احمد فاروقی، حاجی باغ علی اور دیگر علماء کی موجودگی میں ۲۴ فروری ۱۹۷۹ء کو ایک بیان میں فرمایا:

"مولانا سردار احمد صاحب "محدثِ اعظم" تھے۔" [3]

۹۔ استاد العلماء مولانا محمد حسین نعیمی مہتمم جامعہ نعیمیہ لاہور نے ۲ جولائی ۱۹۷۹ء کو ایک بیان میں فرمایا:

"آپ عشقِ رسول میں بے مثال درد رکھتے تھے۔ مسلکِ سنیت کے پُرجوش ترجمان تھے۔ آپ کو علمِ حدیث پر اس قدر عبور حاصل تھا کہ شاید و باید۔ آپ نے اس مسلک کی ترویج و اشاعت میں بہت کام کیا۔ آپ حدیث کے طلباء سے بہت شفقت اور پیار کرتے تھے اور ان کی خفیہ امداد کرتے تھے۔" [4]

۱۰۔ عزیز العلماء مولانا مفتی عزیز احمد قادری بدایونی مقیم و خطیب گڑھی شاہو، لاہور، جامعہ رضویہ فیصل آباد میں درجہ حدیث کے طلباء کے ممتحن تھے ——— ایک ملاقات میں

---

[1] روزنامہ "سعادت" فیصل آباد بحوالہ ماہنامہ "نوری کرن" بریلی۔ مارچ و اپریل ۱۹۶۳ء، ص ۱۰۲

[2] قلمی یادداشت سید امیر علی، فیصل آباد، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

[3] قلمی یادداشت مولانا غلام علی اوکاڑوی، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

[4] قلمی یادداشت مولانا مفتی محمد حسین نعیمی، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری کی موجودگی میں ۱۲؍ صفر ۱۴۰۴ھ کو فرمایا:

"حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد صاحب کو درسِ حدیث پر اس قدر عبور حاصل تھا کہ آپ کے تعلیم یافتہ طلباء درجہ حدیث بوقتِ امتحان میرے مشکل ترین سوالات کے جوابات بھی انتہائی معقولیت اور جامعیت سے دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو "شیخ الحدیث" اور "محدثِ اعظم" کہا جاتا ہے۔" [1]

۱۱۔ مفتیِ اعظم پاکستان مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری شیخ الحدیث و ناظم مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور (م ۲۰؍ شوال ۱۳۹۸ھ) نے یکم جون ۱۹۷۸ء کو باوجود علالتِ طبع کے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی سوانح کے متعلق متعدد امور بتائے۔ نیز آپ نے فرمایا:

"مولانا سردار احمد صاحب (علیہ الرحمہ) کو حدیث پر مکمل عبور حاصل تھا۔ آپ اس دور کے اہم محدثین میں شمار ہوتے ہیں۔" [2]

۱۲۔ ممتاز عالمِ دین پیر سید امیر شاہ یکہ توت (صوبہ سرحد) نے اپنے ایک بیان میں ۷؍ مارچ ۱۹۷۹ء کو فرمایا:

"مولانا سردار احمد صاحب حدیث کی کتابوں کے حافظ تھے بلکہ حدیث کی شروح پر بھی آپ کو عبور حاصل تھا۔ آپ نے درس کے ذریعہ حدیث کی ایسی خدمت کی کہ اس دور میں اس کی مثال نہیں ملتی۔" [3]

۱۳۔ فخر العلماء مولانا فیض احمد چشتی گولڑوی شیخ الجامعہ مدرسہ گولڑہ ضلع راولپنڈی نے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے وصال پر ایک عربی قصیدہ لکھا۔ اس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

---

[1] قلمی یادداشت مولانا مفتی عزیز احمد قادری بدایونی لاہور

[2] قلمی یادداشت مولانا سید احمد قادری۔ نیز قلمی یادداشت مولانا سید محمود احمد رضوی، لاہور

[3] قلمی [illegible]

۱۔ قَدْ وَدَّ عَنَّا شَمْسُ الْعُلَمَاءِ
بَدْرُ الْفُضَلَاءِ زَيْنُ الْخُطَبَاءِ

۲۔ اَلْجَامِعُ بَيْنَ شَرِيْعَتِنَا
وَطَرِيْقَتِنَا وَحَقِيْقَتِنَا

۳۔ قَدْ كَانَ بِمَشْرَبِهٖ بَحْرًا
فِيْ مَسْلَكِهٖ جَبَلًا صَلْبًا

۴۔ فِيْ مَعْقُوْلٍ شَيْخًا فَخْمًا
فِيْ مَنْقُوْلٍ مَطَرًا هَطِلًا ^له^

——(ترجمہ) اہلِ علم کے آفتاب اور اہلِ فضل کے ماہتاب، خطباء زمانہ کے لیے زیب و زینت، ہمیں چھوڑ کر دارِ بقاء کو تشریف لے گئے۔

—— وہ ہماری شریعت، طریقت اور حقیقت کے جامع تھے۔

—— وہ اپنے پاک مشرب میں معلومات کا دریا اور اپنے مسلک میں مضبوط پہاڑ تھے۔

—— علومِ عقلیہ میں عظیم المرتبت استاذ تھے اور علومِ نقلیہ میں موسلا دھار بارش

له —— زبدۃ الاصفیاء حضرت مولانا سید علی اصغر مدظلہ زیب آستانہ علی پور شریف نے ۲۲ ربیع الآخر ۱۴۰۴ھ / ۲۸ جنوری ۱۹۸۴ء کو ایک علمی مذاکرہ میں فرمایا،

"حضرت مولانا شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے حدیث اور سُنیّت کی جتنی خدمات سرانجام دی ہیں، اس دور میں اتنی کوئی اور نہ کرسکا۔ مولانا . . . .

میرے استاذ ہیں اور حضرت مولانا . . . . . . سے میں نے حدیث پڑھی ہے، مگر حضرت مولانا سردار احمد صاحب کی بات ہی کچھ اور ہے۔ انتہائی کٹھن اور مشکل مراحل میں ———— مخالفت کے باوجود، لائل پور کی سنگلاخ مذہبی

فضا میں سُنّیت کے وہ چراغ روشن کیے کہ جن کی ضیا ہمیشہ بڑھ رہی ہے۔"[1]

۱۵۔ استاذ الشعراء مولانا ضیاء القادری نے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے وصال پر مختلف مادہ ہائے تاریخ کہے، ان میں سے دو یہ ہیں ؎

اے ضیا گفت سال رحلت او حامیٔ دیں، محققِ اعظم (۱۳۸۲ھ)

از بہرِ انتقالِ شہِ باصفا ضیاؔ

شیخ الحدیث نازشِ عالم بگفت سال[2]

۱۶۔ ادیب شہیر جناب فدا حسین فداؔ، مدیر ماہنامہ مہر و ماہ نے تاریخِ وصال یوں کہی،

صدمۂ مرگ محدثِ اعظم (۱۹۶۲ء)[3]

برِّصغیر کے موجود محدثین کی اکثریت آپ کے تلامذہ ہیں

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے تلامذہ، مستفیدین منظرِ اسلام بریلی و فیصل آباد میں سے عالم، مدرس، مقرر، مفسر، مفتی، قاضی، مصنف اور خطیب حضرات کا شمار نہیں ہو سکتا۔ یہ امر اگرچہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے تذکرہ میں توجہ کا باعث ہے، مگر سب سے اہم امر جس سے مؤرخ متاثر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ کے تلامذہ میں آپ کے منصبِ تدریسِ حدیث کے جانشین حضرات کی تعداد بہت زیادہ ہے، بلکہ اگر برِّصغیر کے موجود محدثین حضرات کے اسماء گرامی جمع کیے جائیں، تو ان کی اکثریت حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے بلاواسطہ یا بالواسطہ تلامذہ ہیں۔ یہ امر بھی اس بات کا غماز ہے کہ اس دور میں آپ واقعی شیخ الحدیث اور محدثِ اعظم ہیں۔

---

[1] نوٹ: حضرت مولانا سید علی اصغر نقشبندی مجددی مدظلہ نے اپنے اساتذہ کرام کا نام لیا۔ فقیر نے تقابل سے بچنے کی خاطر ان کے اسماء گرامی ظاہر نہیں کیے۔ ہم اخلاف کے لیے یہی سلامتی کا راستہ ہے — فقیر قادری عفی عنہ

[2] "محدثِ اعظم پاکستان" حصہ اول از مولانا حسن علی رضوی ص ۳۶

[3] ایضاً، ص ۳۶

آپ کے تلامذہ میں سے جو حضرات اس وقت برِ صغیر کے مدارس میں حدیث کی تدریس فرما رہے ہیں۔ ان میں سے چند ایک کے اسماء گرامی یہ ہیں :

—— مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی، شیخ الحدیث دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور (انڈیا)

—— مولانا عبدالمصطفےٰ اعظمی، شیخ الحدیث دارالعلوم منظرِ حق، ٹانڈہ ضلع فیض آباد (بھارت)

—— مولانا معین الدین اعظمی، شیخ الحدیث، جامعہ عربیہ، سلطان پور (بھارت)

—— مولانا محمد محبوب اشرفی، شیخ الحدیث، جامعہ اشرفیہ، احسن المدارس جدید کانپور (بھارت)

—— مولانا تحسین رضا خاں بریلوی، شیخ الحدیث منظرِ اسلام، بریلی

—— مولانا مجیب الاسلام اعظمی، شیخ الحدیث، مدرسہ اعظم گڑھ

—— مولانا محمد مظفر احمد قادری، بدایونی، شیخ الحدیث جامعہ مظفریہ، قصبہ داتا گنج، ضلع بدایوں (بھارت)

—— مولانا غلام رسول، شیخ الحدیث جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام، فیصل آباد

—— مولانا محمد شریف، شیخ الحدیث، دارالعلوم انوارالعلوم، ملتان

—— مولانا محمد حسین قادری، شیخ الحدیث، جامعہ غوثیہ رضویہ، سکھر

—— مولانا سید محمد جلال الدین، شیخ الحدیث جامعہ نوریہ رضویہ بھکھی ضلع گجرات

—— مولانا سید حسین الدین، شیخ الحدیث جامعہ رضویہ سبزی منڈی، راولپنڈی

—— مولانا فیض احمد اویسی، شیخ الحدیث جامعہ اویسیہ، بہاول پور

—— مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، شیخ الحدیث، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

——مولانا محمد اشرف سیالوی، شیخ الحدیث، ضیاء شمس العلوم سیال شریف

——مولانا محمد سعید زبیر شاہ، شیخ الحدیث، جامعہ غوثیہ، چکوال ضلع جہلم

——مولانا عبد المصطفےٰ ازہری، شیخ الحدیث، دار العلوم امجدیہ، کراچی

——مولانا وقار الدین، شیخ الحدیث دار العلوم امجدیہ، کراچی

——مولانا ریاض الدین، شیخ الحدیث جامعہ غوثیہ معینیہ، اٹک

——مولانا محمد رمضان، شیخ الحدیث دار العلوم حنفیہ غوثیہ، کراچی

——مولانا منظور احمد، شیخ الحدیث و مہتمم دار العلوم شمس العلوم جامعہ رضویہ نواں جنڈاں والہ، ضلع جھکڑ

بعض تلامذہ کی علمِ حدیث میں تصنیفی خدمات

شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے جہاں خود علوم حدیث میں قابلِ قدر تعلیقات لکھیں بعض احادیث کی وضاحت میں مستقل رسائل لکھے، وہاں اپنے تلامذہ میں یہ ملکہ پیدا فرمایا کہ وہ خدمتِ دین، خدمتِ تدریس، تدریسِ حدیث کے ساتھ علومِ حدیث میں قابلِ قدر مصنّف بن سکیں اور تدریسی خدمات، تقریری خدمات کے ساتھ ساتھ تصنیفی اعتبار سے بھی خدمتِ دین بجا لائیں۔ چنانچہ آپ کے بے شمار تلامذہ عظیم مصنّف بنے۔ دورِ حاضر میں ان کی تصانیف ذخیرۂ علم میں قابلِ قدر اضافہ ہے۔ موقعہ کی مناسبت سے یہاں آپ کے تلامذہ (بلا واسطہ اور بالواسطہ) کی ان تصانیف کا اجمالی ذکر کیا جاتا ہے جن کا تعلق علمِ حدیث سے ہے۔ اکثر وہ تصانیف، جو ہنوز منتظرِ طباعت ہیں، منظرِ عام پر نہیں آسکیں، لہٰذا ان کا علم نہ ہو سکا۔

یہ تصانیف درحقیقت آپ کے درسِ حدیث کا نتیجہ ہیں۔

التوسل : مولانا [illegible] قادری [illegible]

ترجمہ اشعۃ اللمعات (نصف آخر) مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری

اسلامی عقائد، ترجمہ ادلۃ اہل السنۃ : 〃 〃

برکاتِ آلِ رسول (ترجمہ) 〃 〃 〃

کشف النور (ترجمہ) 〃 〃 〃

حول مبحث التوسل ، (عربی) 〃 〃

الحیاۃ الخالدۃ 〃 〃 〃

مدینۃ العلم (صلی اللہ علیہ وسلم) 〃 〃

الاستعانۃ والتوسل (اردو) 〃 〃 〃

القدرۃ والاختیار (عربی) (المعجزۃ والکرامۃ) 〃 〃

— تفہیم البخاری شرح صحیح البخاری ، شارح مولانا غلام رسول صاحب
شیخ الحدیث جامعہ رضویہ، مظہرِ اسلام، فیصل آباد
مطبوعہ الجدہ پرنٹرز لاہور

— فوائد دورۂ حدیث شریف : مؤلفہ مولانا محمد علی صاحب
سابق مدرس جامعہ گنج بخش، لاہور ۔
مطبوعہ پنجاب پریس لاہور (۱۹۶۴ء) ناشر نوری بک ڈپو، لاہور

— نوادر الحدیث : مؤلفہ مولانا عبد المصطفےٰ اعظمی
مطبوعہ نیشنل آرٹ پریس، الہ آباد (بھارت)

— تاریخ اولیاء رجال الحدیث : مصنفہ مولانا عبد المصطفےٰ اعظمی (مطبوعہ)

— ترجمہ جواہر البحار ، مصنفہ مولانا غلام رسول شیخ الحدیث فیصل آباد (مطبوعہ)

— تنویر الایمان بوسیلۃ اولیاء الرحمٰن ؛
مصنفہ مولانا حکیم محمد رمضان قادری، سنجھورو ، سانگھڑ

—— تنویر البرہان :

مصنفہ مولانا حکیم محمد رمضان قادری، سنجھورو، سانگھڑ

—— شرح منتخب احادیث البخاری : (بخاری شریف کی وہ احادیث جنہیں فقہ حنفی کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ ان احادیث کی تطبیق و دیگر احادیث مؤیدہ مسلک احناف)

مصنفہ مولانا حافظ محمد احسان الحق صاحب (تلمیذ حضرت شیخ الحدیث) منتظر طباعت

—— شرح حدیثِ جبرئیل : (منتظر طباعت)

مولانا محمد شریف الحق امجدی (بھارت)

—— تنویر المصابیح فی عدد التراویح :

مولانا حکیم محمد رمضان قادری، سنجھورو، سانگھڑ

—— جنّت کی ضمانت : ایک حدیث کی شرح

مصنفہ مولانا محمد افضل کوٹلوی ایم اے مطبوعہ فیصل آباد۔ ۱۹۷۸ء

—— ترجمہ و تحقیق حواشی ارشاد الساری شرح بخاری :

للامام احمد رضا بریلوی

مرتبہ : مولانا سید غلام مصطفےٰ شاہ بخاری عقیل مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

—— ترجمہ سنن نسائی ، مصنفہ مولانا حافظ عبدالستار نظامی مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

—— ترجمہ حصن حصین : مصنفہ مولانا محمد صدیق ہزاروی

ترجمہ شمائلِ ترمذی : مصنفہ مولانا محمد صدیق ہزاروی مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

—— نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری :

مصنفہ مولانا محمد شریف الحق امجدی شیخ الحدیث دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

مطبوعہ دائرۃ البرکات، گھوسی، اعظم گڑھ (بھارت) ۱۴۰۴ھ / ۱۹۸۴ء

—— اثبات ایصالِ ثواب ، مصنفہ مولانا محمد شریف الحق امجدی

مطبوعہ المجمع الاسلامی، مبارک پور (انڈیا) ۱۴۰۴ھ

باب ۴ :

دینی اور تبلیغی خدمات

۱- جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام
۲- مدارس کی تنظیم اور نصاب کی اِصلاح
۳- تبلیغی سفر
۴- تعمیر مساجد
۵- اشاعتِ کتب

جامعہ رضویہ، جنوبی جانب دوسری منزل
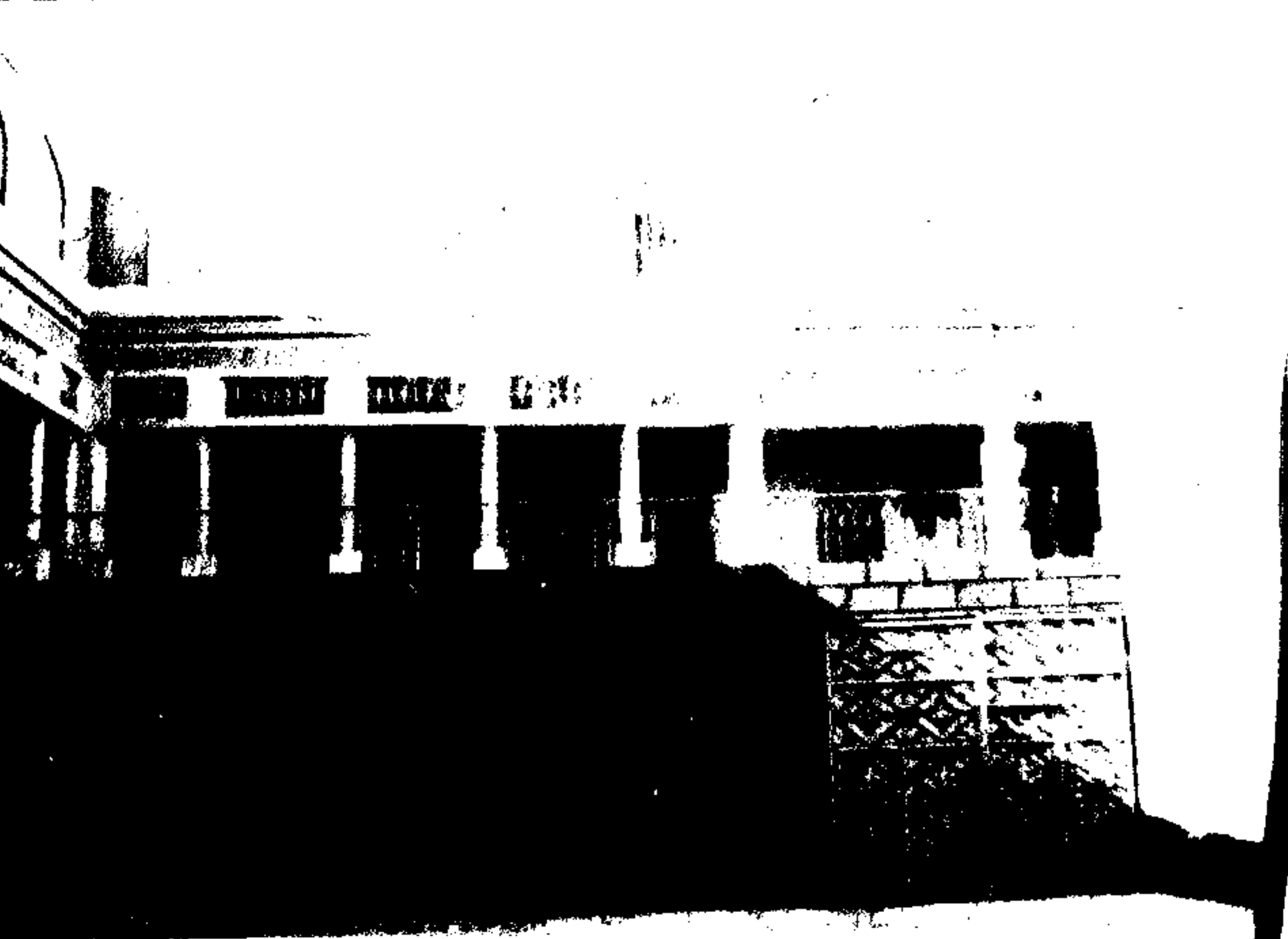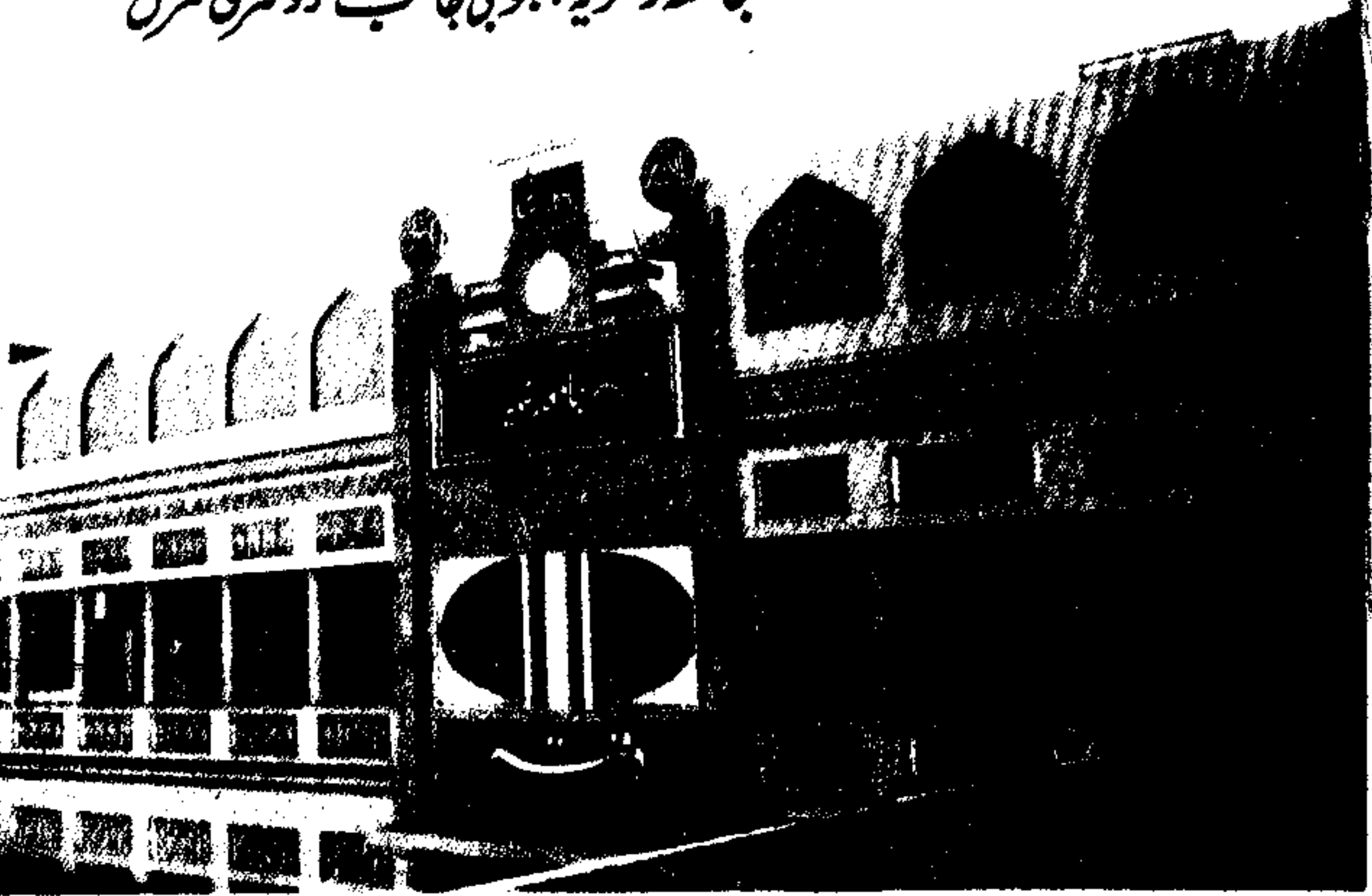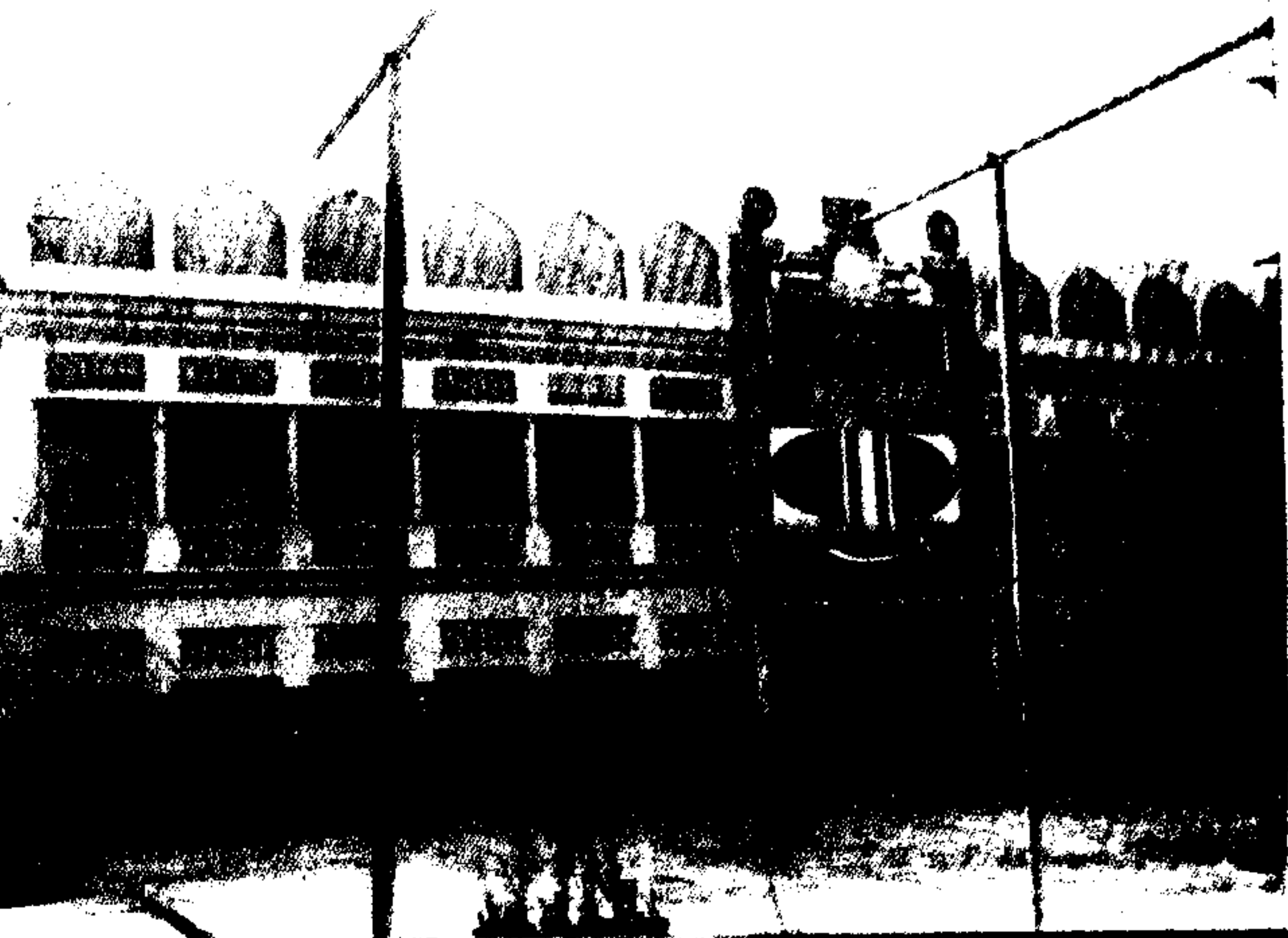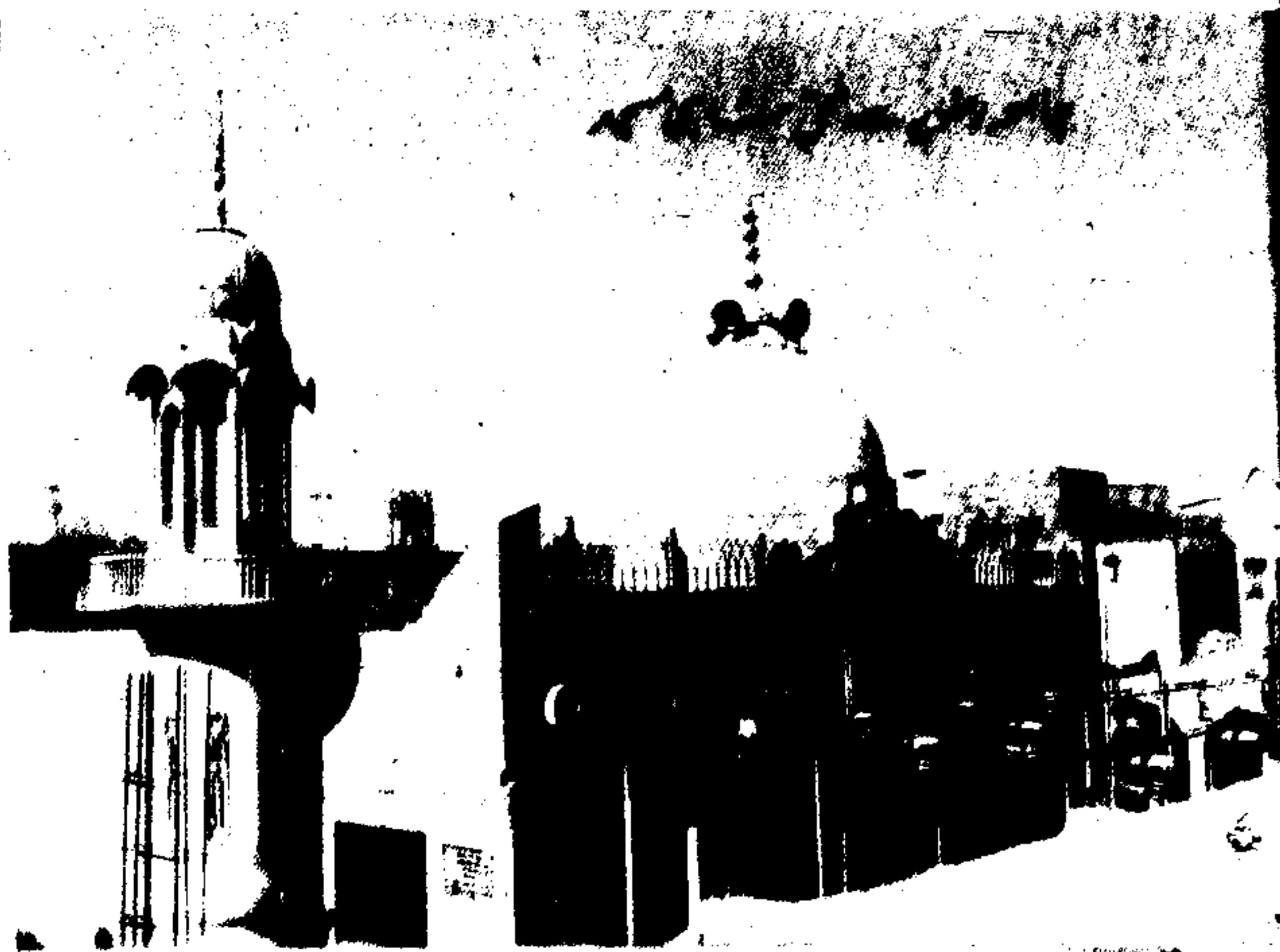
سنی رضوی جامع مسجد کا ایک منظر

جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام لائل پور

بہجرت ۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۷ء کے بعد بھکھی اور سارو کی کے عارضی قیام کے بعد شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے شوال ۱۳۶۸ھ / اگست ۱۹۴۹ء لائل پور (فیصل آباد) میں مستقل طور پر قیام پذیر ہو کر اعلیٰ مربوط دینی و تدریسی خدمات کا سلسلہ شروع کر دیا۔ لائل پور کے قیام سے قبل مختلف مقامات اور بلاد کے امراء و مشائخ اور علماء نے آپ کو اپنے ہاں قیام کی دعوت دی تاکہ آپ اُن کی سرپرستی میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیں، مگر آپ کا لائل پور کی نجدیت و دیوبندیت زدہ سرزمین میں بے خوف و خطر حق و صداقت کی آواز بلند کرنا آپ کی اعلیٰ ہمت، عزیمت، عظمت، بصیرت، استقلال، مخلصانہ بے لوث دینی و تبلیغی جذبہ پر دلالت کرتا ہے۔

مختلف اطراف سے قیام کی فرمائشوں کے باوجود آپ نے لائل پور کو آئندہ قیام کے لیے منتخب فرمایا۔ یہ قیام کا فیصلہ بے وجہ نہ تھا۔ اس کے پس منظر میں متعدد وجوہات تھیں۔ چند ایک وجوہ کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

(ا) لائل پور شہر کی بنیاد ۱۸۹۷ء میں مکمل ہوئی[1] اس شہر کے پہلے ڈپٹی کمشنر سر جن لائل نامی انگریز تھے۔ اس دور میں حکومت کی طرف سے شہر کی آبادی کے لیے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے پیر و مرشد حضرت شاہ سراج الحق چشتی قادری کے والدِ ماجد حضرت خواجہ منیر الحق نقشہ بندی کے لیے متعین تھے۔ ۱۸۹۲ء میں خواجہ منیر الحق کے ہمراہ ان کے منشی فتح دین اُن کے معاون تھے۔ اس زمانہ کے دستور کے مطابق ڈپٹی خواجہ محمد منیر الحق نے گھوڑی پر سوار ہو کر لائل پور کی آبادی کی نشاندہی فرمائی۔

---

[1] یہ سن بنیاد "ریل بازار کے بیرونی دروازہ قیصری دروازہ" پر لکھا ہوا ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

انہی کی وساطت سے عبداللہ پور (فیصل آباد) کی زمین منشی فتح دین کو الاٹ ہوئی۔ [۱]
منشی فتح دین، اُس کی اہلیہ (حافظ عبداللہ و فتح اللہ کی والدہ) اور اُن کے خاندان کے بہت سے افراد حضرت خواجہ شاہ سراج الحق قدس سرہٗ سے مُرید تھے۔ [۲]
منشی فتح دین کا اس علاقہ میں کافی اثر و رسوخ تھا۔ وہ مذہبی خدمات بھی بڑے ذوق سے سرانجام دیتے تھے۔ جھال خانوآنہ (فیصل آباد) کی مسجد، کچہری بازار کی جامع مسجد اور تحصیل والی مسجد کے وہ متولی تھے۔ [۳]

گویا لائل پور کی ابتدائی آبادکاری میں اولیاء اللہ کا بہت حصہ اور تعلق ہے۔ اپنے پیر و مرشد خواجہ سراج الحق قدس سرہٗ کے حوالہ سے لائل پور کی سرزمین حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے لیے تعلقِ روحانی کا باعث تھی۔

یاد رہے اس شہر کا نام ۱۹۷۵ء میں تبدیل کر کے فیصل آباد کر دیا گیا۔

(ب) لائل پور کی ابتدائی آبادی میں مسلم و غیر مسلم سبھی شامل تھے۔ مسلمانوں کی مذہبی و دینی راہنمائی کے لیے بزرگانِ دین کے دامن گرفتہ علماءِ خدمتِ دین میں مصروف رہے۔ ۱۹۲۸ء میں مولانا نظام الدین لائل پوری کا انتقال ہوا۔ [۴] مولانا نظام الدین، حضرت شاہ سراج الحق قدس سرہٗ کے مُرید اور خلیفہ تھے۔ [۵]

---

[۱] (۱) روایت مولانا مفتی محمد امین، فیصل آباد، ۱۰ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ

(ب) مکتوب مولانا نذیر احمد چشتی مقیم چک ۲۱۷ (فیصل آباد) بنام فقیر قادری عفی عنہ، موصولہ ۲۲ شعبان ۱۴۰۵ھ

[۲] مکتوب مولانا نذیر احمد چشتی، سراجی بنام فقیر قادری عفی عنہ، ۲۲ شعبان ۱۴۰۵ھ

[۳] روایت مولانا مفتی محمد امین، فیصل آباد، ۱۰ ربیع الاول ۱۴۰۵ء

[۴] روزنامہ سعادت، لائل پور (اداریہ) مجریہ ۳۰ دسمبر ۱۹۶۲ء

[۵] مکتوب مولانا نذیر احمد چشتی، بنام فقیر قادری عفی عنہ۔ موصولہ ۲۲ شعبان ۱۴۰۵ھ

نوٹ: حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ نے یکم ربیع الاول ۱۳۸۰ھ کو دورہ حدیث پڑھاتے ہوئے فرمایا "مولانا نظام الدین وہابی عقیدے کے تھے جو کہ تحصیل والی مسجد لائل پور میں خطیب تھے۔ حضرت شاہ سراج الحق چشتی علیہ الرحمہ کی نظرِ کرم سے سُنی بن گئے تھے۔" ملفوظات و فوائد دورۂ حدیث۔ مرتبہ مولانا محمد اقبال رضوی، لائل پور ص ۱۲

مولانا نظام الدین کی موجودگی تک پورے شہر اور علاقہ میں محبانِ اولیاء اللہ اہل سنت کے معتقدات کا خوب چرچا رہا۔ ہر طرف صلوٰۃ و سلام، محافلِ عید میلاد النبی اور مجالسِ اولیاء اللہ کی رونق قائم رہی۔ مولانا نظام الدین کے وصال کے بعد دیوبندیوں اور غیر مقلدوں نے اہل سنت کے روپ میں اپنے آپ کو پیش کیا۔ رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ ۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان تک لائل پور میں اہل سنت کو مغلوب اور ان کے عقائدِ حقہ کو مسموم کرنے کی کوششیں پورے عروج پر تھیں۔ اہل سنت کی مساجد پر دیوبندی ائمہ مسلط تھے جنہوں نے اپنے آپ کو اہل سنت ظاہر کیا ہوا تھا۔ پورے شہر میں دو مساجد تھیں، جن کے امام سُنّی تھے۔ مسجد نور (طارق آباد) مسجد صابری اپنے برادرِ دینی و یقینی مولانا نظام الدین (م ۱۳۴۷ھ / ۱۹۲۸ء) کی گزشتہ خدماتِ اسلامیہ کے حوالہ سے لائل پور، شاہ سراج الحق کے خلیفہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے لائل پور کی ایسی تطہیر فرمائی کہ یہ سُنّیوں کا رُوحانی، علمی مرکز اور ناقابلِ تسخیر قلعہ بن گیا۔

(ج) لائل پور کا شہر مغربی پاکستان (موجودہ پاکستان) بشمول کشمیر کے قریباً وسط میں واقع ہے۔ لائل پور دُنیا کے نقشہ پر ۷۳ درجہ ۵ دقیقہ طول بلد شرقی اور ۳۱ درجہ ۲۴ دقیقہ عرض بلد شمالی پر واقع ہے، جبکہ مغربی پاکستان (موجودہ پاکستان) تقریباً ۶۰ سے ۷۸ درجہ طول بلد شرقی اور ۲۴ سے ۳۶ درجہ عرض بلد شمالی کے درمیان واقع ہے۔ اس اعتبار سے لائل پور اس وقت کے مغربی پاکستان (موجودہ پاکستان) کے تقریباً وسط میں ہے۔ ملک کا یہ وسطانی مقام مرکزِ اہل سنت بننے کا زیادہ حقدار تھا ممکن ہے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی نگاہِ انتخاب میں یہ وجہ بھی کار فرما ہو۔

(د) قیام پاکستان سے قبل مغربی پاکستان میں جتنے مشہور مرکزی مدارس اور خانقاہیں تھیں، ان میں سے اکثر مہتمم حضرات، زیبِ آستانہ مشائخ کرام اور ملک کے دیگر امراء نے آپ کو اُن کے ہاں قیام پذیر ہونے کی دعوت دی۔[1] تاکہ اُن کی سرپرستی میں درس و تدریس کریں، مگر آپ کی

---

[1] (ا) ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ ۱۰ شعبان ۱۳۷۹ھ ص ۳

(ب) ماہنامہ ضیائے حرم، بھیرہ (شیخ الاسلام نمبر) اکتوبر ۱۹۸۱ء ص ۵۸

مرکزی اور ہمہ گیر شخصیت کا تقاضا تھا کہ آپ آزادانہ ماحول میں درس و تدریس، تبلیغ و اشاعت اور دعوت و ارشاد کا کام جاری فرمائیں تاکہ مستقبل میں آپ کی سرپرستی میں دیگر مدارس بھی جاری ہو جائیں اور آپ کی شخصیت کی مرکزی حیثیت نمایاں ہو سکے۔ اس لحاظ سے لائل پور ہی موزوں تھا۔

(ہ) حضرت شیخ الحدیث کے ورودِ مسعود سے قبل آپ کے پیرزادہ صاحبزادہ محمد ظہور الحق سراجی لائل پور میں محلہ سنت پورہ میں مقیم ہو چکے تھے۔ ابتدائی طور پر آپ کا عارضی قیام اُن کے ہاں بھی ممکن ہوا۔

(و) سب سے بڑھ کر مرکزِ علم و عرفان بریلی کے سجادہ نشین، منظرِ اسلام بریلی کے مہتمم اور آپ کے اُستادِ گرامی حضرت مفتیٔ اعظم محمد مصطفےٰ رضا بریلوی، قادری، نوری کا حکم نامہ قیامِ لائل پور کا باعث بنا۔

ہوا یوں کہ آپ نے مستقبل میں مقامِ قیام کا معاملہ اُستادِ گرامی حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی اور مفتیٔ اعظم مولانا محمد مصطفےٰ نوری کی صوابدید پر چھوڑ دیا۔ آپ فرمایا کرتے :

"میں اُستاذی المکرم، بدرِ طریقت، صدر الشریعۃ علامہ حکیم محمد امجد علی صاحب رضوی دامت برکاتہم و سیدی و سندی حضرت مفتیٔ اعظم ہند سجادہ نشین آستانہ عالیہ رضویہ بریلی شریف عمّ فیوضہم کے حکم کا منتظر ہوں۔ اگر وہ حضرات مجھے حکم دیں، تو کہیں بھی شامیانہ لگا کر دینی خدمات انجام دوں گا، لیکن جب تک ان حضرات کی طرف سے کوئی حکم یا کوئی غیبی اشارہ نہ ہو جائے، اس وقت تک کسی جگہ کا وعدہ قبول نہ کروں گا۔"[1]

حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ العزیز کا وصال ذوالقعدہ ۱۳۶۷ھ میں ہو گیا تھا —— اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ حضرت مفتیٔ اعظم اسی سال حج و زیارت حرمین شریفین کے لیے حجازِ مقدس تشریف لے گئے۔ اس دوران حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کسی کام کے لیے لائل پور تشریف لائے ہوئے تھے۔ یہاں سے آپ نے انہیں عریضہ لکھا جس میں سارو کی اور لائل پور میں سے کسی مناسب مقام کے تعین کا حکم نامہ حاصل کرنے کی استدعا کی گئی۔ مفتیٔ اعظم کا مدینہ منورہ سے خط آیا جس میں انہوں نے سارو کی کے پتہ کو دائرہ میں کر دیا اور لائل پور کا پتہ کھلا چھوڑ دیا۔ لفافہ

۱؎ ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ۔ ۲۵ شعبان المعظم ۱۳۷۸ھ ص ۳

دیکھتے ہی آپ پر ایک رُوحانی و وجدانی کیفیت طاری ہوگئی جس کا اندازہ اہلِ دل ہی کر سکتے ہیں۔
اہل اللہ اس حقیقت سے واقف ہیں کہ اس مکتوبِ مبارک کے الفاظ میں کیا کیا عظیم بشارتیں تھیں۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ نے فرمایا:

"آج حجازِ مقدس سے یہ غیبی اشارہ ہوا ہے کہ "سارو کی" کا دانہ پانی بند اور "لائل پور" میں قیام کرنا اور دینی و مذہبی خدمات انجام دینا مقدر میں ہے۔" [1]

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے ابتدائی قیام کے وقت لائل پور کی جو مذہبی حالت تھی —— وہ تاریخ کا ایک تاریک پہلو ہے۔ بدعقیدگی کی ظلمتیں ہر طرف چھائی ہوئی تھیں۔ اسلام کے نورانی، مقدس قوانین کو طاغونی طاقتیں اندھیرے سے بدلنے کی کوششوں میں مصروف تھیں۔ عظمتِ انبیاء علیہم التحیۃ والثناء اور محبتِ اولیاء علیہم الرحمہ سے منسوب ہر محفل پر عملاً پابندی تھی۔ میلادِ مصطفےٰ اور اعراسِ اولیاء پر ایسی قدغن تھی کہ ان کا انعقاد ناقابلِ معافی جرم تھا۔ فضا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس نعرہ کو ترس رہی تھی۔ مذہب کے نام پر بدمذہبی پھیلانے والے ٹھیکیداروں نے ایسا ماحول پیدا کر رکھا تھا کہ اگر کوئی جرأت کر کے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کی کوشش کرتا تو اُسے پتھر مار مار کر بھگا دیا جاتا۔ اگر کسی جگہ کسی مذہبی جلسہ کی کارروائی کی ابتدا کی جاتی، تو یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوگا۔ بھرے مجمع میں غنڈہ گردی کر کے انتشار و بدنظمی اور افراتفری پیدا کی جاتی۔ آخر تنگ آ کر لوگ خود بخود منتشر ہو جاتے اور جلسہ کا پروگرام درہم برہم ہو جاتا۔ لائل پور جیسا صنعتی شہر، تجارتی مرکز اور زرعی علاقہ مذہبی طور پر خشک و سنگلاخ بن چکا تھا۔ اس بدمذہبی جمود کو توڑنے کے لیے آپ کے عزمِ عظیم نے لائل پور کے قیام کو منتخب کر لیا۔

لائل پور کے اس مذہبی جمود کو سمجھنے کے لیے دو شہادتیں پیشِ خدمت ہیں۔ لائل پور کے باسی، مسلم لیگ کے ضلعی صدر، روزنامہ اخبار سعادت لائل پور کے مدیرِ مسئول جناب ناسخ سیفی بیان کرتے ہیں:

---

[1] ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ۔ ۲۵ شعبان المعظم ۱۳۷۸ھ ص ۴

"شیخ الحدیث والتفسیر المحدث الاعظم العلامہ، استاذ العلماء، الکاملین، امام الفضلاء، العارفین حجۃ الاسلام، مرجع الخواص و العوام حضرت مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ کا لائل پور میں ورود ـــــــ ایک احسانِ خداوندی ثابت ہوا۔ ۱۹۲۸ء سے ۱۹۴۷ء تک کا عرصہ لائل پور میں "دینی انحطاط کا دور" تھا۔ مسلمانوں کے عقائد پر الحاد کی پرچھائیاں چھا چکی تھیں۔ بے دینی کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں مسلمان سرمایۂ عقیدت، محبت واسلام سے محروم ہوتے جا رہے تھے۔ یارسول اللہ کی پکار ـــــــ اور گیارھویں کی بہار ـــــــ شرک و بدعت متصور ہونے لگی تھی ـــــــ جب اس بے دینی کے رجحانات عام ہو گئے۔ تو خداوند قدوس نے اس کا خاص انتظام کر دیا ـــــــ اور حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کو محبتِ رسول کی مشعلِ تابندہ دے کر ـــــــ لائل پور کی جانب روانہ فرما دیا۔" [1]

فخر العلماء علامہ مولانا عطا محمد چشتی مدت فیوضہم کے الفاظ، جو انہوں نے آپ کے لائل پور کی آمد سے متعلق بیان کئے، پڑھیے اور تاریخ سے آگاہی حاصل کیجیے،

"وہ تقسیم کے بعد پاکستان آئے اور لائل پور کی ایک چھوٹی سی مسجد میں انہوں نے یک و تنہا کام شروع کر دیا۔ جب کوئی معاون نہ ہو، مخالفوں کی یورش ہو اور مقام اجنبی ہو تو کام کرنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔ معمولی اعصاب رکھنے والا انسان ایسی معاندانہ سرزمین میں نہیں ٹھہر سکتا۔ مہیب آندھیوں میں معمولی چراغ کی لَو کا برقرار رہنا ممکن نہیں۔ طوفانی ہواؤں میں کوئی قوی ترین مشعل ہی ظلمتوں کا سینہ چاک کر سکتی ہے۔ یہ شیخ الحدیث ہی کا عزم تھا جو ان تمام بے سروسامانیوں اور مخالفت کے اژدہام میں بھی متزلزل نہیں ہوا۔ وہ ماحول

---

[1] عاشقِ رسول، مؤلفہ عتیق الرحمٰن سیفی، مطبوعہ سعادت پریس، لائل پور، دسمبر ۱۹۶۳ء ص ۱۵

کی تمام بے نیازیوں سے مستغنی ہو کر ایک چھوٹی سی مسجد میں مصلیٰ بچھا کر بیٹھ گئے اور درس و تدریس کی زندگی کا آغاز کر دیا . . . . . . جہالت و گمراہی برسوں دعائیں کرتی ہے، تب کہیں جا کر ایسا صاحبِ علم پیدا ہوتا ہے۔ شیخ الحدیث کی تبلیغی زندگی نے جس فضا میں آنکھ کھولی۔ اس وقت ہر طرف رسول دشمنی کا دُور دَورہ تھا۔ بد مذہب علماء۔ اپنی تقریروں کے ذریعے لوگوں کے دلوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کم کرنے کی دل آزار کوششیں کر رہے تھے۔ جس کا کلمہ پڑھنے سے انسان مسلمان ہوتا ہے، اُس کا نام لینے کو کفر و شرک قرار دیا جا رہا تھا۔ ندائے یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس دَور کی سب سے بڑی ضلالت بن چکی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و مناقب کے حسین گلدستوں میں احکامِ معصیت کے کانٹے رکھ دیئے گئے تھے۔ غرضیکہ ہر روا نارروا ہو گیا تھا۔[1]

تاریخ کے طالب علم سے یہ امر مخفی نہیں کہ ۱۹۴۷ء میں جو لوگ ہجرت کر کے پاکستان پہنچے ان کی معاشی حالت کیسی قابلِ رحم تھی۔ ان مہاجرین کو آباد ہونے اور اپنے معاشی حالات درست کرنے میں ایک عرصہ لگا۔ کسی مہاجر کا ہجرت کے فوراً بعد کسی مشکل اور اہم کام کے لیے کمرِ ہمت باندھنا بالخصوص اجنبی ماحول میں، اس کی عظمت و عزیمت سے بڑھ کر اس کی کرامت کا بین ثبوت ہے۔ بایں ہمہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے مستقبل میں دینی خدمات کے لیے لائل پور کا انتخاب کر لیا۔ اور شوال المکرم ۱۳۶۸ھ / اگست ۱۹۴۹ء سے لائل پور میں تدریسی کام کی ابتدا کر دی۔ اس غرض سے آپ نے رمضان المبارک ۱۳۶۸ھ / جولائی ۱۹۴۹ء کا کچھ حصہ حیدر آباد (سندھ) اور کراچی میں گزارا، تاکہ احبابِ اہلِ سنت کو اپنے پروگرام سے مطلع کریں اور نئے قائم ہونے والے عظیم جامعہ سے متعارف کرائیں۔ اس سال عید الفطر آپ نے سنت پورہ، لائل پور میں کی۔ اس وقت آپ کا قیام پیر و مرشد خواجہ سراج الحق چشتی کے صاحبزادہ صاحب کے ہاں تھا۔

---

[1] ہفت روزہ محبوبِ حق، لائل پور۔ مجریہ ۱۲ دسمبر ۱۹۶۳ء ص ۲۸

۴؍شوال المکرم ۱۳۶۸ھ/ ۳۱؍جولائی ۱۹۴۹ء سے ہی طلباء دورۂ حدیث کے لیے آپ کے پاس جمع ہونا شروع ہوگئے[1] مولانا مفتی محمد امین شرقپور شریف سے، مولانا عطا محمد اجمیری ہارون آباد سے، مولانا عبدالقادر احمد آبادی بھیرہ سے، مولانا معین الدین شافعی کراچی سے اور دوسرے طلباء رفتہ رفتہ شریکِ درسِ حدیث ہوتے گئے۔ اوائلِ شوال المکرم میں آپ نے انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں توکلاً علی اللہ جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام کا افتتاح تدریسِ حدیث سے کر دیا۔ ابھی ایک ہفتہ ہی گزرا ہوگا کہ مولانا محمد یعقوب حال مقیم فیصل آباد، جنہوں نے بریلی شریف میں آپ سے دورۂ حدیث پڑھا تھا، حاضر ہوتے اور سات روپے فطرانہ کی رقم طلباء کے لیے پیش کی[2] مقامی طور پر جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام کے لیے شاید یہ سب سے پہلا عطیہ تھا۔ اس اس عطیہ سے پہلے آپ طلباء کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے۔ اس فطرانہ کی رقم ملنے کے بعد آپ نے اپنے کھانے کا بندوبست الگ کرلیا۔[3]

ابتدائی دِنوں میں دورۂ حدیث کے اسباق محلّہ سنت پورہ کے گوردوارہ میں پڑھانے شروع کیے۔ اس وقت آپ کا قیام بھی یہیں تھا۔ کچھ دنوں بعد اپنی رہائش کے لیے جھال خانوآنہ میں مکان کرایہ پر لے لیا۔ اس عرصہ میں آپ مدرسہ سراجیہ میں خطبۂ جمعہ دیا کرتے۔ چند جمعے جھال خانوآنہ کی مسجد میں پڑھائے[4] اور ایک جمعہ محلّہ طارق آباد میں مسجدِ نور میں پڑھایا۔[5]

ذی قعدہ ۱۳۶۸ھ/ستمبر ۱۹۴۹ء میں حافظ سردار محمد وغیرہ احباب شاہی مسجد گول باغ سے حاضر ہوئے اور عرض کی ہماری مسجد کے لیے بطورِ امام کسی طالب علم کو مقرر فرمائیں۔ آپ نے منتظمین سے ان کے عقائد کے بارے میں استفسار کیا۔ انہوں نے بتایا کہ بحمدہٖ تعالیٰ راسخ العقیدہ سُنّی ہیں اور اولیاء اللہ سے عقیدت رکھتے ہیں۔ آپ نے دورۂ حدیث کے طالب علم مولانا عبدالقادر

---

[1] ہفت روزہ محبوبِ حق، لائل پور۔ مجریہ ۱۳؍دسمبر ۱۹۶۳ء ص ۲۴

[2] روایت مولانا مفتی محمد امین، فیصل آباد، ۱۰؍ربیع الاول ۱۴۰۵ھ

[3] ایضاً [4] ایضاً

[5] عاشقِ رسول، مؤلفہ عتیق الرحمٰن سیفی، مطبوعہ سعادت پریس، لائل پور ص ۱۵

کو شاہی مسجد کا امام مقرر کر دیا۔ چند دنوں بعد منتظمین شاہی مسجد کی درخواست پر آپ نے خطبۂ جمعہ یہاں شروع کر دیا۔ یہ مسجد ابھی تک چھت کے بغیر تھی۔

عید الاضحیٰ ۱۳۶۸ھ / اکتوبر ۱۹۴۹ء کے بعد منتظمین مسجد کی درخواست پر آپ نے خطبۂ جمعہ کے علاوہ درسِ حدیث کے اسباق بھی شاہی مسجد اور شاہی مسجد سے ملحقہ گول باغ میں شروع کر دیئے[1]

اس اجنبی ماحول میں آپ نے موسم کی شدت اور دھوپ چھاؤں سے بے پروا ہو کر، جان کی حفاظت اور صحت کا خیال کیے بغیر توکلاً علی اللہ شاہی مسجد کے فرش پر شامیانے کے نیچے بیٹھ کر طلباء کو درسِ حدیث دینا شروع فرما دیا۔ رفتہ رفتہ آپ کے خلوص و تقویٰ اور مسلک سے پختگی کی برکت سے حق کی آواز پھیلنے لگی۔ عوام و خواص کے آنے جانے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ لوگ جوق در جوق آپ کی مجلسِ وعظ اور درس میں شرکت کرنے لگے اور آپ کے فیوض و برکات سے مستفیض ہونے لگے۔ آپ کے علم و فضل، حقانیت، صداقت، عزیمت، تحمل و بردباری، اخلاق و انکساری، استغناء اور مہمان نوازی نے ہر آنے والے کو متاثر کیا ؎

عَلٰی قَدْرِ اَھْلِ الْعَزْمِ تَأْتِی الْعَزَائِمُ
وَتَأْتِیْ عَلٰی قَدْرِ الْکِرَامِ الْمَکَارِمُ

ہوا تھی گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا تھا ؎
وہ مردِ درویش جس کو حق نے دیئے تھے اندازِ خسروانہ

تھوڑے ہی دنوں بعد ۱۲ ربیع الاول ۱۳۶۹ھ / ۲ جنوری ۱۹۵۰ء کو بعد نماز عصر آپ نے احبابِ اہل سنت کے اجتماع میں اس عظیم ملی یونیورسٹی جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام کی شاندار حسین اور جدید ہولتوں سے مزین عمارت کی تعمیر کے لیے سنگِ بنیاد اپنے دستِ مبارک سے رکھا اور دعائے خیر و برکت فرمائی[2]

---

[1] روایت مولانا مفتی محمد امین، فیصل آباد۔ ۱۰ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ

[2] ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ ۲۱ شعبان المعظم ۱۳۶۹ھ ص ۳

نوٹ: مولانا محمد افضل کوٹلوی نے یہ تاریخ سنی رضوی جامع مسجد کی تاسیس کی بتائی ہے (ملاحظہ ہو نائب اعلیٰ حضرت ص ۲۱) جو درست نہیں۔ سنی رضوی جامع مسجد فیصل آباد کی تاریخ تاسیس ۱۱ ربیع الاول ۱۳۷۵ھ / ۸ نومبر ۱۹۵۵ء ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

علم وفضل اور عشق محبوب رب العالمین کی اس عظیم مرکزی درس گاہ کے سنگِ بنیاد کے لیے یوم میلادِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انتخاب فرمایا۔ اس کے پس منظر میں اس امر کی طرف حسین اشارہ تھا کہ جس بابرکت روز کو جس عظیم عمارت کی بنیاد رکھی گئی ہے وہ نشانِ عشق ومحبت بنے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ تاریخ اسلام میں اس قسم کی متعدد مثالیں ملتی ہیں کہ غلامانِ مصطفےٰ نے معظم کاموں کا آغاز میلادِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دن سے کیا ہے۔ چنانچہ مآثر عالمگیری کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ نے ۱۰۸۴ھ میں دارالحکومت سے چلنے سے پیشتر ایک اہل کار حافظ رحمت خاں کو لاہور بھیجا کہ وہاں پہنچ کر میلاد شریف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کماحقہٗ انتظام ۱۲ ربیع الاول کو کرے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ ابھی ابھی شاہی مسجد (لاہور) اختتام کو پہنچی تھی — ہم تصور کرتے ہیں کہ یہ جشن عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک طرح شاہی اہتمام سے تعمیرِ مسجد کا افتتاح تھا۔ کیونکہ یہ تقریب اپنی روایات کے مطابق اور اہمیت کے موقع کے اعتبار سے مسجد ہی میں مناسب طور پر اہتمام پا سکتی تھی۔ ویسے اگرچہ بادشاہ کا عزم حسن ابدال کے ارادہ سے سرحد کی مہم پر جانے کا تھا۔ یہ تقریب لاہور ہی بادشاہ کے آنے پر ۱۲ ربیع الاول ۱۰۸۴ھ کو منعقد ہوئی[1]

جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام کی بنیاد رکھنا تھا کہ بدمذہبوں نے مخالفتوں کا طوفان برپا کر دیا۔ لیکن ان تمام مخالفتوں کی پروا کیے بغیر آپ نے جامعہ اور مسجد کی تعمیر جاری رکھی۔ اس سے آپ کے معاونین کے حوصلے بلند سے بلند تر ہو گئے۔ وہ بھی بڑی لگن اور محبت سے جاں نثارانہ طور پر مدرسہ اور مسجد کی تعمیر و ترقی میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ تعمیر کے کاموں میں بنفسِ نفیس مصروف رہے۔ آپ کے معاونین میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

جناب بشیر احمد، سابق صدر مسلم لیگ لائل پور، چیئرمین بلدیہ، لائل پور

جناب چوہدری مختار احمد انور، ایڈووکیٹ، فیصل آباد

---

[1] روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۲ مئی ۱۹۶۶ء بحوالہ ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ، ۱۲ ربیع الاول ۱۳۶۸ھ

جناب خان محمد عمر خاں، ایڈووکیٹ، لائل پور

جناب چودھری محمد سلیمان ایڈووکیٹ "

جناب غازی محمد حسین حوالدار "

جناب سید مشتاق حسین شاہ "

جناب شیخ محمد طفیل غوثیہ مارکیٹ "

جناب حافظ محمد شفیع "

جناب تاج دین بٹ "

جناب برکت علی پہلوان "

جناب حاجی عبدالمجید کٹاریہ "

جناب چوہدری حاجی نذیر احمد ٹالہ کیلکو "

جناب چوہدری برکت علی "

جناب صوفی اللہ رکھا " وغیرہ

ان حضرات کی مالی امداد کے علاوہ ان کا ہر قسم کا اخلاقی، قانونی تعاون بھی ہمیشہ آپ کے ساتھ رہا۔

کراچی، حیدر آباد اور دیگر علاقوں کے احباب اہل سنت بھی جامعہ رضویہ مظہر اسلام اور مسجد کی تعمیر و ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے۔ چند دیگر معاونین کے اسماء گرامی یہ ہیں،

جناب مولانا مفتی ظفر علی، کراچی

جناب حاجی سیٹھ عبدالعزیز کراچی

جناب سیٹھ اسمٰعیل جمال "

جناب محمد شفیع قادری "

جناب محمد انور توکل ٹریڈنگ، "

علاوہ ازیں حیدر آباد سے حاجی محمد قاسم، فیصل آباد جھال خانوآنہ سے غازی عبدالرشید، میر عبداللطیف وغیرہ تعاون میں پیش پیش تھے۔ [1]

یہ امر خصوصیت سے قابلِ ذکر ہے۔ جامعہ رضویہ مظہر اسلام، شاہی مسجد اور سُنّی رضوی جامع مسجد کی تعمیر کے لیے آپ نے کبھی چندہ کی اپیل نہ کی، بلکہ بعض اوقات احباب نے اصرار کیا کہ آپ جمعہ یا سالانہ اجلاس کے اجتماع میں چندہ کی اپیل کریں، لیکن آپ نے احباب کے اصرار کے باوجود کبھی چندہ نہ مانگا، بلکہ فرمایا کرتے:

"میں چندہ کی اپیل نہیں کروں گا۔ مولا کریم بزرگانِ دین کے صدقے سے خود اسباب مہیا فرما دے گا۔ لوگ عام طور پر کہتے ہیں کہ صرف چندہ کی خاطر علماء مدارس اور مساجد بنانا شروع کر دیتے ہیں، ان کی غرض وغایت چندہ سے ہوتی ہے۔" [2]

ربیع الاوّل ۱۳۷۳ھ / دسمبر ۱۹۵۳ء میں آپ راولپنڈی اراکین انجمن غلامانِ مصطفےٰ کی دعوت پر میلاد شریف کے اجلاس میں خطاب کے لیے تشریف لے گئے۔ وہاں ایک جلسہ میں آپ کی موجودگی میں حکومت کی توجہ اس طرف دلائی گئی کہ جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام، لائل پور کے لیے امداد مہیا کرے۔ آپ نے اس امر کو سختی سے روک دیا اور فرمایا:

"ہمیں مخلصین عوام اہلِ سنّت کا تعاون حاصل ہے۔ حکومت کی امداد قبول کرنا ہمارا طریقہ نہیں۔ اگر آج ہم نے حکومت کی امداد قبول کر لی تو کل حکومت کے ہر جائز و ناجائز اقدام کی حمایت کرنا ہوگی۔ ایسا ہم سے نہیں ہو سکتا۔" [3]

---

[1] (ا) نائبِ اعلیٰ حضرت، مؤلفہ مولانا محمد افضل کوٹلوی۔ شائع کردہ جامعہ قادریہ، لائل پور، ص ۲۲/۲۳

(ب) قلمی یادداشت، مولانا معین الدین شافعی، فیصل آباد

[2] روایت سید محمد حسن گیلانی، مالک نوری کتب خانہ، لاہور۔ ۲۳ ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ

[3] روایت صوفی فیض محمد، لال کڑتی۔ راولپنڈی

صدرِ پاکستان محمد ایوب خاں، ایک مرتبہ سندھ کے دورہ پر گئے۔ وہاں انہوں نے ایک مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں صدارتی خطبہ میں مدرسہ کو خطیر رقم کی امداد دینے کا اعلان کیا۔ اس واقعہ کے بعد احباب نے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ سے عرض کیا کہ آپ مدرسہ کے جلسوں کی صدارت کے لیے علماء و مشائخ کو منتخب فرماتے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو کوئی وزیر یا مشیر یا کوئی بااثر آدمی ہمارے جلسہ کی صدارت کرے۔ اس طرح ہمارے مدرسہ کو بھی اچھی خاصی امداد مل سکتی ہے۔

اس پر آپ کا جواب غیر متوقع نہ تھا، فرمایا،

"یہ درست ہے کہ وزیر وغیرہ کو اگر ہم اپنے جلسوں کی صدارت کے لیے دعوت دیں، تو وہ بخوشی آئیں گے اور ممکن ہے کہ وہ ہماری امداد بھی کریں، مگر ہم ایسا نہیں کرسکتے۔ اس طرح کرنے سے پھر ایسا ہوگا کہ ہمیں حکومت کے ہر جائز و ناجائز اقدام کی حمایت کرنا پڑے گی، جو ہم سے ممکن نہیں۔" [1]

چونکہ جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام کی وجہِ اساس اور تعلیم و تربیت کا واحد نصب العین، عقیدہ کی پختگی، اخلاقی ہمہ گیری، للّٰہیت کو فروغ دینا اور شمعِ حُبِّ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو فروزاں کرنا تھا۔ اس سلسلہ میں اس متعینہ مقاصد سے فروتر کسی امر پر اکتفا کرنا ہی آپ کے مشن کے خلاف تھا۔ اس لیے جو ذات اپنے عالی مقاصد میں پوری مخلص ہو اور اسے اپنے ربِ جلیل و محبوبِ جمیل پر یقین کامل ہو۔ وہ نمود و نمائش اور مخلوقِ خدا سے دریوزہ گری کو کس طرح گوارا کرسکتی ہے۔ آپ کے اس خلوص اور مسلسل جدوجہد کا نتیجہ یہ نکلا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام لائل پور کی عالی شان دو منزلہ عمارت تیار ہوگئی۔ سچ ہے کہ اولیاء اللہ جہاں قدم رکھتے ہیں، وہ ویرانے باغ و بہار میں تبدیل ہوجایا کرتے ہیں۔ جامعہ رضویہ گلشنِ رضویت اور سراپا "مظہرِ اسلام" بن گیا۔

○ مظہرِ اسلام کی تعمیر و ترقی، درسِ حدیث کی مشغولیت، اعلاءِ کلمۃ الحق کی مساعی پیہم، وعظ و تبلیغ و ارشاد ——— حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے یہ تمام وظائف جس پُرآشوب

---

[1] روایت مولانا سید محمد حسن گیلانی، مالک نوری کتب خانہ، لاہور۔ ۳ ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ

ماحول میں ادا ہوئے، آج اُس کا تصور کرنا بھی دشوار ہے۔ مخالفینِ اہلِ سُنّت کی طرف سے جو خطرناک سازشیں ہوئیں، قاتلانہ حملے ہوئے اور طوفان برپا ہوئے، بدتمیزی اور ڈھٹائی کا مظاہرہ ہوا۔ آج رُبع صدی سے زائد عرصہ گزر جانے کے باوجود اس کی تلخیاں اور یادیں کم نہیں ہوئیں، مگر وہ مردِ حق آگاہ، ان سب سے بے نیاز، اپنے نصب العین کے حصول میں مشغول رہا۔

۲۱ر ربیع الاوّل ۱۳۷۳ھ / ۲۹ر نومبر ۱۹۵۳ء بروز اتوار باطل قوتیں مجتمع ہو کر آپ کے مقابل آئیں۔ ہوا یوں کہ مخالفینِ اہلِ سنّت نے اجتماعی شکل میں حکّام بالا کو آپ کے خلاف اس قسم کی مسموم اطلاعات بہم پہنچائیں کہ سردار احمد نامی ایک مولوی نے شہر میں فساد برپا کر رکھا ہے۔ وہ اپنی شہرت کی خاطر ناجائز حربے استعمال کر رہا ہے۔ اس نے سرکاری زمین پر ناجائز قبضہ کر رکھا ہے وغیرہ ...... یہ مخبر لوگ ضلعی انتظامیہ سے وفود لے کر ملے ان کی غرض و غایت یہ تھی کہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی حق گوئی کی وجہ سے ان کی مصنوعی سنیت کا پول نہ کھل جائے، چنانچہ مذکورہ تاریخ کو ڈپٹی کمشنر، اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور دیگر حکام بلا ہرار شدہ مارکیٹ کے معائنہ کے لئے گول باغ پہنچے۔ مخالفینِ اہلِ سنّت حکام کے ہمراہ تھے۔ کوئی ساڑھے بارہ بجے کا عمل ہوگا۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ درسِ حدیث میں ایسے محو تھے کہ آپ نے ان حکام کی طرف قطعاً توجہ نہ فرمائی۔ دیگر اساتذہ بھی گول باغ کے خاکی فرش پر بیٹھے مصروفِ تدریس تھے طلبا ءِ جامعہ رضویہ اپنے اسباق کے تکرار میں منہمک تھے۔ جامعہ رضویہ کے کسی فرد نے یہ احساس تک نہ کیا کہ کون آیا اور کب آیا۔ حکام بالا کے ساتھ آنے والے مخالفین نے موقعہ پر مخالفت کا اظہار کیا۔ جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام اور سُنّی رضوی جامع مسجد کی تعمیر پر اعتراض کیا کہ یہ ناجائز قبضہ ہے۔ حکامِ معائن کو چونکہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی پُر خلوص درس و تدریس پسند آئی۔ علی رغم المخالفین انہوں نے جامعہ رضویہ منظرِ اسلام اور سُنّی رضوی جامع مسجد کے لیے اس گول باغ کی زمین کے الاٹمنٹ کے احکام جاری فرما دیئے جس سے مخالفین کے منصوبے خاک

میں مِل گئے۔ [1]

؎ مٹانا چاہتا ہے جو میرے نقشِ تمنّا کو
مجھے اُس کا نشاں مٹتا ہوا معلوم ہوتا ہے

گول باغ میں جامعہ رضویہ کی تعمیر ڈی۔سی اور دیگر حکام کی معاندانہ کوششوں کے باوجود معترض نہ ہونا ایک ایسا واقعہ ہے جسے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی کرامت ہی کہا جا سکتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ اس مدنی حکم نامہ کی تکمیل کا اظہار تھا جو مفتیٔ اعظم مولانا محمد مصطفٰے رضا بریلوی قدس سرہٗ کے مکتوبِ گرامی کی شکل میں تھوڑا عرصہ پہلے آیا تھا۔

جامعہ رضویہ میں درجہ حدیث کے طلباء کے علاوہ درسِ نظامی اور درجہ حفظ و تجوید و قرأت کے طلباء پہلے سال سے ہی مصروفِ تدریس تھے۔ سالِ اول میں آپ کے علاوہ دیگر چند مدرسین کے نام یہ ہیں :

مولانا محمد یوسف خاں (پٹھان)
مولانا حکیم سیف الدین گجراتی
مولانا سیّد شاہسوار
مولانا محمد مختار احمد، دیال گڑھی

اور درجہ حفظ کے اُستاد کا نام غالباً حافظ فضل کریم تھا۔ [2]

جامعہ رضویہ کے قیام ابتدائی سالوں میں نہ اساتذہ کا باقاعدہ مشاہرہ مقرر تھا نہ

---

[1] حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ پیش آمدہ واقعات کو ایک رجسٹر میں تحریر کروا لیتے تاکہ تاریخ کا یہ حصہ محفوظ رہ سکے۔ مذکورہ بالا واقعہ کی تفصیل اس رجسٹر میں موجود ہے۔ اب یہ رجسٹر کتب خانہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ میں صاحبزادہ محمد فضلِ رسول مدظلہ کی تحویل میں ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

[2] مکتوب مولانا مفتی محمد امین مہتمم جامعہ امینیہ رضویہ، فیصل آباد، بنام فقیر قادری عفی عنہ محررہ ۲۳ ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ / ۵ جنوری ۱۹۸۶ء

آپ باقاعدہ مشاہرہ پاتے۔ آپ اساتذہ سمیت خالص لوجہ اللہ کام کرتے رہے۔ جامعہ کی آمدنی جس کا دارومدار عوام اہل سنت کے تعاون پر تھا، کے مطابق اساتذہ کی، کئی ماہ بعد خدمت کردی جاتی۔[1]

ایک موقعہ پر جامعہ رضویہ کے ابتدائی معاونین، وکلاء اور شہر کے دیگر جدید تعلیم یافتہ حضرات جمع ہوئے۔ انہوں نے از خود احساس کیا کہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کا باقاعدہ مشاہرہ مقرر کردیا جائے۔ یہ مجلس چونکہ آپ کی موجودگی میں قائم ہوئی تھی۔ اراکین مجلس سے مشاورت کی گفتگو کو آپ سے مخفی رکھنا چاہا۔ اس کے لیے انہوں نے ساری گفتگو انگریزی میں کی کہ آپ کو باوجود موجودگی کے خبر نہ ہوگی، چنانچہ انہوں نے تمام بات چیت انگریزی میں کی جس میں آپ کے ماہوار مشاہرہ کی بات طے ہوئی۔ گفتگو کے اختتام پر آپ نے ان حاضرین سے فرمایا کہ فقیر آپ کی طرف سے باقاعدہ ماہوار مشاہرہ لے کر آپ کی ملازمت قبول نہیں کرسکتا۔ فقیر تو صرف اللہ ورسول کے احکام کے تحت کام کرے گا اور ان شاء اللہ بہت سے حضرات مجھ سے، باعزت طور پر مشاہرہ پائیں گے۔ اس پر حاضرین کو محسوس ہوا کہ ہماری گفتگو کی تمام تفصیل آپ سمجھ رہے تھے۔ ان پر اس وقت واضح ہوا کہ علوم دینیہ کا یہ ممتاز فرد علوم جدیدہ سے بھی آراستہ ہے۔[2]

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی بے لوث خدمات کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں جامعہ رضویہ، شاہی مسجد اور سنی رضوی جامع مسجد کی تعمیر و ترقی کی خاطر مادی اسباب جمع ہوگئے۔ دولت آپ کے قدموں میں ڈھیر ہوگئی اور مادی وسائل آپ کے قدم چوم رہے تھے، مگر اس حالت میں بھی کبھی مدرسہ یا مسجد کی رقم کو اپنے پاس نہ رکھا۔ رقم فوراً منتظمین حضرات

---

[1] مکتوب مولانا عبدالکریم خطیب محکمہ دفاع، راولپنڈی، سابق مدرس جامعہ رضویہ، لائل پور بنام فقیر قادری عفی عنہ، محررہ ۱۸ر جون ۱۹۸۴ء

[2] روایت مولانا قاضی محمد فضل رسول مدظلہ، فیصل آباد — ۱۸ر جمادی الاولی ۱۴۰۶ھ

تک پہنچا دی جاتی جس کا وہ باقاعدگی سے حساب رکھتے تھے۔ بعض اوقات ایسا ہوا کہ نذرانہ پیش کرنے والے نے خود یا بذریعہ منی آرڈر رقم پیش کی اور وضاحت نہ فرمائی کہ یہ خالص آپ کے لیے ہے ــــ ایسی صورت میں بھی آپ اس رقم کو جامعہ کے حساب میں جمع کروا دیتے۔ آپ کی اس عادتِ مبارکہ کے بارے میں جناب پروفیسر محمد اسحٰق قریشی کے الفاظ پڑھیے ؛

"حضرت مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بے لوث مبلغِ اسلام تھے۔ کبھی دولت کا خیال نہ فرمایا۔ زندگی بھر کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلایا جامعہ رضویہ کے مہتمم تھے۔ لوگ نذرانے پیش کرتے۔ فوراً فرماتے، نیچے جا کر خزانچی کو دے دیں۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوا کہ لوگوں نے آپ کو نذرانے پیش کیے، دستی یا منی آرڈر کی صورت میں، مگر یہ واضح نہ ہوا کہ خاص میرے لیے ہدیہ ہے، درس میں جمع کرا دیئے۔ احتیاط کا اندازہ لگائیے، بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ مسجد تعمیر ہو رہی تھی۔ ضرورت تھی کہ لوگ بڑھ چڑھ کر اس کی تعمیر میں حصہ لیں۔ مسجد کے لیے اپیل فعل مستحسن ہے۔ اپنی ذات کی خاطر تو خرچ کرنا نہیں، لیکن آج کل کا ماحول ایسا ہے کہ لوگ خواہ مخواہ شک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ آپ نے کبھی خود اپیل نہ کی اور نہ رقوم وصول کیں۔" [1]

اس مادہ پرستی کے دور میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے استغناء اور للہیت نے خیرالقرون کی یاد تازہ کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے جملہ مقاصد کو آپ کے لیے نہ صرف سہل بنا دیا، بلکہ وہ مقاصد آپ کے سامنے بے دام غلام بن کر حاضر ہوتے۔ مولانا علامہ حافظ عطا محمد بندیالوی مدظلہ کا یہ تجزیہ اعترافِ حقیقت کا کیسا آئینہ دار ہے ؛

"ان کے استغناء کو کسی دنیا دار کا مرہونِ احسان نہ ہونا پڑا، دنیا میں لوگ ہمیشہ اپنے اپنے مقاصد کے پیچھے پیچھے بھاگتے ہیں، مگر ایسا معلوم ہوتا

---

[1] ہفت روزہ محبوبِ حق، لائل پور ـ مجریہ ۲۹ر نومبر ۱۹۶۳ء ص ۱۱

تھا کہ شیخ الحدیث کے تمام مقاصد خود اُن کے پیچھے بھاگتے رہے ہوں۔[1]

چونکہ جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام کے قیام کا محرک غیرتِ ایمانی، خدمتِ دین اور عشقِ رسالت کے فروغ کا مقدس جذبہ تھا۔ اس کا پیارا نام "مظہرِ اسلام" ہی خود اس حقیقت کا اعلان کر رہا ہے۔ نظامِ مصطفےٰ کی ترویج و اشاعت اور مقامِ مصطفےٰ کے تحفظ، دین اسلام کی عظمت و شوکت کا اظہار اس کا مقصدِ وحید تھا۔ بقولِ عارفِ جامی رحمۃ اللہ علیہ ؎

بود در جہاں ہر کسے را خیالے
مرا از ہمہ خوش خیالِ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

ربِ کریم کے فضل و کرم، پیارے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ رحمت، شہنشاہِ بغداد، حضور داتا گنج، پیارے اعلیٰ حضرت اور دیگر اولیاء کاملین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خصوصی برکت سے جامعہ رضویہ پورے برِ صغیر میں بلکہ عالم گیر طور پر "نشانِ سنیت" بن گیا۔ پاکستان کے ہر حصہ سے آئے ہوئے طلباء کے علاوہ یو۔ پی، بہار، بمبئی، غزنی، مشرقی پاکستان اور افریقہ وغیرہ سے آئے ہوئے اڑھائی سو کے قریب مسافر طلباء آپ کے فیوض و برکات سے ہر سال متمتع ہو رہے تھے۔ جامعہ رضویہ کی ہمہ گیری حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کی ایسی کرامت ہے جسے ہر ذی شعور محسوس کرتا ہے۔ وہ لائل پور جہاں عظمتِ مصطفےٰ کی تقریر کرنا تو درکنار، ان آیاتِ مقدسہ کی تلاوت ناقابلِ معافی جرم تھا جن میں اللہ تعالیٰ کے محبوب کی رفعت و نعت ظاہر و باہر بیان ہوئی۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کی برکت سے ہر طرف یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نعروں سے گونج رکھتا۔ عظمت و رفعتِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دلنواز ترانے گول باغ تو کیا، سارے شہر بلکہ پورے ملک میں بہار پیدا کر رہے ہیں۔ اس خوشگوار انقلاب میں جامعہ رضویہ کا کردار کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔

جامعہ رضویہ میں درجۂ حدیث کے طلباء کے علاوہ باقی طلباء صبح مل کر قصیدۂ نور پڑھتے

---

[1] ہفت روزہ محبوبِ حق، لائل پور۔ مجریہ ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء ص ۲۸

ہیں اور پھر حاضری کے بعد اپنی اپنی تعلیم میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ احادیثِ طیبہ کا سبق شروع ہونے سے پہلے قصیدہ بُردہ دارالحدیث میں اس محبت سے پڑھا جاتا ہے کہ حاضرین پر رقت طاری ہو جاتی ہے۔ رُوح وجد میں آتی ہے اور آنکھیں پُر نم ہو جاتی ہیں۔

دارالعلوم کے صحن میں شاہی مسجد کے ساتھ والا کمرہ پہلا "دارالحدیث" بنا۔ سنہ ۵۰-۱۹۴۹ء میں چند ماہ اس کمرہ میں احادیثِ مبارکہ کے اسباق ہوئے۔ کچھ دن موجودہ دفتر کے کمرہ کو "دارالحدیث" بننے کا شرف ملا۔ سنہ ۱۹۵۱ء سے سنہ ۱۹۵۴ء تک دارالعلوم کے ساتویں نمبر والا کمرہ "دارالحدیث" رہا۔ سنہ ۱۹۵۴ء سے سنہ ۱۹۶۲ء تک دوسری منزل پر ایک وسیع کمرہ دارالحدیث بنا دیا گیا۔ طلباء کی کثرت کے باعث یہ وسیع کمرے بطورِ دارالحدیث کے ناکافی ثابت ہوتے گئے۔ سنہ ۱۹۶۰ء میں سُنّی رضوی جامع مسجد کے تالاب پر دارالحدیث تعمیر ہوا جو وسیع ہونے کے علاوہ خوش منظر بھی ہے۔ سنہ ۱۹۶۱ء میں اس نئے دارالحدیث کا افتتاح ہوا، مگر علالت کے باعث اس دارالحدیث میں سبق نہ پڑھا سکے [۱]

علماء میں تنظیم کی ضرورت کا احساس ہر دَور میں رہا، لیکن آج کے پُر فتن دَور میں باطل قوتوں کا مقابلہ کرنے کے لیے علماء کا اتحادِ عمل ازبس ضروری ہو گیا ہے۔ اس مقصد کے لیے مدارس میں طلباء کو تنظیم سازی سے تربیت دی جانے لگی ہے کہ آنے والے دور میں یہ فضلاء اپنی ذمہ داریاں کو پوری طرح ادا کر سکیں۔ قیامِ پاکستان کے ابتدائی سالوں میں مدارس کے طلباء میں عموماً تنظیم سازی کی طرف توجہ نہیں دی جاتی تھی، مگر اس دَور میں بھی حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ العزیز نے جامعہ رضویہ میں طلباء کی علمی استعداد کے مطابق ان کی جماعت بندی کر رکھی تھی۔ یہ جماعتیں باقاعدہ سرگرم عمل تھیں۔ جامعہ رضویہ میں تین جماعتیں قائم تھیں :

۱۔ جماعت رضائے مصطفےٰ : درجہ حدیث کے طلباء کی جماعت

۲۔ جمعیت خدامِ رضا : شرح جامی اور اس سے اوپر کی کتابیں پڑھنے والے طلباء

---

[۱] روایت مولانا قاضی محمد فضل رسول مدظلہ، فیصل آباد ۱۲ صفر المظفر ۱۴۰۴ھ

کی جماعت ۔

۳۔ بزمِ رضا، شرحِ جامی سے نیچے کی کتابیں پڑھنے والے طلباء کی جماعت [1]

یہ جماعتیں ہر جمعرات کو نمازِ عشاء کے بعد اپنے اپنے اجلاس منعقد کرتیں۔ تنظیمی امور کی انجام دہی کے لیے عہداروں کا انتخاب ہوتا۔ طلباء وعظ و تقریر اور مناظرہ کی مشق کرتے۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ بذاتِ خود ان جماعتوں کی کارکردگی کا جائزہ لیتے۔ حسبِ ضرورت اصلاح فرماتے اور طلباء کی حوصلہ افزائی فرماتے۔

جامعہ رضویہ محض ایک تعلیمی ادارہ کا نام نہیں، بلکہ عوام و خواص میں عظمت و محبت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور عقیدتِ اولیاء کرام علیہم الرضوان کے فروغ کی تحریک کا نام ہے، اس لیے جامعہ رضویہ کے شعبۂ تبلیغ کا ذکر فائدہ سے خالی نہیں۔ شعبۂ تبلیغ اشاعتِ کتب اور تقاریر دو جہتوں میں سرگرمِ عمل ہے :

۱۔ سُنّی رضوی کتب خانہ :

سیدنا امام احمد رضا بریلوی و دیگر علماء اہلِ سنت کی تصانیفِ مبارکہ اور اصلاحی لٹریچر پھیلانے، عام نشر و اشاعت اور عوام کی راہنمائی کے لیے سُنّی رضوی کتب خانہ قائم کیا، جو وسیع پیمانے پر اشاعتِ دین و مذہب کا فریضہ سر انجام دے رہا ہے۔ کتابوں کی فروخت میں منافع مدِنظر نہیں ہوتا۔

۲۔ تقاریبِ مُبارکہ :

جامعہ رضویہ کے زیرِ اہتمام بتقریبِ جشن دستارِ فضیلت، ہر سال نہایت عظیم الشان سالانہ جلسہ منعقد ہوتا ہے جس میں مقتدر علماء و مشائخ اور ملک کے گوشہ گوشہ سے اہلِ ذوق حضرات شرکت فرماتے ہیں۔ اس دو روزہ اجلاس میں جامعہ کے فارغ التحصیل علماء و حفاظ کی دستار بندی ہوتی ہے۔ یہ منظر نہایت پُرشکوہ اور رُوح پرور ہوتا ہے۔ اس کی شان و شوکت کا اظہار

---

[1] ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ ۔ ۱۴ر شعبان المعظم ۱۳۷۹ھ ص ۵

الفاظ میں ممکن نہیں، صرف دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ علاوہ وعظ کے یہ دل نواز منظر حصولِ تعلیم اور توقیر علماء کے لیے مہمیز کا کام دیتا ہے۔ تعلیم کے خواہشمند حضرات کو بالخصوص آپ اس اجلاس میں شرکت کی دعوت دیتے۔ یہاں صرف ایک مکتوب کا اقتباس پیش کیا جاتا ہے جس سے اس جلسہ کی اہمیت کا احساس ہوتا ہے :

"۷ ار شعبان کو یہاں جلسہ ہے۔ آپ اور آپ کے صاحبزادہ علی احمد سلمہٗ یہاں آئیں اور جلسہ دستارِ فضیلت دیکھ جائیں۔ اس سے علم دین کا شوق و ذوق ترقی کرے گا۔" [1]

علاوہ ازیں ہر سال ماہِ صفر میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کا سالانہ عرسِ مبارک ہوتا ہے۔ یہ عرس بھی رُوحانیت اور فیوض و برکات کا دریا سے موجزن ہوتا ہے۔

ہر ماہ گیارھویں چاند شب کو مجلسِ غوثیہ منعقد ہوتی ہے، اس میں نعت خوانی اور حلقۂ ذکر ہوتا ہے۔ ختمِ غوثیہ کے بعد لنگر تقسیم ہوتا ہے۔ سال بھر میں دیگر تقاریب عید میلاد، معراج شریف، مجالسِ محرم، شبِ براءت، لیلۃ القدر کے مواقع اور اکابر علماء اہلِ سنت کی تواریخ وصال پر پاکیزہ رُوحانی مجالس کا انعقاد ہوتا ہے۔ یہ محافل و مجالس فیوض و برکات کی تقسیم کا ایک انداز ہیں۔ یہ تمام تقاریب جامعہ رضویہ کے زیرِ اہتمام حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کی ذاتی نگرانی میں منعقد ہوتیں۔

جامعہ رضویہ اپنی مرکزی، اعتقادی، علمی تحقیقی اور ملی حیثیات سے عالمِ اسلام کے مدارس میں ایک امتیازی شان کا حامل ہے۔ پاکستان میں جامعہ سے ملحقہ مدارس اس کی مرکزیت کو واضح کرتے ہیں۔ اعتقادی حیثیت سے یہ جامعہ "نشانِ سُنیت" بن چکا ہے۔ جامعہ رضویہ کے فضلاء مذہبی تصلب میں نظیر نہیں رکھتے۔ دینی مدارس کے اساتذہ کے بعض تلامذہ اپنے اساتذہ سے اختلافی نظریات رکھتے ہیں اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے مگر حضرت

---

[1] مکتوب حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ بنام جناب شرف دین ولد مولانا علی احمد سندیلوی ، لاہور محررہ ۱۹ رجب المرجب ۱۳۷۸ھ

شیخ الحدیث قدس سرہٗ کا کوئی تلمیذ ایسا نہیں جس نے دورۂ حدیث آپ سے پڑھا ہو اور آپ سے مختلف نظریات رکھتا ہو، اسے آپ کی کرامات میں شمار کیا جا سکتا ہے۔

جامعہ رضویہ کے فضلاء ملک بھر میں اکثر مدارس دینیہ کے ممتاز مدرس اور شیخ الحدیث ہیں۔ بہت سے فضلاء بے مثال مقرر، مصنف اور محقق ہیں۔ یہ فضلاء جامعہ رضویہ کی علمی و تحقیقی امتیازی حیثیت پر برہانِ ناطق ہیں۔

ملتِ اسلامیہ پر جب بھی کوئی افتاد آئی، جامعہ رضویہ کے فضلاء نے بروقت اور بھرپور ملی خدمات میں حصہ لیا۔ تحریکِ ختمِ نبوت ۱۹۵۲ء، جنگ ۱۹۶۵ء، جنگ ۱۹۷۱ء، تحریکِ ختمِ نبوت ۱۹۷۴ء اور تحریکِ نظامِ مصطفےٰ ۱۹۷۶ء وغیرہ تمام مواقع پر جامعہ رضویہ کے فضلاء اور متوسلین کا مجاہدانہ کردار ناقابلِ فراموش ہے۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ جامعہ رضویہ کا تعارف ان الفاظ میں فرمایا کرتے تھے :

"ہم نے طلباء کے لیے، علماء کے لیے علم کا کارخانہ کھول دیا ہے۔ آئیں اور غوثِ پاک کی برکت سے پڑھیں۔" [1]

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے وصال سے پہلے جامعہ رضویہ مظہر اسلام کے مدرسین اور دیگر عملہ کے مختصر کوائف، درج ذیل ہیں :

● مہتمم مولانا قاضی صاحبزادہ محمد فضلِ رسول حیدر خلفِ اکبر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ ہیں۔ جامعہ رضویہ کے جملہ امور آپ کے زیرِ اہتمام سرانجام پاتے ہیں۔ صدر جمعیتِ رضویہ ہیں۔

● ناظم : ابو المعالی مولانا معین الدین ناظم جامعہ رضویہ کی حیثیت سے اہم خدمات انجام دے رہے ہیں۔ بھمبھڑی علاقہ بمبئی (بھارت) سے تعلق رکھتے ہیں۔ جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائل پور کے پہلے سال کے فارغ التحصیل ہیں۔

---

[1] روایت مولانا محمد فضل احمد، ضلعی خطیب محکمہ اوقاف، فیصل آباد۔ ۷ رجب المرجب ۱۴۰۵ھ

● مولانا ولی النبی : آپ ضلع مردان (سرحد) کے رہنے والے ہیں۔ جامعہ معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف کے فارغ التحصیل ہیں۔ جامع معقول و منقول، بزرگ صورت، نیک سیرت اور سادہ طبیعت کے مالک ہیں۔ فنِ تدریس پر ایسا عبور ہے کہ جو طالب علم آپ سے ایک مرتبہ پڑھ لیتا ہے، وہ آپ ہی سے پڑھنے کا خواہشمند ہوتا ہے۔

● مولانا محمد مختار احمد : دیال گڑھ ضلع گورداسپور (بھارت) سے تعلق رکھتے ہیں۔ بریلی شریف کے فارغ التحصیل ہیں۔ جید عالم، ہنس مکھ اور شریف النفس ہیں۔

● مولانا مفتی نواب الدین : جامعہ رضویہ کے فارغ التحصیل ہیں۔ جید عالم، فاضل، حکیم اور حافظ قرآن مجید ہیں۔ تدریس کے امور بڑی مستعدی سے سرانجام دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں جامعہ میں ناظم تعلیمات کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔

● مولانا عبدالقادر : احمد آباد نزد بمبئی (بھارت) کے رہنے والے ہیں۔ ایف۔ اے پاس ہیں۔ کالج کی تعلیم کے بعد بریلی حاضر ہوئے اور حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے ساتھ ہجرت فرمائی۔ جامعہ رضویہ کے سالِ اول کے فارغ التحصیل ہیں۔ شاہی مسجد (لائل پور) کے امام، ناظمِ جامعہ اور سیکرٹری جمعیت رضویہ ہیں۔

● مولانا مفتی محمد امین : جامعہ رضویہ کے سالِ اوّل کے فارغ التحصیل ہیں ضلع لاہور کے رہنے والے ہیں۔ جیّد عالم اور متقی ہیں۔ جامعہ رضویہ میں تدریس کے علاوہ شعبۂ دارالافتاء بھی آپ سے متعلق ہے۔

● مولانا حافظ محمد احسان الحق : جامعہ رضویہ کے فارغ التحصیل اور حافظ القرآن ہیں۔ خوبرو، خوش گو اور بلند پایہ مقرر و مناظر ہیں۔ جملہ علوم پر تدریس کی کامل دسترس رکھتے ہیں۔

● مولانا محمد حنیف : جامعہ رضویہ کے فارغ التحصیل ہیں۔ جید فی منتشی اور حافظ قرآن ہیں۔ تدریس میں خاصی دلچسپی رکھتے ہیں۔

• مولانا سید منصور حسین : آپ بریلی شریف کے فارغ التحصیل ہیں۔ سادات کرام میں سے ہیں۔ خاموش طبع، سادہ اور صوفی منش ہیں۔ طلباء کو بڑی شفقت، توجّہ اور ہمدردی سے پڑھاتے ہیں۔ آپ کے گرد طلباء کا جمگھٹا رہتا ہے۔

• مولانا منظور احمد : جامعہ رضویہ کے فارغ التحصیل ہیں۔ قرآن مجید کے حافظ اور بلند پایہ مقرر ہیں۔ بڑے انہماک سے تدریس کرتے ہیں۔

• مولانا عنایت اللہ شاہ : جامعہ رضویہ کے فارغ التحصیل اور سادات کرام میں سے ہیں۔ بڑے مستعد اور مجاہدانہ عزائم کے حامل ہیں۔ تنظیم و تعمیرِ ملّت کا جذبہ وافر رکھتے ہیں۔ تدریس کے علاوہ جامعہ رضویہ کی دیگر خدمات بڑے خلوص سے کرتے ہیں۔

• مولانا سید محمد عبد اللہ : جامعہ رضویہ کے فارغ التحصیل، حافظِ قرآن اور سادات میں سے ہیں۔

• ان مدرسین کے علاوہ دو اور مدرس حافظ محمد فاضل اور قاری غلام محمد جامعہ رضویہ کے شعبہ حفظ و تجوید و قراءت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

• جامعہ رضویہ کے دفتر میں حساب و کتاب کے لیے منشی صوفی اطہر حسین ہیں۔ بڑے شریف النفس ہیں۔ جامعہ رضویہ کا حساب و کتاب ایسا مکمل اور واضح ہے کہ حساب کے رجسٹر ہر وقت کھلے رہتے ہیں۔

• جامعہ رضویہ کے شعبہ تعمیر وغیرہ اور دیگر بیرونی امور کی نگرانی صوفی اللہ دتّا کرتے ہیں۔ بڑے باہمت ہیں۔

• مطبخ (باورچی خانہ) میں مستقل طور پر باورچی موجود ہے۔ [1]

---

[1] جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائل پور کے جملہ عملہ کے کوائف ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ مجریہ ۱۲ر شعبان المعظم ۱۳۷۹ھ سے لیے گئے ہیں۔

جامعہ رضویہ کا نصابِ تعلیم

جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام میں درسِ نظامی کا پورا اہتمام ہے۔ شروع سے آخر تک تعلیم و تدریس کا مکمل انتظام ہے۔ حفظِ قرآن مجید اور تجوید و قرأت کے لیے علاوہ حسبِ ذیل نظام تعلیم جاری ہے:

- حدیث: مشکوٰۃ، بخاری، مُسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ
- تفسیر: بیضاوی، جلالین، مدارک۔
- فِقہ: مُنیۃ المصلی، نورالایضاح، قدوری، کنزالدقائق، شرح وقایہ چہار جلد، ہدایہ اولین، ہدایہ آخرین۔
- عقائد و کلام: شرح عقائد، خیالی، امورِ عامہ۔
- اصولِ حدیث: شرح نخبۃ الفکر، مقدمہ شیخ عبدالحق۔
- اصولِ فِقہ: اصول الشاشی، نورالانوار، حسامی، تلویح و توضیح، مسلم الثبوت
- میراث: سراجی۔
- ادب: دروس الادب، درجات الادب، روضۃ الادب، قلیوبی، نفحۃ الیمن، مقاماتِ حریری، دیوانِ حماسہ، متنبی، قصیدہ بردہ شریف۔ دیوان ابن ثابت، تاریخ الخلفاء۔

- نحو : نحو میر، شرح مائۃ عامل، ہدایۃ النحو، کافیہ، شرح جامی۔
- صرف : میزان الصرف، منشعب، قانونچہ کھیوالی، صرف بھتزال، صرف میر، علم الصیغہ، دستور المبتدی، مراح الارواح، فصولِ اکبری۔
- معانی : تلخیص المفتاح، مختصر معانی، مطوّل۔
- منطق : مجموعہ منطق، قال اقول، مرقات، شرح تہذیب، قطبی، سلم العلوم، ملا حسن، رسالہ قطبیہ، ملاّ جلال، میر زاہد، حمداللہ، قاضی مبارک۔
- فلسفہ : ہدیہ سعیدیہ، میبذی، صدرا، شمس بازغہ۔
- فارسی : کریما۔ پندنامہ، زبانِ شیریں، آمدنامہ۔ گلستان، بوستان
- حساب وکتابت۔ [1]

---

[1] ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ، مجریہ ۲۱ر شعبان المعظم ۱۳۷۹ھ

مرکزی دارالعلوم جامعہ رضویہ مظہر اسلام کی شاخیں

جامعہ رضویہ مظہر اسلام کی بنیاد انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں رکھی گئی اور روزِ تاسیس سے ہی مخالفوں نے مخالفتوں اور سازشوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس کے باوجود بانی جامعہ رضویہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی پُرعزم، مجاہدانہ مسلسل مساعی کی بدولت چند سالوں میں یہ دارالعلوم ملک بھر کے صفِ اوّل کے مرکزی مدارس میں شمار ہونے لگا۔ جامعہ رضویہ نے اپنے تمام شعبوں سمیت جس تیزی سے حیرت انگیز ترقی کی، وہ باعثِ استعجاب بھی ہے اور قابلِ فخر بھی۔

جامعہ رضویہ سے فارغ التحصیل فضلاء کرام نے ملک بھر میں، اپنے اپنے علاقوں میں مدارس قائم کیے جو اگرچہ خود مستقل ادارے ہیں، مگر ان کا الحاق مرکزی دارالعلوم جامعہ رضویہ مظہر اسلام سے ہے۔ ان تعلیمی اداروں کو جامعہ رضویہ کی شاخیں کہنا زیادہ مناسب ہے۔ جامعہ رضویہ سے ملحقہ مدارس اور اس کی شاخیں ملک بھر میں کثیر تعداد میں موجود ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے زیرِ اہتمام جامعہ رضویہ مظہر اسلام کی کثیر تعداد میں شاخیں ملک بھر قائم ہوئیں۔ تاریخِ اسلام میں مدارس دینیہ کی تاریخ میں شاید ہی کوئی ایسی مثال مل سکے کہ جس طرح جامعہ رضویہ مظہر اسلام نے اپنے تمام شعبوں سمیت اور اس کی ذیلی شاخوں نے تعلیمی و تدریسی ترقی کی۔ یہ سب حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی بدولت ممکن ہوا۔

ذیل میں جامعہ رضویہ سے ملحقہ مدارس کی ایک مختصر فہرست پیشِ خدمت ہے:

۱۔ جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

۲۔ جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ، بھکھی، ضلع گجرات

۳۔ جامعہ حامدیہ رضویہ، کرشن نگر۔ لاہور

۴۔ دارالعلوم غوثیہ رضویہ۔ فیروز شاہ اسٹریٹ، سکھر (سندھ)

۵۔ مدرسہ حنفیہ سراج العلوم، محلہ اسلام آباد، گوجرانوالہ

۶۔ دارالعلوم قطبیہ رضویہ۔ چک نمبر ۲۳۲ جوتیانوالہ، ضلع جھنگ

۷۔ دارالعلوم انوارالابرار جامعہ رضویہ، دہلی گیٹ، ملتان

۸۔ دارالعلوم انوارالقرآن جامعہ رضویہ، اندرون بوہڑ گیٹ، ملتان

۹۔ دارالعلوم محمودیہ رضویہ، منڈی پپلاں، میانوالی

۱۰۔ دارالعلوم غوثیہ رضویہ، نواب شاہ، (سندھ)

۱۱۔ دارالعلوم شمسیہ مظفریہ رضویہ، واں بھچراں، ضلع میانوالی

۱۲۔ دارالعلوم غوثیہ رضویہ، سمندری، ضلع فیصل آباد

۱۳۔ دارالعلوم شرقیہ رضویہ، غلہ منڈی، ساہیوال

۱۴۔ جامعہ حنفیہ رضویہ، کوٹ رادھاکشن، ضلع لاہور

۱۵۔ دارالعلوم نقشبندیہ رضویہ، جڑانوالہ، ضلع فیصل آباد

۱۶۔ مدرسہ نقشبندیہ رضویہ، محلہ پیر کریاں، پاک پتن شریف

۱۷۔ جامعہ نوریہ رضویہ، گلبرگ اے۔ فیصل آباد

۱۸۔ جامعہ امینیہ رضویہ، محمد پورہ فیصل آباد

۱۹۔ جامعہ رضویہ منظر اسلام، منڈی ہارون آباد، ضلع بہاول نگر

۲۰۔ جامعہ حنفیہ حقانیہ رضویہ، بھائی پھیرو، ضلع لاہور

۲۱۔ دارالعلوم اویسیہ رضویہ، لیاقت پور۔ ضلع بہاول پور

۲۲۔ دارالعلوم غوثیہ رضویہ، مظفر آباد، آزاد کشمیر

۲۳۔ دارالعلوم توکلیہ رضویہ، خوشاب، ضلع سرگودھا

۲۴- دارالعلوم حبیبیہ رضویہ، مقام اترا، ضلع سرگودھا
۲۵- دارالعلوم نقشبندیہ رضویہ، سانگلہ ہل، ضلع شیخوپورہ
۲۶- دارالعلوم کریمیہ حنفیہ رضویہ، ٹوبہ ٹیک سنگھ، ضلع فیصل آباد
۲۷- جامعہ غوثیہ چراغیہ رضویہ، گوجرہ منڈی، رائے چک نمبر ۲۷۲
۲۸- جامعہ انوارِ غوثیہ رضویہ، پرانا اوکاڑہ، ضلع ساہیوال
۲۹- جامعہ غوثیہ مظہرِ اسلام، بھابھڑا بازار۔ راولپنڈی
۳۰- مدرسہ ضیاء القرآن جامعہ غوثیہ رضویہ، عیدگاہ، ڈنگہ، ضلع گجرات
۳۱- جامعہ نوریہ رضویہ، چنیوٹ روڈ چک جھمرہ، ضلع فیصل آباد
۳۲- مدرسہ رضویہ انوار الاسلام، پیر محل، ضلع فیصل آباد
۳۳- دارالعلوم حنفیہ رضویہ، غلہ منڈی عارف والہ، ضلع ساہیوال
۳۴- مدرسہ غوثیہ رضویہ، کانواں والہ، براستہ لالیاں، ضلع جھنگ
۳۵- احسن المدارس، پیسنیالہ، ضلع ڈیرہ اسماعیل خاں
۳۶- مدرسہ صدیقیہ رضویہ، کمر مشانی، ضلع میانوالی
۳۷- مدرسہ غوثیہ رضویہ، راوی روڈ سمندری، ضلع فیصل آباد
۳۸- مدرسہ رضویہ، کدھر، تحصیل پھالیہ، ضلع گجرات
۳۹- مدرسہ سلطانیہ رضویہ، مریدکے بنگلہ، ضلع فیصل آباد
۴۰- مدرسہ قادریہ رضویہ، سندیلیاں والہ۔ ضلع فیصل آباد
۴۱- مدرسہ مفتاح العلوم امجدیہ رضویہ، قائد آباد، ضلع سرگودھا
۴۲- مدرسہ سعیدیہ رضویہ، للیانی، ضلع سرگودھا
۴۳- مدرسہ رضویہ، کھنڈا موڑ، ضلع شیخوپورہ
۴۴- مدرسہ غوثیہ رضویہ، گلزار مسجد، نواب شاہ (سندھ)

۴۵- مدرسہ معین الاسلام رضویہ، چک ———— چیچاوطنی

۴۶- مدرسہ رحمانیہ قادریہ ——— ہری پور، ہزارہ

۴۷- مدرسہ سلیمانیہ رضویہ، مانگٹ، ضلع گجرات

۴۸- مدرسہ غوثیہ رضویہ، عبداللہ پور، ضلع شیخوپورہ

۴۹- مدرسہ سعیدیہ رضویہ، علی پور چٹھہ، ضلع گوجرانوالہ

۵۰- مدرسہ کریمیہ رضویہ، خانقاہ ڈوگراں، ضلع شیخوپورہ

۵۱- مدرسہ سلطانیہ رضویہ، اڈا مریدوالا چک نمبر ۱۹۷ گ۔ب ضلع فیصل آباد

۵۲- مدرسہ امجدیہ رضویہ، ماڑی اٹاری، متصل تاندلیانوالہ، ضلع فیصل آباد

۵۳- دارالعلوم شمسیہ رضویہ، چک نمبر ۲۵، ضلع لاہور

۵۴- مدرسہ فریدیہ رضویہ، پکالاڑاں، ضلع رحیم یار خاں

۵۵- مدرسہ منبع الفیوض اویسیہ رضویہ، حامد آباد، تحصیل خانپور

۵۶- جامعہ رضویہ معین الاسلام چک نمبر ۱۱۳، تحصیل چونیاں، ضلع لاہور

۵۷- مدرسہ حنفیہ رضویہ تجوید القرآن، محلہ بھارت نگر، لاہور

۵۸- مدرسہ عربیہ رضویہ، منڈی واربرٹن، ضلع شیخوپورہ

لہ مدارس کی فہرست میں سے نمبر ۱ تا ۴۶ کی تفصیل جامعہ رضویہ مظہر اسلام، فیصل آباد کے رجسٹر اسمار فضلار جامعہ سے ماخوذ ہے۔ نمبر ۴۷ تا ۵۸ کی تفصیل ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ مجریہ ۲۱ر شعبان المعظم ۱۳۷۹ھ سے ماخوذ ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

مذکورہ بالا مدارس حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی اشاعت علوم کے نتیجہ میں قائم ہوئے بارہ برس کے قلیل عرصے میں کسی ذات کی تحریک پر اتنی زیادہ تعداد میں مدارس کا قیام تاریخ کا عجوبہ ہے۔ جو صرف شاید ہی کسی اور کے حصّہ میں آیا ہو۔

مندرجہ بالا فہرست ان مدارس کی ہے جو ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۰ء تک قائم ہوئے۔ اس کے بعد بھی متعدد مدارس آپ کی تحریک پر قائم ہوئے، جن کا الحاق جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد سے ہوا۔ ایسے چند مدارس کا تذکرہ درج ذیل ہے:

- جامعہ شیخ الحدیث منظرِ اسلام، متصل بڑا قبرستان، لائل پور
- جامعہ سردار العلوم مظہر اسلام، چک نمبر ۲۴۱ - ر، ب - محمد پورہ نزد ہوائی اڈا - لائل پور [۱]
- مدرسہ حنفیہ رضویہ اشرف العلوم، رتہ امرال - راولپنڈی [۲]
- دار العلوم غوثیہ لاثانیہ رضویہ، کھاریاں [۳]

مدارس کی تنظیم اور ان کے نصاب کی اصلاح

دینی تعلیم اور مدارس اسلامیہ کی اہمیت کسی سے مخفی نہیں، لیکن موجودہ مدارس میں باہمی ارتباط اور نصاب کی اصلاح کی ضرورت عرصہ سے محسوس کی جا رہی تھی۔

ہمارے ہاں مدارسِ اسلامیہ چونکہ محض نجی اداروں کی کوششوں سے چل رہے ہیں،

---

[۱] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، ہفت روزہ محبوب حق، لائل پور - مجریہ ۲۰ / مارچ ۱۹۶۳ء

[۲] ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ، مجریہ ۸ / شوال المکرم ۱۳۸۵ھ، ص ۸

[۳] ہفت روزہ محبوب حق، لائل پور، ۲ / نومبر ۱۹۶۳ء ص ۱۲

ان میں باہم ارتباط کا کوئی انتظام نہ تھا، لیکن مدارسِ اسلامیہ کی باہم تنظیم وارتباط ہماری قومی و ملی ترقی میں نمایاں کردار ادا کر سکتی ہے۔

دورِ جدید میں معدودے چند افراد بھی باہم نظم و ربط پیدا کر کے انجمن سازی کے ذریعے بڑے بڑے فوائد حاصل کر رہے ہیں۔ انجمنوں اور تنظیموں کے نام سے حکومتیں بھی مرعوب ہو کر انہیں حصہ رسدی سے بھی زیادہ کچھ دینے میں آمادہ نظر آتی ہیں۔ اہل سنت کے علاوہ دیگر فرقوں وہابیوں، غیر مقلدوں، دیوبندیوں، مودودیوں اور شیعوں نے اپنے آپ کو باہم مربوط کر کے اپنی تعداد کے اعتبار سے حصہ رسدی سے بھی زیادہ مفادات حاصل کر رہے ہیں۔ بعض جگہ پر تو کامل انہی کا حصہ ہے۔ غیر منقسم ہندوستان میں ہندوؤں کی تنظیم کانگریس کی فعالیت اور مسلمانوں کے جمود اور عدم ارتباط سے کم و بیش ہر محکمہ میں ہندوؤں کا ہی قبضہ تھا، مسلمان اپنے حصہ رسدی سے بھی محروم تھے۔ یہی کچھ صورت قیامِ پاکستان کے بعد یہاں پیدا ہوئی۔ سُنّیوں کی اکثریت، سنّی مدارس کی کثیر تعداد، طلباء وعلماء کی کثیر تعداد، مدرسین و محققین اہل سنت کی اکثریت کے باوجود حکومت میں، اوقاف میں، ائمہ افواج میں، مساجد میں، سکولوں کالجوں میں غیر سنّی مختلف بااختیار اسامیوں پر قابض تھے۔ سنّی اپنے حصہ رسدی سے بھی محروم تھے۔ یہ صورتِ حال سنیوں کے روایتی جمود، عدمِ ارتباط اور غیر منظم ہونے کے باعث ہے۔

اہل سنّت کے جمود کو توڑنے، ملکی و سیاسی حالات کی تبدیلی میں اہل سنّت کو اپنے حقوق کے تحفظ کا خیال دلانے، علمی و تحقیقی میدان میں نئے تقاضوں کو پورا کرنے اور درپیش مشکلات کا سامنا کرنے کے لیے مدارسِ اسلامیہ کی تنظیم اور باہم ارتباط کی اشد ضرورت تھی۔ حساس اور دردمندانِ ملت کو اس ضرورت کا احساس کافی عرصہ سے بے چین کر رہا تھا۔ ۲۳-۲۰ شعبان ۱۳۴۳ھ / ۱۹-۱۶ مارچ ۱۹۲۵ء کو آل انڈیا سنّی کانفرنس مراد آباد کے تاسیسی اجلاس میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے استاذ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں قادری بریلوی

علیہ الرحمہ (م ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء) نے فرمایا تھا:

"دشمن کی سبھائیں اور تعلیم گاہیں ملک کے گوشہ گوشہ میں کام کر رہی ہیں۔ ایسی حالت میں بجز اس کے کوئی صورت نہیں ہے کہ ملک کے اطراف و جوانب اور صوبہ سرحد سے با اثر اور حامیانِ ملت کو حرکت دی جائے اور انہیں ضروریات سے با خبر کر کے تمام ملک کی ایک متحد مشترک جماعت اس کام کی سرپرست بنادی جائے۔ اس جماعت کے وفود ملک میں اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے پھیل پڑیں اور جس صوبہ میں وفد جائے، وہاں کے مقامی علماء اس کے ساتھ کام کریں۔ اس طرح جا بجا اضلاع و قصبات میں تبلیغی جماعتیں اور دینیات کے مدارس اور دیہات میں اسلامی مکاتب جاری کر دیئے جائیں۔ یہ تمام مدارس و مکاتب ایک سلسلہ میں مربوط ہوں اور ایک نظم محکم کے ماتحت کام کرتے رہیں"[1]

سحبان الہند مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی علیہ الرحمہ (م ۱۷ رجب ۱۳۸۳ھ / ۴ دسمبر ۱۹۶۳ء) نے آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کے اجلاس منعقدہ ۲۷-۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ / ۳۰-۲۷ اپریل ۱۹۴۶ء میں اپنے صدارتی خطبہ میں فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ملک میں صحیح تعلیم کے اداروں کی بڑی تعداد ہے۔ ہر ہر صوبہ میں کامل النصاب مدارس بکثرت موجود ہیں اور ماشاء اللہ خوب کام کر رہے ہیں۔ صدہا علماء کرام سالانہ ان سے فیضیاب ہو کر ہدایت و ارشادِ خلق کی خدمتیں انجام دیتے ہیں۔ درس، افتاء، وعظ، مناظرہ، تبلیغِ دین کے مساعی میں مصروف ہیں۔ یہ جماعتیں نہ ہوتیں اور یہ مدارس سرگرمِ عمل نہ ہوتے تو اس زمانے

---

[1] خطبۂ صدارت مولانا حامد رضا بریلوی، مندرجہ خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس مرتبہ محمد جلال الدین قادری، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، گجرات (۱۹۷۸ء) ص ۱۴۷-۱۴۶

میں بے دینی اور بھی ترقی کرتی اور مذہب کے جاننے والے میسّر نہ آتے اور اسلامی اعمال سے دنیا ناواقف ہو جاتی، مگر باوجود اس کثرت کے قابلِ افسوس اور لائقِ رنج یہ ہے کہ ان علمی دینی درس گاہوں میں کوئی نظم وارتباط نہیں، ایک کو دوسرے کی خبر نہیں۔ معیارِ تعلیم میں ایک ضابطہ نہیں، نصاب میں یکسانیت نہیں، طریقِ تعلیم میں توافق نہیں۔ کاش ایک مرکز سے سب وابستہ ہوں — مرکزی نگرانی میں ہر صوبہ میں دفتر ہو، ہر ضلع کا ایک تعلیمی انسپکٹر ہو، ہر جگہ ایک نصاب ہو۔ ایک ہی پرچۂ سوالات کا جواب ہر مدرسہ کا طالب علم دے۔ ضلع کا مدرسہ تحصیلوں میں شاخیں کھولے اور تعلیم کو اس طرح گاؤں گاؤں پھیلا دیا جائے کہ آنے والی نسل کا ایک فرد بھی جاہل نہ رہے۔" [1]

مدارسِ اسلامیہ کا نصاب جسے درسِ نظامی کہا جاتا ہے، آج سے صدیوں پہلے مرتب ہوا تھا۔ یہ نصاب اُس وقت کے تقاضوں اور ضرورتوں کو باحسن وجوہ پورا کرتا تھا، لیکن مرورِ زمانہ اور اُس کے نئے تقاضوں کے پیشِ نظر اس نصاب میں تبدیلی ناگزیر تھی۔ حضرت مولانا سید محمد محدّث کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے سُنّی کانفرنس بنارس کے مذکورہ اجلاس میں اس ضرورت اور اس کو پورا کرنے کی ہر ممکنہ تدابیر کا جائزہ یوں پیش کیا:

"علومِ جدیدہ کو عربی و اُردو زبان میں لایا جائے اور علما ان سے واقف کیے جائیں۔ سیاسیات و اقتصادیات و تاریخ وغیرہ کا مستقل کورس ہو، سُنّی لائبریری، سُنّی مدرسہ، سُنّی سکول، سُنّی کالج، سُنّی یونیورسٹی دین و دنیا کی حامل بن جائے اور اس سے ایسے دل و دماغ پیدا کیے جائیں جو صدق و صفا، عدل و وفا، شرم و حیا، جُود و سخا، دشمنوں سے جُدا اپنوں پر فدا ہونے میں سبقت کا جذبہ رکھتے ہوں، جن کا

---

[1] (ا) خطبۂ صدارت از مولانا سید محمد محدّث کچھوچھوی، مطبوعہ مراد آباد ، ص ۱۶

(ب) خطباتِ آل انڈیا سُنّی کانفرنس، مرتبہ محمد جلال الدین قادری ص ۲۷۰

جینا، مرنا اللہ کے لیے ہو تو پھر آپ یقین رکھیں کہ خلیج بنگال اور بحیرۂ ہند کی درمیانی خشکی میں پاکستان ہی پاکستان نظر آئے۔ جو قوم علم میں، عمل میں، اخلاق میں پاک ہو جاتی ہے، وہ جہاں قدم رکھ دیتی ہے، اُس کو پاکستان بنا دیتی ہے۔" [1]

آل انڈیا سُنّی کانفرنس بنارس کے مرکزی اجلاس میں مدارسِ اسلامیہ کے باہمی ربط و نظم کے لیے جو تجویز منظور ہوئی، اس میں کہا گیا:

—— اس لحاظ سے ہر قسم کے نصاب بنانے کے لیے ایسی جماعتوں کی تشکیل کی جائے جو نصاب تجویز کریں۔

—— یہ اجلاس مرکزی دفتر آل انڈیا سُنّی کانفرنس کو اختیار دیتا ہے کہ وہ سُنّی کانفرنس کی شاخوں کے ذریعہ تمام ہندوستان کے مدارسِ اہلِ سنّت کے اعداد و شمار اور ضروری معلومات بہم پہنچائے تاکہ مدارسِ دینیہ اہلِ سنّت میں باہم ربط پیدا ہو اور اعانت کی تدابیر عمل میں لائی جائیں۔ [2]

مدارسِ اسلامیہ کے نظم و ربط اور اس کے نصاب کی اصلاح کی ایک مؤثر اور قابلِ ذکر کوشش ذی الحجہ ۱۳۷۸ھ / جون ۱۹۵۹ء میں کی گئی۔ اس کی تقریب یوں ہوئی کہ ۱۵ ذی قعدہ ۱۳۷۸ھ / ۲۳ مئی ۱۹۵۹ء کو دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں علامہ سید احمد سعید کاظمی کی زیرِ صدارت مقتدر علماء کا ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں مدارسِ اسلامیہ سے متعلق مختلف امور زیرِ بحث آئے۔ ان مسائل کے حل کے لیے دو روزہ تعلیمی کانفرنس ۲۱-۲۰ ذی الحجہ ۱۳۷۸ھ / ۲۹-۲۸ جون ۱۹۵۹ء کے انعقاد اور درج ذیل علماء پر مشتمل ایک "تعلیمی مجلس" کا انتخاب عمل میں لایا گیا:

سرپرستِ اعلیٰ: مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری

کنوینر: مولانا سید احمد سعید کاظمی

صدر: مولانا سید ابوالبرکات سید احمد قادری

---

[1] خطباتِ آل انڈیا سنّی کانفرنس، مرتبہ محمد جلال الدین قادری، ص ۲۷۱

[2] ایضاً، ص ۲۸۲

نائب صدر : مولانا ابوالبیان غلام علی اشرفی اوکاڑوی

سیکرٹری : مولانا صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری

جوائنٹ سیکرٹری : مولانا قاری محبوب رضا خاں

ناظم شعبۂ نشر و اشاعت : مولانا سید محمد خلیل احمد قادری

پروپیگنڈا سیکرٹری : مولانا سید محمود احمد رضوی

خازن : میاں غلام قادر [1]

علاوہ ازیں درج ذیل تجاویز بالاتفاق منظور ہوئیں :

"۱- تمام مدارس اہل سنت کو منظم اور باہم مربوط و منسلک کیا جائے۔

۲- تمام مدارس اہل سنت کے لیے حسب ضرورت قواعد و ضوابط بنائے جائیں اور نصاب تعلیم مرتب کیا جائے۔

۳- تمام مدارس اہل سنت کی ترقی و استحکام کے ذرائع پر غور و خوض کیا جائے۔

۴- لاہور میں ایک سہ روزہ تعلیمی کانفرنس بتواریخ ۲۰، ۲۱ ذی الحجہ (مطابق ۲۸، ۲۹ جون ۱۹۵۹ء) طلب کی جائے، جس کے کنوینر حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی، مہتمم انوار العلوم ملتان قرار پائے۔" [2]

مجوزہ تعلیمی مجلس کے لیے درج ذیل کمیٹیاں قائم کی گئیں :

(۱) قواعد و ضوابط مرتب کرنے کی کمیٹی،

صدر : مولانا غلام علی اوکاڑوی

اراکین : مولانا قاری محبوب رضا خاں

قاضی عبدالحکیم ہیڈ ماسٹر ہائی سکول اوکاڑہ

---

[1] ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ، مجریہ ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۷۸ھ / ۱۲ جون ۱۹۵۹ء ص ۵

[2] ایضاً، ص ۵

(ب) مدارسِ اسلامیہ کے لیے نصاب کی تعلیم کی ترتیب وتدوین کرنے والی کمیٹی،

صدر: مولانا سید احمد سعید کاظمی

اراکین: مولانا غلام علی اوکاڑوی، مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری،

مولانا غلام رسول، لاہور، مولانا محمد نور اللہ، بصیر پور،

مولانا مفتی صاحب داد، مولانا محمد عمر نعیمی، کراچی،

مولانا محمد سردار احمد، لائل پور، مولانا مفتی محمد حسین نعیمی، لاہور،

مولانا مفتی محمد حسین، شوق پیلاں، مولانا سید مسعود علی، ملتان،

(ج) علومِ جدیدہ و جدید عربی کا انتخاب کرنے والی کمیٹی،

مولانا عبد المصطفےٰ ازہری، کراچی

مولانا پیر سید کرم شاہ ازہری ___ وغیرہ [1]

مدارسِ اسلامیہ کی اصلاح وترقی اور باہم مربوط کرنے کی اس پوری تنظیم کا نام تنظیم المدارس الاسلامیہ پاکستان رکھا گیا۔ رفتہ رفتہ مدارس میں باہمی ربط کی تحریک پیدا ہوئی اور اس کے نصاب تعلیم میں علومِ جدیدہ کو بھی شامل کیا گیا۔

بحمدہٖ تعالیٰ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ اور دیگر مقتدر علماء کی ان تھک کوششوں سے یہ تنظیم اب ملک گیر حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ اس کے امتحانات پاس کرنے والوں کو باقاعدہ تنظیم المدارس الاسلامیہ پاکستان کی سند دی جاتی ہے ___ اس سند کو حکومت نے ایم اے اسلامیات اور ایم۔ اے عربی کی سند کے برابر تسلیم کر لیا ہے۔ طلباء میں تحقیق، ادب، تاریخ اور فنی مضامین کا شعور پیدا کرنا تنظیم کے مقاصد میں شامل ہیں۔

آج کل تنظیم المدارس کی مرکزی قیادت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے شاگرد رشید حضرت مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی کے ذمے ہے۔

---

[1] ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ، مجریہ ذی الحجہ ۱۳۷۸ھ / ۱۲ / جون ۱۹۵۹ء، ص ۵

تبلیغی سفر

تذکرہ نویس عموماً کسی شخصیت کے تذکرہ و سوانح میں سفر کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ ممکن ہے کہ تمام شخصیات کے تذکروں میں اس کی ضرورت اور اہمیت محسوس نہ کی جاتی ہو مگر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کا تذکرہ اور سوانح آپ کے سفروں کے بغیر نامکمل رہے گا۔ اس لیے آپ کے چند سفر بقیدِ تاریخ و مقام ـــ آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی درس و تدریس کی زندگی انتہائی مصروف گزری ـــ بالخصوص حدیث کی تدریس کا دور ـــ یہ حیثیت تو آپ کی زندگی پر ہمیشہ غالب رہی مگر اس کے ساتھ ساتھ آپ نے تبلیغ کی اہمیت کو ہمیشہ مدِّنظر رکھا اور جہاں کہیں ضرورت محسوس ہوئی یا احباب کا تقاضا ہوا، آپ نے تبلیغی سفر اختیار فرمایا۔

اکثر و بیشتر درج ذیل اغراض کی خاطر آپ نے تبلیغی سفر کیے:

- میلاد، معراج اور ذکرِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عام اجلاس سے خطاب
- مشائخِ عظام کے آستانوں پر اعراس کی محفل میں خطاب
- سُنّی کانفرنس اور دیگر سُنّی انجمنوں میں شرکت
- عشرۂ محرم، ذکرِ اولیاء کے عام اجلاس سے خطاب
- علماء و مشائخ کی ملاقات، تیمارداری
- مزاراتِ اولیاء اللہ پر حاضری
- دینی معظم شخصیت کے انتقال پر اظہارِ تعزیت
- حرمین طیبین کی زیارت، حج

- سُنیّوں کی ناچاقی ختم کرانے اور صُلح کے لیے۔
- مناظرانہ اجلاس میں شرکت و خطاب
- ایامِ علالت میں صحت افزا مقامات پر قیام اور علاج کے لیے

آپ نے برّ ِصغیر کے دور و نزدیک، بے شمار مقامات پر جاکر تبلیغ کی، مگر تبلیغ کو کبھی نہ بیچا، بلکہ آپ ہمیشہ اپنے تلامذہ اور دیگر علماء سے وعدہ لیا کرتے تھے کہ جہاں کہیں بھی وعظ و تبلیغ کی ضرورت ہو، وہاں بخوشی جاؤ، تبلیغ کرو۔ لوگوں کو نذرونیاز اور زادِ راہ کے لیے مجبور نہ کرو۔ بارہا ایسا ہوا کہ دُور دراز کے تبلیغی سفر سے آپ واپس ہوئے اور وہاں کے منتظمین جلسہ نے زادِ راہ تک نہ دیا۔ باوجود اس کے آپ بہ طیبِ خاطر وہاں دوبارہ جاتے۔ اس موقعہ پر دو ایک واقعات کا بیان دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

ایک مرتبہ آپ بمبئی میں ۱۳۵۸ھ / ۱۹۳۹ء کو میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلسوں سے خطاب فرماکر واپس بریلی آگئے۔ اس سفر سے واپسی پر بمبئی کے منتظمین جلسہ نے کوئی زادِ راہ نہ دیا، مطالبہ کرنا تو آپ کے نزدیک جائز ہی نہ تھا۔ بعد میں بمبئی والوں کو احساس ہوا کہ آپ نے اتنا طویل سفر ان کے لیے اختیار فرمایا۔ جسمانی مشقت کے علاوہ آپ کو مالی طور پر بھی نقصان اُٹھانا پڑا، چنانچہ بمبئی کے جناب محمد ہاشم گولی نے ایک مکتوب بریلی جانب کیا جس میں انہوں نے اظہارِ ندامت کے ساتھ ساتھ طلبِ معذرت بھی کی تھی۔ [1]

ایک اور سفر کے ہمراہی مولانا حافظ محمد احسان الحق قادری مدرس جامعہ رضویہ فیصل آباد بیان فرماتے ہیں کہ شعبان المعظم ۱۳۷۱ھ / مارچ ۱۹۵۸ء میں ہر سال کی طرح نواب شاہ جلسہ میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ خطاب کے لیے تشریف لے گئے۔ حاجی عبدالرحیم اجمیری مٹھائی والے، نواب شاہ میں آپ کے میزبان تھے۔ اس سفر میں ہمارے ساتھ مولانا سید غلام محی الدین گیلانی، اوکاڑوی بھی تھے۔ حسبِ دستورِ سابق حاجی عبدالرحیم اجمیری نے علماء میں سے

---

[1] ملاحظہ ہو: مکتوب محمد ہاشم گولی، بمبئی، بنام حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ محررہ ۸ / مارچ ۱۹۳۹ء

(بشمول حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ) کسی کی خدمت میں نذرانہ یا زادِ راہ پیش نہ کیا۔ واپسی پر جب خانیوال سے مولانا سید غلام محی الدین گیلانی گاڑی بدلنے لگے اور حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ سے رخصت ہونے کے لیے حاضر ہوئے تو آپ نے اُن کی نقدی خدمت نہ ہونے کے باعث ہونے والے دلی قلق کو محسوس کرتے ہوئے کچھ اس قسم کے ارشادات فرمائے جس سے سید موصوف علیہ الرحمہ کا غبارِ خاطر دُور ہو گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

"شاہ صاحب! علماء پر تبلیغ فرض ہے۔ لوگ جلسوں کا انتظام کر کے علماء کو تبلیغ کی دعوت دیتے ہیں۔ اگر عوام جلسوں کا اہتمام نہ کریں، تو بھی خود علماء پر جلسوں کا اہتمام کر کے تبلیغ کرنا ضروری ہے۔ عوام کا یہ تھوڑا کام ہے کہ وہ جلسوں کے انتظام کی ذمہ داری ادا کرتے ہیں۔ عوام سے نقدی خدمت کی توقع نہ رکھو، بلکہ غنیمت جانو کہ وہ ایک گونہ آپ کا بار اُٹھائے ہوئے ہیں۔"

سید موصوف یہ سُن کر آبدیدہ ہو گئے۔ مولانا محمد احسان الحق فرماتے ہیں کہ حضرت صاحب ہر سال نواب شاہ (سندھ) تشریف لے جاتے اور حاجی عبدالرحیم یا کوئی اور آپ کی نقدی خدمت نہ کرتے۔[1]

ایک اور واقعہ مولانا محمد الیاس ہزاروی مہتمم جامعہ رضویہ مصباح العلوم، جڑانوالہ ضلع فیصل آباد کے الفاظ میں سُنیے:

"ایک مرتبہ حضرت علیہ الرحمہ فیصل آباد ہی میں تقریر کے لیے ایک جگہ تشریف لے گئے۔ انتظامیہ کے افراد جلسہ کے اختتام پر سامان وغیرہ محفوظ کرنے میں مصروف ہو گئے۔ حضرت اُن کا انتظار کیے بغیر پیدل ہی جامعہ رضویہ کی طرف چلنے لگے۔ راستہ میں کسی نے کہہ دیا حضرت! یہ کیسے لوگ ہیں، تانگے کا بھی انہوں نے انتظام نہیں کیا۔ حضرت نے خفگی کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا:

---

[1] یہ روایت مولانا محمد احسان الحق نے اس فقیر قادری سے ۲۲ صفر ۱۴۰۲ھ کو جامعہ رضویہ فیصل آباد میں بیان فرمائی۔

بندۂ خدا کیا کہا؛ انہوں نے میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلسے کا انتظام کیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکرِ خیر کے لیے اس فقیر کو بلایا۔ یہ اُن کا تھوڑا احسان ہے؟ اگر وہ چاہتے تو آپ کے ذکرِ خیر کے لیے کسی اور کو بلا لیتے۔"

جملہ "یہ اُن کا تھوڑا احسان ہے" سُن کر احقر کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ [1]

مولانا علی احمد سندیلوی، لاہور، اس واقعہ پر اپنے تاثرات بیان کرتے ہیں۔ چونکہ ان کے تاثرات نہایت حسین ہیں، اس لیے ان کے الفاظ پڑھیے؛

"........ کیونکہ جو مسئلہ کئی سال سے حل نہیں ہو رہا تھا "یہ ان کا تھوڑا احسان ہے" نے حل کر دیا۔ وہ یوں کہ عاشق محبوب کے ذکر کی فیس نہیں چکاتا۔ بلکہ وہ محبوب کا ذکر کرنے اور کرانے والے کا شکریہ ادا کرتا ہے اور اُن کا اپنے اوپر اتنا بڑا احسان جانتا ہے جس کا بدلہ کسی صورت میں ادا نہیں ہو سکتا۔ اس پر مجھے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرشتہ سے اللہ کی تسبیح سُن کر سب کچھ اللہ کے نام پر قربان کرنے والا واقعہ بھی یاد آ گیا۔ ان دو عملوں سے مجھے پتہ چلا کہ عاشق کون ہوتا ہے اور عشق کیا چاہتا ہے؟ اور سچا عاشق کون ہے؟ یہ کہ ——

—— عاشق کی محبت میں اس کی اپنی خواہشات کا دخل نہیں ہوتا۔

—— عاشق اپنے محبوب کا نام بغیر معاوضہ و بدلہ کے لیتا ہے۔

—— کوئی شخص اگر محبوب کا نام لے، تو اس سے بھی لطف اندوز ہوتا ہے۔

—— عاشق اپنے محبوب کی ذات، بلکہ اس کے نام پر سب کچھ قربان کر دیتا ہے۔

—— عاشق اپنے محبوب کی مانتا ہے، اپنی نہیں منواتا۔

—— عاشق و فاسق میں بڑا فرق ہے۔ فاسق محبوب کو اپنے تابع رکھنا چاہتا ہے، جبکہ عاشق محبوب کے تابع ہوتا ہے۔ فاسق محبوب سے اپنی اطاعت کراتا ہے

---

[1] قلمی یادداشت مولانا علی احمد سندیلوی، لاہور۔ محررہ ۳۰ر نومبر ۱۹۸۵ء

اور عاشق محبوب کی اطاعت کرتا ہے۔ فاسق کو اصل میں اپنی خواہش سے محبت ہوتی ہے، اس لیے جب اس کی خواہش پوری نہ ہو تو محبوب کو قتل بھی کر دیتا ہے ـــــ عاشق کا مقصود صرف اور صرف محبوب کی رضا ہوتی ہے، اس لیے وہ وہی کام کرتا ہے جس سے محبوب راضی ہو جائے۔ اس کی اپنی خواہشات تو ہوتی ہی نہیں۔ وہ چلتا ہے تو محبوب کی چال، وہ کھاتا ہے، تو محبوب کی طرح۔ وہ سوتا ہے تو محبوب کی طرح اور اُس کی وضع ہوتی ہے تو محبوب کی سی۔

ـــــ اس کے ہاں مشن کی بات ہوتی ہے، کمیشن کی نہیں۔ عقیدت کی بات ہوتی ہے، فیس کی نہیں۔

ـــــ عاشق باکردار ہوتا ہے، اُس کی زندگی جہدِ مسلسل سے عبارت ہوتی ہے۔ اور فاسق بے کردار اور ناکارہ ہوتا ہے۔

ـــــ ہزاروں تقریریں وہ انقلاب پیدا نہیں کر سکتیں، جو کردار کی ایک جھلک پیدا کر دیتی ہے۔" [1]

ایک معمولی سے واقعہ پر ایک عاشق کے تاثرات کا ایک ایک لفظ اس امر کی گواہی دے رہا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی زندگی منشاءِ الٰہی اور رضائے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر آئینہ دار تھی۔ آپ کا ایک معمولی سا عمل بھی ایک بڑے انقلاب کا باعث بنا۔

تبلیغی سفر کے لیے آپ نے کبھی یہ نہ سوچا کہ وہاں کیسے جانا پڑے گا، بلکہ ہمیشہ یہی مدِنظر رہتا کہ وہاں جانا کتنا اہم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں آپ بڑے بڑے شہروں میں خطاب فرمانے کے لیے تشریف لے جاتے، وہاں دور دراز علاقوں میں پیدل بھی سفر کر کے وعظ و تبلیغ کے لیے پہنچتے۔ آپ نے کبھی مدعوئین سے نہ فرمایا کہ میرے لیے سواری کا بندوبست کر دو یا زادِ راہ دے دو۔

تبلیغی سفر کے دوران بھی کبھی آپ نے تبلیغ کا موقعہ ضائع نہ ہونے دیا۔ اپنے ہمراہیوں

---

[1] قلمی یادداشت مولانا علی احمد سندیلوی، لاہور، محررہ ۳۰ ر نومبر ۱۹۸۵ء

اور سواریوں پر دیگر سوار افراد بھی آپ کے مخاطب ہوتے ۔ اس سلسلہ کا صرف ایک واقعہ مولانا حافظ محمد احسان الحق، فیصل آباد کی زبانی سُنیئے :

" ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ دربار حضرت داتا گنج بخش قدس سرّہٗ کی حاضری کے لیے لاہور بذریعہ ریل جا رہے تھے، میں ہمراہ تھا۔ گاڑی کے ڈبہ میں ایک نوجوان سوار ہو گیا۔ حضرت صاحب نے اس سے پوچھا کہ وہ کہاں کا رہنے والا ہے؟ اُس نے بتایا کہ چک جھمرہ کے نزدیک "لاہوریاں والا" کا رہنے والا ہے۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ ریلوے سٹیشن (چک جھمرہ) سے اپنے گاؤں کس طرح جائے گا؟ اُس نے بتایا کہ وہاں سٹیشن پر میرا بائیسکل ہے، بائیسکل پر جاؤں گا۔ آپ نے پوچھا، کتنا وقت لگے گا؟ اُس نے بتایا کوئی آدھ گھنٹہ۔ آپ نے فرمایا کہ آج کل سفر کتنا آسان ہو گیا ہے۔ پہلے لوگ پیدل سفر کرتے تھے۔ آج کل بے شمار سواریاں بن چکی ہیں۔ بائیسکل، گاڑی، کار، ہوائی جہاز وغیرہ۔ طویل سفر اب تو چند گھنٹوں، بلکہ منٹوں میں طے ہو جاتا ہے۔ جب یہ تیز رفتار سواریاں نہ تھیں، اگر اس وقت یہ کہہ دیا جاتا کہ ہزاروں میل کا سفر چند گھنٹوں میں طے ہو جانا ممکن ہے، تو اُس وقت کا عام آدمی اسے ماننے کے لیے تیار نہ ہوتا، لیکن آج یہ ممکن، بلکہ واقع ہو رہا ہے۔ اسی طرح اگر نبی اکرم رسولِ اکرم، شفیعِ معظم، شبِ اسریٰ کے دولہا، اللہ تعالیٰ کے محبوب و محب اور ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں یہ کہہ دیا جائے کہ آپ نے شبِ معراج مکہ معظمہ سے بیت المقدس اور وہاں سے ساتوں آسمانوں، عرش، کرسی اور لامکاں تک آنِ واحد میں سیر فرمائی۔ عجائباتِ عظمیٰ کا مشاہدہ فرمایا، تو آج سے پہلے اس کو وہی تسلیم کرتا جو ایمان بالغیب کا قائل ہوتا، مگر تیز رفتار ایجادات نے آج اس کا سمجھنا آسان کر دیا ہے۔" [1]

---

[1] مولانا احسان الحق نے یہ روایت اس فقیر قادری سے ۲۲ صفر ۱۴۱۲ھ کو جامعہ رضویہ فیصل آباد میں بیان فرمائی۔

مولانا حافظ محمد احسان الحق فرماتے ہیں کہ بائیسکل کی معمولی سی بات سے آپ نے بات کو یہاں تک پہنچا دیا کہ فضائلِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیان کا اچھا خاصا جلسہ بن گیا اور آپ نے سفر میں تبلیغ کا حق ادا کر دیا، بلکہ ہمارے لیے نمونہ قائم فرما دیا۔

دورانِ سفر نماز کے اوقات کا بڑا خیال رکھتے، جہاں بھی وقت ہو جاتا، سواری سے اتر کر نماز باجماعت ادا فرماتے اور پھر سفر جاری فرما دیتے۔ اکثر و بیشتر آپ کے ہمراہ علماء یا طلباء خدام ہوتے، جن کی موجودگی کا ایک فائدہ نماز باجماعت ادا کر لینے سے ظاہر ہوتا۔ دورانِ سفر مختصر سامان لوٹا، مصلیٰ، چادر، شیروانی وغیرہ ساتھ ہوتا۔ دورانِ سفر گاڑی، بس اور تانگہ پر بیٹھے اپنے ہم سفر ساتھیوں سے مسائل ہی کا تبادلہ ہوتا۔ بس یا گاڑی میں تاخیر ہوتی، تو قصیدہ بُردہ یا نعت شریف پڑھوانا شروع کروا دیتے۔ یہ محفل، ذکرِ حبیب کا جلسہ بن جاتی۔ حاضرین محظوظ ہوتے، انہیں عشق و محبت کا سامان بہم پہنچ جاتا۔

جس جگہ پہنچنے کا وعدہ فرما لیتے، وہاں لازمی طور پر پہنچتے۔ وعدہ فرما کر یا ذمہ داری قبول فرما کر نہ پہنچنے کی مثال آپ کی پوری زندگی میں نہیں ملتی۔ بزمِ غلامانِ مصطفےٰ راولپنڈی نے ۱۳۷۹ھ / ۱۹۵۹ء میں آپ کی اجازت اور مشورہ کے بغیر آپ کا نام جلسہ کے اشتہار میں شائع کروا دیا۔ انہی ایامِ علالتِ طبع کے باعث آپ بہت کم سفر فرماتے۔ جلسہ کے بعد منتظمینِ جلسہ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ خلافِ توقع کیوں جلسہ میں تشریف نہ لائے، حالانکہ ایسا کبھی نہ ہوا۔ منتظمین جلسہ، اراکین بزمِ غلامانِ مصطفےٰ راولپنڈی کو وضاحت کرنا پڑی کہ آپ نے بوجہ علالت و نقاہت جلسہ میں آنے کا وعدہ ہی نہیں کیا تھا۔ ہم نے غلطی کی کہ آپ کا نام آپ سے پوچھے بغیر اشتہار میں شائع کر دیا۔ [1]

ماسوائے حج اور ایامِ علالت کے، آپ نے پاکستان میں قیام کے دوران سُنّی رضوی

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

ہفت روزہ سوادِ اعظم، لاہور۔ ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ ص ۶

جامع مسجد لائل پور کے خطبہ جمعہ کا کبھی ناغہ نہ فرمایا۔ کہیں بھی سفر پر ہوں، جمعہ کو ہر حال میں لائل پور پہنچتے تاکہ آپ کا وعظ اور خطبہ سننے والے شائق حضرات جو دُور و نزدیک سے آکر مسجد میں جمع ہوجاتے، وہ مایوس نہ جائیں۔ ایک مرتبہ صفر ۱۳۷۵ھ/ اکتوبر ۱۹۵۵ء میں جمعرات کو آپ دربار داتا گنج بخش قدس سرہٗ لاہور حاضر ہوئے۔ اتفاق کہ متواتر بارش کی وجہ سے سیلاب آگیا۔ لاہور سے لائل پور کے سفر کا راستہ مسدود ہوگیا، مگر آپ کو جمعہ کے لیے لائل پور پہنچنا ضروری تھا، چنانچہ آپ براستہ خانیوال، لائل پور پہنچے۔ سفر کی طوالت اور زائد اخراجات آپ نے محض اس لیے برداشت کئے تاکہ سنّی رضوی جامع مسجد میں آئے ہوئے نمازی مایوس نہ ہوں۔ [1]

آپ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ جس شہر میں تشریف لے جاتے۔ حتی الامکان وہاں کے مزارات کی زیارت ضرور فرماتے، وہاں ایصالِ ثواب کرتے اور مراقبہ فرماتے۔

آپ کے تبلیغی سفر کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا کہ دور دراز کے لوگوں کو موقع مل جاتا کہ وہ آپ کی زیارت کریں، آپ کی سیرت و کردار کا مشاہدہ کریں اور آپ کے سلسلۂ طریقت سے منسلک ہوں۔ سنّتِ مصطفےٰ پر عمل اور آپ کے کردار کی عظمت نے بے شمار لوگوں کو آپ کا گرویدہ اور شیدائی بنا دیا تھا۔ اس سلسلہ کا صرف ایک واقعہ پیشِ خدمت ہے۔

حافظ محمد سلیمان، خانیوال والے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ (غالباً ۱۹۵۲ء) حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ خانیوال تشریف لائے۔ آپ نے شیروانی زیب تن فرما رکھی تھی مسجد میں بیٹھے ہوئے آپ کو محسوس ہوا کہ شیروانی پر خشک مٹی پڑی ہوئی ہے، چنانچہ آپ اُسے جھاڑنے کی غرض سے مسجد کے صحن سے باہر تشریف لے گئے۔ مسجد سے باہر مٹی جھاڑ کر آپ واپس آگئے۔ آپ نے ایسا اس لیے کیا تاکہ مسجد متلوث نہ ہو۔ مسجد کا یہ احترام دیکھ کر حاضرین نہایت متاثر ہوئے اور بہت سے حضرات نے آپ سے اسی مجلس میں شرفِ بیعت حاصل کر لیا۔

[1] مکتوب حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ بنام مولانا تقدس علی بریلوی۔ محررہ ۲۷ رجب ۱۳۷۵ھ

آئندہ صفحات میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے چند سفر کو یکجا جمع کر دیا گیا ہے۔ ان سفروں میں آپ کی تدریس، جامعہ رضویہ، سُنّی رضوی جامع مسجد اور دیگر مساجد و مدارس کی تعمیر و ترقی اور انتظامات وغیرہ کی مصروفیات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ فیصلہ کرنا نہایت آسان ہے کہ آپ کو تصنیف و تالیف کا وقت بہت کم ملا۔ بایں ہمہ آپ کی ستر سے زائد چھوٹی بڑی تصانیف آپ کی جلالت علمی پر دال ہیں۔ ذٰلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم ۝

سفروں کے جمع کرنے میں ہمیشہ اس امر کا اعتراف ہے کہ قیامِ بریلی کے عرصہ کے زیادہ سفروں کی تفصیل دستیاب نہ ہو سکی۔ وجہ ظاہر ہے کہ تقسیم برصغیر سے قبل کا تمام ریکارڈ محفوظ نہ رہ سکا۔ قیامِ پاکستان کے بعد بھی کوئی ایسا معقول انتظام نہ تھا (بلکہ یوں کہیے کہ ارادہ بھی نہ تھا) کہ آپ کے تمام سفروں کا ریکارڈ محفوظ رکھا جاتا۔

مولانا قاضی محمد فضلِ رسول خلفِ اکبر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ سے معلوم ہوا کہ عام واعظین کی طرح آپ کے پاس سفر کی یادداشت کے لیے کوئی ڈائری بھی نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے تمام تبلیغی سفروں کا ریکارڈ محفوظ نہ رہ سکا۔ اس دور میں بعض رسائل و جرائد میں تبلیغی جلسوں کی کارروائی شائع ہوتی جن میں آپ کی شمولیت کا علم ہو جاتا۔ اس طرح آپ کے بعض سفروں کا ریکارڈ محفوظ ہو گیا۔ بعض سفروں کے مطبوعہ اشتہارات بھی آپ کے سفر کا ماخذ بنے۔

ہم نے ان اشتہارات پر اس لیے اعتماد کیا ہے کہ آپ کا وعدہ فرما کر پہنچنے کی عادت گویا مسلّم تھی۔ سفر میں آپ کے ہمراہی کی سعادت رکھنے والے بعض احباب کی یادداشت اور روایت بھی ہمارا ماخذ ہے۔ علاوہ ازیں چند سفروں کے بارے میں اس فقیر قادری عفی عنہ کا ذاتی مشاہدہ بھی ہے۔

قیام بریلی کے دوران چند سفر

—— ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ / ۱۰ اگست ۱۹۳۲ء، ریاست جے پور۔ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی (م ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء) کے ہمراہ، جناب عبدالرحیم جوہری کے مکان پر قیام رہا۔ [1]

—— ۱۳۵۱ھ / ۱۹۳۲ء میرٹھ میں حضرت حجۃ الاسلام کے ہمراہ تبلیغی جلسہ میں تشریف لے گئے۔ مولانا عارف اللہ میرٹھی نے دعوت دی تھی۔ [2]

—— ۲۹، ۳۰ رجب المرجب ۱۳۵۵ھ / ۱۵، ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۶ء جلسہ زیر اہتمام مولانا محمد امانت اللہ رضوی، بیسل پور (ضلع پیلی بھیت) میں دعوت۔ [3]

—— ۱۲، ۱۳ صفر ۱۳۵۶ھ / ۲۴، ۲۵ اپریل ۱۹۳۷ء، انجمن مسیح القوم، بیسل پور، ضلع پیلی بھیت) کے زیر اہتمام جلسہ کی دعوت۔ [4]

---

[1] مکتوب حجۃ الاسلام بنام مفتی تقدس علی خاں (بنقل مولانا محمد سردار احمد) محررہ ۱۰ اگست ۱۹۳۲ء

نوٹ: جے پور (بھارت) کے اسی سفر کے دوران حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کو ایک تفصیلی سند عطا فرمائی جس میں آپ کو جمیع سلاسل و جمیع علوم دینیہ اور جمیع سلاسل طریقت اوراد و اشغال کی اجازت مطلقہ عطا فرمائی۔ سند مذکور کا عکس کتاب ہذا میں شامل کر دیا گیا ہے۔ فقیہ قادری عفی عنہ

[2] ماہنامہ نوری کرن، بریلی، مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء (مضمون مولانا عارف اللہ میرٹھی) ص ۹

[3] مکتوب مولانا محمد امانت اللہ رضوی، بیسل پور، محررہ رجب ۱۳۵۵ھ بنام حضرت شیخ الحدیث

[4] مکتوب مولانا عرفان علی، بیسل پور۔ محررہ صفر ۱۳۵۵ھ بنام حضرت شیخ الحدیث

——— ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ / ۹ جولائی ۱۹۳۷ء بروز جمعۃ المبارک نانپارہ (بھارت) میں مناظرہ کے لیے دعوت، مولانا حشمت علی رضوی بھی شریک ہوں گے۔ دیوبندیوں کی طرف سے مولوی منظور احمد نعمانی، مولوی عبدالشکور اور مولوی عبدالحکیم لکھنوی کی آمد متوقع ہے۔[1]

——— ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۶ھ / ۲۴ جولائی ۱۹۳۷ء کے بعد کسی دن نانپارہ (بھارت) میں جلسہ سے خطاب کی دعوت۔[2]

——— ۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۶ھ / ۲ ستمبر ۱۹۳۷ء بروز پنجشنبہ عرس حاجی میاں صاحب رچھا، ضلع بریلی میں شرکت کی دعوت۔[3]

——— ۳ رجب المرجب ۱۳۵۶ھ / ۹ ستمبر ۱۹۳۷ء رچھا، ضلع بریلی میں ایک جلسہ سے خطاب فرمایا۔[4]

——— ۲۶ تا ۲۸ شعبان المعظم ۱۳۵۶ھ / ۱ تا ۳ نومبر ۱۹۳۷ء عرس سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ امرتسر کی دعوت۔[5]

——— ۲۱ تا ۲۳ شوال ۱۳۵۶ھ / ۲۵ تا ۲۷ دسمبر ۱۹۳۷ء، عرس حضرت پیر شاہ سراج الحق چشتی قدس سرہٗ گورداسپور کی اطلاع اور حاضری کے لیے برادر خورد جناب حیات محمد کی دعوت۔[6]

۲۹ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ / ۳ مارچ ۱۹۳۸ء بمبئی میں عشرہ محرم کے جلسوں کی دعوت[7]

---

[1] مکتوب حاجی محمد احمد خاں، صدر انجمن حنفیہ، نانپارہ - محررہ ۳ جولائی ۱۹۳۷ء

[2] مکتوب مولانا سید نور الحسن، نانپارہ، محررہ جولائی ۱۹۳۷ء

[3] مکتوب مولانا سید بندہ علی، رچھا، ضلع بریلی، محررہ اگست ۱۹۳۷ء

[4] مکتوب مولانا سید بندہ علی، رچھا، ضلع بریلی، محررہ ۱۹۳۷ء

[5] مکتوب محمد الدین شال مرچنٹ، امرتسر - محررہ اکتوبر ۱۹۳۷ء

[6] مکتوب حیات محمد صاحب (برادر خورد حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ) دیال گڑھ (بھارت) محررہ دسمبر ۱۹۳۷ء

[7] مکتوب مولانا حشمت علی رضوی - محررہ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ

—— ۳ تا ۷ رجب المرجب ۱۳۵۶ھ / ۹ تا ۱۳ ستمبر ۱۹۳۷ء کو کسی روز گودہر پور ضلع بریلی میں آپ نے تقریر فرمائی۔ [1]

—— رجپا میں احباب اہل سنت کے درمیان موجود ناچاقی کو آپ نے اپنے رسوخ اور حکمت عملی سے ختم کرایا۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔ [2]

—— محرم الحرام ۱۳۵۷ھ / مارچ ۱۹۳۸ء، بمبئی میں عشرہ محرم کے جلسوں میں خطاب کی دعوت۔ [3]

حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی قدس سرہٗ کے مکتوب محررہ ۲۹ محرم ۱۳۵۷ھ / یکم اپریل ۱۹۳۸ء سے بمبئی میں آپ کی تشریف آوری کی تصدیق ہوئی۔

—— محرم الحرام ۱۳۵۷ھ / مارچ ۱۹۳۸ء عقد نکاح مولانا عبد العزیز مبارک پوری (ضلع اعظم گڑھ) مراد آباد میں شرکت کی دعوت۔ [4]

—— ۲۰ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ / ۲۱ مئی ۱۹۳۸ء بروز ہفتہ محلہ بہاری پور مسجد معماراں بریلی میں آپ کا خطاب۔ [5]

—— ۱۹، ۲۱ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ / ۱۹ تا ۲۱ مئی ۱۹۳۸ء، محلہ لال قبر فرنگی محل، رامپور میں جلسہ میلاد میں شرکت و خطاب کی دعوت۔ [6]

—— ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ / ۲۷ جون ۱۹۳۸ء بروز پیر، محلہ کنگھی ٹولہ بریلی میں

---

[1] مکتوب مولانا سید بندہ علی رجپا، محررہ ۱۳ ستمبر ۱۹۳۷ء

[2] ایضاً

[3] مکتوب منشی مصطفےٰ خاں بمبئی، محررہ ۸ فروری ۱۹۳۸ء

[4] مکتوب مولانا عبد العزیز، مبارک پور، محررہ ۱۱ محرم ۱۳۵۷ھ

[5] اشتہار مطبوعہ از صوفی فیروز الدین ناظم الطلبہ مدرسہ رضویہ مسجد بی بی جی، بریلی (مطبوعہ مئی ۱۹۳۸ء)

[6] مکتوب مولانا ابو النصر شاہ محمد عابد مجددی رامپوری۔ محررہ مئی ۱۹۳۸ء

جلسہ میلاد میں خطاب۔ [1]

۱۲، ۱۳ رجمادی الاولیٰ ۱۳۵۷ھ/۱۱، ۱۲ رجولائی ۱۹۳۸ء، مدرسہ بحرالعلوم مئو کے سالانہ جلسہ میں شرکت کی دعوت۔ [2]

——— ۲۷ تا ۲۹ رجمادی الاول ۱۳۵۷ھ/ ۲۶، تا ۲۸ رجولائی ۱۹۳۸ء سہ شنبہ تا پنجشنبہ، محلہ چاہ رونق قصبہ کرتپور، ضلع بجنور میں جلسہ میں خطاب کی دعوت۔ [3]

——— ۱۲ ررجب ۱۳۵۷ھ/ ۸ ر ستمبر ۱۹۳۸ء پنجشنبہ عرس سید شاہ محسن الدین میاں صاحب تلہر ضلع شاہجہانپور میں شرکت کی دعوت۔ [4]

۲۵ ررجب المرجب ۱۳۵۷ھ ——— ۲۰ رستمبر ۱۹۳۸ء، کے بعد کسی روز بنارس تشریف لے گئے۔ [5]

——— ۲۶، ۲۷ ررجب ۱۳۵۷ھ/ ۲۱، ۲۲ رستمبر ۱۹۳۸ء، جلسہ معراج رامپور میں دعوت [6]۔

——— شعبان ۱۳۵۷ھ/ اکتوبر ۱۹۳۸ء سے پہلے مئو میں آپ کی تقریر منیر کا بحمدہٖ تعالیٰ بہت ہی عمدہ اثر پڑا۔ گلی گلی، کوچہ کوچہ یا سردار احمد، یا سردار احمد، العطش العطش کے نعرے بلند ہوئے۔ لوگوں نے آپ سے مزید بیانات کی درخواست کی۔ [7]

---

[1] دعوت نامہ

[2] مکتوب سید عبدالرحمٰن مدرسہ بحرالعلوم مئو، محررہ جون ۱۹۳۸ء

[3] مکتوب منجانب اسد علی شاہ، محمد اسمٰعیل خاں چوب فروش، محمد شاہ کمبل پوش، مولانا حشمت علی رضوی۔ محررہ ۱۸ رجمادی الاول ۱۳۵۷ھ

[4] مکتوب حافظ محمد قائم علی شاہ تلہر۔ محررہ اگست ۱۹۳۸ء

[5] مکتوب ملک داد خاں، بنارس محررہ ستمبر ۱۹۳۸ء

[6] مکتوب مولانا ابوالنصر محمد عابد شاہ مجددی، رامپوری، محررہ رجب ۱۳۵۷ھ

نوٹ: مکتوب مولانا محمد عابد مجددی محررہ ۱۴ ررجب ۱۳۵۷ھ سے معلوم ہوا کہ آپ نے دعوت قبول فرمالی۔

[7] مکتوب مولانا عبدالرحمٰن، اعظم گڑھ۔ محررہ اکتوبر ۱۹۳۸ء

—— ۲۵، ۲۶، ۲۷ شعبان المعظم ۱۳۵۷ھ / ۲۰، ۲۱، ۲۲ اکتوبر ۱۹۳۸ء مدرسہ حمیدیہ رضویہ، بنارس، کے سالانہ جلسہ میں دعوت۔[1]

—— ۴ صفر ۱۳۵۸ھ / ۲۶ مارچ ۱۹۳۹ء سے پہلے کسی دن موضع ڈڈوال، دہاریوال ضلع گورداسپور میں جلسوں سے خطاب۔[2]

—— از ۱۲ تا ۱۷ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ / ۱۱ تا ۱۳ مئی ۱۹۳۸ء، میرٹھ میں میلاد النبی کے جلسوں سے خطاب کی دعوت۔[3]

—— ۱۰ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ / یکم مئی ۱۹۳۹ء بروز پیر، پیلی بھیت میں جلسہ سے خطاب کی دعوت۔[4]

—— ۲۶ تا ۲۹ شعبان المعظم ۱۳۵۷ھ / ۲۱، تا ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۸ء عرس امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ، امرتسر میں شرکت کی دعوت۔[5]

—— ۱۶ تا ۱۸ صفر ۱۳۵۸ھ / ۷ تا ۹ اپریل ۱۹۳۹ء، جمعہ تا یکشنبہ قصبہ چندوسی، ضلع سنبھل میں اجلاس سے خطاب کی دعوت۔[6]

—— ۲۰ تا ۲۲ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ / ۱۱ تا ۱۳ مئی ۱۹۳۹ء بنارس میں عید میلاد کے اجلاس سے خطاب کی دعوت۔ زیر اہتمام انجمن حنفیہ بنارس۔[7]

---

[1] مکتوب جلال الدین، مدرسہ حمیدیہ رضویہ، بنارس، محررہ ۹ اکتوبر ۱۹۳۸ء

[2] مکتوب چراغ دین از رعیہ ضلع امرتسر، محررہ ۲۶ مارچ ۱۹۳۹ء

[3] مکتوب جناب محمد حسین میرٹھی، طلسمی پریس میرٹھ۔ محررہ یکم مئی ۱۹۳۸ء

[4] مکتوب محمد اسمٰعیل و محمد ابراہیم، پیلی بھیت۔ محررہ اپریل ۱۹۳۹ء

[5] مکتوب

[6] مکتوب مولانا محمد اجمل از سنبھل محررہ مارچ ۱۹۳۹ء

[7] مکتوب حاجی محمد احمد، صدر انجمن حنفیہ بنارس، محررہ ربیع الاول ۱۳۵۸ء

——— ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۵۸ھ / ۱۴ جون ۱۹۳۹ء، گیا عاقل (رام پور) میں جلسہ کی دعوت۔[1]

——— ۲۸، ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ / ۱۷، ۱۸ جون ۱۹۳۹ء، جنڈانوالہ ضلع گجرات میں انجمن ارشاد الاسلام بیگھ (کھاریاں) کے زیر اہتمام جلسہ میں شرکت اور خطاب حضرت شیخ الحدیث کے علاوہ مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری، لاہور، مولانا مہر الدین، لاہور، مولانا غلام دین لاہور، مولانا احمد دین ورگا ہی وغیرہ علماء بھی شریک تھے۔[2]

نوٹ: اہل سنت وجماعت اور دیوبندیوں کے درمیان کھاریاں میں مناظرہ ہونا طے پایا۔ مناظرہ کا چیلنج علماء اہل سنت نے قبول کیا۔ دیوبندیوں کی طرف سے مولوی منظور احمد نعمانی کی آمد متوقع تھی۔ دیوبندیوں نے حسب عادت اس مناظرہ کو پولیس کی مدد سے رکوادیا۔ اہل سنت نے اس مناظرہ کی بجائے کھاریاں سے دواڑھائی میل دور انہی ایام میں تبلیغی اجلاس کا انعقاد کیا۔ دو دن علماء اہل سنت وجماعت کی مدلل تقاریر جاری رہیں۔[3]

اس جلسہ اور مناظرہ کو روکنے کے لیے دیوبندیوں نے نہایت مذموم حربے استعمال کیے۔ دیوبندیوں نے سنیوں کے نام سے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے نام، بریلی میں ایک جعلی تار دیا۔ جس کا عنوان تھا "مناظرہ ملتوی ہو چکا ہے، اس لیے آپ تشریف نہ لائیں" اس کے باوجود آپ تشریف لائے اور آپ نے وہ جعلی تار جلسہ عام میں پڑھ سنا کر دیوبندیوں کے مکروہ عزائم سے پردہ ہٹایا۔[4]

---

[1] مکتوب حکیم عبدالحکیم وغیرہ   محررہ ۱۱ مئی ۱۹۳۹ء

[2] (ا) ماہنامہ عروۃ الوثقیٰ، لاہور، جلد ۱، شمارہ ۱۵، مجریہ جولائی ۱۹۳۹ء ص ۱۷

(ب) مکتوب مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری، محررہ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ

[3] روایت مولانا خواجہ دین والد ماجد فقیر قادری عفی عنہ

[4] روایت چوہدری مرزا رشید احمد ارشد ایم اے بی ٹی۔ حال مقیم کھاریاں (مرید مولانا نبی بخش حلوائی)

—— ۱۶ تا ۱۸ شعبان المعظم ۱۳۵۸ھ / ۱ تا ۳ اکتوبر ۱۹۳۹ء یکشنبہ تا سہ شنبہ مراد آباد، جامعہ نعیمیہ کے سالانہ جلسہ میں شرکت۔[1]

—— ۲۰ تا ۲۲ شعبان ۱۳۵۹ھ / ۲۳، ۲۵ ستمبر ۱۹۴۰ء، جامعہ حمیدیہ رضویہ مدن پورہ بنارس کے سالانہ اجلاس میں شرکت اور خطاب۔ دیگر شریک علماء: حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی، صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین، مولانا قاضی احسان الحق مراد آبادی مولانا وصیع احمد سہسرامی (بہار) مولانا محب الدین الہ آباد، مولانا عبدالرشید بنارس، مولانا صفی الرحمٰن بنارس، مولانا محمد حسین بنارس وغیرہ۔[2]

—— ۳ تا ۵ شوال ۱۳۶۰ھ / ۲۴ تا ۲۶ اکتوبر ۱۹۴۱ء تحصیل پھالیہ ضلع (گجرات) میں بھکھی، دھول، سہنا، مانگٹ میں تبلیغی اجلاس میں شرکت۔ مولانا محمد سعید (مانگٹ) نے دعوت دی تھی۔ دیگر شرکاء جلسہ:

مولانا غلام علی اشرفی، مولانا عبدالقادر (مانگٹ) مولانا نیاز احمد، مولانا محمد فاضل۔

انہی ایام میں مولوی سلطان محمود سابق مدرس فتح پوری دہلی، مولوی ولی اللہ انّھی (گجرات) اور مولوی غلام محمد (مانگٹ) سے انہی کے چیلنج پر بھکھی میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے کامیاب مناظرہ کیا۔ دیوبندی مناظر میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔[3]

—— شوال ۱۳۶۱ھ / اکتوبر ۱۹۴۲ء کو دارالعلوم جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی (گجرات) کے سالانہ جلسہ میں شرکت فرمائی۔ مولانا عنایت اللہ (سانگلہ ہل) اور دیگر علماء کرام ہمراہ تھے۔[4]

---

[1] مکتوب مولانا صدر الافاضل مراد آبادی، محررہ ۲۴ ستمبر ۱۹۳۹ء

[2] ہفت روزہ الفقیہ امرتسر، ۲۱، ۲۸ اکتوبر ۱۳۴۰ھ، ص ۸

[3] مطبوعہ اشتہار روئداد مناظرہ بھکھی۔ یہ اشتہار حضرت مولانا سید محمد جلال الدین قادری کی وساطت سے دستیاب ہوا ہے۔ ہم اُن کے شکر گزار ہیں۔

[4] بروایت مولانا سید محمد جلال الدین قادری، بھکھی (گجرات) مورخہ ۲۰ دسمبر ۱۹۸۳ء

۔۔۔۔۔۔۴؍ربیع الاول ۱۳۶۲ھ / ۱۰؍مارچ ۱۹۴۳ء مسجد پتھر والی احمد آباد (بھارت) میں مولوی سلطان حسن (دیوبندی) سے علم غیب پر مناظرہ، اس تحریری مناظرہ میں دیوبندی مولوی لاجواب ہو کر بھاگا۔[1]

۔۔۔۔۔۔جمادی الاخریٰ ۱۳۶۳ھ / جون ۱۹۴۴ء ضلعی سُنی کانفرنس مین پوری (بھارت) میں مولانا عارف اللہ میرٹھی کی دعوت پر شرکت۔[2]

۔۔۔۔۔۔۱۷-۱۹؍شوال ۱۳۶۳ھ / ۶-۸؍اکتوبر ۱۹۴۴ء، دارالعلوم حزب الاحناف لاہور کے بیسویں سالانہ جلسہ دستارِ فضیلت میں شرکت۔ اس جلسہ میں سات طلباء نے درجہ حدیث مکمل کرنے کی دستار اور سند حاصل کی۔ دیگر شرکاء علماء حضرات:

پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری (صدرِ جلسہ) صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، حضرت مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی، مولانا عزیز احمد، گڑھی شاہو، لاہور، مولانا عبدالحفیظ آگرہ، مولانا قطب الدین، جھنگ، مولانا سید احمد سعید کاظمی ملتان، مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی وزیر آباد، مولانا نور اللہ بصیر پوری، مولانا محمد یوسف سیالکوٹ، مولانا محبوب علی خاں، مولانا مفتی احمد یار خاں بدایونی، مولانا محمد عمر اچھروی، مولانا محمد حشمت علی لکھنوی، مولانا عنایت اللہ امرتسری، مولانا محبوب عالم، لاہور، مولانا محمد طیب دانا پوری، مولانا قاری احمد حسین فیروز پوری، مولانا پیر سید امانت علی لاہور، مولانا غلام دین لاہور، مولانا آل حسن سنبھلی وغیرہ[3]

حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد علیہ الرحمہ (م ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء) نے

---

[1] قلمی یادداشت حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ۔ مخزونہ کتب خانہ حضرت شیخ الحدیث، فیصل آباد
اس قلمی یادداشت سے حضرت مولانا محمد فضل رسول مدظلہ کی معرفت استفادہ کا موقعہ ملا۔

[2] ماہنامہ نوری کرن، بریلی مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء ص ۹

[3] مطبوعہ اشتہار جلسہ دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور

اپنے ایک بیان میں فرمایا کہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ ہر سال حزب الاحناف لاہور کے جلسہ میں شریک ہوتے۔[1]

۔۔۔۔۔ ۳، ۵ ر ذی الحجہ ۱۳۶۳ھ / ۲۰، ۲۲ ر نومبر ۱۹۴۴ء دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم (بھارت) کے سینتیسویں سالانہ جلسہ دستارِ فضیلت میں شرکت۔ دیگر شرکاء:

مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی، صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی، شیخ الجامعہ، بنارس، مولانا سید محمد مختار اشرفی، قاری مصلح الدین حیدرآبادی خطیب ناگپور[2]

۔۔۔۔۔ ۲۲-۲۴ ر ذی الحجہ ۱۳۶۳ھ / ۹-۱۱ ر دسمبر ۱۹۴۴ء انوار العلوم ملتان کے تاسیسی اجلاس منعقدہ لانگے باغ ملتان میں شرکت۔

دیگر شرکاء: مفتی اعظم حضرت مولانا محمد مصطفےٰ رضا بریلوی، مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی، مولانا سید محمد خلیل امروہوی، مولانا ابو یوسف محمد شریف کوٹلی لوہاراں، مولانا سراج احمد (بہاول پور) مولانا ابوالحسنات سید محمد قادری لاہور، مولانا ابوالبرکات سید احمد لاہور، مولانا عبدالحفیظ آگرہ، مولانا فیض محمد شاہ جمالی، مولانا نواب الدین رمداسی، مولانا عبدالغفور ہزاروی، مولانا یار محمد فریدی، مولانا قطب الدین جھنگ، مولانا غلام جہانیاں ڈیرہ غازی خاں، مولانا محمد عمر اچھروی، شیخوپورہ، مولانا حافظ مظہر الدین رمداسی، مولانا محمد عبداللہ سندھی، مولانا عبدالواحد خانپور، اور دیگر سو کے قریب علماء و مشائخ کرام[3]

۔۔۔۔۔ ۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۴ء احمد آباد، مالیگاؤں، مئو ناتھ بھنجن وغیرہ مقامات پر تبلیغی جلسوں سے خطاب، بعض مقامات پر مولانا محمد شفیع حیدری ہمراہ تھے۔[4]

---

[1] قلمی یادداشت حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

[2] ہفت روزہ الفقیہ، امرتسر۔ ۲۱-۲۸ ر نومبر ۱۹۴۴ء، ص ۸

[3] ہفت روزہ الفقیہ، امرتسر، ۲۱، ۲۸ ر نومبر ۱۹۴۴ء، ص ۱-۲۱، ۲۸ جنوری ۱۹۴۵ء ص ۶-۷، ۱۴ ر فروری ۱۹۴۵ء ص ۱

[4] روزنامہ عوام، فیصل آباد، ۸ ر مارچ ۱۹۷۳ء

۔۔۔۔۔۔۔ ۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۴ء مدرسہ غوثیہ احمد آباد کے تاسیسی اجلاس میں شرکت۔ [۱]

۔۔۔۔۔۔۔ ۳ ربیع الثانی ۱۳۶۴ھ / ۱۸ مارچ ۱۹۴۵ء، سید حسین شاہ عرف ناگے شاہ کے زیر اہتمام عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نانویں سالانہ جلسہ میں شرکت۔

دیگر شرکاء: مولانا ابوالبرکات سید احمد لاہور، مولانا سید احمد سعید کاظمی، ملتان، مولانا سید فیض الحسن شاہ آلومہار، مولانا یار محمد بہاول پور، مولانا مفتی احمد یار خاں نعیمی، گجرات، مولانا مفتی عزیز احمد لاہور، مولانا عبد الغفور ہزاروی، مولانا محمد عمر اچھروی، مولانا قاری احمد حسین فیروز پوری، مولانا محمد یوسف سیالکوٹ، مولانا سید امانت علی لاہور، مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلی لوہاراں اور دیگر علماء [۲]

۔۔۔۔۔۔۔ ۳، ۶ شعبان ۱۳۶۴ھ / ۱۴، ۱۷ جولائی ۱۹۴۵ء سنی کانفرنس مین پوری میں شرکت کی۔ [۳]

۔۔۔۔۔۔۔ ۳، ۶ شعبان ۱۳۶۴ھ / ۱۴، ۱۷ جولائی ۱۹۴۵ء جامعہ نعیمیہ مراد آباد کے سالانہ جلسہ میں شرکت کی۔ [۴]

۔۔۔۔۔۔۔ ذی قعدہ ۱۳۶۴ھ / اکتوبر ۱۹۴۵ء سے صفر ۱۳۶۵ھ / جنوری ۱۹۴۶ء تک پہلا سفر حج و زیارت حرمین طیبین میں گزرا۔ اس سفر حج میں آپ کے ہمراہ یہ حضرات بھی

---

[۱] روزنامہ عوام، فیصل آباد ۸ مارچ ۱۹۶۳ء

[۲] مطبوعہ اشتہار جلسہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم (سال ۱۹۴۵ء)

نوٹ: اشتہار میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کا نام پہلے نمبر پر یوں لکھا ہے: بحر العلوم العقلیہ والنقلیہ بحر الفنون الفرعیہ والاصلیہ قاطع شبہات الملحدین، دافع مکائد الغابرین، حاوی الفضائل والفواضل عمدۃ الاجلہ والاماثل، المتفرد بالعلم الخفی والجلی شیخ التفاسیر والحدیث حضرت مولانا محمد سردار احمد صاحب صدر مدرس مدرسہ منظر اسلام بریلی (منظر اسلام)

[۳] دبدبہ سکندری، رامپور مجریہ ۲۵ جولائی ۱۹۴۵ء، ص ۱۰

[۴] ایضاً، ص ۱۰

شامل تھے، مفتیٔ اعظم مولانا محمد مصطفےٰ رضا بریلوی، مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی
مولانا مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی، مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری لاہور
مولانا سید عبدالرب جبل پوری، مولانا ابوالحامد سید محمد عبدالمسجود جبل پوری [۱]

۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۷ء کو بدایوں میں عرس حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی، میں شرکت کی۔ اس سفر میں منظر اسلام بریلی کے طلباء مولانا محمد عبداللہ، مولانا محمد نواز اور مولانا سید محمد جلال الدین شاہ ہمراہ تھے۔ [۲]

علاوہ ازیں چند اور سفر بھی ہیں، جن کی تاریخ صحیح طور پر معلوم نہ ہو سکی۔

۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۳ء اور اس کے بعد بدایوں میں رجبی (معراج) کے اجلاس میں کئی بار شریک ہوتے۔ مولانا ضیاء القادری بدایونی منتظم جلسہ ہوتے۔
مولانا ضیاء القادری نے ایک منقبت میں یوں لکھا ہے

میری دعوت پر بدایوں آپ آئے چند بار
میرے محسن تھے مرے غم خوار تھے شیخ الحدیث [۳]

مولانا ضیاء القادری بدایونی کی دعوت پر ایک مرتبہ شیخوپور (بھارت) میں تشریف لے گئے۔ [۴]

تیسری مرتبہ جب بدایوں تشریف فرما ہوئے، تو آپ کے ہمراہ مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی، مولانا محمد اجمل سنبھلی اور مولانا احسان الحق بھڑائچی بھی تھے۔ [۵]

---

[۱] دبدبۂ سکندری رام پور، ۱۵ فروری ۱۹۴۷ء ص ۹، ۲۸ فروری ۱۹۴۷ء ص ۹

[۲] روایت مولانا سید محمد جلال الدین مہتمم دارالعلوم بھکھی۔ ضلع گجرات

نوٹ: حضرت مولانا فضل رسول بدایونی کا وصال ۲ جمادی الاول ۱۲۹۸ھ کو ہوا۔

[۳] ماہنامہ نوری کرن، بریلی، مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء ص ۹، ۴۴

[۴] ایضاً، ص ۱۰ [۵] ایضاً، ص ۱۰

——— حضرت مولانا عارف اللہ میرٹھی لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے ہمراہ میں دہلی، بمبئی اور مرادآباد کے جلسوں میں شریک ہوا۔ [1]

——— حضرت مولانا غلام رسول شیخ الحدیث جامعہ رضویہ، فیصل آباد اپنے ایک بیان فرماتے ہیں کہ تقسیم سے قبل آپ اجمیر، بمبئی، بہار، بنگال، گجرات، سورت، کاٹھیاوار اور دہلی وغیرہ تبلیغی جلسوں میں تشریف لے جاتے۔ [2]

——— مولانا مفتی تقدس علی بریلوی شیخ الجامعہ جامعہ راشدیہ پیر گوٹھ (سندھ) ایک بیان میں فرماتے ہیں: جے پور (بھارت) آپ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی اور میرے ہمراہ مولانا عبدالرحمٰن (خلیفہ امام احمد رضا بریلوی) کے ہاں تشریف فرما ہوئے۔ کھانے کے بعد خلال کی بات چلی تو اسی مادے (خ ل ال) کی مناسبت سے عربی اشعار کا تبادلہ ہوا۔ [3]

——— مولانا محمد مختار احمد جامعہ قادریہ رضویہ، فیصل آباد اپنے ایک بیان میں فرماتے ہیں: تقسیم سے قبل حضرت شاہ سراج الحق گورداسپوری علیہ الرحمہ کے مزار پُرانوار پر اکثر حاضر ہوتے کئی بار میں بھی ہمراہ ہوتا۔ [4]

——— مولانا معین الدین شافعی مہتمم جامعہ قادریہ رضویہ، فیصل آباد فرماتے ہیں: ایک مرتبہ بمبئی میں محرم کے جلسوں میں آپ تشریف لے گئے۔ میں اور مولانا حامد فقیہ بخاری ہمراہ تھے۔ مولانا حکیم فضل رحیم کے مکان پر قیام تھا۔ [5]

——— مولانا مفتی عزیز احمد قادری بدایونی، گڑھی شاہو، لاہور فرماتے ہیں کہ آپ ۱۹۴۴ء

---

[1] ماہنامہ نوری کرن، بریلی، مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء ص ۹

[2] قلمی یادداشت مولانا غلام رسول، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

[3] روایت مولانا تقدس علی خاں بریلوی۔ ۲۰ صفر ۱۳۹۲ھ

[4] قلمی یادداشت مولانا محمد مختار احمد، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

[5] قلمی یادداشت مولانا معین الدین، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

سے ہر سال یہاں گڑھی شاہو، لاہور، میری دعوت پر گیارہویں شریف کے جلسہ میں تشریف لاتے۔[۱]

—— مولانا مفتی عزیز احمد بدایونی، مقیم گڑھی شاہو لاہور فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ سے میری پہلی ملاقات آنولہ ضلع بریلی ایک جلسہ میں ہوئی۔ آپ اس وقت طالب علم تھے۔ حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی کے ہمراہ جلسہ میں آئے تھے۔

اسی طرح آپ نے دورِ طالب علمی میں جگت سکانون، ضلع بدایوں میں مرزائیوں کے خلاف ایک جلسہ میں تقریر فرمائی۔ موضوع تھا "حیات مسیح علیہ السلام"

آپ نے آیتِ مبارکہ اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ کو موضوعِ گفتگو بنایا۔[۲]

—— شعبان ۱۳۶۶ھ / جولائی ۱۹۴۷ء کو جلسہ دستارِ فضیلت منظرِ اسلام بریلی سے فارغ ہو کر علی پور سیداں (ضلع سیالکوٹ)، امیرِ ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری کے ہاں تشریف لائے۔ رات کو مسجد نور علی پور سیداں میں آپ نے تقریر فرمائی۔[۳]

—— مولانا محمد عبد الرشید رضوی سابق صدر مدرس مدرسہ نقشبندیہ جماعتیہ علی پور سیداں بیان فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ بریلی سے اجمیر شریف حاضری دیتے ہوئے علی پور سیداں تشریف لائے۔ اس وقت آپ نے ڈیڑھ انار امیرِ ملت محدث علی پوری کی خدمت میں پیش کیا۔ امیرِ ملت نے اس تحفہ کو قبول کرتے ہوئے خادم سے فرمایا:

"اس کو میرے کمرے میں میرے پاس ہی رکھنا اور میرے لیے ہی رہنے دینا۔"

رات کو مسجد میں نعت خوانی ہوئی۔ مولانا ابو داؤد محمد صادق، جو اس وقت علی پور سیداں میں زیرِ تعلیم تھے، نے نعت شریف پڑھی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کا کلام بڑی محبت سے پڑھا گیا۔ آپ نے بھی حاضرین کے ساتھ مل کر نعت شریف کو پڑھا۔ اس وقت آپ نے فرمایا:

---

[۱] و [۲] مولانا مفتی عزیز احمد بدایونی نے یہ باتیں ۱۲ صفر ۱۴۰۴ھ کو ایک انٹرویو میں بیان فرمائیں۔ مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری لاہور بھی ہمراہ تھے۔ فقیر قادری عفی عنہ

[۳] روایت مولانا محمد شریف رضوی، ڈسکہ ضلع سیالکوٹ

"اس وقت دلوں کی زمین ہموار ہے، لہٰذا سب مل کر پڑھو۔" [1]

بعد ازاں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان فرمائے۔ آیتِ مبارکہ النبی اولٰی بالمومنین من انفسھم تلاوت فرمائی اور اسی کے نکات بیان فرمائے اس وقت عجیب کیف کا عالم تھا۔ عظمتِ مصطفٰے کے بیان کے وقت یہ احساس جاتا رہا کہ ہم کہاں ہیں۔ کیف و مستی کا ایک انوکھا منظر تھا۔ اختتامِ جلسہ کے بعد فرمایا:

"اجمیر شریف میں بھی ایک موقعہ پر ایسا لطف آیا تھا۔ بریلی شریف میں چند بار یہ کیفیت پیدا ہوئی تھی اور آج پھر وہ لطف و ذوق لوٹا ہے۔" [2]

—— ۲۰، ۲۲ رجب ۱۳۶۵ھ/ ۲۱، ۲۳ جون ۱۹۴۶ء کو جامع مسجد شمسی بدایوں میں رجبی (معراج شریف) کے اجلاس زیرِ اہتمام مولانا عبد الحامد بدایونی (م ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۰ھ/ ۲۰ جولائی ۱۹۷۰ء) ہوئے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے علاوہ دیگر شرکاء جلسہ کے چند اسماء گرامی یہ ہیں:

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، مولانا صبغت اللہ فرنگی محلی، مولانا مفتی قدیر بخش، مولانا ظہور الاسلام، مولانا ہاشم میاں فرنگی محلی، مولانا عبد العزیز محدث مراد آبادی، صوفی آفاق احمد۔ [3]

—— ۲۷ رمضان ۱۳۶۲ھ/ ۲۷ ستمبر ۱۹۴۳ء کو مراڑا ضلع گورداسپور میں شب قدر کے جلسہ میں شرکت فرمائی۔ منتظمِ جلسہ مولانا محمد یعقوب حال ساکن بٹالہ کالونی، فیصل آباد تھے۔ رات گئے تک بیان فرمایا۔ شب بیداری فرمائی اور فجر کی نماز کے بعد درس قرآن مجید دیا۔ اس کے علاوہ، گورداسپور، بٹالہ اور امرتسر وغیرہ مقامات میں تبلیغی جلسوں سے خطاب فرمایا۔ [4]

—— آخر شعبان ۱۳۶۶ھ/ جولائی ۱۹۴۷ء کو دھام پور (انڈیا) میں جلسہ میں شرکت کی اور خطاب۔ مولانا محمد معین الدین مہتمم جامعہ قادریہ رضویہ، فیصل آباد ہمراہ تھے۔ [5]

---

[1] و [2] روایت مولانا محمد عبد الرشید رضوی جھنگوی، ۱۴ ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ

[3] دبدبۂ سکندری، رام پور۔ مجریہ ۱۳ جولائی ۱۹۴۶ء ص ۸

[4] مولانا محمد یعقوب (مقیم فیصل آباد) نے یہ باتیں ۲۲ صفر ۱۴۰۴ھ/ ۲۸ نومبر ۱۹۸۳ء کو بیان کیں۔

[5] روایت مولانا محمد معین الدین شافعی، فیصل آباد

استقبال کا ایک یادگار منظر

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی مقبولیتِ عامہ کا یہ عالم تھا کہ جہاں بیٹھ جاتے، وہاں جلسہ بن جاتا، جدھر سے گزر جاتے جلوس بن جاتا۔ دور و نزدیک آپ جہاں بھی تشریف لے جاتے، اس علاقہ کے عوام و خواص آپ کے استقبال میں پیش پیش ہوتے۔ لوگوں کو آپ کے استقبالی جلوسوں کا منظر آج بھی یاد ہے۔

ذیل میں ہم صرف ایک استقبال کا نقشہ بلبلِ باغِ مدینہ حضرت سید محمد مرغوب احمد اختر الحامدی مقیم امریکن کوارٹرز حیدرآباد (سندھ) کے الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ سید اختر الحامدی نے ایک نوٹ ابتداء میں لکھا:

حضرت مولٰنا المکرم! السلام علیکم۔ مضمون ارسال خدمت ہے۔

یہ حضور والا! (حضرتِ شیخ الحدیث قدس سرہٗ) کے جودھ پور (بھارت کے ایک جلوس کا مختصر سا خاکہ ہے۔ سرکارِ محدثِ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ ہر سال دسویں، گیارھویں اور بارھویں ربیع الاول شریف یہاں کے لیے حضرت صدر الشریعہ کی طرف سے پابند کر دیئے گئے تھے۔ حضور کی ایک یادگار تقریر کا عکس اور جلوس کا منظر، جو میرے ذہن میں محفوظ تھا، آج اسے پیش کر رہا ہوں:

"تاریک شب نے اپنی سیاہ چادر سمیٹی۔ عروسِ سحر نے زرتار آنچل منہ سے ہٹایا" مست انگڑائی لیتے ہوئے خمار آلود نگاہیں کائنات پر ڈالیں۔ پوری دنیا بادہ سرمدی میں غرق ہو گئی۔ مطربۂ نسیم قدرتی ستار پر دھیمے سروں میں گاتی وجد

کرتی، جھومتی جھامتی، پھولوں کو نمودِ سحر کا پیغام دینے لگی۔ کلیاں مسکرا اٹھیں، غنچے کھل کھلا پڑے، طائرانِ خوش الحان نے آمدِ صبحِ نو پر ایک دوسرے کو مبارک باد دی۔ مُرغانِ چمن نے نغماتِ حمد و نعت، عالمِ رنگ و بُو پر بکھیر دیئے۔ مؤذن نے اللہ اکبر، اللہ اکبر کی صدا بُلند کی۔ ہر ذی رُوح نے اُس جان آفرین و حیات پرور پیغام کو لبیک کہا۔ پوری زندگی بیدار ہوگئی۔ معبودِ حقیقی کو معبودیت کے جلوے کائنات کے ذرّے ذرّے میں نظر آنے لگے۔ کیا آج عید ہے؟

غیر منقسم ہندوستان کے شہر جودھ پور کے مسلمانوں کی عید۔ آج دسویں ربیع الاوّل شریف ہے۔ صبح کاذب سے قبل ہی محلہ چوبداراں کے سُنّی مسلمان، رضوی صاحبِ ایمان باشندے بیدار ہو چکے ہیں۔ کوئی غسل کر رہا ہے۔ کوئی لباس تبدیل کر رہا ہے، لیجیے مسجد سے پھر پیاری پیاری آواز بلند ہوئی،

الصّلوٰۃ والسّلام علیک یارسول اللہ

الصّلوٰۃ والسّلام علیک یاحبیب اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

کتنی کشش ہے ان نورانی الفاظ میں۔ الٰہی! کشش، کتنا پیارا نغمہ ہے یہ جو کانوں کے راستے دل کی گہرائی میں اُترتا ہوا سارے جسم میں رُوح بن کر دوڑ جاتا ہے۔ یہ لطیف و نورانی اشارہ ہے کہ اب جماعت میں چند منٹ رہ گئے ہیں۔ وہ دیکھیے ایک سیلابِ حُسن و نور محوِ تحمید و ثنا، بارگاہِ معبود کی جانب اپنی عبدیت کا اقرار کرنے کے لیے رواں دواں ہے۔ لیجیے جماعت قائم ہوگئی۔ فرائضِ امامت جودھ پور کے مشہور حضرت اخی المعظم ریاض العلماء حضرت مولانا مفتی سیّد ریاض الحسن صاحب حسنی الحسینی حامدی رضوی دامت برکاتہم العالیہ انجام دے رہے ہیں۔ آپ کا شمار حضور پُرنور مرشدی و مولائی امام حجۃ الاسلام علامہ شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ کے اجل و امجد خلفاء میں ہے۔

جماعت ختم ہوئی۔ آج کثیر اجتماع ہے مسجد میں۔ چھوٹے بڑے بچّے بھی کثیر تعداد میں اپنے ابّا جان کے ساتھ جامع مسجد میں حاضر ہیں۔ پورے محلّہ میں عجیب گہما گہمی، جگہ جگہ محرابیں سجائی جارہی ہیں۔ محلّہ کے "چوک" سے اسٹیشن تک پورے راستے کو جھنڈیوں سے آراستہ کیا جارہا ہے۔ ذرا سنیے نعرۂ تکبیر و رسالت کی آواز سامعہ نواز ہوئی۔ سُبحان اللہ! اہلِ محلّہ نے حضرت مفتی سیّد ریاض الحسن صاحب مدظلہٗ کو قائدِ جلوس چُن لیا ہے۔ ۷ بجنے والے ہیں۔ اجمیر شریف کی گاڑی ۷ بجے جودھ پور پہنچتی ہے۔ انسانوں کا سیلابِ عظیم زرق برق لباس ہیں، ہاتھوں میں ہار پھول لیے ہوئے اپنے ننھے مُنّے بچّوں کو کاندھوں پر اُٹھائے اسٹیشن کی جانب چل پڑا۔ نعرۂ تکبیر و رسالت سے فضا گونج رہی ہے۔ پیشانیوں پر مسرّت و شادمانی کا نور، آنکھیں تصوّرِ جلوۂ دیدار سے مخمور، فضائیں نغمۂ نعت سے معمور۔ یُوں تو پورا ماہ ربیع النور ہمہ نور و عید نور ہے، مگر آج اس ربیع النور ہی کے صدقے میں اللہ نے ہمیں ایک اور عید نورٌ علیٰ نور سے ہمکنار فرمایا ہے۔ یہ اسی عید کا خیر مقدم ہے۔

جودھ پور اسٹیشن کا پلیٹ فارم کثرتِ اجتماع سے ایک چھوٹا سا شہر معلوم ہوتا ہے۔ اوّاہ! یہاں تو شہر کی مشہور و مبارک ہستیاں پہلے ہی رونق افروز ہیں۔ غالباً ان بزرگوں نے نمازِ فجر یہیں قریب ہی کی مسجد میں ادا فرمائی ہے۔ یہ ہیں سیّد مفتی ریاض الحسن صاحب واختر الحامدی کے نانا جان قطب الوقت حضرت علامہ مفتی حافظ قاری سیّد محمد راحت علی صاحب قادری جیلانی (علیہ الرحمہ) ان سے ملیے یہ ہیں حضرت سلطان الواعظین علامہ سیّد عنایت علی صاحب قادری حامدی رضوی۔ یہ حضرت مولانا سیّد ریاض الحسن صاحب کے والدِ ماجد ہیں (علیہ الرحمہ) ان سے ملاقات کیجیے، یہ ہیں ارسطوئے (زماں،

فخر الشعراء، یادگار داغ دہلوی حضرت مولانا حکیم سید اصغر علی صاحب اصغر حامدی رضوی (علیہ الرحمہ) سید حضرت مفتی ریاض الحسن صاحب اور اختر الحامدی کے ماموں جان ہیں۔ ان سے دست بوس ہو جیے۔ آپ ہیں مناظر الاسلام، شیر اہل سنت، مداح خیر الانام، فصیح البیان حضرت علامہ کبیر احمد صاحب چشتی (علیہ الرحمہ) یہی وہ بزرگ ہستیاں ہیں جن کے دم سے جودھ پور جیسے پس ماندہ شہر میں سنیت کا چراغ روشن ہے۔ انہی حضرات کی کوششوں سے آج یہ شہر رضویت و بریلویت کا سرسبز و شاداب چمن بنا ہوا ہے۔ انہیں کی طفیل میں آج ہم اس عید کی مسرتوں سے ہمکنار ہو رہے ہیں ——— فضا نعرۂ تکبیر و رسالت سے گونج اٹھی۔

لیجیے سگنل ہو گیا ——— سب کی نگاہیں مشرق کی جانب بیتابانہ اٹھنے لگیں ——— رضوی آفتاب طلوع ہونے والا ہے ——— انجن کے وسل کی آواز سامعہ نواز ہوئی ——— پی ——— پی ——— پی ——— ہوشیار ہو جاؤ کہ تمہارا "پی" آرہا ہے۔ پی؟ تم سب کا "پی" تم سب کا محبوب، تم سب کا پیارا ——— اہل سنت کا سردار ——— نشاط و مسرت کی ہزاروں گھنٹیاں کانوں میں بجنے لگیں۔ دھوئیں کا غبارہ نظر آیا۔ غبارہ نے غبار کی شکل اختیار کی۔ غبار چھٹا۔ دور گاڑی نظر آئی۔ آج ٹرین بھی عجیب تمکنت و وقار سے خراماں چلی آرہی ہے۔ ہجوم دو رویہ باادب ایستادہ ہو گیا۔ گاڑی بصد جاہ و جلال پلیٹ فارم پر داخل ہوئی۔ فضا نعرۂ رسالت و نعرۂ غوثیت سے معمور ہو گئی۔ ہجوم ہار پھول لیے باادب سیکنڈ کلاس کی درجہ جانب بڑھا۔ پہلی صف میں علمائے کرام کی ہے جس کی قیادت اسٹیشن پر حضور قطب الوقت علامہ سید محمد راحت علی صاحب جیلانی (علیہ الرحمہ) نے سنبھالی ہے۔ سیکنڈ کلاس کی کھڑکی کھلی ———

رضوی آفتاب نے اپنی نورانی شعاعوں سے پلیٹ فارم کو منور فرما دیا۔ پروانے شمعِ امجدی، چراغِ حامدی پر نثار ہونے لگے۔ ایک پر ایک سبقت لے جانے کی کوشش کر رہا ہے۔ رضوی دولہا ماشاء اللہ، ماشاء اللہ فرماتے جا رہے ہیں اور ایک ایک سے مصافحہ فرما رہے ہیں۔ سب سے مزاج پُرسی ہو رہی ہے۔ بچوں کے سروں پر پیار سے دستِ شفقت پھیر رہے ہیں۔ علمائے کرام نے بدقتِ بسیار لوگوں کے والہانہ جوشِ عقیدت و محبت کو نہایت مؤثر الفاظ و حسنِ تنظیم سے سنبھالا۔ ہجوم مؤدبانہ سیکنڈ کلاس سے لے کر باادب صف بصف کھڑا ہو گیا۔ سیکنڈ کلاس کا دروازہ کھلا۔ مصوّر نے اپنے کیمرے کی نوک پلک درست کی۔ کسی دنیوی قائد کی بے جان تصویر لینے والا فوٹوگرافر نہیں یہ مصوّرِ فطرت شاعر جس کے پاس مشینی کیمرہ نہیں، جس کے پاس قدرتی کیمرہ ذہنی ہے۔ جو آج اپنے لافانی مذہبِ حقہ اہلِ سنّت و جماعت کے قائد کی جاندار حقیقی و ابدی تصویر، اپنے ذہنی کیمرے میں منضبط و محفوظ کر رہا ہے (جس کی نقل آپ بھی دیکھ رہے ہیں) رضوی دُولہا جلوہ آرائے پلیٹ فارم ہوا۔ پھولوں کی کثرت نے چہرۂ انور کو چھپا رکھا ہے۔ سردارِ اہلِ سنّت حضرت قبلہ سردار احمد زندہ باد ــــــ رضوی دُولہا زندہ باد ــــــ یہ اخترالحامدی کی آواز تھی۔ پورے ہجوم نے اس نعرہ کی تکرار کی۔ ارے یہ ہے ہمارا رضوی دولہا۔ جی ہاں یہ ہے ہمارا رضوی دُولہا۔ تبع میں اعلیٰ حضرت کا، حضور امام حجۃ الاسلام کا لختِ جگر، سیدنا مفتیٔ اعظم ہند کا نورِ بصر، حضور صدر الشریعہ کا پارۂ دل، حضرت صدر الافاضل مفسرِ اعظم مرادآبادی کا سرمایۂ صد افتخار۔ بریلوی کچھار کا شیرِ نر، رضوی فوج کا سالار نڈر، شریعت کا پیکر، معرفت کا مہرِ انور، حقیقت کا مظہر، ضیغمِ ملت سردارِ اہلِ سنت حضرت علامہ شاہ ابوالمنظور سیدنا شیخ الحدیث محدثِ اعظم محمد سردار احمد صاحب

قبلہ رضوی حامدی چشتی (رضی اللہ عنہ) یہی وہ پاکیزہ ہستی ہے جس کا جودھپور والوں کو مدت سے انتظار تھا۔ وہ مقدس پیکر جس کے قدم چومنے کے لیے سرزمین مارواڑ بیقرار تھی۔ وہ متبرک شخصیت جس کی افضلیت و برتری کی دلیل آج کا یہ زبردست اجتماع ہے ؎

زندہ باد اے سیدی سردار احمد زندہ باد
اے مجسم حق، مجسم سُنیت پائندہ باد

وکٹوریہ پہلے ہی سے پھاٹک سے آلگی ہے۔ حضرت اس میں رونق افروز ہوئے۔ ساتھ ہی مقامی علمائے کرام بھی تشریف فرما ہیں۔ تانگوں اور بیل گاڑیوں کی ایک لمبی قطار پیچھے پیچھے چل رہی ہے۔ نعت خوانی بھی ہو رہی ہے۔ راہ گیر اور عام لوگ بھی نعرۂ تکبیر و رسالت کا جواب نعرۂ تکبیر و رسالت سے دے رہے ہیں۔ حقانیتِ مصطفےٰ، عظمتِ سرورِ انبیاء علیہ التحیۃ والثناء (کا) پرچم اڑاتا ہوا جلوس آہستہ آہستہ دارالعلوم یادگارِ اسحاقیہ حنفیہ محلہ چوبداراں پہنچ گیا ــــ حضور شیخ الحدیث وکٹوریہ سے نیچے تشریف لائے۔ دارالعلوم کا ایک بڑا کمرہ حضور کے لیے پہلے ہی مخصوص کر دیا گیا ہے۔ کمرہ خوشبو سے معطر ہو رہا ہے ــــ سامنے ایک مسند لگادی گئی ہے۔

رضوی دولہا کمرہ میں علماء کرام کے ساتھ تشریف لائے ــــ حضرت قطب الوقت علامہ حافظ سید راحت علی صاحب (علیہ الرحمہ) سے رضوی دولہا فرما رہے ہیں کہ پہلے آپ مسند پر تشریف رکھیے۔ حضور قطب الوقت کا اصرار ہے کہ مسند تو صرف دُولہا ہی کو زیب دیتی ہے اور اس وقت اس نورانی بزم کے آپ ہی دُولہا ہیں ــــ مگر رضوی دولہا نے جب تک حضور قطب الوقت کو مسند نشین ہونے پر مجبور نہ کر دیا ــــ خود بھی

مسند نشین نہ ہوتے۔

اللہ اللہ! ——— یہ عظمت و بلندی، یہ علمی دبدبہ، یہ خداداد شہرت، و ہر دل عزیزی ——— مگر یہ انکساری اور یہ کسرِ نفسی ——— یہ علمائے کرام اور سادات عظام و بزرگانِ دین کا ادب و احترام ——— چہرے پر سفر کی تکان کے آثار ہیں۔ اب تو حضور کو آرام کی سخت ضرورت ہے۔ رات کو تقریر بھی کرنا ہے۔ لوگ ایک ایک کرکے بعد مصافحہ و دست بوسی رخصت ہونے لگے۔"

منقول از ہفت روزہ "محبوبِ حق" لائل پور
مجریہ ۱۳ر دسمبر ۱۹۶۳ء ص ۱۹، ۲۰

قیامِ پاکستان کے بعد کے چند سفر

—— ۲ شوال ۱۳۶۶ھ / ۲۰ اگست ۱۹۴۷ء کو اپنے آبائی گاؤں دیال گڑھ ضلع گورداسپور سے ہجرت کی۔ لاہور میں چند روز قیام کے بعد بھکھی (گجرات) میں تشریف لائے اور نومبر ۱۹۴۷ء (چار ماہ) تک بھکھی رہے۔

—— ۱۷ محرم ۱۳۶۷ھ / یکم ۱۹۴۷ء کو آپ ساروکی ضلع گوجرانوالہ میں حضرت مولانا عبدالغفور ہزاروی کے اصرار پر آگئے۔

—— ۱۵ رجب ۱۳۶۷ھ / ۱۴ مئی ۱۹۴۸ء کو آپ دوبارہ بریلی شریف حاضر ہوئے اور منظرِ اسلام بریلی میں دورۂ حدیث شروع کرا دیا۔

—— ۱۴ مئی اور ۸ جون ۱۹۴۸ء کے درمیان ایک مرتبہ اجمیر مقدس حاضر ہوئے چند ماہ کے بعد آپ دوبارہ واپس آگئے اور ساروکی میں قیام رہا۔

—— ۱۲ صفر ۱۳۶۷ھ / ۲۶ دسمبر ۱۹۴۷ء کو منڈی بہاؤالدین (ضلع گجرات) میں الجمعیتہ العالیتہ الاسلامیتہ کے اجلاس زیرِ صدارت امیر حزب اللہ پیر فضل شاہ جلال پور (جہلم) میں شریک ہوئے۔[1]

—— شوال ۱۳۶۸ھ / اگست ۱۹۴۹ء کو آپ مستقل طور پر فیصل آباد میں رہائش پذیر ہو گئے۔[2]

---

[1] مطبوعہ اشتہار جلسہ الجمعیتہ العالیہ الاسلامیہ منڈی بہاؤالدین ضلع گجرات (۱۹۴۷ء)

نوٹ: یہ اشتہار ہمیں مولانا سید محمد جلال الدین (بھکھی) کی وساطت سے ملا ہم اُن کے شکر گزار ہیں۔

[2] یہ تمام تفصیلات مولانا سید محمد جلال الدین (گجرات)، صوفی اللہ رکھا مقیم فیصل آباد کے زبانی بیانات اور مکتوبات حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ محررہ ۳۰ رجب ۱۳۶۷ھ / ۱۷ محرم ۱۳۶۷ھ کی روشنی میں مرتب ہوئیں۔

۸، ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۷ھ / ۲۰، ۲۱ مارچ ۱۹۴۸ء انجمن ارشاد الاسلام بیگہ (ضلع گجرات) کے زیرِ اہتمام میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پندرھویں سالانہ اجلاس میں شرکت فرمائی۔ دیگر شرکاء یہ تھے:

مولانا غلام قادر اشرفی، لالہ موسیٰ، مولانا قاری احمد حسین گجراتی، مولانا محمد دین بھمبروی، مولانا سید فضل شاہ قاضی باقر (گجرات)، مولانا غلام دین، لاہور ۔[۱]

۱۵، ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۷ھ / ۲۵، ۲۷ مارچ ۱۹۴۸ء کو انوار العلوم ملتان کے سالانہ اجلاس میں شرکت فرمائی۔ پاکستان بھر کے کثیر علماء کی موجودگی میں الجمعیۃ العالیہ الاسلامیہ (آل انڈیا سُنّی کانفرنس) کو جمعیت علماء پاکستان کے نام سے بدل دیا گیا۔ جمعیت علماء پاکستان کے اس تاسیسی اجلاس میں آپ شریک تھے۔[۲]

۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۸ھ / ۱۳ مارچ ۱۹۴۹ء دربار قادریہ گجرات میں میلاد شریف کے بارھویں اجلاس، زیرِ سرپرستی پیر ننگے شاہ میں شرکت فرمائی۔ دیگر شرکاء یہ تھے: پیر صاحب مانکی شریف، مولانا ابو البرکات سید احمد لاہور، مولانا سید احمد سعید کاظمی، مولانا مفتی احمد یار خاں گجرات، مولانا محمد عمر اچھروی۔ مولانا پیر امانت علی شاہ لاہور، مولانا قاری احمد حسین گجرات، مولانا غلام دین لاہور، مولانا ابو النور محمد بشیر کوٹلی لوہاراں، مولانا محمد یوسف سیالکوٹ ۔[۳]

۳۰ رجب ۱۳۶۸ھ / ۲۶ مئی ۱۹۴۹ء دربار قادریہ گجرات میں پیر حسین شاہ

---

[۱] رجسٹر کارروائی اجلاس، انجمن ارشاد الاسلام بیگہ، ضلع گجرات

[۲] مولانا مفتی عبد اللطیف، سابق مدرس انوار العلوم ملتان، حال مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور نے ۲۲ صفر ۱۴۰۰ھ کو یہ تفصیل بیان کی۔ مفتی صاحب اس اجلاس میں علماء کے میزبان تھے۔

[۳] مطبوعہ اشتہار دربار قادریہ گجرات۔ یہ اشتہار حکیم فاروق حسن بیگہ (گجرات) نے مہیا کیے۔ ہم اُن کے شکرگزار ہیں۔

عرف ننگے شاہ کے زیرِ اہتمام معراج شریف کے بارہویں سالانہ اجلاس میں شرکت کی۔

دیگر شرکاء ؛ سید دیوان آلِ رسول اجمیر شریف، خواجہ محمد قمرالدین سیالوی سیال شریف

پیر ابوالبرکات فضل شاہ جلال پور (جہلم) پیر سید فیض الحسن شاہ آلو مہار، پیر محمد امین الحسنات

مانکی شریف، مولانا ابوالبرکات سید احمد لاہور، مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی وزیر آباد، مولانا

سید احمد سعید کاظمی ملتان، مولانا مفتی احمد یار خاں گجرات اور دوسرے علماء۔ ؎۱

——— ربیع الاوّل ۱۳۷۰ھ / دسمبر ۱۹۵۰ء میں راولپنڈی اور مضافات میں

میلاد کے چند جلسوں سے خطاب۔

پہلا خطاب ؛ بزمِ غلامانِ مصطفےٰ لال کرتی کے زیرِ اہتمام جلسہ میلاد۔ اس اجلاس میں

مولانا عارف اللہ میرٹھی، مولانا مطیع الرضا قادری (م ۶ر جمادی اولیٰ ۱۳۹۹ھ/ ۴ر اپریل ۱۹۷۹ء)

نے بھی خطاب فرمایا۔

دوسرا خطاب ؛ جامعہ غوثیہ بھابڑا بازار راولپنڈی، جامن والی مسجد میں ۔اس جلسہ

میں حافظ عبدالغفور خطیب جامع مسجد اور مولانا محب النبی موجود تھے۔

تیسرا خطاب ؛ جامع مسجد اٹک آئل کمپنی مورگاہ، زیرِ اہتمام مولانا مفتی محمد صادق۔ ؎۲

——— ربیع الاول ۱۳۷۳ھ / نومبر، دسمبر ۱۹۵۳ء بزم غلامانِ مصطفےٰ لال کرتی

راولپنڈی کی دعوت پر جلسہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب۔

اس اجلاس میں مولانا معین الدین شافعی، مولانا شاہ عارف اللہ، صاحبزادہ

اصغر علی سنتالوی وغیرہ موجود تھے۔ ؎۳

؎۱ مطبوعہ اشتہار دربار قادریہ، گجرات۔

؎۲ روایت صوفی فیض احمد قادری، لال کرتی، راولپنڈی — ۱۲ر رجب ۱۴۰۵ھ

؎۳ ایضاً

—— ۱۴، ۱۶ ربیع الاول ۱۳۷۱ھ / ۱۴، ۱۶ دسمبر ۱۹۵۱ء، مدرسہ احیاء العلوم پورے والہ (ساہیوال) کا اجراء۔ جلسہ میں شرکت فرمائی۔[1]

—— ربیع الاول ۱۳۷۱ھ / دسمبر ۱۹۵۱ء، غلہ منڈی ہارون آباد (بہاول پور ڈویژن) کی انجمن کے زیر اہتمام جلسہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں شرکت۔[2]

—— ۱۴، ۱۶ شعبان ۱۳۷۱ھ / ۱۱، ۱۳ مئی ۱۹۵۲ء، احباب خانیوال کی دعوت پر معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجلاس میں شرکت و خطاب[3]

—— صفر ۱۳۷۲ھ / نومبر ۱۹۵۲ء، مدرسہ احیاء العلوم پورے والہ کے سالانہ جلسہ میں شرکت اور خطاب۔ اسی دوران آپ چک نمبر ۳۷ میں اپنے بعض اقارب کے ہاں ملاقات کے لیے تشریف لے گئے۔ تانگہ پر سواری فرمائی۔ دورانِ سفر نعت خوانی ہوتی رہی اور مولانا جامی علیہ الرحمہ کی مشہور نعت ؎

نسیما جانبِ بطحا گذر کن زاحوالم محمد را خبر کن

بھی پڑھی گئی۔[4]

—— ۱۳۷۱ھ / ۱۹۵۲ء، ستیانہ روڈ فیصل آباد پر ایک گاؤں میں دوپہر کے

---

[1] مطبوعہ اشتہار۔ یہ اشتہار حضرت مولانا محمد فضلِ رسول مدظلہ، فیصل آباد کی معرفت دستیاب ہوا۔

[2] روایت حضرت مولانا محمد فضلِ رسول، فیصل آباد، مورخہ ۲۲ صفر ۱۴۰۴ھ

[3] مطبوعہ اشتہار، یہ اشتہار حضرت مولانا محمد فضلِ رسول، فیصل آباد کی معرفت دستیاب ہوا۔

[4] روایت حضرت مولانا محمد فضلِ رسول، فیصل آباد، مورخہ ۲۲ صفر ۱۴۰۴ھ

جلسہ میں شرکت اور خطاب۔ منتظمینِ جلسہ شدّتِ مسرّت میں آپ کو کھانا نہ کھلا سکے۔ انہیں کھلانے پلانے کا یاد نہ رہا۔ واپسی پر آپ نے دورۂ حدیث کے طلبار سے بیان فرمایا کہ آج طبیعت انتہائی مسرور ہے کہ ہم وہاں جلسہ میں گئے۔ وعظ ہوا، اور واپس آگئے۔ ان لوگوں نے ہماری کسی طرح کی بھی کوئی مادی خدمت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سفر خالص اپنے لیے قبول فرمالیا۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے یہ واقعہ اپنے مخصوص انداز میں بیان فرما کر اخلاص اور للٰہیت کے ساتھ ساتھ تبلیغ کی اہمیت اور آداب بتاتے۔ شریکِ درس طلبار انتہائی متاثر ہوتے۔ [1]

——— ۱۳۷۲ھ / ۱۹۵۳ء، سمندری روڈ پر ایک گاؤں میں دعوت میں شرکت فرمائی۔ چودھری محمد سلیمان ایڈووکیٹ، چودھری مختار الانوار ایڈووکیٹ، جناب محمد حسین حوالدار، اور مولانا حافظ محمد احسان الحق بھی شریکِ سفر تھے۔ [2]

——— ۸ر رجب ۱۳۷۳ھ / ۱۴ر مارچ ۱۹۵۴ء، دربار قادریہ گجرات میں سید نانگے شاہ کے زیرِ اہتمام معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسہ میں شرکت۔

حسبِ روایت اس جلسہ میں کثیر علمار و مشائخ نے شرکت فرمائی۔ [3]

——— ۲، ۴ر شعبان ۱۳۷۳ھ / ۷، ۹ر اپریل ۱۹۵۴ء، جامعہ نعیمیہ ——— لاہور کے دوسرے سالانہ جلسہ میں شرکت اور خطاب۔ اس جلسہ میں دیگر علمار کے علاوہ حضرت مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی بھی شریک ہوتے۔ [4]

——— ۱۳۷۲ھ / دسمبر ۱۹۵۳ء، علامہ نور بخش توکلی علیہ الرحمہ (م ۱۲ جمادی الاولیٰ

---

[1] روایت مولانا حافظ محمد احسان الحق، مدرس جامعہ رضویہ، فیصل آباد، مورخہ ۲۲ صفر ۱۴۰۲ھ

[2] روایت ایضاً،

[3] مطبوعہ اشتہار، دربار قادریہ گجرات۔ یہ اشتہار ہمیں حکیم مولانا محمد فاروق حسن درگاہی بگیہ ضلع گجرات نے مہیا کیا ہے۔

[4] مطبوعہ اشتہار، جامعہ نعیمیہ، لاہور (۱۹۵۴ء)

۱۳۶۷ھ / ۲۴، مارچ ۱۹۴۸ء) کے عرس منعقدہ مزار حضرت علامہ میں شرکت و خطاب[1]

۱۵، شعبان ۱۳۷۳ھ / ۱۷ مئی ۱۹۵۴ء، منڈی ہارون آباد میں جلسہ سے خطاب[2]

۲۲، ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ / ۲۲، اگست ۱۹۵۴ء لاہور داتا گنج بخش علیہ الرحمہ پر حاضری۔ لوہاری دروازہ کے سامنے تانگے پر بیٹھے ہوئے مولانا غلام رسول شیخ الحدیث فیصل آباد سے لوہاری دروازہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: یہاں ایک مدرسہ رضویہ ہونا چاہیے، چنانچہ آپ کی دعا و برکت سے لوہاری دروازہ کے اندر جامعہ نظامیہ رضویہ قائم ہوا، جس نے بہت سے شاندار علمی و تحقیقی کام کیے ہیں تنظیم المدارس کا دفتر بھی یہاں ہے۔[3]

صفر ۱۳۷۵ھ / اکتوبر ۱۹۵۵ء دربار حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ پر حاضری

نوٹ :۔ دربار حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ پر آپ مہینہ میں ایک دو بار ضرور حاضر ہوتے۔ یہ سفر اس لحاظ سے تاریخی ہے کہ دربار میں پہنچے، تو سیلاب کی وجہ سے اکثر راستے مسدود ہو گئے۔ دوسرے روز جمعہ میں فیصل آباد پہنچنا ضروری تھا۔ آپ بذریعہ ریل خانیوال کے راستے فیصل آباد پہنچے اور جمعہ پڑھایا۔ پاکستان میں ہوتے ہوئے آپ نے فیصل آباد کے جمعہ کا کبھی ناغہ نہ فرمایا۔ (مکتوب کا عکس کتاب میں شامل کر دیا گیا ہے)[4]

۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۵ء سرگودھا میں خواجہ محمد قمر الدین سیالوی کی زیر صدارت محمد صدیق بابو کی دکان کے سامنے آپ کا پہلا اور کامیاب تبلیغی جلسہ۔ حاجی امیر صاحب کی دعوت پر آپ نے جلسہ میں شرکت فرمائی اور ایسا ایمان افروز خطاب فرمایا کہ باطل کے تمام منصوبے ناکام ہو گئے[5]

---

[1] روایت مولانا محمد احسان الحق، ۲۲ صفر ۱۴۰۴ھ [2] قلمی بیاض حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ

[3] (ا) روایت مولانا محمد فضل رسول، فیصل آباد، ۲۲ صفر ۱۴۰۴ھ

(ب) بیاض حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ

[4] مکتوب حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ، بنام مولانا القدس علی رضوی، محررہ ۷، صفر ۱۳۷۵ھ

[5] جلسہ کی تفصیلات مولانا سید حسین الدین راولپنڈی اور مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی لاہور کے بیانات سے ماخوذ ہیں۔

——— ۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۴ھ/یکم جنوری ۱۹۵۵ء بروز ہفتہ چک مسیتی نزد جانی والہ سٹیشن، ضلع لائل پور میں آپ کا ایمان افروز خطاب۔ اس اجلاس میں مولانا عنایت اللہ سانگلہ ہل، مولانا محمد احسان الحق اور مولانا محمد بشیر ساتھ تھے۔ [1]

——— ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۵ء جامع مسجد لال کرتی، راولپنڈی میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم الشان جلسہ میں شرکت اور ایمان افروز خطاب۔ [2]

——— ۲۷ شعبان ۱۳۷۵ھ/۲؍اپریل ۱۹۵۶ء کراچی میں خطاب [3]

——— آخر شعبان ۱۳۷۵ھ/اپریل ۱۹۵۶ء حیدر آباد (سندھ) میں دو جلسوں سے خطاب۔ [4]

——— رجب ۱۳۷۵ھ/مارچ ۱۹۵۶ء حیدر آباد میں تبلیغی جلسہ سے خطاب [5]

——— ۱۳۷۶ھ/۱۹۵۷ء، جامن والی مسجد، راولپنڈی میں تبلیغی جلسہ سے خطاب — اس یادگار تاریخی تقریر کے دوران علم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی منکر نے قرآنی آیات کو بطورِ اعتراض لکھ کر پیش کیا، عندہ علم الساعۃ (الآیۃ) معترض کا مدعا یہ تھا کہ قیامت کا علم تو صرف خدا کو ہے، کسی اور کو عطا نہیں ہوا۔ آپ کا برمحل جواب آج بھی شرکاء جلسہ کو یاد ہے۔ عندہ حسن الثواب آیت سے آپ نے ثابت کیا عندہ سے کسی شے کا حصر نہیں ہو جاتا۔ اگر ایسا ہو تو ماننا پڑے گا کہ ثواب تو صرف خدا تعالیٰ کے پاس ہے کسی اور کو ثواب حاصل نہیں۔ [6]

---

[1] قلمی یادداشت حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ، مخزونہ کتب خانہ شیخ الحدیث، فیصل آباد

[2] روایت مولانا سید حسین الدین، راولپنڈی، ۸؍ربیع الاول ۱۴۰۴ھ

[3] مکتوب حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ، محررہ ۵؍رمضان المبارک ۱۳۷۵ھ/۷؍مئی ۱۹۵۶ء

[4] ایضاً، [5] ایضاً، ۷؍مئی ۱۹۵۶ء

[6] روایت مولانا سید حسین الدین، راولپنڈی، ۸؍ربیع الاول ۱۴۰۴ھ

۱۳۷۵ھ/۵۶-۱۹۵۵ء، جامعہ محمودیہ رضویہ پپلاں ضلع میانوالی کے سالانہ اجلاس سے خطاب۔ اس زمانہ میں مولانا فیض احمد گولڑوی اس مدرسہ میں استاد تھے۔ مولانا موصوف حضرت کے بیان سے از حد متاثر ہوتے۔ لہ

۲۴ شعبان ۱۳۷۵ھ/۱۸ مارچ ۱۹۵۶ء، دربار قادریہ گجرات میں معراج النبی کے اجلاس، زیر اہتمام سید حسین شاہ، شرکت اور خطاب حسب روایات جلسہ میں کثیر علماء اور مشائخ نے شرکت فرمائی۔ ٢ہ

۱۲ شعبان ۱۳۷۶ھ/۱۵ مارچ ۱۹۵۷ء، سید حسین شاہ عرف نانگے شاہ کے زیر اہتمام دربار قادریہ گجرات میں معراج شریف کے جلسہ میں شرکت و خطاب۔ روایات کے مطابق نماز کے اوقات کے علاوہ مسلسل آٹھ پہر جلسہ جاری رہتا تھا۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے علاوہ کثیر مشائخ و علماء نے شرکت فرمائی۔ ٣ہ

۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ/۳۰ نومبر ۱۹۵۷ء کو ڈجکوٹ ضلع لائل پور میں میلاد شریف کا عظیم الشان جلسہ ہوا۔ اس میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کا ایمان افروز خطاب ہوا۔ ڈجکوٹ میں آپ کا شاندار استقبال ہوا۔ ٤ہ

۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ/۱۵ دسمبر ۱۹۵۷ء نظام آباد چک ۳۸ ضلع شیخوپورہ میں تبلیغی جلسہ میں شرکت اور خطاب۔ ٥ہ

۲۸ رجب ۱۳۷۷ھ/۱۸ فروری ۱۹۵۸ء، حجرہ شاہ مقیم ضلع ساہیوال

لہ روایت مولانا محمد احسان الحق، فیصل آباد، ۲۲ صفر المظفر ۱۴۰۴ھ

٢ہ مطبوعہ اشتہار جلسہ معراج شریف، دربار قادریہ، گجرات ۱۹۵۶ء

٣ہ ایضاً، ۱۹۵۷ء

٤ہ ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ، ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ، ص ۶

٥ہ ایضاً، ۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۷ھ، ص ۶

میں تبلیغی اجلاس سے ۲½ گھنٹے خطاب۔ [1]

——— ۲۹، ۳۰ رجب ۱۳۷۷ھ / ۱۹، ۲۰ فروری ۱۹۵۸ء، مدرسہ ضیاء القرآن ڈنگہ، تحصیل کھاریاں، ضلع گجرات کے چوتھے سالانہ اجلاس میں شرکت اور خطاب۔

اس اجلاس سے آپ کے علاوہ مولانا عبد الغفور ہزاروی، مولانا محمد عمر اچھروی، مولانا سید محمد جلال الدین بھکھی، مولانا محمد سعید علی پور چٹھہ اور دیگر علماء نے بھی خطاب فرمایا۔ [2]

——— ۱۱، ۱۲ شعبان ۱۳۷۷ھ / ۳، ۴ مارچ ۱۹۵۸ء جامعہ محمودیہ رضویہ پپلاں ضلع میانوالی کے ایک عظیم الشان جلسہ سے خطاب۔ آپ کے علاوہ مولانا حافظ محمد احسان الحق، فیصل آباد، مولانا احمد سعید کروڑا اور دیگر علماء نے بھی خطاب فرمایا۔ [3]

——— ۲۵ شعبان ۱۳۷۷ھ / ۱۷ مارچ ۱۹۵۸ء، بروز پیر سدھوپور چک نمبر ۱۲۳ ضلع فیصل آباد، تبلیغی جلسہ میں ۲½ گھنٹے بیان۔

واپسی پر ناننگے کے سفر میں آپ کے سامنے ایک ایسا آدمی پیش کیا گیا، جس کا منہ ٹیڑھا ہو گیا تھا۔ زبان باہر کو نکلی ہوئی تھی، چہرے کا رنگ سیاہ ہو چکا تھا اور بہت مشکل سے بات کر سکتا تھا۔ بتایا گیا کہ یہ شخص درود شریف بصیغۂ ندا کے بارے میں بدزبانی کرتا تھا، اسے یہ سزا ملی ہے۔ بہت سے لوگوں نے اس سے عبرت پکڑ لی اور بدعقیدگی سے توبہ کر لی۔ [4]

——— ۷، ۸ شوال ۱۳۷۷ھ / ۲۷، ۲۸ اپریل ۱۹۵۸ء، مدرسہ حنفیہ رضویہ سراج العلوم، گوجرانوالہ کے چوتھے سالانہ اجلاس میں شرکت و خطاب۔ علاوہ آپ کے یہ علماء بھی شریک ہوئے: مولانا محمد عمر اچھروی، مولانا محمد بشیر کوٹلی لوہاراں [5]

---

[1] ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ، ۸ شعبان ۱۳۷۷ھ، ص ۶

[2] ایضاً: ۲۲ شعبان ۱۳۷۷ھ، ص ۶

[3] ایضاً، ۷ رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ، ص ۶

[4] ایضاً، ۵ شوال ۱۳۷۷ھ، ص ۶

[5] (ا) ایضاً، ۵ شوال ۱۳۷۷ھ ص ۴، (ب) ایضاً، ۱۹ شوال ۱۳۷۷ھ ص ۲

۱۳، ۱۴ر شوال ۱۳۷۷ھ / ۳، ۴ر مئی ۱۹۵۸ء کو حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے سبزی منڈی خانیوال میں انجمن حنفیہ رضویہ کے زیر اہتمام مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن کا افتتاح فرمایا۔ مدرسہ کے پہلے استاد مولانا قاضی نور احمد (میانوالی) کا تقرر ہوا۔ [1]

۲۴ر شوال ۱۳۷۷ھ / ۱۴ر مئی ۱۹۵۸ء سید والا ضلع شیخوپورہ میں تبلیغی جلسہ سے خطاب۔ [2]

۲۶، ۲۷، ۲۸ر شوال ۱۳۷۷ھ / ۱۶، ۱۷، ۱۸ر فروری ۱۹۵۸ء، انجمن خدام المسلمین خانیوال کے زیر اہتمام مدرسہ عربیہ جامع العلوم خانیوال کے آٹھویں سالانہ اجلاس میں شرکت اور خطاب۔ دیگر شرکاء، مولانا مفتی عبدالحفیظ (ملتان) مولانا محمد عمر اچھروی (لاہور) مولانا محمد شریف نوری قصوری (لاہور) مولانا حافظ منظور احمد (ملتان) مولانا قاری غلام رسول (لاہور) اور دوسرے علماء کرام۔ [3]

۲ر ذی قعدہ ۱۳۷۷ھ / ۲۲ر مئی ۱۹۵۸ء صدر بازار چھاؤنی کے اہل سنت دکاندار حضرات کی دعوت پر تبلیغی جلسہ سے خطاب۔ ۱½ بجے رات تک بیان جاری رہا۔ [4]

۱۲ر ذی قعدہ ۱۳۷۷ھ / ۳۰ر مئی ۱۹۵۸ء بھکھڑیوالی ضلع فیصل آباد میں تبلیغی جلسہ سے خطاب۔ [5]

۲۵ر ذی قعدہ ۱۳۷۷ھ / ۱۴ر جون ۱۹۵۸ء بروز ہفتہ جامعہ غوثیہ رضویہ سکھر کے افتتاحی اجلاس میں شرکت۔ دیگر شریک علماء،

مولانا سید احمد سعید کاظمی، ملتان۔ مولانا مفتی ظفر علی کراچی، وغیرہ [6]

---

[1] ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ، ۱۷ر ذی قعدہ ۱۳۷۷ھ، ص ۶

[2] ایضاً، ۳ر ذی قعدہ ۱۳۷۷ھ، ص ۶

[3] ایضاً، ۱۷ر ذی قعدہ ۱۳۷۷ھ، ص ۶

[4] ایضاً، ۲۴ر ذی قعدہ ۱۳۷۷ھ، ص ۶

[5] ایضاً، ۸ر ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ، ص ۶

[6] ایضاً، ۲۴ر ذی قعدہ ۱۳۷۷ھ ص ۵

—— ۲، ۳ ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ/ ۲۰، ۲۱ جون ۱۹۵۸ء میلسی میں دو خطاب [1]

—— ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ/ ۲۶ مئی ۱۹۵۸ء، بزمِ رضائے مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) ملتان کے زیرِ اہتمام عظیم الشان جلسہ سے خطاب۔ دیگر شریک علماء:

مولانا محمد عنایت اللہ، سانگلہ ہل، مولانا ابو داؤد محمد صادق، گوجرانوالہ

دوسرے روز علی الصبح مدرسہ عربیہ انوار الابرار، ملتان کا سنگِ بنیاد رکھا۔ [2]

—— ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ/ ۴ جون ۱۹۵۸ء، چک جھمرہ، ضلع فیصل آباد میں جلسہ عام سے خطاب۔ جلسہ سے مولانا محمد بشیر کوٹلی لوہاراں والوں نے بھی خطاب فرمایا۔

۱۷ ذی الحجہ کو آپ نے جامعہ نوریہ رضویہ چنیوٹ روڈ کا سنگِ بنیاد رکھا۔ [3]

—— ۲۶ صفر ۱۳۷۸ھ/ ۱۱ ستمبر ۱۹۵۸ء، جامع مسجد سرگودھا روڈ، فیصل آباد میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس سے خطاب۔ [4]

—— ۲۸، ۲۹ صفر ۱۳۷۸ھ/ ۱۳، ۱۴ ستمبر ۱۹۵۸ء، چک نمبر ۲۶۴، فیصل آباد میں تبلیغی جلسہ سے خطاب۔ [5]

—— ۱۶، ۱۵ ربیع الاول ۱۳۷۸ھ/ ۲۰ - ۲۹ ستمبر ۱۹۵۸ء، نواب شاہ میں میلاد کے جلسوں میں سے ایک سے خطاب۔ [6]

—— ۱۸ ربیع الاول ۱۳۷۸ھ/ ۲ اکتوبر ۱۹۵۸ء، فلیمنگ روڈ، نزد مسجد ٹھنڈی

---

[1] (ا) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ، ۲ ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ (ب) ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ ص ۶

[2] ایضاً، ۷ محرم ۱۳۷۸ھ، ص ۶

[3] ایضاً، ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ ص ۶

[4] ہفت روزہ سوادِ اعظم لاہور ۱۲ ستمبر ۱۹۵۸ء ص ۶

[5] ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۸ھ

[6] ایضاً، ۲۵ ربیع الاول ۱۳۷۸ھ، ص ۳

کھوئی بازار لاہور میں میلاد شریف کے عظیم الشان جلسہ سے خطاب ۔ [1]

——— ۲۸، ۲۹ ربیع الاوّل ۱۳۷۸ھ / ۱۱، ۱۲ نومبر ۱۹۵۸ء، چک ۲۶۴ ر ب ٹبہ والی میں میلاد شریف کے تیسرے سالانہ اجلاس سے خطاب ۔ اس موقعہ پر عوام نے آپ کا شاندار استقبال کیا ۔ [2]

——— ۱۳ جمادی الاخری ۱۳۷۸ھ / ۲۵ دسمبر ۱۹۵۸ء، فیکٹری ایریا، فیصل آباد میں تبلیغی اجلاس سے خطاب ۔ [3]

——— ۱۷ جمادی الاخری ۱۳۷۸ھ / ۲۹ دسمبر ۱۹۵۸ء جامع مسجد بغدادی فیصل آباد میں تبلیغی جلسہ سے خطاب ۔ [4]

——— رجب ۱۳۷۸ھ / فروری ۱۹۵۹ء، خانیوال میں جلسہ عام سے خطاب [5]

——— ۲۸ رجب ۱۳۷۸ھ / ۷ فروری ۱۹۵۹ء، انجمن غوثیہ گڑھی شاہو لاہور کی دعوت پر معراج شریف کے موضوع پر ۲½ گھنٹے کا خطاب ۔ [6]

——— ۲۴ شعبان ۱۳۷۸ھ / ۴ مارچ ۱۹۵۹ء، مدرسہ سلطانیہ غوثیہ رضویہ، اڈا مریدوالا میں ظہر اور عصر کے درمیان جلسہ عام سے خطاب ۔ [7]

---

[1] ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ، ۲۵ ربیع الاوّل ۱۳۷۸ھ ص ۴

[2] ہفت روزہ سوادِ اعظم، لاہور، ۵ دسمبر ۱۹۵۸ء ص ۶

[3] ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ، ۲۸ جمادی الاخری ۱۳۷۸ھ ص ۶

[4] ایضاً، ۷ جمادی الاخری ۱۳۷۸ھ

[5] ایضاً، ۲۰ رجب ۱۳۷۸ھ

[6] ایضاً (۱) ۴ شعبان ۱۳۷۸ھ

(ب) مکتوب حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ بنام مختار احمد انور، محررہ ۱۹ رجب ۱۳۷۸ھ

[7] ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ، ۳ رمضان ۱۳۷۸ھ ص ۶

——— شعبان ۱۳۷۸ھ / مارچ ۱۹۵۹ء نواب شاہ (سندھ) میں جلسہ عام سے خطاب - حاجی عبدالرحیم اجمیری مٹھائی والے کی طرف دعوت تھی - مولانا سید غلام محی الدین گیلانی، رینالہ خورد، اور مولانا محمد احسان الحق، فیصل آباد بھی شریک سفر تھے - حسب دستور سابق حاجی عبدالرحیم اجمیری نے علماء میں سے کسی کی نقدی خدمت نہ کی - راستہ میں جب خانیوال سے مولانا سید غلام محی الدین گیلانی گاڑی بدلنے لگے، تو حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ ان کی خدمت نہ ہونے کے باعث دلی قلق کو محسوس کرتے ہوئے یوں فرمایا جس کا مفہوم یہ تھا "شاہ صاحب! علماء پر تبلیغ فرض ہے - لوگ جلسوں کا اہتمام کر کے علماء کو تبلیغ کی دعوت دیتے ہیں - اگر عوام جلسوں کا اہتمام نہ کریں، تو خود علماء پر جلسوں کا اہتمام کر کے تبلیغ کرنا ضروری ہے - عوام سے مالی خدمت کی توقع نہ رکھو، بلکہ غنیمت جانو کہ وہ ایک گونہ آپ کا بار اٹھائے ہوتے ہیں -" شاہ صاحب یہ سن کر آبدیدہ ہوتے اور دلی قلق پر معذرت چاہی -

مولانا محمد احسان الحق فیصل آباد فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ ہر سال نواب شاہ تقریر کے لیے تشریف لے جاتے اور حاجی عبدالرحیم اجمیری نے کبھی بھی نقدی خدمت نہ کی[1]

——— ۹، ۱۰ ار شوال ۱۳۷۸ھ / ۱۸، ۱۹ را پریل ۱۹۵۹ء، مدرسہ حنفیہ رضویہ سراج العلوم، گوجرانوالہ کے پانچویں سالانہ عظیم الشان اجلاس میں شرکت و خطاب - دیگر شریک علماء کرام:

مولانا سید فیض الحسن شاہ آلو مہار، مولانا پیر سید اختر حسین علی پوری، مولانا محمد عمر اچھروی، مولانا محمد عبدالرشید رضوی، مدرس علی پور سیداں - مولانا سید مراتب علی شاہ عارف والہ[2]

——— ۱۶، ۱۷ ار شوال ۱۳۷۸ھ / ۲۵، ۲۶ را پریل ۱۹۵۹ء، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے دوسرے سالانہ اجلاس میں شرکت و خطاب - دیگر علماء جو جلسہ میں شریک ہوتے:

---

[1] روایت مولانا حافظ محمد احسان الحق، فیصل آباد، ۲۲ ر صفر ۱۴۰۲ھ

[2] (ا) ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ، ۸ ر شوال ۱۳۷۸ھ ص ۱

(ب) ایضاً، ۲۲ ر شوال ۱۳۸۷ھ، ص ۴

مولانا عبدالغفور ہزاروی، وزیرآباد، مولانا محمد بشیر کوٹلی لوہاراں، مولانا محمد عمر اچھروی، مولانا غلام دین لاہور، مولانا محمد صادق گوجرانوالہ، مولانا حافظ محمد احسان الحق، فیصل آباد۔[1]

۲۴ شوال ۱۳۷۸ھ / ۲ مئی ۱۹۵۹ء، دارالعلوم امجدیہ کراچی میں دورۂ حدیث کے طلبار کو خطاب۔ دورۂ حدیث مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری نے اس سال دارالعلوم امجدیہ میں شروع کیا۔[2]

۲۷ شوال ۱۳۷۸ھ / ۶ مئی ۱۹۵۹ء، نواب شاہ میں احباب اہل سنت کی دعوت پر مختلف مجالس سے خطاب۔[3]

۱۳ ذی قعدہ ۱۳۷۸ھ / ۲۱ مئی ۱۹۵۹ء، جامعہ نوریہ رضویہ، چک جھمرہ ضلع فیصل آباد، میں گیارہویں شریف کی مجلس سے خطاب۔[4]

۲۳ ذی قعدہ ۱۳۷۸ھ / یکم جون ۱۹۵۹ء، شرقپور شریف (شیخوپورہ) میں عرس حضرت مولانا غلام اللہ رحمۃ اللہ علیہ میں شرکت و خطاب۔[5]

۲۷، ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۷۸ھ / ۴، ۹ جون ۱۹۵۹ء، جامعہ شرقیہ رضویہ، ساہیوال کے سالانہ جلسہ میں شرکت و خطاب۔ مولانا محمد ... ایم خوشتر داعی تھے۔ اجلاس میں ان دیگر علمار نے بھی شرکت فرمائی۔

مولانا عبدالغفور ہزاروی، مولانا سید احمد سعید کاظمی، مولانا محمد بشیر کوٹلی لوہاراں، مولانا سید فیض الحسن شاہ آلومہار، مولانا سید غلام محی الدین گیلانی۔[6]

---

[1] ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ، ۲۹ شوال ۱۳۷۸ھ / ص ۶، مطبوعہ اشتہار

[2] ایضاً، ۱۳ ذی قعدہ ۱۳۷۸ھ، ص ۶   [3] ایضاً،

[4] ایضاً، ۲۷ ذی قعدہ ۱۳۷۸ھ ص ۶

[5] مطبوعہ اشتہار، عرس شرقپور شریف ۱۹۵۹ء

[6] ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، ۱۱ ذی قعدہ ۱۳۷۸ھ، ص ۶، مطبوعہ اشتہار

—— ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ/ اکتوبر ۱۹۵۸ء، گوکھووال (فیصل آباد) میں یوم وصال حضور غوث پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے موقع پر بڑی گیارہویں شریف کے جلسہ سے خطاب:

مولانا حافظ محمد احسان الحق، فیصل آباد، شریک جلسہ فرماتے ہیں کہ جلسہ کے دوران بادل گھِر آئے۔ دکھائی دیتا تھا کہ بارش کی وجہ سے مجمع منتشر ہو جائے گا۔ اس موقعہ پر آپ نے حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی اسی نوعیت کی کرامت بیان فرما کر بادل کو انگلی کے اشارے سے فرمایا غوث پاک علیہ الرحمہ کی اتباع اور برکت سے تجھے کہتا ہوں، انا اجمع وانت تفرق (مخلوقِ خدا کو ہدایت کے لیے میں جمع کرتا ہوں اور تو برس کر انہیں منتشر کرنا چاہتا ہے) آپ کا یہ کہنا تھا کہ بادل پھٹ گیا اور جلسہ کی کارروائی تک ایک بوند نہ گری، جونہی جلسہ ختم ہوا، ایسی بارش ہوئی کہ سب کے کپڑے بھیگ گئے۔ آپ کی یہ کرامت اس علاقہ میں کافی شہرت رکھتی ہے۔ [1]

—— ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۷۸ھ/ ۲۱ جون ۱۹۵۹ء، مولانا محمد حسن علی رضوی کی دعوت پر میلسی میں خطاب فرمایا۔ اس کے علاوہ مولانا غلام محی الدین گیلانی نے بھی خطاب فرمایا۔ [2]

—— ۱۳۷۸ھ/ ۱۹۵۹ء، مولانا تقدس علی قادری بریلوی کے صاحبزادہ میاں اختر رضا کے انتقال پُرملال پر اظہارِ تعزیت کے لیے پیر جو گوٹھ (سندھ) تشریف لے گئے۔ [3]

—— ۲۷، ۲۸ صفر ۱۳۷۹ھ/ ۱، ۲ ستمبر ۱۹۵۹ء، دارالعلوم انوار القرآن ملتان اور دارالعلوم انوار الابرار ملتان میں مختلف مجالس سے خطاب۔ [4]

---

[1] روایت مولانا احسان الحق، فیصل آباد، ۲۲ صفر ۱۳۹۴ھ

اس واقعہ کی تصدیق مولانا قاضی محمد فضلِ رسول، فیصل آباد نے بھی فرمائی۔ فقیر قادری عفی عنہ

[2] (۱) ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ، ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۷۸ھ، ص ۴

(ب) ہفت روزہ سوادِ اعظم، لاہور، ۱۷، ۲۴ جولائی ۱۹۵۹ء، ص ۶

[3] روایت مولانا مفتی عبدالرحیم شاہ پور چاکر (سندھ)۔ اس سفر کی تصدیق مولانا مفتی تقدس علی خاں نے بھی ۴ صفر ۱۳۹۴ھ کو فرمائی۔ میاں اختر رضا کا وصال ۲۴ شوال ۱۳۷۷ھ کو ہوا۔ فقیر قادری عفی عنہ

[4] ہفت روزہ سوادِ اعظم، لاہور، ۱۲ ربیع الاول ۱۳۷۹ھ، ص ۶

——— ۱۶ ربیع الاوّل ۱۳۷۹ھ / ۱۹ ستمبر ۱۹۵۹ء، نواب شاہ میں دار العلوم عربیہ رضویہ غوثیہ کے افتتاحی اجلاس میں شرکت وخطاب [۱]

——— ۱۵ ربیع الاوّل ۱۳۷۹ھ / ۱۸ ستمبر ۱۹۵۹ء، میلاد شریف کے جلسہ میں خطاب [۲]

——— ۷ ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ / ۱۰ اکتوبر ۱۹۵۹ء، دیال گڑھ، چک ۱۱۵ ج ب فیصل آباد میں تبلیغی جلسہ سے خطاب [۳]

——— ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ / اکتوبر ۱۹۵۹ء جامعہ شرقیہ رضویہ ساہیوال میں عرس حامدی رضوی سے خطاب۔ [۴]

——— ربیع الثانی، جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ / اکتوبر، نومبر ۱۹۵۹ء خانیوال، ملتان اور پاکپتن شریف میں مختلف اجتماعات سے خطابات اور مزاراتِ مقدسہ پر حاضری۔ [۵]

——— ۱۰، ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ / ۱۳، ۱۴ اکتوبر ۱۹۵۹ء، چک ۶۱ دھروڑ میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسہ سے خطاب۔ [۶]

——— ۲۹، ۳۰ ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ / ۱، ۲ نومبر ۱۹۵۹ء دار العلوم انوارِ غوثیہ رضویہ اوکاڑہ کے پہلے سالانہ اجلاس میں شرکت وخطاب۔ اس جلسہ میں مولانا سید غلام محی الدین گیلانی، مولانا سید فیض الحسن آلو مہار نے بھی خطاب فرمایا۔ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نے صدارت فرمائی [۷]

---

[۱] ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ، ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ، ص ۶

[۲] مطبوعہ اشتہار جلسہ میلاد شریف ۱۳۷۹ھ

[۳] ہفت روزہ سوادِ اعظم، لاہور، ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ، ص ۶

[۴] ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ ۱۰ جمادی الاول ۱۳۷۹ھ، ص ۶

[۵] ایضاً، ۱۰ جمادی الاول ۱۳۷۹ھ، ص ۶

[۶] ایضاً، ۱۱ جمادی الاوّل ۱۳۷۹ھ، ص ۶

[۷] ایضاً، ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ ص ۲

——— ۱۲ رجمادی الاولی ۱۳۷۹ھ / ۱۳ نومبر ۱۹۵۹ء، مزنگ لاہور میں تبلیغی جلسہ سے خطاب۔ [1]

——— ۱۹ رجمادی الاولی ۱۳۷۹ھ / ۲۰ نومبر ۱۹۵۹ء، مصری شاہ لاہور میں خطاب [2]

——— ۲۸، ۲۹ رجب، ۱ شعبان ۱۳۷۹ھ / ۲۸، ۲۹، ۳۰ جنوری ۱۹۶۰ء، مولانا محمد فیض احمد اویسی کے زیرِ اہتمام دارالعلوم منبع الفیوض اویسیہ رضویہ حامد آباد کے پانچویں سالانہ جلسہ دستارِ فضیلت میں آخری روز شرکت و خطاب۔ [3]

——— ۲۸ رجب ۱۳۷۹ھ / ۲۸ جنوری ۱۹۶۰ء، ڈجکوٹ، ضلع فیصل آباد میں تبلیغی جلسہ سے ۲½ گھنٹے خطاب فرمایا۔ [4]

——— ۱۹، ۲۰ شوال ۱۳۷۹ھ / ۱۶، ۱۷ اپریل ۱۹۶۰ء، مدرسہ حنفیہ رضویہ سراج العلوم گوجرانوالہ کے چھٹے سالانہ اجلاس میں شرکت و خطاب۔ دیگر شریک علماء:
مولانا محمد عمر اچھروی، مولانا عارف اللہ راولپنڈی، مولانا سید مراتب علی شاہ، عارف والہ [5]

——— ۲۴ شعبان ۱۳۷۹ھ / ۲۲ فروری ۱۹۶۰ء، مولانا محمد حسن علی رضوی کی دعوت پر میلسی میں ایک عظیم الشان جلسہ سے خطاب۔ دیگر مقررین، مولانا محمد عنایت اللہ، سانگلہ ہل، مولانا محمد بشیر منٹگمری، مولانا محمد حنیف جہانیاں [6]

——— ۲۵، ۲۶ شعبان ۱۳۷۹ھ / ۲۳، ۲۴ فروری ۱۹۶۰ء، مدرسہ رضویہ انوار الابرار ملتان، کے دوسرے سالانہ اجلاس میں خطاب۔ دیگر مقررین:

---

[1] ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ، ۲ رجمادی الاخریٰ ۱۳۷۹ھ، ص ۶

[2] ایضاً، ۲ رجمادی الاخریٰ ۱۳۷۹ھ، ص ۶

[3] ایضاً، ۲۱ شعبان ۱۳۷۹ھ / ص ۶، ۱۰ رجمادی الاخریٰ ۱۳۷۹ھ

[4] ایضاً،

[5] ایضاً، ۱۱ شوال ۱۳۷۹ھ ص ۱۱، ۹ ذی قعدہ ۱۳۷۹ھ ص ۵

[6] ایضاً، ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۷۹ھ، ص ۶

مولانا محمد عنایت اللہ سانگلہ ہل، مولانا سید غلام محی الدین اوکاڑہ،
مولانا مفتی محمد حسین سکھروی، مولانا عطا محمد فاضل جامعہ رضویہ، [۱]

_____ ۴ر شوال ۱۳۷۹ھ / یکم اپریل ۱۹۶۰ء، اسماعیل آباد میں مدرسہ غوثیہ رضویہ کا افتتاح فرمایا۔ بکثرت احباب نے آپ کی بیعت کی۔ بعدازاں ملتان تشریف لے گئے۔ وہاں مزارات پر حاضری دی۔ پھر وہاں سے خانیوال تشریف لے گئے۔ [۲]

_____ ۱۱ر شوال ۱۳۷۹ھ / ۸ر اپریل ۱۹۶۰ء، دربار قادریہ گجرات میں معراج شریف کے جلسہ میں زیر سرپرستی سید حسین شاہ عرف ننگے شاہ میں خطاب۔ [۳]

_____ ۱۲، ۱۳ر جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ / ۱۴، ۱۵ نومبر ۱۹۵۹ء شرقپور شریف میں حضرت ثانی لاثانی علیہ الرحمہ کے عرس میں شرکت و خطاب۔ [۴]

_____ ۱۹، ۲۰ر شوال ۱۳۷۹ھ / ۱۶، ۱۷ر اپریل ۱۹۶۰ء، دارالعلوم عزیزیہ رضویہ، سمندری، ضلع فیصل آباد کے پہلے سالانہ اجلاس میں شرکت و خطاب۔ دیگر مقررین:
مولانا سید فیض الحسن شاہ آلو مہار، مولانا حافظ غلام رسول فاضل جامعہ رضویہ، فیصل آباد، مولانا محمد سردار علی پیر محل، مولانا نذیر احمد فاضل حزب الاحناف، مولانا غلام حسین گوجرہ اور دیگر علماء [۵]

_____ ۲۳ر شوال ۱۳۷۹ھ / ۲۰ر اپریل ۱۹۶۰ء، مدرسہ نوریہ رضویہ، چک جھمرہ، ضلع فیصل آباد کے دوسرے سالانہ اجلاس میں خطاب۔ دیگر مقررین:
مولانا منظور احمد فیصل آباد، مولانا عاشق حسین جھنگوی [۶]

---

[۱] ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ، ۱۲ر رمضان ۱۳۷۹ھ ص ۶

[۲] ایضاً، ۱۸ر شوال ۱۳۷۹ھ، ص ۶

[۳] مطبوعہ اشتہار معراج شریف، دربار قادریہ، گجرات ۱۹۶۰ء

[۴] مطبوعہ اشتہار عرس لاثانی شرقپور (۱۳۷۹ھ)

[۵] ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ، ۹ر ذی قعدہ ۱۳۷۹ھ ص ۶

[۶] ایضاً

—— ۳، ۴ رذی قعدہ ۱۳۷۹ھ / ۳۰ اپریل، یکم مئی ۱۹۶۰ء، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور کے سالانہ اجلاس میں خطاب۔ دیگر شریک علماء:

مولانا سید فیض الحسن شاہ، آلومہار۔ مولانا محمد عمر اچھروی، مولانا محمد عبد الغفور ہزاروی، مولانا غلام محی الدین، اوکاڑہ، مولانا غلام رسول رضوی داعی تھے۔ [1]

—— ۷ رذی قعدہ ۱۳۷۹ھ / ۴ مئی ۱۹۶۰ء، کراچی سے واپسی پر حیدرآباد کے احباب اہل سنت کی دعوت پر حیدرآباد میں مختلف مجالس سے خطاب۔ [2]

—— ۲، ۴ ذی قعدہ ۱۳۷۹ھ / ۲۹، ۳۰ اپریل، یکم مئی ۱۹۶۰ء، جامعہ شرقیہ رضویہ ساہیوال میں تبلیغی خطاب۔ [3]

—— ذی قعدہ / ذی الحجہ ۱۳۷۹ھ / مئی، جون ۱۹۶۰ء، مدرسہ مصباح العلوم سلیمی میں جلسہ سے خطاب۔ [4]

—— شوال ۱۳۷۹ھ / اپریل ۱۹۶۰ء، جامع مسجد غوثیہ، رام نگر گلی، چوبرجی، لاہور میں مقام مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موضوع پر خطاب۔

مولانا الٰہی بخش خطیب مسجد مذکور نے جلسہ کا اہتمام کیا تھا۔ [5]

—— محرم / صفر ۱۳۸۰ھ / جولائی، اگست ۱۹۶۱ء، جامع مسجد مدینہ واربرٹن ضلع شیخوپورہ میں تبلیغی جلسہ سے خطاب۔ مولانا محمد شریف رضوی خطیب مسجد نے جلسہ کا اہتمام کیا تھا۔ نمازِ عصر آپ نے غلہ منڈی والی مسجد میں ادا فرمائی۔ شیخ نذیر احمد کے ہاں قیام کا انتظام تھا۔ [6]

---

[1] ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ، ۱۸ رشوال ۱۳۷۹ھ ص ۶، ۲۳ رذی قعدہ ۱۳۷۹ھ، ص ۶

[2] ایضاً، ۲۳ رذی الحجہ ۱۳۷۹ھ، ص ۶

[3] ہفت روزہ سوادِ اعظم لاہور، ۲۹ اپریل ۱۹۶۰ء

[4] ایضاً، ۲۱، ۲۸ رذی الحجہ ۱۳۷۹ھ

[5] روایت مولانا الٰہی بخش، لاہور، ۲۸ صفر ۱۴۰۲ھ

[6] روایت مولانا نور محمد رضوی، واربرٹن، ۲۴ صفر ۱۴۰۲ھ

_____ ۱۱، ۱۲ رصفر ۱۳۸۰ھ / ۴، ۵ راگست ۱۹۶۰ء، میلسی میں عرس امام احمد رضا قدس سرہ کی مجلس سے خطاب۔ [1]

_____ ۳ رشعبان ۱۳۸۰ھ / ۲۱ رجنوری ۱۹۶۱ء، جامع حنفیہ وسن پورہ، لاہور میں معراج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلسہ سے خطاب۔ [2]

_____ ۱۸ رشعبان ۱۳۸۰ھ / ۵ رفروری ۱۹۶۱ء، جامع مسجد فاروقیہ، آخری بس سٹاپ، کرشن نگر، لاہور میں معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسہ سے خطاب۔ گیارہ بجے سے ظہر تک، ظہر سے عصر تک خطاب فرمایا۔ [3]

_____ ۲۶، ۲۸ رشعبان ۱۳۸۰ھ / ۱۳، ۱۵ رفروری ۱۹۶۱ء، دارالعلوم غوثیہ رضویہ نواب شاہ (سندھ) کے پہلے سالانہ جلسہ میں شرکت اور خطاب۔ [4]

_____ ۳، ۴ رشوال ۱۳۸۰ھ / ۲۱، ۲۲ رمارچ ۱۹۶۱ء، مدرسہ حنفیہ رضویہ سراج العلوم گوجرانوالہ کے ساتویں سالانہ اجلاس میں شرکت۔ [5]

_____ ۶، ۸ رشوال ۱۳۸۰ھ / ۲۴، ۲۶ رمارچ ۱۹۶۱ء، دارالعلوم جامعہ حنفیہ قصور کے سالانہ جلسہ میں شرکت۔ [6]

_____ ۱۱، ۱۴ رذی الحجہ ۱۳۸۰ھ / ۲۸، ۳۰ رمئی ۱۹۶۰ء، جامعہ شرقیہ رضویہ، ساہیوال کے جلسہ میں شرکت۔ [7]

---

[1] ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ، ۱۱ رصفر ۱۳۸۰ھ ص ۶

[2] ریڈیو کے بارے میں ایک مغالطہ کا انکشاف، ناشر تعمیر ملت وسن پورہ، لاہور۔ ص ۳

[3] مطبوعہ اشتہار جلسہ مذکورہ، ۲۸ رصفر ۱۴۰۴ھ

[4] ہفت روزہ سواد اعظم، لاہور، ۲۹ ررمضان ۱۳۸۰ھ

[5] مطبوعہ اشتہار، مدرسہ حنفیہ سراج العلوم گوجرانوالہ (۱۳۸۰ھ)

[6] مطبوعہ اشتہار، مدرسہ حنفیہ، قصور ۱۳۸۰ھ

[7] ہفت روزہ سواد اعظم، لاہور، ۱۶، ۲۳ رذی قعدہ ۱۳۸۰ھ

—— صفر ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء، دارالعلوم امجدیہ کراچی میں عرس رضوی کے موقعہ پر خطاب، واپسی پر ٹھٹھہ میں مزارات کی زیارت کے لیے بذریعہ کار تشریف لے گئے۔ اس سفر میں مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری، مولانا مفتی ظفر علی، مولانا عبدالقادر، مولانا معین الدین شافعی ہمراہ تھے۔ کراچی میں قیام عبدالشکور، جمال بھائی کے ہاں تھا۔ ان دنوں مولانا ابوالبرکات سید احمد لاہور، حزب الاحناف کے لیے لال کوٹھی کی خریداری کے سلسلے میں زراعانت کے لیے کراچی میں موجود تھے۔ [1]

—— ۲۷ ذی قعدہ ۱۳۸۱ھ / ۳ مئی ۱۹۶۲ء، صحت کے بعد کراچی سے واپسی ہوئی جامعہ رضویہ مظہر اسلام، فیصل آباد میں اس مسرت میں جلسۂ تہنیت ہوا۔ [2]

—— ذی الحجہ ۱۳۸۱ھ، محرم ۱۳۸۲ھ / جون، جولائی ۱۹۶۲ء، جب آپ کی علالت و نقاہت بڑھ گئی، تو احباب کے اصرار پر مری، ایبٹ آباد اور ہری پور ہزارہ، اور راولپنڈی کے صحت افزا مقامات پر کچھ وقت گزارا۔ —— [3]

---

[1] مولانا حافظ محمد سلیمان، خانیوال کی قلمی یادداشت، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

[2] مطبوعہ اشتہار جلسۂ تہنیت ۱۹۶۲ء

[3] فقیر قادری عفی عنہ نے دارالعلوم اہل سنت و جماعت جہلم میں تدریس کے دوران جہلم ریلوے اسٹیشن پر آپ کی زیارت کی، جبکہ آپ مری سے واپس لائل پور بذریعۂ ریل تشریف لے جا رہے تھے۔

مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی اپنی ایک یادداشت میں لکھتے ہیں:

"میری یاد کے مطابق بیماری کے دوران آپ دو مرتبہ ہری پور تشریف لے گئے۔"

تعمیر مساجد

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ ان اولیائے کاملین میں سے جو مساجد کی تعمیر و ترقی کے حقیقی ضامن ہیں۔ آپ کے درس و تدریس اور دعوت و ارشاد سے جو انقلابی جماعت تیار ہوئی، اس جماعت نے برصغیر میں بے شمار مساجد کی تعمیر فرمائیں۔ اس تعمیر و ترقی کا ثواب و اجر آپ کے نامہ اعمال میں درج ہو گیا۔ علاوہ ازیں آپ کی ذاتی سرپرستی میں بھی بے شمار مساجد کی تطہیر ہو کر حقیقی تعمیر کا مفہوم پورا ہوا۔ آپ کی سرپرستی میں نئی تعمیر ہونے والی مساجد میں سُنّی رضوی جامع مسجد لائل پور ایک اہم اور قابلِ ذکر عظیم دینی، علمی اور روحانی مرکز ہے۔

یہ مبارک مسجد جس ماحول میں تعمیر ہونا شروع ہوئی۔ اس کے پیشِ نظر رہنا ضروری ہے۔ لائل پور کے اجنبی ماحول میں آپ کا قیام درس و تدریس کی مصروفیات، شہر، مضافات اور دیگر دُور دراز علاقوں میں وعظ و تبلیغ اور دعوت و ارشاد کے لیے طویل سفر، اغیار کی در پردہ اور علانیہ مخالفتیں کسی سے پوشیدہ نہیں۔ جامعہ رضویہ میں ہمہ وقت تدریس حدیث ہی ایسی مصروفیت تھی کہ جس کی بنا پر آپ کا کسی دوسرے امر کی جانب توجہ کرنا دشوار تھا۔ دُور و نزدیک سے آئے ہوئے علما و مشائخ، بے شمار عوام سائلین و مستفیدین سے ملاقات اور اُن کی حاجت برآری اس پر مستزاد تھی۔ ہجرت سے پیدا ہونے والی مشکلات ابھی تک بحال تھیں۔ حالت یہ تھی کہ اپنے رہنے کے لیے مکان کرایہ پر لے رکھا تھا۔ اس زمانہ میں پورے لائل پور میں مسجد نور کا صرف سُنّی امام تھا۔

اس پس منظر میں پاکستان بھر میں اپنی نوعیت کی منفرد مسجد کی تعمیر کا منصوبہ بنانا آپ کے علوِ مرتبت، عالی حوصلگی اور بے مثال جذبۂ اشاعت و تبلیغ کا بیّن ثبوت ہے۔ ہوا یوں کہ گول باغ (موجودہ ارشد مارکیٹ) میں ایک طرف موجودہ شاہی مسجد کے ابتدائی نشانات موجود تھے۔ اس وقت شاہی مسجد بغیر چھت کے، صرف چبوترے کی حالت میں تھی۔

دیواروں کے نشانات تو تھے، مگر ہنوز بالکل ابتدائی مراحل میں ۔۔۔ حافظ محمد سردار کی استدعا پر آپ نے اپنے ہاں دورۂ حدیث کے شریک طالب علم مولانا عبدالقادر کو مسجد کا امام مقرر کیا ۔ کچھ دنوں بعد دورۂ حدیث کے اسباق بھی اسی مسجد کے چبوترے پر شروع کر دیئے اور ذی قعدہ ۱۳۶۸ھ / دسمبر ۱۹۴۹ء میں گول باغ میں خطبہ دینا شروع کیا۔ [۱]

جمعۃ المبارک کے اجتماع میں آپ کا وعظ ایسا دل پذیر ہوتا کہ دُور دراز کے علاقوں کے نمازی یہاں آکر جمعہ پڑھتے ۔ آپ کی اقتداء میں جمعہ ادا کرنے والوں کی تعداد عام مقامات کے عید کے عظیم اجتماعات سے بھی زیادہ ہوتی ۔ کچھ عرصہ بعد جمعہ کے نمازیوں کی کثیر تعداد کے پیشِ نظر گول باغ کے اس حصہ کی وسعت ناکافی ہو گئی۔

سُنی رضوی جامع مسجد

شاہی مسجد کے باہر سڑک کے دوسری جانب بھی گول باغ تھا، مگر نشیبی ۔ جناب شیخ بشیر احمد سابق صدر بلدیہ چیئرمین فیصل آباد کی اجازت و تعاون سے اس نشیبی جگہ بھرتی ڈلوانے اور جمعہ پڑھنے کے لیے انتظامیہ کی طرف سے اجازت مل گئی ۔ نشیبی جگہ مٹی ڈلوائی گئی اور عارضی طور پر نئی مسجد کے لیے چھپر بنا دیا گیا ۔ اس نئی مسجد میں جمعہ کے نمازیوں کے لیے ہر جمعہ کو ستر اسی (۸۰-۷۰) خیمے لگتے ۔ [۲]

چھ سات ماہ اس کھُلے میدان میں صرف جمعہ ادا ہوتا رہا ۔ رمضان المبارک ۱۳۶۹ھ / جون ۱۹۵۰ء کی آمد پر آپ نے چاہا کہ اس جگہ باقاعدہ نماز پنجگانہ باجماعت ادا ہو ۔ چنانچہ انتظامیہ سے اجازت حاصل کرنے کے بعد مولانا محمد امین جو اسی سال دورۂ حدیث سے فارغ ہوئے تھے، انہیں آپ نے اُن کی رضامندی کے بعد، اس مسجد میں امامت کے لیے مقرر فرمایا ۔ اس طرح یکم رمضان المبارک ۱۳۶۹ھ / ۱۸ جون ۱۹۵۰ء کو نئی زیرِ تعمیر سُنی رضوی جامع مسجد جھنگ بازار میں نمازِ پنجگانہ باجماعت باقاعدگی سے ادا ہونے لگی ۔

---

[۱] شاہی مسجد کے یہ واقعات مولانا غلام رسول شیخ الحدیث فیصل آباد نے ۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ کو بیان فرمائے
[۲] روایت صوفی اللہ رکھا، سراجی، حال مقیم جامعہ قادریہ رضویہ، فیصل آباد
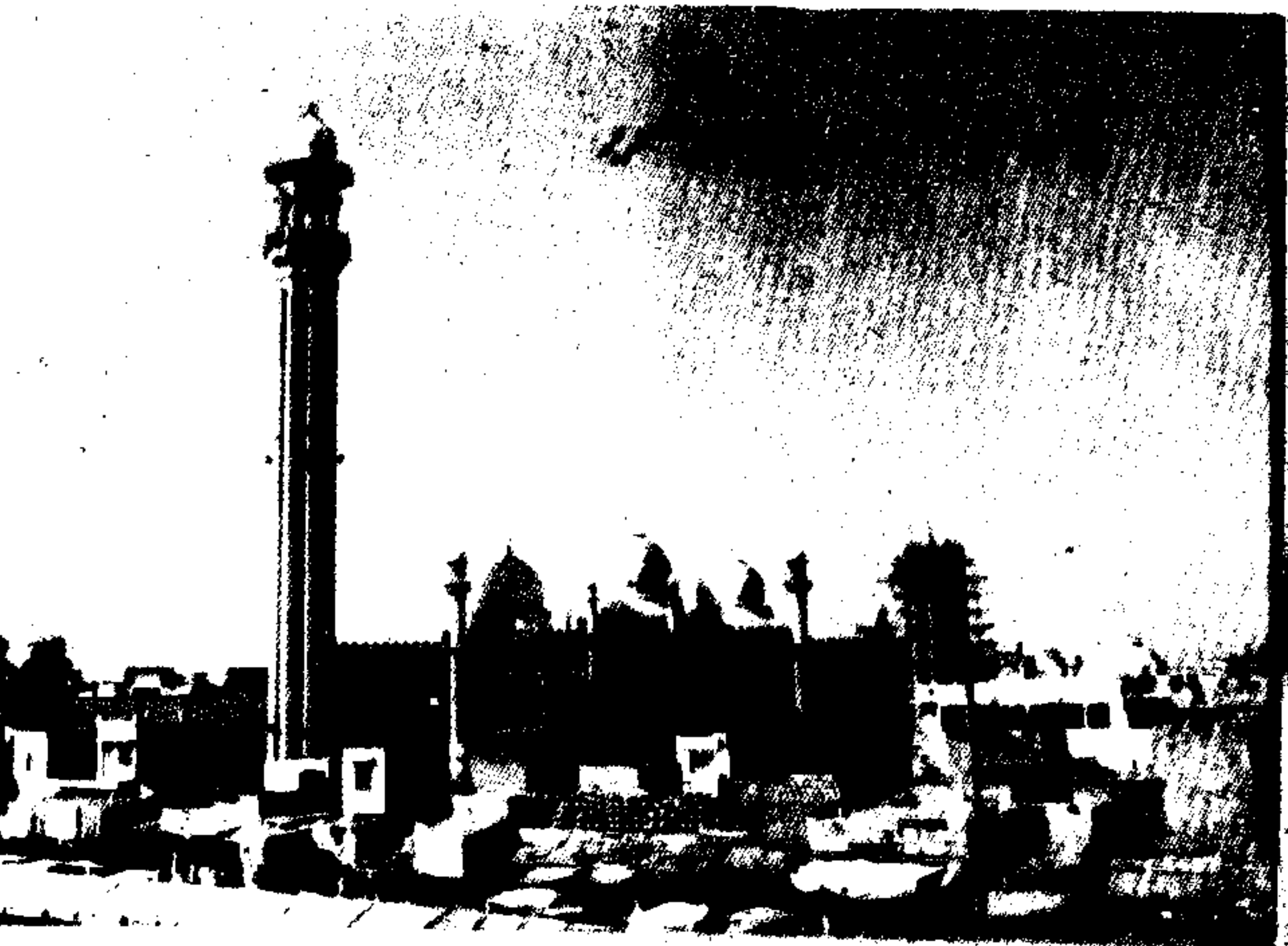
سنی رضوی جامع مسجد کے ایک حصے کی تصویر

سنی رضوی جامع مسجد کا اندرونی منظر

انجمن فدایان رسول جمعیت اصلاح کے دفاتر اور دارالافتاء
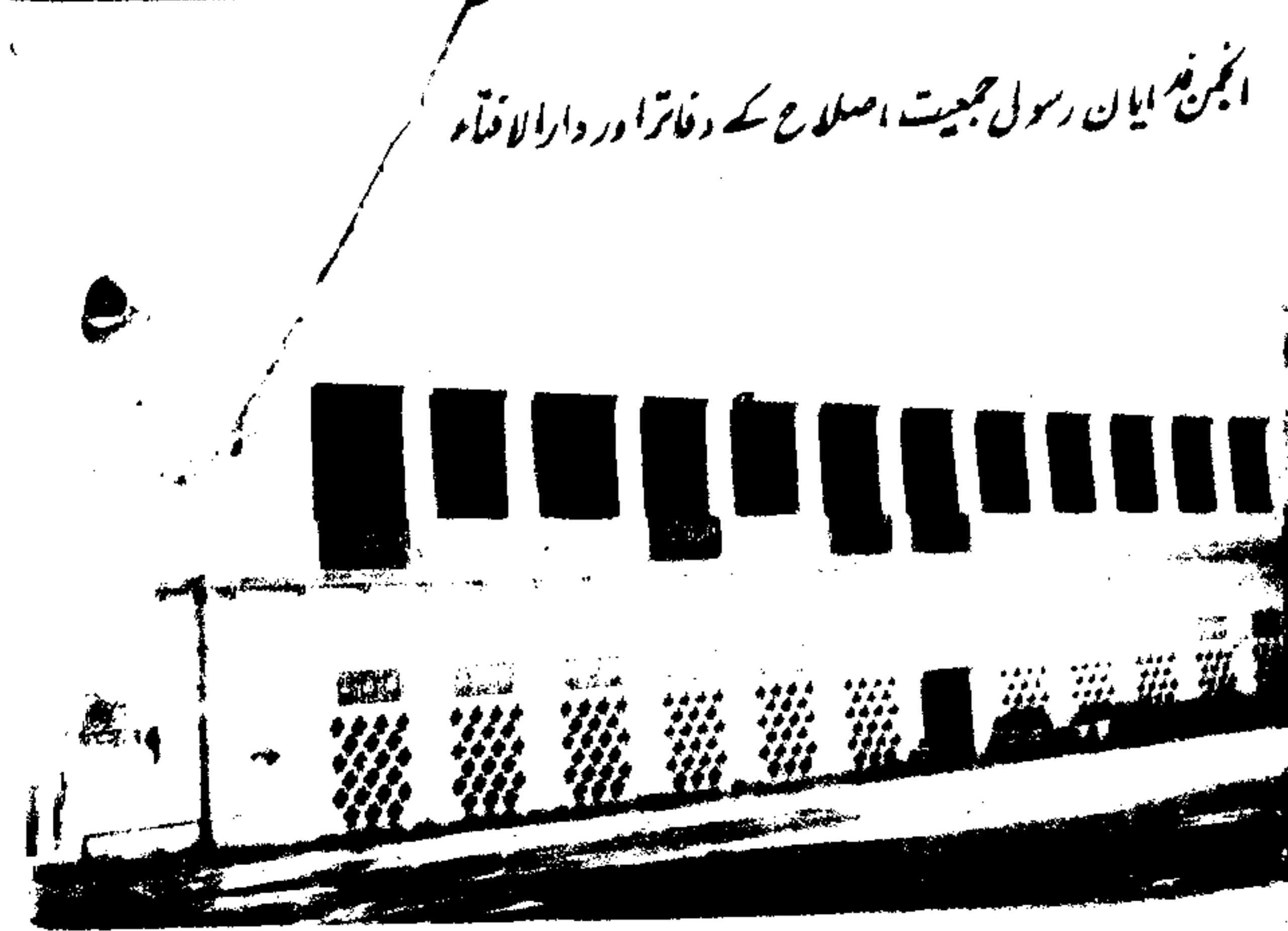
تراویح کے لیے مولانا حافظ فضل احمد رضوی (موجودہ ضلعی خطیب محکمہ اوقاف فیصل آباد) کو مقرر فرمایا[1]

اسی سال عشرہ اخیرہ رمضان میں صوفی محمد یوسف قادری نے آپ کی اجازت و ایما پر اس نئی مسجد میں سنتِ اعتکاف ادا کی۔[2]

اسی دوران اس نئی مسجد میں عارضی چھپر اور شمالی جانب طلباء کے لیے دو کمرے تیار ہو گئے۔ ٹھیکیدار ملک عبداللطیف ملکھاں والے نے چھپر اور کمرے بنوائے۔[3]
کچھ عرصہ تک مسجد کا انتظام عارضی بنیادوں پر چلتا رہا۔ نمازِ جمعہ کے علاوہ نماز پنجگانہ بھی ادا ہوتی رہی، مگر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ خانۂ خدا کو اس کی شایانِ شان تعمیر کرنے کا عزم کر چکے تھے۔ بالآخر وہ مبارک سعادت آگئی، جس میں ایک عظیم الشان جامع مسجد کا باقاعدہ سنگِ بنیاد رکھا گیا۔

۱۱ ربیع الاوّل ۱۳۷۴ھ / ۸ نومبر ۱۹۵۴ء بروز پیر دن گزار کر رات کو علماء و مشائخ اور اہل سنت و جماعت کے عظیم اجتماع کی موجودگی میں اس وقت پاکستان کی موجود تمام مساجد میں سے سب سے بڑی مسقف جامع مسجد کا سنگِ بنیاد خود اپنے دستِ مبارک سے رکھا اور اُس کا نام سنّی رضوی جامع مسجد رکھا۔ بحمدہٖ تعالیٰ اہل سنت کے مخلصانہ تعاون سے مسجد کی تعمیر بڑی تیزی سے ہوئی۔ لوگوں نے بڑھ چڑھ کر اپنے عطیات پیش کیے۔
اس مسجد کی تعمیر میں قابلِ ذکر امر یہ ہے کہ آپ نے خود کبھی چندہ کے لیے اپیل نہ کی بلکہ جس نے مسجد کی امداد مشروط طور پر کی، اس کی امداد قبول نہ فرمائی۔ چنانچہ ایک مرتبہ حاجی سیٹھ عبدالمجید، سچی دکان، فیصل آباد نے مسجد کا فرش لگوانے کی پیش کش کی اور ساتھ

---

[1] روایت مولانا مفتی محمد امین، فیصل آباد، ۱۰ ربیع النور ۱۴۰۵ھ
[2] روایت مولانا فضل احمد، خطیب ڈسٹرکٹ، فیصل آباد، ۷ رجب ۱۴۰۵ھ
[3] روایت مولانا مفتی محمد امین، فیصل آباد، ۱۰ ربیع النور ۱۴۰۵ھ

ہی عرض کیا کہ میرے نام کا پتھر مسجد میں لگوا دیا جائے۔ آپ نے مشروط تعاون قبول نہ کیا۔[۱] مسجد کی تعمیر کے دوران چودھری علی محمد جالندھری نے نمازیوں اور طلباء کے وضو اور غسل وغیرہ کے لیے پانی مہیا کرنے کے جملہ اخراجات برداشت کیے۔[۲]

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے وصال (یکم شعبان ۱۳۸۲ھ / ۲۹ دسمبر ۱۹۶۲ء) کے وقت تک سُنّی رضوی جامع مسجد کی دو منزلوں کا چھت مکمل ہو چکا تھا۔ دونوں میناروں کی تعمیر شروع ہو چکی تھی۔

سُنّی رضوی جامع مسجد کی تعمیر سے قبل اس کا باقاعدہ نقشہ نہ بنایا گیا، بلکہ بانی مسجد حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی ہدایات کے مطابق مستری فیض محمد سابق وصال پور منتاں تحصیل بٹالہ، ضلع گورداسپور (بھارت) حال مقیم لائل پور مسجد کو تعمیر کرتے رہے۔ مسجد کا جتنا حصّہ آپ کی ذاتی نگرانی میں تعمیر ہو چکا تھا، اس کا اجمالی خاکہ پیشِ خدمت ہے۔ اس خاکہ کی تفصیلات حافظ محمد شفیع، فیصل آباد اور مستری محمد اسحٰق نے صاحبزادہ قاضی محمد فضلِ رسول خلفِ اکبر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی موجودگی میں ۱۰ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ کو بتائیں۔

مسجد کی پہلی اینٹ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے اپنے دستِ مبارک سے جنوبی کونے میں رکھی۔

—— مسجد کے بڑے کمرے (ہال) کی لمبائی = ۱۸۰ فٹ، چوڑائی = ۵۲ فٹ[۳]

—— مسجد کے بڑے کمرے سے ملحقہ برآمدہ کی لمبائی = ۱۸۰ فٹ، چوڑائی = ۱۶ فٹ

—— برآمدہ سے ملحقہ ڈیوڑھی کی لمبائی = ۱۱۶ فٹ، چوڑائی = ۵ فٹ

—— مسجد کے ہال کے دروازے = ۱۹[۴]

۱۔ روایت صاحبزادہ مولانا قاضی محمد فضل رسول، فیصل آباد، ۹ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ

۲۔ روایت صوفی اللہ رکھا سراجی، حال مقیم جامعہ قادریہ رضویہ، فیصل آباد

۳۔ یاد رہے کہ بادشاہی مسجد لاہور کا مسقف حصّہ ۱۵۰ فٹ لمبا، اور ۲۵ فٹ چوڑا ہے

۴۔ دروازوں کی تعداد تسمیہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے حروف کی تعداد کے مطابق ۱۹ ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

ـــــ برآمدہ کے دروازے = ۱۹

ـــــ بنیاد میں دیواروں کی چوڑائی = ۵ فٹ ۶ انچ

ـــــ اس طرح مغربی دیوار میں ایک رَدے میں تین ہزار اینٹیں صرف ہوتیں

مسجد کے شمالی وجنوبی دو بڑے میناروں میں سے ہر ایک کی پیمائش یہ ہے؛

ـــــ بنیاد، سطح زمین سے نیچے = ۲۵ فٹ گہرا

مینار کی بنیاد کی لمبائی، چوڑائی کا اندازہ اس سے لگائیں کہ ایک رَدے میں اڑھائی ہزار اینٹ صرف ہوتی۔

ـــــ سطح زمین سے بلندی = ۲۱۱ فٹ [1]

ـــــ مینار کی موٹائی، ہشت پہلو میں = $17\frac{3}{4}$ فٹ [2]

ـــــ مسجد میں برآمدہ اور ڈیوڑھی کی بنیاد مشترکہ ہے، اس کی چوڑائی = ۱۹ فٹ

ـــــ مسجد کی دیواروں کی بنیادوں کی گہرائی کم از کم = ۹ فٹ ہے۔

ـــــ مسجد کے بڑے کمرے کو تین برابر حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ درمیانی حصّہ کو چھوڑ کر شمالی اور جنوبی حصوں پر ۱۶ فٹ کی بلندی پر ایک چھت ڈال کر دو گیلریاں بنا دی گئی ہیں اور مسجد اور گیلریوں کے اوپر بڑا چھت ۴۰ فٹ کی بلندی پر ہے۔ بڑی چھت کے درمیان روشنی کے لیے ایک لائٹ مینار بنایا گیا، جس کی لمبائی ۱۶ فٹ اور چوڑائی اور بلندی ۸ فٹ ہے۔ یہ لائٹ مینار پوری مسجد و گیلریوں میں روشنی مہیا کرتا ہے۔

---

[1] حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے وصال مبارک تک دو نوں مینار صرف ۵۴ فٹ تک بن چکے تھے۔ جنوبی مینار کا نام مینارِ غوثیہ رکھا گیا ہے۔

[2] مستری محمد اسحٰق جو شروع سے ہی مسجد کی تعمیر میں شامل رہے اور مستری فیض محمد کے داماد اور انہی کے شاگرد ہیں، نے بتایا کہ مسجد کی لمبائی کے برابر مینار کی بلندی مناسب ہوتی ہے۔ اسی مینار کی موٹائی سے دس گنا مینار کی بلندی متناسب ہوتی ہے

نیز مستری محمد اسحٰق نے بتایا کہ بادشاہی مسجد لاہور کے مینار ۱۸۰ فٹ اونچے ہیں اور مینارِ پاکستان کی اونچائی ۱۹۶ فٹ ہے۔
فقیر قادری عفی عنہ

مسجد کے بڑے کمرے (ہال) میں شمالی وجنوبی گیلریوں کی پیمائش یہ ہے:

——لمبائی ۵۲ فٹ، چوڑائی = ۵۲ فٹ

——پوری چھت صرف بیس ستونوں پر قائم ہے۔ ہر ایک ستون کی بنیاد زمین سے ۹ فٹ گہری ہے۔ ہر ستون کی بنیاد ۸ فٹ مربع کی پیمائش میں ہے۔ سطح زمین سے چھت تک یہ گول ستون ۲ فٹ قطر میں ہیں، جن پر اب سیاہ چمکدار چپس چڑھادی گئی ہے۔

——مسجد کا درمیانی محراب ۱۰ فٹ چوڑا، اور ۱۶ فٹ اونچا ہے۔

——مسجد کے دروازوں کی پیمائش یہ ہے:

——ہر دروازہ ۵ فٹ چوڑا، اور ۸ فٹ اونچا ہے۔

——تین بڑے دروازے ہیں، جن کی پیمائش یہ ہے:

——ہر دروازہ ۷ فٹ چوڑا، اور ۸ فٹ اونچا ہے۔

——اب مسجد کی چھت پر تین گنبد تعمیر ہو چکے ہیں، جن میں ایک بڑا ہے، اور دو چھوٹے ہیں۔

بڑے گنبد کی پیمائش یہ ہے:

——قطر ۲۴ فٹ (اندر) اور ۴۱ فٹ بلند کلس سمیت

——چھوٹا گنبد، قطر ۱۶ فٹ (اندر) بلندی ۳۳ فٹ (ستا سمیت)

——بانیٔ مسجد حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی ذاتی نگرانی میں اس فلک بوس، طویل اور عریض عظیم الشان اور عدیم النظیر جامع مسجد پر آپ کے وصال تک دو لاکھ کے قریب روپیہ صرف ہوا۔ آپ نے مسجد کا کام سنّتِ نبوی کے مطابق خود بھی کیا۔ ۱۹۵۸ء میں جب گیلری کا لنٹر ڈالا جانے لگا، تو سب سے پہلے آپ نے اپنے دستِ مبارک سے پہلی تغاری بجری کی ڈالی۔

لیکن مسجد کا حساب کتاب اپنے پاس نہ رکھا۔ تعمیر کے ابتدائی تین سال تک یہ

حساب مولانا عبدالقادر احمد آبادی کے پاس رہا۔ بعد میں یہ حساب (تقریباً ۶ سال) حافظ محمد شفیع، صدر انجمن فدایانِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس رہا۔

سُنی رضوی جامع مسجد کی تعمیر میں جہاں مخلصین اہل سنت نے بساط بھر حصہ لیا۔ وہاں مخالفینِ اہل سنت نے مقدور بھر اس کی تعمیر میں روڑے اٹکائے، مگر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی صداقت اور عزیمت کے سامنے تمام رکاوٹیں خاک بن کر اُڑ گئیں۔ مخالفین اپنے پورے زور کے باوجود کبھی کامیاب نہ ہو سکے۔

ایک موقعہ پر مخالفین نے اپنے ہم عقیدہ اے۔ ڈی۔ ایم حمیدالدین سے مل کر مخالفت کا جال پھیلایا۔ اے۔ ڈی۔ ایم مسجد کی تعمیر کا ذاتی مخالف بن گیا۔ وہ موقعہ پر آیا۔ مسجد کا صحن تنگ کرنے کے لیے اس نے مسجد کے صحن میں ڈرم نصب کروا دیئے اور کچھ دکانداروں کو لا بٹھایا آپ نے مسجد کے صحن کی حد بندی کے لیے باہر تین اطراف سے باب النور، باب الرضا اور باب عائشہ بنوا دیئے۔

اے۔ ڈی۔ ایم مذکور عقائد کے اختلاف اور مخالفین کی انگیخت کے باعث شدید دھمکیاں دے گیا اور کہہ گیا کہ وہ سخت سزا کے لیے تیار رہیں، مگر راتوں رات ایسے عذاب میں مبتلا ہوا کہ اس کی داستانیں اب بھی زبانِ زد عام ہیں۔ [1]

مسجد میں قال و حال مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تذکرہ و تدریس حدیث کے لیے آپ نے وسیع تالاب کے اوپر ایک عظیم الشان دارالحدیث تعمیر کروایا۔ آپ کی تعمیر کردہ مسجد اور دارالحدیث کے درمیان آپ کا مزار بنا۔ عارفِ جامی علیہ الرحمہ کا شعر آپ کی زندگی اور وصال کے بعد کے حالات کا ترجمان ہے ؎

خوشا مسجد و مدرسہ خانقاہے
کہ در وے بود قیل و قال محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

---

[1] مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: روزنامہ عوام، فیصل آباد۔ ۸ مارچ ۱۹۶۳ء

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد مسجد کی تزئین و تکمیل آپ کے خلف اکبر صاحبزادہ قاضی محمد فضلِ رسول مدظلہ کی سرپرستی میں ہو رہی ہے۔ اس وقت تک مسجد کا اندرونی حصّہ مکمل ہو چکا ہے۔ پلستر کے علاوہ دیواروں پر نہایت خوبصورت، منقش اور رنگ دار چپس کا کام ہو چکا ہے۔ فرش پر رنگدار اور چمکدار چپس بچھادی گئی ہے۔ مسجد کے باہر گنبدوں پر قیمتی رنگ دار سنگِ مرمر چسپاں کیا جا چکا ہے۔ مسجد کے سامنے والی دیوار پر مینارِ غوثیہ اپنی عظمت کا اعلان کر رہا ہے۔ چھوٹے مینار حسین جلوؤں میں اپنی تکمیل کا اعلان کر رہے ہیں۔ مسجد کی پیشانی پر کام جاری ہے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے انقلابی پروگرام کے لیے ایسی ہی عظیم الشان مسجد درکار تھی۔ یہ سُنّی رضوی جامع مسجد اپنے بلند مینار کے ساتھ سنّیت کا نشان، ایک مضبوط مرکز اور ناقابلِ تسخیر قلعہ ہے۔ وصال تک آپ نے اسی عظیم مسجد میں خطبہ دیا۔ جامعہ رضویہ کے سالانہ اجلاس، عرس اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ و عرس امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر مذہبی تقاریب کا انعقاد اسی مسجد میں ہوتا رہا ہے۔

شاہی مسجد اور سُنّی رضوی جامع مسجد فیصل آباد کے علاوہ آپ نے متعدد مساجد کی بنیاد رکھی اور کئی دیگر مساجد کی تعمیر و ترقی میں حصّہ لیا۔ جن مساجد کا سنگِ بنیاد آپ نے اپنے دستِ مبارک سے رکھا، ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں:

——— احمد آباد (بھارت) کی جامع مسجد [1]

——— جامع مسجد ابرار راجہ چوک، فیصل آباد۔

——— (اس مسجد کا سنگِ بنیاد آپ نے ۱۹۵۸ء میں رکھا)

——— صابری جامع مسجد، غلام محمد آباد، فیصل آباد

——— جامع مسجد بغدادی، گلبرگ اے، فیصل آباد

(اس مسجد کی تعمیر میں آپ نے نمایاں حصّہ لیا)

---

[1] روایت مولانا غلام محی الدین، مقیم جڑانوالہ، فیصل آباد

[2] روایت مولانا منظور حسین، خطیب مسجد مذکور

——— جامع مسجد اللہ والی، جڑانوالہ روڈ، فیصل آباد

——— جامع مسجد مدنی، سمن آباد، فیصل آباد

——— جامع مسجد بغدادی، جوالانگر، فیصل آباد

اور بہت سی مساجد [1]

——— سرگودھا میں اہل سنت وجماعت کے عظیم الشان جلسہ کے بعد جس میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کا تاریخی بیان ہوا اور دیوبندیت کے مضبوط قلعے مسمار ہو گئے کمپنی باغ میں بہت بڑی مسجد تعمیر ہوئی۔ جلسہ کی صدارت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی قدس سرہٗ (م ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء) نے فرمائی تھی۔ [2]

——— جامع مسجد قادریہ، پیپلز کالونی ۱ فیصل آباد [3]

——— ضلع کونسل، فیصل آباد کی مسجد کا سنگِ بنیاد (تعمیرِ نو کے وقت) آپ نے رکھا۔ امام مسجد اپنی طرف سے مقرر کیا۔ سنگِ بنیاد میں آپ کا نام نامی کندہ تھا جو مسجد میں نصب ہوا، لیکن اب تعمیرِ جدید کے بہانے اس سنگِ بنیاد کو ہٹا دیا گیا ہے۔ [4]

دورانِ سفر آپ کو اگر کہیں ایسی جگہ نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا جہاں پہلے سے مسجد موجود نہ ہوتی تو آپ کی برکت سے وہ جگہ نہ صرف آباد ہو جاتی، بلکہ وہاں شاندار مسجد بھی تعمیر ہو جاتی۔ اسے آپ کی کرامت کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ اس سلسلہ کی صرف ایک مثال پیش خدمت ہے۔

ایک مرتبہ دورانِ سفر آپ نے اڈا مریدوال ضلع فیصل آباد میں نمازِ عصر ادا فرمائی۔ قریب نہر کے پانی سے وضو کیا۔ اس وقت یہاں نہ آبادی تھی نہ ہی یہاں کوئی باقاعدہ

---

[1] روایت مولانا غلام رسول، شیخ الحدیث جامعہ رضویہ، فیصل آباد

[2] روایت مولانا منظور حسین، خطیب جامع مسجد ابرار، راجہ چوک، فیصل آباد

[3] روایت مولانا حافظ محمد احسان الحق، فیصل آباد

[4] روایت مولانا حافظ محمد احسان الحق، فیصل آباد

مسجد تھی۔ خالی جگہ آپ نے نماز ادا کرلی۔ نماز کے بعد دُعائیہ انداز میں فرمایا:

"کیا ہی اچھا ہو کہ یہاں سُنّیوں کا ایک مدرسہ اور ایک مسجد ہو تاکہ یہ جگہ آباد ہو جائے۔"

بحمد اللہ تعالیٰ آپ کی برکت اور دُعا سے یہ جگہ اب آباد ہے، وہاں اہل سنت کا ایک مدرسہ اور ایک شاندار مسجد ہے۔ [1]

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے لائل پور ورود مسعود سے قبل وہاں کی اکثر سُنّی مساجد میں دیوبندی عقیدہ کے امام مسلط تھے۔ آپ کی صداقتِ مذہبی، جلالتِ علمی، حق گوئی اور مسلکِ حق کی ترویج واشاعت کی شبانہ روز مساعی سے یہ سنّی مسجدیں سُنّی ائمہ سے آباد ہوگئیں۔ آپ کے وصال تک جن مساجد کی تطہیر ہوئی، اُن کی تعداد اسّی (۸۰) سے زائد ہے۔ ان مساجد کی تطہیر، تعمیر سے کسی طور پر کم نہیں۔

[1] بروایت مولانا قاضی محمد فضلِ رسول حیدر رضوی، فیصل آباد۔ ۱۰ ربیع الاوّل ۱۴۰۵ھ

اشاعتِ کتب

کتاب، تعلیم، تدریس، قلم اور دوات کی اہمیت مسلمات سے ہے۔ کوئی زندہ دین اور زندہ قوم تبلیغ و اشاعت کے بغیر باقی نہیں رہ سکتے۔ دینِ اسلام کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس کے ابتدائی احکام کتاب، تعلیم اور قرائت (پڑھنا) سے متعلق ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پہلی وحی اُتری:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ [1]

کتابت بالقلم اور مطلق پڑھنے کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

قلم، دوات یعنی لکھنے پڑھنے کی اہمیت کا یوں اندازہ فرمائیں کہ رب کریم جل شانہٗ نے ان کی قسمیں کھائیں۔

نٓ ۝ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ۝ [2]

ایک تفسیر کے مطابق نون سے مراد دوات ہے۔

کتاب اور اوراق (جن میں قرآن، یا احکامِ الٰہی درج ہوں) کی قسمیں رب کریم نے اٹھائیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَالطُّوْرِ ۝ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝ فِیْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۝ [3]

---

[1] سورۃ اقراء، آیت ۱ تا ۵ [2] سورۃ ن ۱ تا ۲

[3] سورۃ الطور، آیت ۱ تا ۳

اسی نوعیت کی متعدد آیات ہیں جن میں تحریر سے متعلق واضح ہدایت درج ہیں قرآن مجید اور دیگر کتب سماویہ کا اگر تقابلی مطالعہ کیا جائے، تو یہ حقیقت اور واضح ہوجاتی ہے کہ نشر و اشاعت کتب و رسائل . . . سے متعلق جتنی اہمیت قرآن مجید نے واضح فرمائی، کسی اور کتاب میں اس کا اتنا ذکر نہیں۔

پریس کی ایجاد کے بعد نشر و اشاعت کی اہمیت اور بڑھ گئی ہے۔ آج وہی قوم زندہ ہے جس کا لٹریچر عام ہے۔ وہی نظریہ اور عقیدہ فروغ پذیر ہے، جس کی پشت پناہی لٹریچر کے ذریعہ کی جاتی ہے۔ دنیا کی بڑی بڑی قومیں نشر و اشاعت سے غفلت کر کے قعرِ گمنامی میں چلی گئی ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ ایک ایسے عالم دین تھے جو تعلیم و تدریس کے ساتھ نشر و اشاعت کتبِ دینیہ کی اہمیت سے بخوبی واقف تھے اور اس کے لیے آپ ہمیشہ کمال جدوجہد فرماتے رہے۔ اپنی بعض تصانیف کی اشاعت کے علاوہ علماء اہل سنت کی تصانیف کی اشاعت کی طرف متوجہ رہے۔ علماء کرام کی تصانیف سے استفادہ کے لیے ہمیشہ عوام، طلباء بلکہ نوجوان علماء کی توجہ مبذول فرماتے۔ طلباء کو کتبِ دینیہ خرید کر دیتے ناشرانِ کتب کی ہر طرح کی اخلاقی، بلکہ مالی امداد فرماتے۔ خود جامعہ رضویہ میں ایک کتب خانہ . . . قائم کر رکھا تھا جو کہ کتابوں کو بغیر نفع لیے، اصل خرید پر فروخت کرتا۔ بعض دفعہ حساب کرنے پر معلوم ہوا کہ اس میں خسارہ ہوا ہے، تاہم اس کتب خانہ کو بند نہ فرمایا، کیونکہ آپ علیٰ وجہ البصیرت جانتے تھے کہ مکتبہ کا قیام، دین کی خدمت کا اہم ترین ذریعہ ہے، بلکہ اس کی اصلاح و ترقی کی مزید کوشش فرمائی۔

نشر و اشاعت کتبِ دینیہ سے متعلق چند واقعات کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

قیامِ پاکستان کے وقت ملک بھر میں دینی کتب کی اشاعت کا کوئی مکتبہ نہ تھا۔ آپ نے سید محمد معصوم شاہ نوری کو اس پر آمادہ کیا کہ حضرت داتا گنج بخش ہجویری قدس سرہ کے زیر سایہ ایک اشاعتی مکتبہ قائم فرمائیں، چنانچہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے آپ کے ایماء پر

نوری کتب خانہ کا اجرا فرمایا جس میں امام احمد رضا فاضل بریلوی اور دیگر علماء اہل سنت کی کتابیں شائع ہوتی رہیں۔ کتب کی اشاعت میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ ہر طرح کی امداد مہیا فرماتے۔ اکثر نایاب کتابیں مہیا فرماتے تاکہ ان کی جلد اشاعت ہو۔ کتاب شائع ہوتے پر اس کی کثیر جلدیں خود اپنے مکتبہ کیلئے خرید لیتے اور بوریاں بھر کر لائل پور لے جاتے۔ علماء، طلباء اور عوام کو کتب خریدنے کی ترغیب دیتے۔ غرض کہ قیامِ پاکستان کے بعد ملک بھر کے واحد اشاعتی ادارے، نوری کتب خانہ لاہور کی پوری طرح سرپرستی اور حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔

مولانا سید محمد حسن شاہ (خلف الرشید حضرت سید محمد معصوم شاہ علیہ الرحمہ) مالک نوری کتب خانہ لاہور فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہمارے مکانات کی تعمیر جاری تھی۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ تشریف لائے، تو ہمارے غریب خانہ پر بھی تشریف لائے۔ مجھے الگ لے جا کر فرمایا: "چونکہ آپ کے مکانات کی تعمیر جاری ہے، آپ کو رقم کی ضرورت ہو گی، یہ پانچ صد روپے رکھ لیجیے۔" میں نے کہا: "حضرت آپ دعا فرمائیں، اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا بہت کچھ موجود ہے۔"

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے فرمایا "یہ رقم رکھ لیجیے چونکہ آپ تعمیر میں مصروف ہیں اور ادھر خرچ بہت اُٹھ رہا ہے، ایسا نہ ہو کہ اشاعت کا کام متاثر ہو جائے۔"[1]

اللہ اللہ! اشاعتی اداروں کی حوصلہ افزائی کرنے والے آج اس طرح کے بزرگ کہاں ملیں گے؟ آج تو یہ حال ہے کہ بجائے حوصلہ افزائی کے حوصلہ شکنی پر اکثر حضرات کی توجہ ہے۔

شریعتِ مطہرہ میں قرض لینے کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔ شدتِ ضرورت کے تحت ہی قرض لینے کی اجازت دی گئی ہے۔ اس کے باوجود حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ فرمایا کرتے،

[1] روایت حکیم محمد موسیٰ امرتسری، بانی مرکزی مجلس رضا، لاہور۔ ۲۸ ذی القعدہ ۱۴۰۳ھ

"اشاعتی کام کے لیے اگر قرض لینے کی ضرورت پڑے تو بھی لے کر تبلیغی و اشاعتی کام کرو" [1]

ربیع الاوّل ۱۳۷۸ھ / ۴ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو فلیمنگ روڈ لاہور میں سیرت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلسہ میں ایمان افروز خطاب ہوا۔ انہی ایام میں کتب خانہ مقبولِ عام، ریلوے روڈ، لاہور نے کتبِ دینیہ کی اشاعت کو مزید تیز کر دیا۔ آپ نے تقریر کے دوران اس کتب خانہ کی اس اشاعتی کوشش کی تعریف فرمائی۔ مزید ترقی کے لیے دعا فرمائی اور عوام الناس کو کتابیں خریدنے اور پڑھنے کی ترغیب دی۔ تقریر کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"کتب خانہ مقبولِ عام ریلوے روڈ، لاہور نے قرآن مجید مترجم اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ مولانا احمد رضا خاں صاحب، شرح وقایہ، مشکوٰۃ شریف اور دیگر دینی کتب چھاپ کر دینِ اسلام کی بڑی خدمت سرانجام دی ہے۔ خدا اس ادارہ کو مزید خدمتِ اسلام کی توفیق اپنے حبیب سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (کے صدقے) عطا فرمائے۔ آمین" [2]

لائل پور میں آپ کے قیام کا ابتدائی دور، ظاہر ہے ہجرت سے پیدا ہونے والے اثرات کی وجہ سے، مالی اعتبار سے مشکلات کا دور تھا۔ ان ایام میں جامعہ رضویہ کی طرف سے اشاعتِ کتب کا پروگرام تقریباً ناممکن تھا، مگر آپ نے اس اہم دینی ضرورت کو پورا فرمایا اور امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کی بعض تصانیف کی اشاعت فرمائی۔ اس ضمن میں حضور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا رسالہ مبارکہ نفی الفی کو شاہی مسجد لائل پور کے قیام کے ڈیڑھ سال بعد آپ نے شائع فرمایا۔ [3]

---

[1] روایت مولانا سید محمد حسن، مالک نوری کتب خانہ، مین بازار داتا صاحب، لاہور

[2] روزنامہ نوائے پاکستان، لاہور بحوالہ ہفت روزہ سوادِ اعظم، لاہور۔ ۴ جنوری ۱۹۶۳ء

[3] ملاحظہ ہو "نفی الفی" مطبوعہ لائل پور پر رپورٹ اشاعتِ کتب

اشاعتِ کتب کے ساتھ ساتھ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ جدید ضروریات کے مطابق تصنیف وتالیف کی اہمیت سے بخوبی واقف تھے۔ علماء کو تصنیف و تالیف کی ترغیب دیتے۔ ان کی تصانیف پر حوصلہ افزائی فرماتے۔

مولانا اللہ بخش علیہ الرحمہ (م ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء) واں بھچراں ضلع میانوالی نے ایک موقعہ پر بیان فرمایا:

"حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ مولانا! کچھ نہ کچھ ضرور لکھو۔ چاہے روزانہ دو تین سطریں ہی لکھو۔ ایک وقت آئے گا کہ پوری کتاب تیار ہو جائے گی۔" [1]

تاج القراء مولانا قاری محمد عطاء اللہ مدرس دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور نے نماز کی اہمیت، حکمت، خصائص ومسائل پر آئینہ صلوٰۃ کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ اظہارِ مسرت اور حوصلہ افزائی کی خاطر آپ نے اس پر تقریظ لکھی۔ اس کتاب پر حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری، لاہور، حضرت مولانا سید احمد سعید کاظمی ملتان، مولانا مفتی محمد حسین نعیمی لاہور اور دیگر علماء کی تقاریظ بھی ہیں۔ [2]

مولانا سید ریاض الحسن حامدی، خطیب جامع مسجد امریکن کوارٹر، حیدرآباد نے چرم ہائے قربانی کے مصرف کے بارے میں ایک تحقیقی کتاب بنام الفیوضات الحامدیہ لکھی۔ متعدد علماء اہل سنت نے اس تحقیق کی توثیق فرمائی۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے اس کتاب پر تقریظ لکھ کر مسئلہ کی تصدیق اور فاضل مؤلف کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ آپ کی تقریظ یہ ہے:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم والصلوٰۃ والسلام علی

---

[1] قلمی یادداشت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری، لاہور۔ مملوکہ فقیر قادری عفی عنہ

[2] ہفت روزہ سوادِ اعظم، لاہور۔ مجریہ ۷ ستمبر ۱۹۶۲ء۔ ص ۷

رسولہ الرؤف الرحیم، ونبیہ الکریم الحلیم وعلی آلہ واصحابہ وحزبہ اجمعین۔ اما بعد،

فقیر نے رسالہ "الفیوضات الحامدیہ" دیکھا، مسلکِ صحیح وثواب پر مشتمل پایا۔

رسالہ مبارکہ کے مؤلف عزیزم محترم فاضل نوجوان واعظِ خوش بیان مولانا مولوی سید ریاض الحسن صاحب حامدی رضوی خطیب جامع مسجد امریکن کوارٹر حیدرآباد سندھ سلمہ نے خوب تحقیق فرمائی ہے اور دلائلِ کثیرہ سے قولِ محقق کی توضیح وتثویب فرمائی ہے۔ مولیٰ عزوجل تبارک وتعالیٰ عزیز موصوف کو مزید خدمتِ دینِ متین کی توفیق خیر رفیق عطا فرمائے اور اہل سنت وجماعت کے لیے سرچشمۂ فیض بنائے۔

دیوبندیوں، وہابیوں کے امامِ ثانی نام کے مولوی رشید احمد گنگوہی نے یہ فتویٰ دیا کہ کھال صدقہ واجبہ ہے، لہٰذا فقراء پر اس کا تصدق واجب ہے، مسجد میں نہیں لگا سکتے۔ دیوبندی مولوی جو کہتے ہیں کہ مسجد میں قربانی کی کھال کا لگانا ناجائز ہے۔ اون کا ماخذ دیوبندی امام کا یہ فتویٰ ہے۔ ہمارے نزدیک دیوبندی گنگوہی کا یہ فتویٰ صحیح نہیں غلط ہے اور دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتوے کثرت سے غلط ہیں۔ اس کو خلافِ تحقیق فتویٰ دینے کی عادت تھی۔

اس مسئلہ کی تحقیق (میں) امامِ اہل سنت، اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت مجدد دین وملت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز نے ایک رسالہ جلیلہ تحریر فرمایا، جو ابھی غیر مطبوعہ ہے۔ فتاویٰ رضویہ کی مجلدات میں مرقوم ومحفوظ ہے اور بھی علمائے کرام اہل سنت وجماعت نے اس مسئلہ کے متعلق قلم اٹھایا اور تحقیق فرمائی جس سے دیوبندی مفتی مغلوب ہوتے اور غلط فتوے دے کر نادم ہوتے، مگر دیوبندی کی ہٹ اور مرغے کی ایک ٹانگ کی رٹ مشہور ہے غلطی سے رجوع نہ کرنا، حق قبول نہ کرنا ان کی دیرینہ فطرت ہے۔ ہمارا تو کام سمجھانے سے ہے سمجھائے

جائیں گے۔ رسالہ مبارکہ "الفیوضات الحامدیہ" بھی اس مسئلہ کی تحقیق کے لیے کافی ووافی ہے۔ مولیٰ عزّوجل حق پر قائم رہنے، حق کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ واللہ تعالیٰ ھوالموفق وھو تعالیٰ اعلیٰ۔

فقیر ابوالفضل محمد سردار احمد غفرلہ قادری چشتی رضوی خادم اہل سنت وجماعت

۱۲ ر رجب المرجب ۱۳۷۴ھ"[1]

کتبِ دینیہ کی اشاعت کے ساتھ ساتھ آپ رسائل وجرائد کی اشاعت وترقی میں بڑی رغبت سے حصہ لیتے۔ تازہ بتازہ حالات سے واقفیت اور مخالفینِ اہل سنت کی طرف سے اٹھنے والے نئے اعتراضات کا جواب رسائل وجرائد سے ہی زیادہ موزوں ہوتا ہے۔ اس لیے آپ نے متعدد رسائل کی سرپرستی فرمائی۔ ان کی اعانت فرمائی اور حوصلہ افزائی کے لیے ان کے باقاعدہ خریدار رہتے۔

۱۳۷۰ھ / ۱۹۵۱ء میں جب مولانا ابوالنور محمد بشیر نے کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ سے ماہنامہ ماہِ طیبہ کا اجراء فرمایا، تو آپ نے سرپرستی اور اعانت فرمائی۔ نیز اس کو بہتر سے بہتر بنانے کے لیے مفید تجاویز دیں۔ اس سلسلہ میں آپ کا ایک مکتوب ملاحظہ ہو:

محترم مولانا محمد بشیر صاحب!

سلام مسنون! "ماہِ طیبہ" کی اشاعت کی مسرت میں احباب سے کہا بعض احباب نے اپنے نام "ماہِ طیبہ" جاری کرانا چاہا ہے، لہٰذا ان کے نام پرچے جاری کر دیئے جائیں اور یہ سلسلہ یہاں سے آہستہ آہستہ جاری رہے گا۔ رسالہ "ماہِ طیبہ" کے عنوان پر یہ مصرعہ خوب ہے۔ ع

ماہِ طیبہ کی طلعت پہ لاکھوں سلام

---

[1] الفیوضات الحامدیہ: ص ۳۹، ۴۰ (نوٹ، کتاب مذکور کے متعلقہ صفحات کی فوٹو سٹیٹ مولانا علی احمد سندیلوی، لاہور نے مہیا فرمائی، جس کے لئے ہم ممنون ہیں۔ فقیر قادری عفی عنہ

جب فقیر نے رسالہ ماہِ طیبہ دیکھا، تو اعلیٰحضرت عظیم البرکت قدس سرہ العزیز کا یہ شعر شریف یاد آیا ؎

طیبہ کے ماہِ تمام، جملہ رُسل کے امام
نوشۂ ملکِ خدا، تم پہ کروڑوں دُرود

اگر دل چاہے، تو اس شعر شریف کو بطورِ تبرک تحریر فرمائیں اور رسالہ کے آخر پر اگر مناسب ہو تو یہ شعر تحریر فرمائیں ؎

ماہِ طیبہ پہ تاباں درخشاں دُرود،
اُن کی نورانی طلعت پہ لاکھوں سلام

دل چاہتا ہے کہ رسالہ کے اوّل و آخر ماہِ طیبہ دیکھیں اور ہر طرف ماہِ طیبہ دکھائی دے۔" [1]

گوجرانوالہ سے اہلِ سنّت وجماعت کے واحد مذہبی ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ کا پہلا شمارہ ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۷۶ھ / ۱۵ اپریل ۱۹۵۷ء کو شائع ہوا۔ یہ ہفت روزہ بھی حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی سرپرستی میں جاری ہوا۔ بحمدہٖ تعالیٰ یہ شمارہ اب بھی ماہنامہ کی صورت میں مسلکِ اہلِ سنّت کی خدمت واشاعت میں مصروفِ عمل ہے ـــــ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کی یاد میں نکلنے والے اس ہفت روزہ (اب ماہنامہ) کی پیشانی پر آپ کی سرپرستی کا اعلان ان الفاظ میں موجود ہوتا ہے ؛

---

[1] ماہنامہ ماہِ طیبہ، کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ جلد اول، شمارہ ۲۔ مجریہ ذی قعدہ ۱۳۷۰ھ / اگست ۱۹۵۱ء، ص ۴ ـــ (نوٹ) حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے مکتوب ہذا سے جہاں سُنّی جرائد ورسائل کی سرپرستی واعانت واضح ہوتی ہے، وہاں "کلامِ رضا" سے محبت، اور آپ کا "فنا فی الرّسول" کے مقام پر فائز ہونے کی حقیقت کھلتی ہے۔ آخری جملہ بار بار پڑھیے اور ہر بار ایک نئی حقیقت سے بہرہ ور ہوں۔ فقیر قادری عفی عنہ

"زیرِ سرپرستی : امام اہلِ سنّت شیخ الحدیث حضرت علامہ ابوالفضل محمد سردار احمد صاحب دامت برکاتہم مہتمم جامعہ رضویہ، لائل پور" [1]

کوٹ رادھا کشن ضلع لاہور سے بیادگار امامِ اہلِ سنّت فارقِ نور و ظلمت، اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ ایک ماہنامہ آوازِ جبریل مولانا ابوالنجم القادری کے زیرِ ادارت ذی قعدہ ۱۳۷۸ھ / مئی ۱۹۵۹ء کو جاری ہوا۔ اس کی سرپرستی بھی آپ نے فرمائی۔ آوازِ جبریل کی پیشانی پر یہ عبارت درج ہے :

"زیرِ سرپرستی قائدِ اہلِ سُنّت، تاجدارِ اردنگِ طریقت محدثِ پاکستان ابوالفضل محمد سردار احمد صاحب لازالت فیوضہم ۔" [2]

احبابِ اہلِ سنّت، عزیزانِ طریقت اور جامعہ رضویہ کے فارغ التحصیل علما کے نام حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا ایک پیغام پڑھیں۔ آپ کو اندازہ ہو گا کہ آپ سُنّی رسائل و جرائد کی اشاعت و ترقی میں کس طرح کوشاں اور خواہاں تھے۔ پیغام یہ ہے :

"جریدۂ حمیدہ ہفت روزہ "رضائے مصطفےٰ" گوجرانوالہ نے ماشاء اللہ تین سال کے مختصر عرصہ میں دینِ متین و مذہب مہذب اہلِ سنّت کی جو عظیم مخلصانہ و مجاہدانہ نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں، وہ واضح و ظاہر ہیں۔ ضرورت ہے کہ دین کے خادم و مخلص مبلغ کی تبلیغ و خدمت کا دائرہ وسیع کیا جائے تاکہ حق کی آواز زیادہ سے زیادہ پھیل سکے اور اہلِ سنّت و جماعت کا اس سے بھی بڑھ کر چرچا ہو۔

چونکہ عالمِ اسباب میں یہ کام اہلِ سنّت و جماعت کے تعاون کے بغیر نہیں ہو سکتا، اس لیے تمام اہلِ سنّت احباب کو عموماً اور فقیر کے عزیزانِ طریقت

---

[1] ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ، جلد اوّل، شمارہ ۸۔ مجریہ یکم ذی قعدہ ۱۳۷۶ھ / مئی ۱۹۵۷ء

[2] ماہنامہ آوازِ جبریل، کوٹ رادھا کشن ضلع لاہور، جلد ۱، شمارہ ۱، ۲۔ مجریہ یکم ذی قعدہ ۱۳۷۸ھ / ۷، امئی ۱۹۵۹ء

وجامعہ رضویہ مظہرِ اسلام کے فارغ التحصیل علماء کو خصوصاً چاہیے کہ وہ "رضائے مصطفےٰ" کی اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور خدمتِ دین کے سلسلہ میں اس کا ہاتھ بٹائیں۔ اس کی آسان صورت یہ ہے کہ جن عزیزان و احباب کے نام "رضائے مصطفےٰ" جاری نہیں، وہ سالانہ چندہ (پانچ روپے) بھیج کر خریدارانِ "رضائے مصطفےٰ" میں شامل ہو جائیں۔ جو پہلے سے خریدار ہیں، وہ کوشش کر کے نئے خریدار بنائیں اور جو علماء مساجد کے خطیب ہیں، وہ اپنے حلقۂ اثر میں "رضائے مصطفےٰ" کی وسعتِ اشاعت کے لیے کوشش کریں اور ہفتہ وار کم از کم پانچ پرچے منگوا کر ادارہ رضائے مصطفےٰ کے ساتھ تعاون کریں تاکہ اس کی اشاعت کے راستہ میں خطرات و مشکلات حائل نہ ہو سکیں اور یہ اطمینان کے ساتھ احسن طریقہ سے اپنی دینی خدمات جاری رکھ سکے اور مزید وسیع کر سکے۔ "رضائے مصطفےٰ" کے علاوہ دین کی خدمت سرانجام دینے والے سنی جرائد و رسائل کے ساتھ بھی رابطہ قائم رکھیں اور ان کے ساتھ بھی خوب تعاون کریں تاکہ وہ بھی دینی خدمات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ جو حضرات اس کارِ خیر میں حصہ لیں اور جو حصہ لے رہے ہیں دُعا ہے کہ مولیٰ عزّ و جلّ اُن کو زیارتِ حرمین طیبین و سعادتِ دارین سے مشرف فرمائے۔

فقیر ابوالفضل محمد سردار احمد غفرلہ، خادم دارالعلوم اہل سنت و جماعت جامعہ رضویہ، مظہرِ اسلام، لائل پور" [1]

اسی نوعیت کا ایک مکتوب ہفت روزہ سوادِ اعظم لاہور کے اجراء پر آپ نے مدیر ہفت روزہ مولانا غلام معین الدین اشرفی کو لکھا ——— مولانا غلام معین الدین نعیمی مدیر ہفت روزہ سوادِ اعظم لاہور کو آپ نے یہ مکتوب تحریر فرمایا،

---

[1] ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ۔ ۲۱ر شعبان المعظم ۱۳۷۹ھ/۱۹ر جنوری ۱۹۶۰ء ص ۲

۴۸۶
۹۲

عزیز محترم فاضل محتشم سلمہ،

سلام مسنون۔ دعوات صالحہ، خیر و عافیت۔ متعدد روز ہوئے محبت نامہ ملا۔ کاشف احوال ہوا۔ آپ کا ارادہ مبارک ہے "سوادِ اعظم" جاری کریں اور مذہب مہذب اہل سنت و جماعت کی تبلیغ و اشاعت اس ہیں کریں۔ حضور صدر الافاضل قدس سرہ نے بھی "سوادِ اعظم" جاری فرمایا تھا جس سے بہت فائدہ وافادہ ہوا۔ مولیٰ عزوجل آپ کے اس نیک ارادہ میں کامیابی عطا فرماتے اور "سوادِ اعظم" کی اشاعت سے مزید ترقی ہو۔ فقیر اس کی خدمت کے لیے حاضر ہے۔ احباب اہلِ سنّت پُرسانِ حال کو سلام و دُعا۔

فقیر ابو الفضل غفرلہ

خادم اہل سنت و جماعت، ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۷۷ھ "[1]

مولانا مفتی اعجاز ولی خاں بریلوی، جو اس وقت ہفت روزہ سوادِ اعظم، لاہور کی مجلس ادارت میں شامل تھے، انھوں نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے جذبۂ اشاعت و ترقی رسائل و جرائد اور آپ کے ارشاد کی اہمیت کے پیش نظر لکھا:

"۔۔۔۔ مظہر صدر الشریعہ حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد مدظلہ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی ابو البرکات صاحب مدظلہ الاقدس کی نگاہِ التفات و ظلِ عنایت ہے۔"[2]

شیخ الحدیث قدس سرہ علم و فضل کے اس اعلیٰ مقام پر فائز تھے کہ آپ رسائل و جرائد کی خریداری سے بے نیاز تھے، تاہم ان سُنّی رسائل و جرائد کی حوصلہ افزائی کے لیے آپ نے ان کی خریداری قبول

---

[1] ہفت روزہ سوادِ اعظم، لاہور۔ جلد ۱، شمارہ ۱۰، ۲۰ صفر المظفر ۱۳۷۸ھ / ۵ ستمبر ۱۹۵۸ء ص ۱

نوٹ: مکتوب ہذا کی وجہ سے "سوادِ اعظم" کی اشاعت میں خوب ترقی ہوئی۔ اس مکتوب کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ ہفت روزہ "سوادِ اعظم" لاہور کے جلد ۲، شمارہ ۱۰، مجریہ ۳ رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ / ۱۲ مارچ ۱۹۵۹ء میں اس مکتوب کو دوبارہ شائع کیا گیا۔ فقیر قادری عفی عنہ [2] ایضاً

کر رکھی تھی، چنانچہ ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر کے آپ قیامِ بریلی کے دوران باقاعدہ خریدار تھے۔ آپ کا خریداری نمبر ۴۲۵۴ تھا۔ [1]

اسی طرح جمعیت علماء پاکستان کا ترجمان ہفت روزہ "جمعیت" جب لاہور سے جاری ہوا تو آپ نے اس کی سرپرستی قبول کی۔ آپ کا خریداری نمبر ۱۷ ہے۔ [2]

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا معمول تھا کہ دورۂ حدیث کے طلباء کو مختلف کتابیں عنایت فرماتے۔ مثلاً حدائق بخشش، الدولۃ المکیہ، فتاویٰ رضویہ، الامن والعلیٰ، ترجمۂ قرآن مجید موسوم بہ کنز الایمان کتبِ احادیث وغیرہ۔ اور پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ معمول بڑھتا ہی گیا۔ یہاں تک آخری سالوں میں آپ نے اس مقصد کے لیے الگ فنڈ قائم کر دیا تھا اور طلباء اور علماء کو ڈھیروں کے حساب سے کتابیں عنایت فرماتے۔ [3]

مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری لاہور، حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے جذبۂ اشاعت کتبِ دینیہ اور موجودہ حالات سے متاثر ہو کر لکھتے ہیں:

"کاش کہ ہمارے عوام اور علماء کو لٹریچر کی اہمیت کا صحیح ادراک اور شعور حاصل ہو جاتے۔ ایک دور وہ تھا جب اہل سنت کے اشاعتی ادارے قائم نہیں ہوتے تھے اور حسرت سے سوچا جاتا تھا کہ کاش ہمارا لٹریچر بھی جدید اندازِ طباعت سے آراستہ ہو اور آج جب کہ متعدد اشاعتی ادارے قائم ہو چکے ہیں اور حسین سے حسین تر انداز میں لٹریچر لایا جا رہا ہے۔ ہمارے ناشرین بڑی شدت سے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ ایسے قدر دانوں اور سرپرستوں کے لیے چشم براہ ہیں۔"————[4]

---

[1] ملاحظہ ہو ہفت روزہ الفقیہ امرتسر، ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۵۶ھ / ۱۴ نومبر ۱۹۳۷ء جلد ۲۱، شمارہ ۴۲، بذریعہ ڈاک آپ کو رسالہ بریلی شریف پہنچا۔ اس کے پتہ کی چٹ پر آپ کا نمبر خریداری درج ہے۔

[2] ملاحظہ ہو، ہفت روزہ جمعیت، لاہور کے شمارہ ۲۷ مارچ ۱۹۵۹ء کے پتہ کی چٹ۔

[3] اس راقم الحروف کو بھی آپ کی طرف سے متعدد کتابیں عطا ہوئیں۔ فقیر قادری عفی عنہ

[4] قلمی یادداشت، مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری، لاہور۔ مملوکہ فقیر قادری عفی عنہ

عکسِ نوادرات

فہرست

سند

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله هادي القلوب وغافر الذنوب وساتر العيوب وكاشف الكروب افضل الصلاة واكمل السلام على احب محبوب مصحح الحسنات مقيل العثرات شفيع الحوب وعلى اله وصحبه وابنه وحزبه عدد الذر والستور والطلوع والغروب وبعد فان ربنا تبارك وتعالى هو الحي الذي لا يموت وكل شيء سواه لا بد يوما ان يفوت فسبحن الذي قهر عباده بالموت و تفرد بالدوام وكل من عليها فان ويبقى وجه ربك ذي الجلال والاكرام. اري شمس عمري قد تدلت للغروب وآذنت بالرحيل وحسبنا الله ونعم الوكيل اساله متوسلا اليه بجاه حبيبه الاكرم وعبده وصفيه غوثنا الاعظم صلى الله تعالى على المصطفى عليه وسلم ان يختم لي بالحسنى على السنة السنية والدين الاسنى فاطر السموات والارض انت وليي في الدنيا والاخرة توفني مسلما والحقني بالصالحين رب اوزعني ان اشكر نعمتك التي انعمت علي وعلى والدي وان اعمل صالحا ترضه واصلح لي في ذريتي اني تبت اليك واني من المسلمين والحمد لله رب العالمين ومن يقبض في امر استخلفني واجلس احمد على مسند اسلافي اهل لها واخرى علماء باب الامر بالنفس احرى فاني احب سنة ابي بكر وعمر واستعيذ بالله من سنة كسرى وقيصر فاستخرت ربي واستشرت باساداتي في حجتي فاشاروا الى ما ترى في اخر هذه الحجة وتايد ذلك برؤيا رايتها في هذا الشهر الكريم ذي الحجة فما هو الا ان شرح الله لذلك صدري فارجوان يكون فيه ان شاء الله رشد امري حسبنا الله ونعم الوكيل وعليه ثم على رسوله صلى الله تعالى عليه وسلم التعويل

وقد كنت اجزت ولدي الاعز محمد المعروف بالمولوي حامد رضا خان سلمه الله عن طوارق الحدثان ونوازغ الشيطان وجعله خير خلف لسلفه الصالحين ووفقه لما فيه عز لحماية الدين ونكاية المفسدين انه ولي ذلك وخير مالك والحمد لله رب العالمين بجميع السلاسل والعلوم والاذكار والاشغال والاوراد والاعمال وسائر ما تجوز لي اجازتها من مشايخي الاجلاء اولا لانفسنا ثم فوض ذلك بامر شيخنا نور الهدى سلالة الواصلين سيدنا السيد الشاه ابو الحسين احمد النوري ميان صاحب المارهري قدس سره النوري والان اقول متوكلا على الرحمن بلسانه ولي عهدي ووارث السجادة القادرية من بعدي واجلسته على مسند اسلافي ووليته امور اوقافي واسال ربي وهو حسبي متضرعا اليه بهذا الحبيب الكريم عليه وعلى

الله افضل الصلٰوة والتسلیم شریفنا الولی الاکرم سیدنا ومولٰنا الغوث الاعظم ان یوفقنا لما یحب ویرضاہ ویزید دعوتی ویتم نعمتہ ویجعلہ اھلالہ ویتولاہ فی الاخرۃ خیرا من اولاہ امین امین یا مجیب السائلین امین امین والحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالٰی وبارک وسلم علی ھذا الحبیب المرتجی والنبی المجتبٰی والہ وصحبہ وابنہ وحزبہ صلوٰۃ تحل العقد وتحل المدد وتفرج الکرب وترفع الریب وتشرح الصدور وتیسر الامور والحمد للہ العزیز الغفور وکان ذلک یوم عرس سیدی وسندی ومولائی ومرشدی وکنزی وذخری لیومی وغدی سیدنا السید شاہ آل رسول الاحمدی رضی اللہ تعالٰی عنہ بالرضی السرمدی امین امین والحمد للہ رب العٰلمین ۱۸ ذی الحجۃ الحرام یوم الخمیس ۱۳۱۳ھ من ہجرۃ النفس نفیس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قالہ بفمہ ورقمہ بقلمہ احد کلاب الباب القادری عبد المصطفٰی احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی غفر اللہ لہ ما جری منہ وما یاتی وحقق املہ واصلح عملہ امین امین والحمد للہ رب العٰلمین۔

ترجمہ ساری خوبیاں اللہ عزوجل کیلئے جو دلوں کا رہنما گناہوں کا بخشنے والا عیبوں کا پردہ پوش غموں کا دور کرنے والا ہے اور سب سے بہتر درود اور کامل تر سلام سب پیاروں سے زیادہ پیارے نیکیوں کے راست کرنے والے برائیوں کے دور کرنے والے گناہوں کے بخشوانے والے اور ان کے آل و اصحاب اور ان کے صاحبزادے اور انکے گروہ پر بشمار انوار و اسرار بتعداد طلوع و غروب۔

بعد حمد و نعت یعنی ہمارا رب تبارک و تعالٰی وہی زندہ ہے جسے موت نہیں اور اسکے ماسوا ہر شے کیلئے ایک دن فنا ہونی ہے تو پاک ہے وہ جس نے اپنے بندوں کو موت سے مغلوب کیا اور ہمیشگی سے منفرد ہوا (زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات عظمت اور بزرگی والا) میں دیکھ رہا ہوں اپنے آفتاب عمر کو کہ غروب کے قریب پہنچا اور اس نے کوچ کا اعلان کر دیا (اور ہمارے لئے کافی ہے اللہ بہتر کام بنانے والا) میں اُسی سے مانگتا ہوں اُس کے حبیب اکرم کی وجاہت کے وسیلے سے اور اس کے برگزیدہ بندے حضور غوث اعظم کے صدقے میں اللہ تعالٰی درود و سلام بھیجے مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر پھر ان پر میرا خاتمہ خیر و خوبی کے ساتھ روشن سنت اور بہت درخشاں دین پر کرے اے آسمانوں اور زمین کے بنانے والے تو میرا کام بنانے والا ہے دنیا اور آخرت میں مجھے مسلمان اٹھا اور ان سے ملا جو تیرے قرب خاص کے لائق ہیں (اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں شکر کروں تیرے احسان کا جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کئے اور یہ کہ میں وہ کام کروں جو تجھے پسند آئے اور میری ذریت کی اصلاح فرما میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور اس حالت میں کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں) اور ساری خوبیاں ہیں پروردگار عالم کیلئے مجھے اپنی جانشینی اور اپنے بزرگوں کی مسند بٹھانے کا کام باقی رہا۔ اسمیں میں پس و پیش کرتا رہا اور جلدی کرنا اسمیں پختگی زیادہ بہتر ہے کیونکہ حقیقتاً میں حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی سنت کریمہ کو دل سے پیار کرتا ہوں اور رب پناہ مانگتا ہوں اللہ سے قیصر و کسریٰ کی روش سے۔ تو میں نے اپنے رب کریم سے استخارہ کیا اور اپنے مخلص احباب سے مشورہ چاہا تو انھوں نے مجھے اُس طرف اشارہ کیا جو اس سند کے آخر میں دیکھو گے اور اسکی تائید ہے اُس خواب سے ہوئی جو میں نے اس ماہ ذی الحجہ میں دیکھا

میں دیکھا تو اس کیلئے اللہ نے میرا سینہ کھولدیا میں امید رکھتا ہوں کہ اسمیں انشاء اللہ میرے کام کی پنجی [illegible] راہ ہے
اور ہمارے لئے اللہ کافی اور بہتر کام بنانیوالا ہے) اور اُسی نے پھر اُسکے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم [illegible]
بلا شک میں اپنے عزیز تر بیٹے محمد معروف بمولوی حامد رضا خاں کو (اللہ تعالیٰ اسے اچانک حادثوں سے بچائے [illegible]
سے محفوظ رکھے اور مولائی کریم اُسے سلف صالحین کا بہتر جانشین بنائے اور تمام عمر اُسے حمایت دین [illegible]
کی توفیق عطا فرمائے بلاشبہ وہی مولا تعالیٰ اس کا مددگار اور بہتر مالک ہے (پروردگار عالم ہی کیلئے حمد ہے) تمام
سلسلوں اور تمام علوم اور سارے اذکار و اشغال اور اوراد و اعمال کی اور ہر اس چیز کی کہ جس کی مجھے اپنے برگزیدہ
مشائخ کرام سے اجازت پہونچی اجازت دیچکا تھا اور میرا اجازت دینا اسکے مرشد برحق و شیخ طریقت [illegible]
ابو الحسین سیدنا سید شاہ ابو الحسن احمد نوری میاں صاحب قدس سرہ النوری کے حکم سے تھا اور اب میں اپنے مہربان
اللہ پر توکل کرتے ہوئے اسے اپنا ولیعہد اور اپنے بعد وارث سجادہ قادریہ بناتا ہوں۔ اور اسے اپنے مشائخ کی مسند پر
متمکن کرتا ہوں اور اپنے تمام اوقات کا متولی بناتا ہوں اور اپنے رب سے گڑگڑا کر دعا کرتا ہوں اور وہی مجھے کافی ہے بوسیلہ
حضور سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ولی کرم سیدنا و مرشدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ وہ اسکی رہنمائی
فرمائے اس چیز کی طرف جو اسے محبوب و پسندیدہ ہے اور اس کے ظاہر و باطن کو سنوارے اور اس کا اہل کرے [illegible]
سپرد کیا گیا ہے اور اسکی دنیا و آخرت کو بہتر فرمائے الہٰی یونہی کر [illegible] کر اے مانگنے والوں کی التجا قبول [illegible]
قبول فرما۔ اور حمد اللہ کیلئے اور صلوٰۃ و سلام اور اسکی برکتیں حضور پر نور حبیب مرتجیٰ شفیع مجتبےٰ اور انکی آل و اولاد و اصحاب
اور اس کے گروہ پر صلوٰۃ و سلام جو گرہ کھولدے اور مدد نازل کرے اور غم دور کرے اور رتبہ بڑھائے [illegible]
کامیابی [illegible] کرے اور حمد ہے اللہ غالب بخشش فرمانیوالا کو یہ اجازت میرے سردار و مرشد برحق دریائے [illegible]
نعمت سیدنا شاہ آل رسول احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے [illegible] سرا پا اقدس کے [illegible] آمین والحمد للہ رب العالمین
۱۵ ذوالحجہ ۱۳۲۳ھ از ہجرت انفس نفیس صلی اللہ تعالیٰ [illegible] نے کہا اپنے منہ سے اور لکھا اپنے قلم سے [illegible]
قادری عبد المصطفےٰ احمد رضا خاں سنی حنفی برکاتی نے اللہ تعالیٰ اسکے گذشتہ و آئندہ گناہ بخشے اور اسکی مرادیں بر لائے اور
اسکے کام بنائے آمین آمین یا رب العالمین۔

نیاز مند:۔ عنایت محمد خاں غوری غفرلہ فیروزپوری (مجاز و ماذون سلسلہ عالیہ قادریہ)

(برقی "بکفرک پریس" بریلی)

امام احمد رضا بریلوی کی سند خلافت برائے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى عقب هذا فقد سألني سلوة كبدي و
فلذة فؤادي حبي ونور عيني الصفي الصافي الصفي الوفي الحري الحفي الذكي الفطن
الزكي العالم العامل فخر الاشباه والاقران والاماثل الاسعد الامجد والاسعد الارشد مولانا المولوي
محمد سردار احمد صانه المولى الاحد الصمد من شر كل حاسد اذا حسد وبلغه مناه والى ذروة الكمال رقاه بجاه سيدنا
النبي محمد ابي احمد الحامد من كل محمود ومحمد كل حامد الحمد صلى الله تعالى عليه وعلى آله وصحبه لدى الدهر وابد
الابد اجازة ما في وريقة منيفة فيها من الاعمال الانيقة والاشغال الرشيقة فهاك اياها ببركات الله تعالى
علاه فاني قد اجزتك بها بارك لك وبك وفيك وعليك ربك فقهر ملتجيك وقهر ضالك ودله الطريق اليك
وبكل الاوفاق والاعمال والاذكار والاشغال وبالسلاسل العلية القادرية القديمة والجديدة والچشتية القديمة
والجديدة والسهروردية والنقشبندية والعلوية المنامية والمنورية المعمرية وجميع العلوم العقلية والنقلية و
جميع الكتب الدينية سيما القران العظيم والصحاح الستة والمسانيد والمعاجيم ودلائل الخيرات والحصن الحصين
وغيرها من كتب الدين المتين وبكل الادعية سيما الحزب اليماني وحزب البحر والحزب الاعظم ودعاء الشيخ والامين
والمغني والقرشية وبكل ما تجوز لي روايته وتصح لي درايته من العلوم بشرطه المعلوم عند ذوي الفهوم واوصيك
يا حبي بتقوى الله عز وجل في السر والاعلان فان التقوى سنام ذروة الايمان وتجنب عن الزيغ والتباعد عن اهل
البدع والخلاعة وان تمسك ما عشت وتعض بالنواجذ على مذهب اهل السنة والجماعة واياك اياك عن التكاسل
في الطاعة والميل عن اهل الكفر والردة والبدع والضلال وعليك بهتك خيالاتهم وخبثهم بالرد والنكال فانه في هذا
الزمان من اعظم القرب وارضى مرضاة النبي والرب وان لا تنساني بالدعوات الصالحات في الخلوات والجلوات وصلى الله
تعالى على خير خلقه ونور عرشه امام حضرته وعروس مملكته سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه اجمعين برحمتك يا
ارحم الراحمين ابد الآبدين دهر الداهرين امين وكان ذلك العشرين من الشهر الفاخر ربيع الآخر سنة احد وخمسين وثلثمائة والف
من الهجرة النبوية على صاحبها الف الف صلوة وتحية قاله بفمه وامر برقمه الفقير محمد المدعو بحامد رضا القادري النوري الرضوي البريلوي
ستر ذنبه غفر منه لكرمه المرئي وجاه حبيبه الشفيع الرؤوف امين في بلدة بريلي صانها الله تعالى لاهلها المسلمين من الشرور

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی کی عطا فرمودہ سند اجازت کا عکس

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الحمد لله وصلى الله وسلم على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه وابنه وبعد
فانى قد اجزت الاخ الفاضل الحاج محمد سردار احمد البريلوى فى صحيح البخارى
والصحاح والمسانيد والسنن والاجزاء وكل ما رويته بسندنا الى
رواتها الى سيد الخلق المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم وعلى آله وصحبه
وقد اجازنا العلامة الامام الشيخ بدر الدين الحسنى شيخ دار الحديث
بدمشق وهو عن الشيخ ابراهيم السقا عن الشيخ الامير الصغير عن
الشيخ الامير الكبير وثبته مطبوع واجازنا العلامة السيد محمد عبد الحى
الكتانى الفاسى وله اثبت مطبوع والسيدة امة الله عن والدها
الحافظ الشيخ عبد الغنى الدهلوى وثبته مطبوع وغيرهم نفع الله
بهم آمين والحمد لله اولاً وآخراً وصلى الله تعالى على سيدنا محمد
وآله

كتبه محمد الحافظ التيجانى
فى يوم الاحد ١٩ محرم الحرام سنة ١٣٦٥
حرر بالروضة الشريفة بالمدينة المنورة
على ساكنها افضل الصلوٰة والسلام

نقوش پریس لاہور

مدینہ منورہ کے جلیل القدر عالم محمد حافظ تیجانی کی عطا کردہ سند کا عکس

[illegible]

حضرت شیخ الحدیث کا مکتوب بنام علامہ غلام رسول رضوی، شارح بخاری

مسلم شریف پر حضرت شیخ الحدیث کی ایک تعلیق کا عکس

نسائی شریف پر حضرت شیخ الحدیث کا ایک حاشیہ

حضرت شیخ الحدیث کی تصنیف "اسلامی قانون وراثت" کے پہلے صفحہ کا عکس

حضرت شیخ الحدیث کی تصنیف "تبصرہ مذہبی بر تذکرہ مشرقی" کے پہلے صفحہ کا عکس

کامیابی پر حضرت حجۃ الاسلام کی طرف سے مکتوب تہنیت

مولانا معین الدین اجمیری کا مکتوب بنام حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں کا مکتوب بنام علامہ معین الدین اجمیری

۷۸۶

ھ

جناب محترم مولٰنا زاد مجدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ براہین قاطعہ کے قول شیطانی کو (جسمیں معاذ اللہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اکمل کے مقابلہ میں اپنے شیخ شیخ نجد یعنی شیطان کے علم کو وسیع کہا ہے) دیکھکر فقیر کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ یہ کلمات قطعًا کلمات کفریہ ہیں اور انکا قائل کافر۔ باقی ہفوات اہل دیوبند کو بعد صحت انشاء اللہ تعالٰی دیکھکر فیصلہ کرونگا۔ آپ اگر بعد جمعہ حسب وعدہ تشریف لے آئے تو اسوقت اسکے متعلق بسط سے گفتگو ہوسکتی ہے

والسلام خیر ختام فقط

معین الدین کان اللہ لہ۔ ۱۳ ربیع الثانی ۳۴ھ

علامہ معین الدین اجمیری کا مکتوب بنام مولانا حامد رضا خاں

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کی تحقیقات و تخریج و ترجمہ
اور جدید انداز پر ترتیب دے کر شائع کرنے کا عظیم منصوبہ

رضا فاؤنڈیشن

اس عظیم منصوبے کیلئے
عوام اور علماء و مشائخ سے عطیات، چندہ و قرضِ حسنہ
کی

اپیل

زیرِ نگرانی

جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور (۸) پاکستان (۲۳۵۰)